انسائیکلوپیڈیا — ۵

فقہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
ظہران یونیورسٹی، سعودی عرب

ادارہ معارف اسلامی
منصورہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

www.KitaboSunnat.com

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ

جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے
اُسے دین میں تفقّہ عطا فرما دیتا ہے

انسائیکلوپیڈیا — ۵

فقہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
ظہران یونیورسٹی، سعودی عرب

اردو ترجمہ: مولانا عبدالقیوم

ادارۂ معارف اسلامی
منصورہ ○ لاہور

نام کتاب	:	فقہ عبداللہؓ بن مسعود
مصنف	:	ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
اردو ترجمہ	:	مولانا عبدالقیوم
ناشر	:	ادارۂ معارف اسلامی منصورہ۔ لاہور
طابع	:	رشید احمد چودھری، مکتبہ جدید پریس۔ لاہور
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	مکتبہ جدید پریس۔ لاہور
قیمت	:	۲۰۰ روپے
بار اول	:	جنوری ۱۹۹۲ء
تعداد	:	۱۰۰۰

تقسیم کنندہ:

المنار بک سنٹر

منصورہ ـ ملتان روڈ۔ لاہور۔ ۵۴۵۷۰

فون نمبر: ۴۳۰۰۳۳ - ۳۴۰۰۳۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

دور قدیم میں اہل علم نے مختلف موضوعات پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ فقہ و حدیث اور فلسفہ و تاریخ اور طب و حکمت میں سے کوئی ایسا عنوان نہیں ہے جس پر ہمیں قدیم علمی سرمائے میں انفرادی کاوشوں کے حیرت انگیز مجموعے نہ ملتے ہوں۔ مثلاً امام سرخسیؒ کی عظیم الشان کتاب المبسوط بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور اسلامی فقہ کا مکمل مجموعہ ہے۔ القلقشندیؒ کی تالیف صبح الاعشیٰ متعدد علوم و معارف کا اہم خزانہ ہے۔ موجودہ اصطلاح میں آپ اسے انسائیکلوپیڈیا نہ بھی کہیں تو بھی اپنی جامعیت اور وسعت کے لحاظ سے اس سے ضرورت وہی پوری ہوتی ہے جو آج کے دور میں انسائیکلوپیڈیا پوری کرتے ہیں۔ تراجم و رجال کے موضوعات پر محدثین و ناقدین نے کئی کئی جلدوں پر مشتمل جو کتابیں تیار کی ہیں اس طرح کی کتابیں شاید کسی اور قوم کی تاریخ میں نہ ملتی ہوں۔ دور حاضر میں بھی بعض کوششیں بڑی قابل قدر ہیں۔ فرید وجدی کی اسلامی انسائیکلوپیڈیا نے تو بڑی داد حاصل کی ہے۔ اسی طرح خیر الدین زرکلی کی الاعلام بھی پینتیس حصوں پر مشتمل اہم تاریخی شخصیات کا بڑی حد تک مکمل ذخیرہ کہی جا سکتی ہے۔

عہد حاضر میں ایک طویل عرصہ تک تو مسلمان ماسوائے چند انفرادی کوششوں کے جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے. غیر مسلموں کے تیار کردہ انسائیکلوپیڈیا پر بھروسہ کرتے رہے۔ ان میں نہ صرف تاریخی لحاظ سے دانستہ یا نادانستہ مغالطہ انگیزی کی گئی. بلکہ مذہبی و فکری لحاظ سے اسلامی تہذیب و تمدن پر جگہ جگہ داغ لگائے گئے۔ اب کچھ عرصہ سے حالات و ضروریات کے دباؤ کے تحت چند مسلمان مفکرین اور بعض اسلامی ادارے انسائیکلوپیڈیا کی تدوین کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اردن میں رائل اکیڈمی برائے تحقیقات اسلامی نے موسوعۃ الحضارۃ الاسلامیہ (انسائیکلوپیڈیا تہذیب اسلامی) کی تیاری شروع کر دی ہے۔ ریاض میں شاہ فیصل سنٹر برائے اسلامک سٹڈیز اپنی بھرپور توانائیوں اور جدید ترین وسائل کے ساتھ ایک اسلامی انسائیکلوپیڈیا مرتب کر رہا ہے۔ ہمارے دوست استاذ یکن (لبنان) نے اسلامی تحریکوں کی ایک مختصر انسائیکلوپیڈیا شائع بھی کر دی ہے۔ غرض اب مسلم مفکرین کو اس ضرورت کا احساس ہو رہا ہے۔

اسلامی فقہ کی انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے کے لئے اب تک جو کاوشیں ہوئی ہیں وہ ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی نے ایک مضمون میں (جو انسائیکلوپیڈیا فقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقدمہ میں آپ دیکھ سکتے ہیں) تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہیں۔ اس وقت اس سلسلے میں سب سے بہتر اور تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے قابل اطمینان کام کویت کی وزارت اوقاف کے تحت ہو رہا ہے۔ الموسوعہ الفقہیۃ (فقہی انسائیکلوپیڈیا) کے نام سے اب تک اس کی پندرہ جلدیں چھپ چکی ہیں۔ ڈاکٹر عبدالستار ابو غدہ جیسی فاضل شخصیتیں اس کام کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ مصری حکومت نے بھی چند سال پیشتر ایک اسلامی فقہ کی انسائیکلوپیڈیا چھاپی تھی مگر اسے زیادہ رواج نہیں حاصل ہو سکا۔

ہمارے شامی دوست ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی ایک اچھے مصنف کی حیثیت سے عالم عرب میں جانے پہچانے جاتے تھے۔ تاریخ و سیاست ان کا میدان تحقیق تھا. مگر کچھ عرصہ سے انہوں نے فقہ اسلامی کو اپنا تدریسی اور تحقیقی شعار بنالیا ہے. اور اس میدان میں بھی انہوں نے خدا داد قابلیت اور محنت کی بدولت گوئے سبقت حاصل کر لی ہے۔ اب تک وہ چاروں خلفائے راشدین کی فقہ کے علاوہ نامور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور جلیل القدر فقیہ امام ابراہیم نخعیؒ کی فقہ پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا مرتب کر چکے ہیں اور شاید وہ اس سلسلے کو دیگر ائمہ و فقہاء تک لے جائیں۔

اردو دان قارئین کے لئے ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کے اس نہایت مفید اور ضروری کام کو ہم اردو کا جامہ پہنا رہے ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ یہ پورا سلسلہ (جو چھ موسوعات پر مشتمل ہے)۔ مختصر عرصے میں منصۂ شہود پر آ جائے گا۔ اس سے انشاء اللہ ارباب فقہ و اجتہاد اور اصحاب قانون وقضاء کے سامنے نظام شریعت کو سمجھنے کے لئے اور دور اول کے فکری و فقہی سرمائے سے آگاہ ہونے کے لئے نئے دروازے واہوں گے۔ تحریک اسلامی. پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کے لئے جو جدوجہد کر رہی ہے اس کے نتیجے میں فقہ و شریعت کا موضوع نہایت اہمیت اختیار کر گیا ہے. اسی اہمیت کو پیش نظر رکھ کر ہم نے اس عظیم کام کا آغاز کیا ہے۔ اس موضوع پر ہم انشاء اللہ تازہ ترین اور مفید ترین لٹریچر قارئین کو پیش کرتے رہیں گے۔

سلسلۂ انسائیکلوپیڈیا (ماسوائے فقہ عمر و فقہ عثمان رضی اللہ عنہما) کے مترجم مولانا عبدالقیوم صاحب (فیصل آباد) کے ہم شکر گزار ہیں کہ انہوں نے بڑی یکسوئی. محنت اور تیز رفتاری سے ترجمے کا کام سر انجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و فضل اور قوت و توانائی میں مزید اضافہ فرمائے۔ اسی طرح میں اپنے

رفقائے ادارہ مولانا شبیر احمد صاحب اور جناب نظر زیدی صاحب کا خاص طور پر شکر گزار ہوں کہ ان حضرات نے ان تراجم پر عرق ریزی سے نظر ثانی کی. اور عزیزم محمد انور گوندل کی شب و روز کی مساعی سے اس سلسلۃ الذہب کو طباعت کا آراستہ و پیراستہ جامہ نصیب ہوا۔ اللہ ان سب کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

وبیدہ التوفیق

۲۵ر ستمبر ۱۹۹۱ء

خلیل احمد حامدی

(ڈائریکٹر، ادارۂ معارف اسلامی، لاہور)

کچھ مترجم کے اپنے الفاظ

حامدو مصلیا

اس علمی کتاب کے ترجمے میں جن امور کا خیال رکھا گیا ہے وہ مختصراً درج ذیل ہیں۔

۱)

ہر زیر بحث لفظ کے لغوی معنی کا ذکر اس لفظ کے ساتھ کر دیا ہے جو کتاب میں نہیں ہے۔

۲)

مصنف نے جو حوالے دیئے ہیں انہیں من و عن ہر باب کے آخر میں درج کر دیا ہے۔

۳)

اگر اصل متن میں کوئی اصطلاحی لفظ آ گیا ہے تو اس کی تشریح حاشئے میں کر دی ہے۔ تاکہ عام قاری کے لئے کوئی دقت نہ ہو۔

۴)

مصنف کی طرز تحریر انسائیکلوپیڈیا کے انداز کی ہے، کتاب کی ابتدا ہی میں ایک مختصر حاشئے کے ذریعے اس نکتہ کو عام قاری کے لئے واضح کر دیا گیا ہے۔

۵)

مصنف نے متن میں الفاظ کے تحت اکثر حوالے دیئے ہیں۔ ترجمے میں بھی یہی طریقہ اپنایا گیا ہے۔

۶)

اختلافی مسائل میں جہاں شدید ضرورت محسوس کی گئی مختصر حاشیہ لکھ دیا گیا ہے۔ ہر اختلافی مسئلے پر سیر حاصل بحث کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اصل کتاب کے متوازی ایک نئی کتاب وجود میں آ جاتی جس سے کتاب کے اصل مقصد کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔

۷)

دیباچے کے آخر میں مصنف نے تشریح الرموز کے عنوان سے ان اشارات کی تشریح کی ہے جو اس

نے کتاب میں استعمال کیے ہیں۔ اس کا ترجمہ دانستہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ کیونکہ میرے خیال میں عام قاری کے لئے یہ چنداں مفید نہیں۔

۸)

ترجمے میں حتی الامکان روانی اور سلاست کا خیال رکھا گیا ہے اور اپنی دانست میں اسے بڑا عام فہم بنا دیا گیا ہے۔

محمد عبدالقیوم غفرلہ

مقدمہ

الحمد لله نحمده ونستعينه ، ونستهديه ونستغفره ، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له ، ومن يضلل فلن تجد له ولياً مرشداً

۱۔ فقہ اسلامی کے "دائرۃ المعارف" کی تیاری کے سلسلے میں کام کرتے ہوئے میرا یہ خیال اور پختہ ہو گیا کہ ایک ایسا جامع قسم کا فقہی موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) تیار کرنا جس میں اسلامی فقہ کے تمام اجتہادی پہلوؤں اور فقہی میلانات و رجحانات کا احاطہ ہو جائے۔ اگر ناممکن نہیں تو اس وقت تک سہل بھی نہیں ہے جب تک کہ ایک طرف صحابہ کرامؓ تابعین عظام اور ائمہ فقہ میں سے ایسی ہستیوں کے فقہی موسوعات الگ الگ تیار نہ کر لئے جائیں جو اپنے اپنے زمانوں میں اساطین فقہ ہو گزرے ہیں لیکن کسی وجہ سے جن کے فقہی مذاہب کو کتابی شکل میں جمع نہیں کیا جا سکا، اور دوسری طرف بڑے بڑے مذاہب فقہ کو بھی ترتیب مواد و مباحث کے لحاظ سے یکسانیت کی حامل انسائیکلوپیڈیائی شکل نہ دے دی جائے۔ اور اس طرح یہ دونوں قسم کے موسوعات ایک جامع قسم کے فقہی انسائیکلوپیڈیا کی عمارت اٹھانے کے لئے بنیادی اینٹوں کا کام دے سکیں۔

اس عظیم الشان کام کی ذمہ داری اٹھانے کے لئے نہ کوئی حکومت آگے آئی اور نہ ہی کوئی ادارہ اور اگر کچھ لوگ آگے آئے بھی تو انہوں نے اپنے خیال میں وقت بچانے اور جلد از جلد فوائد سے متمتع ہونے کی خاطر اس عظیم کام کی بنیادی اینٹیں رکھنے سے پہلے اس کی عمارت اٹھانے کی کوشش کی۔ اس صورت حال کے پیش نظر میں نے کمر ہمت باندھی اور فقہ سلف کے عنوان سے موسوعات کی ایک سلسلہ وار اشاعت شروع کر دی تاکہ اس عظیم کام یعنی ایک جامع قسم کے فقہی انسائیکلوپیڈیا کی تیاری کے لئے میرے یہ موسوعات ابتدائی بنیادیں فراہم کر سکیں اور اس عظیم کام میں میرا بھی حصہ شامل ہو جائے۔ میں نے ان موسوعات پر قلم اٹھانے سے پہلے صحابہ کرامؓ تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین میں سے ایسے تمام فقہاء سلف کی فقہی آراء اور اجتہادی مسائل کو جمع کر لیا تھا، جو کسی وجہ سے ابھی تک جمع نہیں کئے جا سکے تھے۔ اس کام میں میں نے بیس سال سے زائد کا

عرصہ صرف کیا۔

مجھے چونکہ اس حقیقت کا یقینی علم تھا کہ اس جمع شدہ مواد کو کتابی شکل دینے کے لئے میری عمر وفا نہیں کرے گی، اس لئے میں نے اس کا کچھ حصہ ان لوگوں کے حوالے کر دیا جو ڈاکٹریٹ کی ڈگریوں کے لئے مقالات تیار کر رہے تھے اور اب بھی میں یہ علمی مواد ایسے لوگوں کے حوالے کرتا رہتا ہوں، اسی طرح میں نے اس کا کچھ حصہ فقہ کے نامور فاضل اساتذہ کے حوالے کر دیا ہے، مقصد یہ ہے کہ یہ حضرات اس مدفون علمی خزانے سے استفادہ کر کے ایسی تصانیف پیش کر سکیں جن کے لئے میں وقت نہیں نکال سکتا۔ جبکہ میں خود فقہ سلف کے عنوان سے موسوعات کی تصنیف کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہوں۔

اب تک میں نے فقہی لٹریچر میں جن کتابوں کا اضافہ کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱) موسوعہ فقہ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲) موسوعہ فقہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

۳) موسوعہ فقہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

۴) موسوعہ فقہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۵) موسوعہ فقہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ

ابراہیم نخعیؒ فقہ عبداللہ بن مسعودؓ کے حاملین میں سے ایک تھے اور ان کی دوسری حیثیت یہ تھی کہ یہ فقہ الرای کے پدر علمی تھے۔

اور اب پیش خدمت ہے۔

موسوعہ فقہ عبداللہ بن مسعودؓ

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تعارف:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ ذہین و فطین، دانا و بینا اور صاحب الرائے انسان تھے جن کے چہرے پر عیاں آثار فطانت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں اس وقت پڑیں جب آپؐ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ کے نواح میں انؓ کے پاس سے گزرے، اس وقت یہ عقبہ بن ابی معیط کے مویشی چرا رہے تھے، آغاز شباب تھا اور مسیں بھیگ رہی تھیں۔ دونوں حضرات نے ان سے کہا۔ "او لڑکے! تمہارے پاس ہمیں پلانے کے لئے دودھ ہو گا؟" ابن ابی مسعودؓ نے جواب

دیا: "میرے پاس یہ مویشی کسی کی امانت ہیں اس لئے میں آپ حضرات کو دودھ نہیں پلا سکتا" اس پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: "کیا تمہارے پاس کوئی ایسی نوجوان اونٹنی ہے جس سے ابھی تک سانڈ نے جفتی نہ کی ہو؟" عبداللہ بن مسعود نے اثبات میں جواب دیا دونوں حضرات اونٹنی کے پاس چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کے پاؤں باندھ کر تھن پر دست مبارک پھیرا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی، چنانچہ اونٹنی کا تھن دودھ سے بھر گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک مقعر پتھر لے آئے اس میں اونٹنی کا دودھ نکالا گیا اور دونوں حضرات نے اسے نوش جان کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تھن کو سکڑ جانے کے لئے کہا چنانچہ تھن سکڑ گیا، یہ سب کچھ دیکھ کر ابن مسعودؓ آگے بڑھے اور عرض کیا: "مجھے بھی یہ قول سکھا دیجئے" ان کی مراد وہ دعا تھی جو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مانگی تھی، آپ نے یہ سن کر فرمایا: "لڑکے تم نے تو بہت کچھ سیکھ رکھا ہے" ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس معجزے نے ابن مسعودؓ کی آنکھیں خیرہ کر دیں اور آپ جلد ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لانے والوں کے قافلے میں شامل ہو گئے۔ جس میں آپ کا چھٹا نمبر تھا۔ ۲۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا رابطہ اتنا قوی ہو گیا کہ حضور نے آپ کو اپنی ذات والا صفات کے لئے چن کر اپنے لئے مختص کر لیا۔ اور پھر آپ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صاحب سر یعنی معتمد آپ کے تکیہ و مسواک کے محافظ، آپ کے کفش بردار اور آپ کے وضو کے پانی کے منتظم بن گئے۔ ۳۔ سفر و حضر اور صلح و جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی معیت نصیب رہی یہاں تک کہ جو شخص بھی آپ کو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رفاقت میں دیکھتا، آپ کو حضورؐ کے خاندان کا ایک فرد سمجھتا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا قول ہے: "جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حلقہ بگوشی اختیار کی تو مجھے آپ کے اہل خاندان میں سے صرف ابن مسعودؓ نظر آئے۔ ۴۔ جب ہم حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس سے چلے جاتے تو ابن مسعودؓ موجود رہتے، اور جب ہمیں اذن باریابی نہ ملتا تو ابن مسعودؓ باریاب ہوتے" ۵۔ شب و روز کی اس رفاقت کے نتیجے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس علم نبوی کا وہ ذخیرہ جمع ہو گیا جس کی بنا پر آپ اپنے ہمعصر صحابہ کرام پر فوقیت لے گئے، جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسلامی سلطنت

کے دست و بازو بنے رہے. اور خلفائے راشدین کو اپنے مخلصانہ مشوروں اور درست آراء سے نوازتے رہے۔ حتیٰ کہ سرزمین عراق اسلام کے زیر نگیں آ گئی، عراق کی تہذیب و ثقافت بڑی پرانی تھی، اس سرزمین میں بابلی، آشوری، کلدانی، ایرانی اور یونانی تہذیبوں کا ملاپ ہوا تھا، اس لئے امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ایسے شخص کی ضرورت پیش آ ئی جو علم کے ساتھ ساتھ ذہانت کا بھی مرقع ہو تاکہ وہ عراق کے اس تہذیبی سمندر میں داخل ہو کر اسلامی تہذیب و تمدن کے لئے گنجائش پیدا کر کے اس سرزمین میں اس کی جڑیں مضبوط کر سکے۔ جس کے نتیجے میں اسے ان تہذیبوں کے درمیان اس کا صحیح مقام مل جائے۔ اس اہم ذمہ داری کو اٹھانے کے لئے حضرت عمرؓ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بڑھ کر کوئی شخص اہل نظر نہیں آیا چنانچہ آپ نے حضرت ابن مسعودؓ کو معلم، قاضی اور بیت المال کا خازن بنا کر عراق بھیج دیا۔ [۶]

آپ نے اہل عراق کے نام جو فرمان جاری کیا اس کے الفاظ یہ ہیں: "حمد و صلوۃ کے بعد میں تم لوگوں کی طرف عمارؓ کو حاکم اور عبداللہ بن مسعودؓ کو قاضی اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں، یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اشراف صحابہؓ میں سے ہیں۔ ان کا کہا مانو اور ان کی پیروی کرو. ابن مسعودؓ کو تمہاری طرف بھیج کر میں نے اپنی ذات پر تم لوگوں کو ترجیح دی ہے" [۷]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے اس عہدے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی انتہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور تک متمکن رہے، پھر آپ نے یہ عہدہ چھوڑ دیا اور مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ ۳۲ ہجری میں یہیں آپ کی وفات ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سے کچھ اوپر تھی، پسماندگان میں تین بیٹے تھے جن میں ابو عبیدہؓ سب سے بڑے، عبدالرحمٰنؓ ان سے چھوٹے جن کی عمر آپ کی وفات کے وقت چھ برس تھی اور عتبہؓ سب سے چھوٹے تھے۔ [۸]

۳۔ ابن مسعودؓ — بحیثیت ایک عالم:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رفاقت میں رہ کر اپنے خداداد ذہن وقاد اور فکر رسا سے کام لیتے ہوئے علم نبوی کا وسیع خزانہ سمیٹ لیا جس کی گواہی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان الفاظ میں دی تھی (جو شخص قرآن مجید کو اسی طرح شگفتہ اور ترو تازہ پڑھنا چاہتا ہو جس طرح یہ نازل ہوا ہے تو اسے چاہیئے کہ ابن ام عبد، یعنی

عبداللہ بن مسعودؓ ـ کی قرائت کے مطابق پڑھے) [۹] حضرت ابن مسعودؓ بھی اپنی اس ذاتی خوبی سے پوری طرح آگاہ تھے، چنانچہ ایک مرتبہ منبر پر یہ ارشاد فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ میں ان میں سب سے بڑھ کر اللہ کی کتاب کا علم رکھتا ہوں، اگرچہ میں ان میں سب سے بہتر نہیں ہوں اور اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ مجھ سے بڑھ کر بھی کوئی کتاب اللہ کا علم رکھنے والا ہے تو میں سفر کر کے ضرور اس کے پاس پہنچ جاتا" [۱۰]

آپ فرمایا کرتے: "مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو، بخدا کوئی آیت ایسی نہیں ہے، جس کے متعلق مجھے یہ پتہ نہ ہو کہ آیا یہ رات کو نازل ہوئی ہے یا دن کے وقت، سنگلاخ زمین پر نازل ہوئی ہے یا نرم زمین پر" [۱۱] چونکہ قرآن کے معانی اور احکام کے بارے میں آپ کا علم، آپ کے الفاظ قرآن کے حفظ سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ اس لئے آپ کا طریق کار یہ تھا کہ مسجد کوفہ میں تشریف لے جاتے، قرآن مجید کی کوئی آیت تلاوت کرتے اور دن کا اکثر حصہ اس آیت کی تفسیر اور اس پر لوگوں سے گفتگو کرنے میں گزار دیتے۔ [۱۲]

۴ ـ ابن مسعودؓ ـ بحیثیت ایک مدبر:

حضرت ابن مسعودؓ کی اصابت رائے اور انتظامی تجربہ کاری آپ کے علم سے کسی طرح کم نہیں تھی، حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ کے سوچ کی پختگی، اصابت رائے اور معاملات کو سلجھانے میں آپ کی مہارت کا علی الاعلان تذکرہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا (اگر میں لوگوں سے مشورہ کئے بغیر کسی کو ان پر امیر مقرر کرتا تو پھر ابن ام عبد ـ عبداللہ بن مسعودؓ کو ان پر امیر مقرر کر دیتا) [۱۳] یہی وجہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے سے کبھی صرف نظر نہ کرتے تھے، ہم نے دیکھ لیا ہے کہ فتح عراق کے بعد وہاں پیدا ہونے والے مسائل کے حل کے لئے حضرت عمرؓ کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی تھی۔

۵ ـ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق اہل علم کی آراء:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت ابن مسعودؓ کے مقام و مرتبہ سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اور سب کو آپ کے فضل و تقدم اور پیشوائی کا اعتراف تھا۔

ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگا کہ میں ایک ایسے شخص کے

پاس سے آیا ہوں جو قرآن مجید اپنی یادداشت سے املا کرا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر کانپ گئے اور غصے سے فرمایا: "ارے یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" اس نے جواباً عرض کیا: "میں آپ سے سچی بات کہہ رہا ہوں" اس پر آپ نے اس سے پوچھا: "وہ کون ہے؟ جواب میں اس نے کہا: "عبداللہ بن مسعودؓ" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "میرے علم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو ابن مسعودؓ سے بڑھ کر ایسا کرنے کا حق رکھتا ہو" [۱۴]

ایک دن حضرت عمرؓ مجلس میں تشریف فرما تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آتے ہوئے نظر آئے، ان پر نظر پڑتے ہی آپ نے فرمایا: "علم سے بھرا ہوا بارہ آ رہا ہے" [۱۵]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق استفسار کیا گیا، آپ نے پوچھا: "کس صحابی کے متعلق پوچھ رہے ہو؟" عرض کیا گیا: "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق" آپ نے جواب میں فرمایا "ابن مسعودؓ کو قرآن و سنت کی تعلیم دی گئی یہاں تک کہ وہ اس کی انتہا پر پہنچ گئے۔ اور اب ان کا علم کافی ہے" [۱۶] (یعنی اب انہیں قرآن و سنت کے مزید علم کی ضرورت نہیں ہے۔ مترجم)

ابو مسعود بدری انصاریؓ کا قول ہے: "مجھے نہیں معلوم کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے بعد اللہ کی نازل کردہ کتاب کا عبداللہ بن مسعودؓ سے بڑھ کر عالم چھوڑا ہو" [۱۷]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: "لوگو، جب تک یہ عالم یعنی عبداللہ بن مسعودؓ تم میں موجود ہے مجھ سے کوئی مسئلہ نہ پوچھو" [۱۸]

تابعین کرامؒ کو بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس مرتبے اور مقام کا علم تھا۔

مشہور تابعی مسروقؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ان دو افراد میں سے ایک سمجھتے ہیں جن پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علم کی انتہا ہوئی تھی۔ مسروق کا قول ہے: "میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اچھی طرح ٹٹولا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ ان حضرات کے علم کی انتہا چھ افراد پر ہوئی ہے جو یہ ہیں: عمرؓ، علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ، ابو الدرداءؓ اور زید بن ثابتؓ۔ پھر میں نے ان چھ حضرات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ان کے علم کی انتہا ان میں سے دو شخصیتوں یعنی علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ پر ہوئی ہے" [۱۹] شاید مسروق اس خیال کے حامل تھے کہ جن لوگوں کا تعلق دین میں رائے اور اجتہاد کے قائل مکتب فکر سے تھا اور جن کے سرخیل حضرت

عمر رضی اللہ عنہ تھے وہی لوگ دین کا صحیح علم اور حقیقی فہم اور دین کے اہداف و مقاصد کا درست ادراک رکھتے تھے۔ ورنہ صحابہ کرامؓ میں عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ جیسے بڑے بڑے فقہاء موجود تھے۔

ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے: "سارا قرآن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نوک زبان تھا۔" [۲۰] اگر کسی اجتہادی مسئلے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان اختلاف ہو جاتا تو ابراہیم نخعیؒ حضرت عبداللہؓ کے قول کو حضرت عمرؓ کے قول پر ترجیح دیتے۔ اعمشؒ کا کہنا ہے: "جب کسی مسئلے میں حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہؓ کا اتفاق ہوتا تو ابراہیم نخعیؒ ان دونوں حضرات کے قول کو چھوڑ کر اور کوئی قول اختیار نہ کرتے اور اگر ان دونوں حضرات میں اختلاف ہوتا تو ابراہیم نخعیؒ کے نزدیک عبداللہ بن مسعودؓ کا قول زیادہ پسندیدہ ہوتا کیونکہ اس میں باریک بینی زیادہ ہوتی" [۲۱]

حضرت عبداللہؓ کے قول میں اس لئے زیادہ باریک بینی ہوتی کہ آپ کو مختلف علاقوں اور ممالک میں جا کر وہاں کے احوال و کوائف سے آگاہ ہونے کے مواقع ملے تھے جبکہ حضرت عمرؓ کو ایسے مواقع میسر نہیں آئے تھے۔ اس بنا پر آپ کا اجتہاد حضرت عمرؓ کے اجتہاد کے مقابلے میں زیادہ حقیقت پسندی پر مبنی ہوتا۔

۶۔ ہر معاملے میں آپ کا حق کو ترجیح دینا:

درج بالا خوبیوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک خوبی یہ تھی کہ آپ حدود اللہ کی پوری پاسداری کرتے اور اگر ذرا بھی احساس ہو جاتا کہ فلاں مسئلے میں کسی اور کا قول مبنی بر حق ہے تو فوراً اپنا قول ترک کر دیتے۔ ہم یہاں ایک واقعہ درج کرتے ہیں جسے ابن ابی شیبہؒ نے اپنی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ میں حارث بن عمیر زبیدیؒ سے روایت کیا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ شام میں طاعون کی بیماری پھیل گئی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر حمص کے شہر میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "لوگو! طاعون کی یہ بیماری تمہارے لئے باعث رحمت ہے، یہ تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ہے اور اس میں تمہارے نیک لوگوں کے لئے اپنے رب سے ملاقات کا پیغام ہے" پھر حضرت معاذؓ نے اس طرح دعا مانگی: "اے اللہ! آل معاذؓ یعنی میرے خاندان کو اس میں سے زیادہ سے زیادہ حصہ دے" خطبے سے فارغ ہو کر جب حضرت

معاذؓ منبر سے اترے تو کسی نے آکر آپ کو اطلاع دی کہ آپ کے بیٹے عبدالرحمٰنؓ کو یہ بیماری لگ گئی ہے۔ یہ سن کر حضرت معاذؓ نے اناللہ پڑھا اور اس کی طرف چل پڑے۔ جب بیٹے نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو یہ آیت پڑھی (الحق من ربک فلا تکونن من الممترین: یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ بنو) حضرت معاذؓ نے جواب میں یہ آیت پڑھی اے بیٹے (ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین: اگر اللہ نے چاہا تو تم مجھے صبر کرنے والوں میں پاؤ گے) پھر اس طرح ہوا کہ حضرت معاذؓ کے خاندان کے تمام افراد ایک ایک کر کے اس بیماری کی نذر ہو گئے اور صرف حضرت معاذؓ بچ رہے، لیکن یہ بیماری انہیں بھی لگ گئی۔ اس وقت حارث بن عمیر زبیدیؒ آپ کے پاس آئے۔آپ پر غشی طاری تھی ذرا ہوش آیا تو حارثؒ کو روتا دیکھ کر فرمایا: "کیوں رو رہے ہو؟" حارثؒ نے جواب دیا: "مجھے اس علم پر رونا آتا ہے جو آپ کے ساتھ دفن ہو جائے گا" یہ سن کر حضرت معاذؓ نے فرمایا: "اگر تم سچ مچ طالب علم ہو تو عبداللہ بن مسعودؓ ابو الدرداءؓ عویمر اور سلمان فارسیؓ کے پاس جا کر علم سیکھو اور ہاں سنو! عالم کی لغزش سے بچتے رہنا" حارثؒ نے عرض کیا: "اللہ آپ کا بھلا کرے مجھے عالم کی لغزش کا پتہ کیسے چل سکے گا؟" آپ نے جواب دیا: "حق کے اندر ایک نور ہے جس سے حق پہچانا جاتا ہے" اس کے بعد حضرت معاذؓ کی وفات ہو گئی اور حارثؒ حضرت عبداللہؓ سے ملنے کی غرض سے کوفہ روانہ ہو گئے۔ جب وہ دروازے پر پہنچے تو اس وقت حضرت عبداللہؓ کے کچھ اصحاب کو دروازے پر پایا۔ وہ لوگ وہاں کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے حارثؒ سے پوچھا: "اے شام سے آنے والے کیا تم مومن ہو؟" حارثؒ نے اثبات میں جواب دیا۔ انہوں نے پھر پوچھا: "کیا تم اہل جنت میں سے ہو؟" حارثؒ نے جواب میں کہا: "دیکھئے میرے بہت سے گناہ ہیں مجھے نہیں معلوم کہ اللہ میرے ساتھ ان کی وجہ سے کیا معاملہ کرنے والا ہے۔ اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ اس نے میرے گناہ معاف کر دیے ہیں تو میں آپ لوگوں کو بتا دیتا کہ میں جنتی ہوں۔" اسی دوران حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی گھر سے باہر تشریف لے آئے۔ رفقاء نے آپ کو بتایا کہ یہ ہمارا شامی بھائی اپنے آپ کو مومن تو کہتا ہے لیکن جنتی کہنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہؓ نے حارثؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اگر تم ان دو باتوں میں سے ایک کے قائل ہو جاؤ تو دوسری خود بخود پہلی بات کے ساتھ منسلک ہو جاتی ہے" یہ سن کر حارثؒ نے اناللہ پڑھا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ معاذؓ پر اپنی رحمتیں بھیجے۔ انہوں

نے ٹھیک ہی کہا تھا. معاذؓ کا نام سن کر حضرت عبداللہؓ نے پوچھا کہ کون سے معاذؓ کی بات کر رہے ہو؟ حارثؓ نے کہا کہ معاذ بن جبلؓ کی. پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا تھا؟ حارثؓ نے کہا کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ عالم کی لغزش سے خبردار رہنا. حضرت! میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ آپ کی کہی ہوئی بات ایک لغزش ہے۔ اس لئے کہ ایمان اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اللہ. اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے نبیوں، یوم آخرت، جنت و دوزخ، بعث بعد الموت اور میزان پر ایمان لایا جائے. پھر ہم سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور ہمیں نہیں معلوم ہوتا کہ ان گناہوں کی بنا پر اللہ ہم سے کیا معاملہ کرنے والا ہے. اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ نے ہمارے گناہ معاف کر دیئے ہیں تو اپنے آپ کو جنتی کہہ سکیں گے. یہ سن کر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: "حارثؓ تم ٹھیک کہتے ہو. مجھ سے لغزش ہو گئی" ۲۲؎ اس واقعہ کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے، حق کی روشنی نظر آتے ہی، کس قدر سرعت سے اس کی طرف رجوع کر لیا۔

۷۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ :

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوچ کے انداز کو بہت پسند کرتے اور اس کے بڑے مداح تھے. چنانچہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: "میرا خیال ہے کہ عمرؓ علم کے ۹/۱۰ حصوں پر حاوی ہیں" ۲۳؎

ایک اور موقعہ پر فرمایا: "اگر عمرؓ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور روئے زمین کا علم دوسرے پلڑے میں تو، یقیناً عمرؓ کا پلڑا بھاری ہو جائے گا" ۲۴؎ اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا: "اگر تمام لوگ ایک وادی اور گھاٹی پر گامزن ہو جائیں اور عمرؓ دوسری وادی اور گھاٹی پر تو میں عمرؓ والی وادی اور گھاٹی پر گامزن ہوں گا" ۲۵؎

میرے خیال میں حضرت عبداللہؓ کا یہ اعتماد اور یہ پسندیدگی دو وجہ سے تھی، اول یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی عقلی پختگی، درست انداز فکر اور اتباع حق کے عزم بالجزم کی خود گواہی دی تھی. حضورؐ کا ارشاد ہے (اللہ تعالی نے عمرؓ کی زبان اور دل کو حق کا ٹھکانہ بنا دیا ہے) ۲۶؎ دوم یہ کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہؓ کی سوچ کا انداز ایک جیسا تھا، حتیٰ کہ ان دونوں کو ایک ہی مکتب فکر سے منسلک سمجھا گیا ہے. شعبیؒ کا قول ہے: "تین حضرات ایسے ہیں جو ایک دوسرے سے مسائل میں فتویٰ پوچھتے تھے. عمرؓ، عبداللہؓ اور زید بن ثابتؓ" ۲۷؎

بعض لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عمرؓ کے علم، دانشمندی اور فکری وسعت کے بڑے مداح ہیں۔ نیز ان دونوں کے مابین اکثر مسائل میں اتفاق ہے۔ تو انہیں غلط فہمی ہو گئی اور یہ سمجھ لیا کہ ابن مسعودؓ کی حیثیت حضرت عمرؓ کی پرچھائیں سے زیادہ نہیں ہے کہ جس چیز کے حضرت عمرؓ قائل ہوتے ہیں اس کے یہ بھی ہوتے ہیں اور اجتہادی مسائل میں جو ان کا رخ ہوتا ہے اسی رخ پر یہ بھی ان کی تقلید کرتے ہیں، حتیٰ کہ امام شعبیؒ یہاں تک کہہ گئے کہ عبداللہ بن مسعودؓ قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ اور اگر عمر رضی اللہ عنہ قنوت پڑھتے تو یہ بھی ضرور پڑھتے [۲۸]
اسی طرح بعض لوگوں کو امام محمد بن جریر طبریؒ کے اس قول سے غلط فہمی ہو گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنا مسلک اور اپنا قول حضرت عمرؓ کے قول کی بنا پر ترک کر دیتے تھے۔ اور اپنے مسلک میں حضرت عمرؓ کی مخالفت کی نوبت نہیں آنے دیتے تھے۔ اور اگر مخالفت ہو جاتی تو اپنا قول چھوڑ کر حضرت عمرؓ کے قول کی طرف رجوع کر لیتے [۲۹]

اس صورت حال میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم رک کر جائزہ لیں اور یہ واضح کریں کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا کیا مرتبہ و مقام ہے اور حضرت عمرؓ کی فقہ کے سامنے ان کی فقہ کی کیا حیثیت ہے۔

ان دونوں حضرات کی فقہ اور فقہی آراء کو کھنگالنے کے بعد جسے ہم نے پوری شرح و بسط سے اپنی کتاب موسوعہ فقہ عمر بن الخطابؓ اور اس کتاب موسوعہ فقہ عبداللہ بن مسعودؓ میں درج کر دیا ہے۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اکثر مسائل میں ان دونوں حضرات کے درمیان توافق ہے، لیکن ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو اس توافق کو تقلید کا رنگ دے کر یہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نرے مقلد تھے۔ بلکہ ہماری رائے میں اس توافق کے کچھ اسباب ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

۱۔ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اجتہادی رائے حضرت عمرؓ کی اجتہادی رائے سے متفق ہو گئی، یہی وہ اجتہادی مسائل ہیں جن میں زیادہ تر دونوں کے درمیان اتفاق ہوا ہے۔ ان دونوں حضرات کا ان مسائل میں متفق ہونا ایک طبعی امر ہے کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک کو اپنے اجتہاد کے لئے ان ہی تشریحی مصادر پر اعتماد تھا جن پر فریق آخر کو تھا۔ اسی طرح مسئلے کی چھان بین کے لئے ایک کا جو طریق کار تھا وہی

دوسرے کا تھا. نیز جس اجتہادی مکتب فکر سے ایک متعلق تھے دوسرے بھی اسی سے تعلق رکھتے تھے. اور یہ مکتب فکر کیا تھا؟ وہ یہ تھا کہ نصوص شریعت کو ان کے مقاصد کی روشنی میں سمجھا جائے اور الفاظ نصوص پر اڑ کر نہ بیٹھا جائے۔

ہم یہاں بطور مثال وہ واقعہ بیان کرتے ہیں جس کی روایت قاسم بن عبدالرحمٰنؒ نے اپنے والد سے کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس قریش کا ایک شخص لایا گیا جو ایک اجنبی عورت کے ساتھ اس کے لحاف میں پایا گیا تھا. لیکن گواہی اور کوئی نہیں تھی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے چالیس کوڑے لگائے اور تذلیل کے لئے لوگوں کے سامنے کھڑا رکھا۔ اس شخص کے خاندان والوں نے حضرت عمرؓ کے پاس جا کر یہ شکایت کی کہ ابن مسعودؓ نے ہمارے ایک آدمی کو ذلیل کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہؓ سے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے قریش کے ایک آدمی کو ذلیل کیا ہے اور اسے کوڑے لگائے ہیں؟ حضرت عبداللہؓ نے جواباً کہا: "ہاں میں نے ایسا کیا ہے، میرے پاس ایک شخص لایا گیا جسے ایک اجنبی عورت کے ساتھ اس کے لحاف میں مشکوک حالت میں پکڑا گیا تھا لیکن گواہی اور کوئی نہیں تھی، میں نے اسے چالیس کوڑے لگائے اور لوگوں میں اس کی تشہیر کرا دی" حضرت عمرؓ نے پوچھا "کیا تمہاری یہی رائے ہے؟" حضرت عبداللہؓ نے اثبات میں جواب دیا، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "تمہاری رائے بہت اچھی ہے" [۳۰] اسی طرح ابن حزمؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک مقدمہ قتل آیا جس میں ایک شخص نے دوسرے کو عمداً قتل کر دیا تھا. مقتول کے ورثاء پیش ہوئے۔ ان میں سے ایک نے قاتل کو معاف کر دیا تھا. حضرت عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ سے ان کی رائے پوچھی، آپ نے فرمایا: "قاتل کی جان کے تمام اولیاء حقدار تھے، جب ایک نے اسے معاف کر دیا تو گویا اس نے قاتل کی جان بخش دی اور اسے زندہ کر دیا۔ اس لئے کسی ولی کو اپنا حق لینے کا اس وقت تک اختیار نہیں ہے جب تک کہ دوسرا حقدار بھی اپنا حق لینے پر رضامند نہ ہو جائے، یہ سن کر حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ اب فیصلہ کیا کیا جائے؟ ابن مسعودؓ نے جواب دیا: "قاتل کے مال میں سے مقتول کی دیت اس کے ورثاء کو ادا کی جائے اور جس وارث

نے معاف کر دیا تھا اس کا حصہ ختم کر دیا جائے" اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔ [۳۱]

اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں۔

ب۔ بہت سے مسائل ایسے بھی ہیں جن کے حل کرنے سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علم قاصر رہا. یا آپ نے ان مسائل میں اجتہاد کیا لیکن کسی بھی پہلو کو آپ کے ہاں ترجیح حاصل نہیں ہو سکی. ایسی صورت میں آپ نے حضرت عمرؓ کی ہی پیروی کی اور کسی اور صحابی کے مسلک کو قبول نہ کیا۔ کیونکہ آپ کے نزدیک حضرت عمرؓ کا علم اور اصابت رائے مسلم تھی. اسی قسم کے مسائل کے متعلق آپ کا قول ہے: "اگر لوگ ایک وادی اور گھاٹی پر گامزن ہوں اور عمرؓ دوسری وادی اور گھاٹی پر. تو میں عمرؓ کی وادی اور گھاٹی پر گامزن ہوں گا" [۳۲]

ایسے مسائل تھوڑے ہیں جن کی تعداد بقول ابنؒ قیم چار سے زائد نہیں۔ [۳۳]

ج۔ کچھ مسائل ایسے ہیں جن میں عبداللہ بن مسعودؓ کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ ان مسائل میں ان خطوط پر کام کریں جو حضرت عمرؓ نے امیر المومنین کی حیثیت سے مقرر کر دیے تھے کیونکہ آپ حضرت عمرؓ کے مقرر کردہ والی تھے. اور والی کے لئے اس بات کی گنجائش نہیں تھی کہ وہ احکام وانتظام سے متعلق امور میں امیرالمومنین کے مقرر کردہ لائحہ عمل سے روگردانی کرے؛ بشرطیکہ یہ سب کچھ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں کیا جائے۔اس حقیقت کی پوری وضاحت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے اس قول میں کی ہے کہ ہم تو اپنے ائمہ کے فیصلوں کے مطابق فیصلے کرتے ہیں. [۳۴] ان ہی مسائل میں ابن جریرؒ طبری نے کہا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنا قول اور اپنا مسلک حضرت عمرؓ کے قول کی بنا پر ترک کر دیتے تھے. اور کسی مسئلے میں کوئی ایسا مسلک اختیار نہ کرتے جس میں حضرت عمرؓ کی مخالفت ہو۔ اور اگر مخالفت ہو جاتی تو اپنا قول ترک کر کے حضرت عمرؓ کے قول کی طرف رجوع کر لیتے. [۳۵]

ان مسائل کا تعلق ان تمام احکامات سے تھا جو مملکت کے عمومی انتظام کے لئے صادر

کیے جاتے تھے. ان میں سے چند یہ ہیں:

میراث میں میت کے بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کے مقاسمہ (حصہ تقسیم کر لینا) کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ کا فیصلہ.

بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کے حصے کے متعلق آپ پہلے یہ فیصلہ دیتے تھے کہ دادا بھائی بہنوں کے ساتھ کل ترکہ کے چھٹے حصے تک مقاسمہ کرے گا. پھر آپ نے حضرت عمرؓ کی پیروی کرتے ہوئے کل ترکہ کے تہائی حصے تک مقاسمہ کرنے کا فیصلہ دیا۔ ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ علقمہ بن قیسؒ نے کہا: "ابن مسعودؓ بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کو بھی میراث میں شریک کرتے تھے۔ اگر بھائی بہنوں کی تعداد زیادہ ہوتی تو دادا کو کل ترکہ کا تہائی حصہ دے دیتے" ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ جب علقمہؒ وفات پا گئے تو میں عبیدہ سلمانیؒ کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ ابن مسعودؓ بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کو بھی میراث میں شریک کرتے تھے. اگر بھائی بہنوں کی تعداد زیادہ ہوتی تو دادا کو کل ترکہ کا چھٹا حصہ دے دیتے. ان سے یہ بات سن کر میں پریشان ہو گیا اور اسی پریشانی کے عالم میں میرا گزر عبیدہ بن نضلہؒ کے پاس سے ہوا. انہوں نے مجھے پریشان دیکھ کر وجہ پوچھی تو میں نے ان سے ساری بات بیان کر دی جسے سن کر انہوں نے کہا: "تم سے دونوں (علقمہ اور عبیدہ سلمانی) نے سچ کہا ہے" میں نے سن کر کہا: "خدا تمہارا بھلا کرے. دونوں کی بات بیک وقت کیسے سچ ہو سکتی ہے!" اس پر عبیدہ بن نضلہؒ نے فرمایا: "اصل حقیقت یہ ہے کہ ابن مسعودؓ پہلے بھائی بہنوں کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں دادا کو کل ترکہ کا چھٹا حصہ دیتے تھے. پھر جب آپ عراق سے حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایسی صورت میں حضرت عمرؓ دادا کو کل ترکہ کا تہائی حصہ دیتے ہیں. یہ دیکھ کر آپ نے اپنی رائے ترک کر کے حضرت عمرؓ کی رائے اختیار کر لی۔ [۳۶]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے تحریری طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو درج بالا صورت میں چھٹے حصے کی بجائے تہائی حصہ دینے کا حکم دیا تھا. آپ کے حکم نامے کے الفاظ یہ ہیں: "میرے خیال میں ہم نے دادا کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اس لئے جب میرا یہ خط تمہیں پہنچے تو بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کا کل ترکہ کے ثلث تک مقاسمہ

کرو، اور اگر دادا کے لئے ثلث بہتر ہو تو اسے ثلث دے دو" [۳۷]

ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زرعی اراضی کی فروخت کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اسی طرح ان زمینوں سے فائدہ اٹھانے کے حق کو فروخت کرنے سے بھی روکتے تھے۔ آپ اس بارے میں بہت سختی کرتے تھے. مراد اس سے یہ تھی کہ زرعی اراضی پر خراج کی ادائیگی میں تسلسل باقی رہے، پھر جب خفیہ طور پر ایسی زمین سے فائدہ اٹھانے کا حق کسی مسلمان کو منتقل ہو جاتا تو اس پر خراج کی ادائیگی واجب ہوتی (اور خراج کی ادائیگی ایک مسلمان کے لئے ذلت و عار کی بات تھی، کیونکہ خراج یا جزیہ کی ادائیگی ذمیوں اور غیر مسلم شہریوں پر لازم ہوتی تھی۔ مترجم) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ کے احکامات پر عملدر آمد کراتے اور فرماتے: جس شخص نے خراج دینا منظور کر لیا اس نے ذلت و پستی کو قبول کر لیا" لیکن جب خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مل گئی تو آپ نے خراجی زمین کے مالک کو اس سے فائدہ اٹھانے کا حق فروخت کر دینے کی اجازت دے دی، اب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے لئے گنجائش نہیں تھی کہ مملکت کے ایک انتظامی لائحہ عمل کی مخالفت کریں، چنانچہ آپ نے اس مسئلے میں حضرت عمرؓ کی متابعت ترک کر کے حضرت عثمانؓ کی متابعت اختیار کر لی [۳۸] بلکہ آپ نے خود ایک دہقان (دیہات کے چودھری) سے اس شرط پر زمین خریدی تھی کہ اس زمین کے ٹیکس، یعنی خراج کی ادائیگی کی ذمہ داری اپنے سر لے لیں گے۔ [۳۹]

ایسی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔

د۔ کچھ مسائل ایسے ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی تھی، اس لئے کہ آپ کو یہ یقین تھا کہ زیر بحث مسئلے میں آپ کا اجتہاد جس نتیجے پر پہنچا ہے وہی درست ہے. ایسی صورت میں آپ کے لئے حضرت عمرؓ کی متابعت جائز نہ ہوتی۔ یہ وہ مسائل ہیں جو ہمارے مذکورہ بالا تین مسائل کے ماسوا ہیں، ابن قیمؒ نے ذکر کیا ہے [۴۰] کہ جن مسائل میں عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عمرؓ کی مخالفت کی تھی ان کی تعداد سو ہے، لیکن خود صرف چار مسائل کا ذکر کیا ہے۔ میں نے اپنے طور پر حضرت

عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی فقہی آراء کا استقراء کیا تو مجھے ان دونوں حضرات کا درج ذیل مسائل میں اختلاف نظر آیا۔ میں نے ان مسائل کے ذکر کے ساتھ اپنی اس کتاب (موسوعہ عبداللہؓ بن مسعودؓ) میں ان کے مقامات کی نشاندہی بھی کر دی ہے:

۱ - سبز رنگ کے گھڑے میں نبیذ بنانے کی اجازت (دیکھئے لفظ آنیہ)

۲ - مکاتب کی وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز - ب، فقرہ ۳)

۳ - دادا کی وراثت سے متعلق تفصیلات جو حضرت عمرؓ سے منقول نہیں (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵ جز - ب)

۴ - دادا کی وراثت کی موجودگی میں اخیافی بھائی بہنوں کی وراثت سے محرومی (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵ جز ج، فقرہ ۳)

۵ - صلبی بیٹیوں کی موجودگی میں پوتیوں کی وراثت بشرطیکہ ایک سے زائد ہوں اگرچہ پوتیوں کے ساتھ ایک بھائی کیوں نہ موجود ہو (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵ جز - ز، فقرہ ۵)

۶ - علاتی بہنوں کی میراث جبکہ ان کے ساتھ دو حقیقی بہنیں ہوں اور علاتی بہنوں کے ساتھ ان کا ایک بھائی بھی ہو (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵، جز - ط، فقرہ ۴)

۷ - علاتی (باپ میں شریک) بہنوں کی میراث جبکہ ان کے ساتھ ایک حقیقی بہن ہو اور علاتی بہنوں کے ساتھ ان کا ایک بھائی بھی ہو (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۱۵ جز - ط، فقرہ ۳)

۸ - لاوارث میت کے مال میں بیت المال کے استحقاق کی ترتیب (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۱۰)

۹ - خراجی زمین سے فائدہ اٹھانے کے حق کی فروخت، اس لئے کہ ابن مسعودؓ نے اس مسئلے میں بھی بعد میں حضرت عثمانؓ کا قول اختیار کر لیا تھا (دیکھئے لفظ ارض، فقرہ ۱، جز - ج، فقرہ ۱)

۱۰ - خریدار کے لئے اپنی خرید کردہ لونڈی کی مدت استبراء (جس سے پتہ چل جائے کہ رحم حمل سے خالی ہے) ایک حیض ہونا نہ کہ فروخت کنندہ کے لئے (دیکھئے لفظ استبراء، فقرہ ۲)

۱۱ - ایلاء (شوہر کا اپنی بیوی سے قربت نہ کرنے کی قسم کھالینا) چار ماہ کی مدت گزرنے

کے ساتھ طلاق واقع ہو جانا (دیکھئے لفظ ایلاء، فقرہ ۳)

۱۲ - تبرعات (عطیات وغیرہ) کا عقد تبرع کے ساتھ لازم ہو جانا قبضہ کرنے کی کوئی شرط نہیں (دیکھئے لفظ تبرع، فقرہ ۴) نیز (دیکھئے لفظ ہبہ۔ فقرہ ۲)

۱۳ - جس شخص کو پانی نہ ملے یا وہ پانی کے استعمال سے عاجز ہو۔ تیمم کے ذریعے اس کی جنابت کا دور ہو جانا (دیکھئے لفظ تیمم۔ فقرہ ٦)

۱۴ - تیمّم کی کیفیت (دیکھئے لفظ تیمم۔ فقرہ ٦)

۱۵ - اگر آقا اپنے غلام کو عمداً قتل کر دے تو آقا کا قصاص میں قتل کیا جانا۔ (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز الف)

۱٦ - ایسی جنایت میں تاوان کی حد جس میں زخم لگنے یا اعضا کو نقصان پہنچنے کی صورت میں مرد و عورت کی دیت برابر ہے۔

۱۷ - قصاص میں ملنے والی سزا اگر تجاوز کر جائے تو اس کا ضمان (دیکھئے لفظ جنایہ۔ فقرہ ٦، جز الف، فقرہ ۳)

۱۸ - محرم (حالت احرام والا) کے عقد نکاح کا درست ہونا۔ البتہ دخول ممنوع رہے گا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ٦، جز۔ د، فقرہ ۳)

۱۹ - آیا خلوت صحیحہ سے کامل مہر واجب ہو جاتا ہے؟ (دیکھئے لفظ خلوۃ، فقرہ ۲)

۲۰ - اگر کوئی جانور پتھر یا بانس کی دھار سے ذبح کیا گیا ہو تو اس کا کھالینا حلال ہے (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۴)

۲۱ - رضاعت کی کم سے کم مدت جس سے حرمت نکاح ثابت ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ رضاع، فقرہ ۲، جز۔ ب)

۲۲ - بدل کتابت (وہ رقم جس کے تعین کے بعد غلام مکاتب ہو جاتا ہے) کا وہ حصہ جسے ادا کرنے کے بعد مکاتب آزاد ہو جاتا ہے، یہ ادا شدہ حصہ آیا بدل کتابت کا حصہ شمار ہو گا یا مکاتب کی قیمت کا؟ (دیکھئے لفظ رق۔ فقرہ ۵، جز۔ ح، فقرہ ۴)

۲۳ - زانی کا اس عورت سے نکاح درست ہے جس کے ساتھ اس نے زنا کیا ہو۔ جیسا کہ ابن قیم نے اس کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ کی رائے کی تفسیر کی ہے (دیکھئے لفظ زنا،

فقرہ ۳. جز۔ ب. فقرہ ۱)

۲۴ - شادی شدہ لونڈی کی فروخت کے ساتھ اسے طلاق ہو جانا (دیکھئے لفظ رق. فقرہ ۸. جز ب) نیز (لفظ طلاق. فقرہ ۴. جز واؤ)

۲۵ - ام ولد کا میراث میں اپنے بیٹے کے حصہ کی حد تک آزاد ہو جانا (دیکھئے لفظ رق. فقرہ جز۔ ب)

۲۶ - مال مستفاد (دوران سال حاصل ہونے والا مال) کے لئے سال پورا ہونے کی شرط نہ ہونا (دیکھئے لفظ زکوٰۃ. فقرہ ۴. جز. ح)

۲۷ - اپنی بیوی کی لونڈی سے وطی کرنے والے پر حد زنا کا لازم ہونا (دیکھئے لفظ زنا. فقرہ ۲)

۲۸ - رمضان میں مسافر کا روزے نہ رکھنا (دیکھئے لفظ سفر. فقرہ ۴. جز۔ د)

۲۹ - سفر کی حالت میں نوافل اور سنن موکدہ کی ادائیگی (دیکھئے لفظ سفر. فقرہ ۴. جز۔ و)

۳۰ - جمعہ کی نماز کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۵. جز۔ د) اور (لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۵. جز۔ ح)

۳۱ - وتر کی نماز کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۵. جز۔ ح)

۳۲ - نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۹. جز۔ و. فقرہ ۳)

۳۳ - رکوع کرتے وقت نماز میں ہتھیلیوں کو جوڑ کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۹. جز۔ ح. فقرہ ۴)

۳۴ - مقتدی اگر دو ہوں تو وہ کہاں کھڑے ہوں (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۴. جز۔ د. فقرہ ۳)

۳۵ - نماز جنازہ پڑھانے کا کون زیادہ حقدار ہے ولی میت یا امیر یعنی حاکم (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۶ جز۔ ب)

۳۶ - نماز عیدین میں زائد تکبیرات کی تعداد (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۷. جز الف. فقرہ ۱)

۳۷ - اگر بیوی کو لفظ حرام سے مخاطب کیا جائے کہ تو مجھ پر حرام ہے تو آیا اس سے طلاق واقع ہو گی

یا قسم کا کفارہ دینا ضروری ہوگا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۴، جز۔ ب، فقرہ ۱)

۳۸ - طلاقوں کی تعداد جس کا شوہر مالک ہوتا ہے، آیا یہ شوہر کے آزاد اور غلام ہونے کے لحاظ سے ہوگی یا بیوی کے آزاد یا غلام ہونے کے لحاظ سے (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۶)

۳۹ - حیض والی عورت کی عدت اگر اسے حیض آنا بند ہو جائے (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۳، جز ب، فقرہ ۲)

۴۰ - آزاد عورت سے عزل کرنا (دیکھئے لفظ عزل، فقرہ ۲)

۴۱ - تہمت لگانے والے کی حد اگر وہ غلام ہو (دیکھئے لفظ قذف، فقرہ ۳)

۴۲ - قرآن میں مفصل سورتوں (سورہ حجرات سے لے کر آخر قرآن تک) میں سجدے (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۱۰)

۴۳ - سورہ ص میں سجدہ (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۱۰)

۴۴ - قرض لینے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ قرض میں لی ہوئی چیز سے بہتر چیز واپس کرے (دیکھئے لفظ قرض، فقرہ ۲، جز۔ ب)

۴۵ - نکاح میں زوج کے کفو ہونے کی شرط (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ ب)

حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان یہ وہ اختلافی مسائل ہیں جو میں جمع کر سکا ہوں۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ اس قسم کے کتنے مسائل احاطہ تحریر میں نہیں آ سکے۔ اس لئے کہ صفت کمال تو صرف ذات باری کو حاصل ہے۔

۸۔ ابن مسعودؓ کی فقہ کا سفر:

اس میں شک نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اول درجے کے فقیہ تھے۔ اس بات کی گواہی اہل علم اور اہل فضل صحابہ کرامؓ نے دی ہے۔ اور باوجود اس حقیقت کے کہ ابن مسعودؓ کا ستارہ مدینہ منورہ میں اس قدر نہیں چمکا جس قدر عراق میں چمکا تھا۔ کچھ تو اس لئے کہ مدینہ منورہ میں فتویٰ دینے والے بڑے بڑے اہل علم صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد موجود تھی اور کچھ اس لئے کہ مدنی معاشرہ کی اس حالت میں کوئی بڑا تغیر نہیں آیا تھا جس پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسے چھوڑ گئے تھے۔ مگر اس کے باوجود مدینہ میں ابن مسعودؓ کی حیثیت ایک ایسے عالم کی تھی جن کی طرف لوگوں کی نظریں اٹھتی تھیں۔

جب ابن مسعودؓ حضرت عمرؓ کے حکم سے عراق منتقل ہو گئے تاکہ وہاں کے تہذیبی طوفان کا مقابلہ کریں اور جو نئے نئے مسائل وہاں پیدا ہوں انہیں حل کر سکیں ، تو آپ کی حیثیت سب سے بڑے اور سربر آوردہ عالم کی ہو گئی. اور لوگ آپ کے چشمہ فیض سے فیضیاب ہونے کے لئے آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ اہل عراق کے بڑوں. داناؤں اور سربر آوردہ لوگوں نے آپ کو اپنی ذات کے لئے منتخب کر لیا. آپ کو ان سے الفت ہو گئی اور انہیں آپ سے اور ان میں آپ کو اپنی ذات اور اپنی شخصیت کا پھیلاؤ نظر آنے لگا۔ ان میں رہ کر آپ کو خوش بختی حاصل ہوئی اور آپ نے انہیں اپنی محبت سے نوازا. ان کے متعلق آپ کہا کرتے تھے. "تم میرے دل کی جلا ہو" [۴۱] آپ ان میں علم بانٹنے میں کبھی بخل نہ کرتے جس کے نتیجے میں آپ کے ہاتھوں فقہاء کی ایک پوری جماعت تیار ہو گئی. جن میں نمایاں ترین آپ کے وہ مشہور رفقاء ہیں جن کے نام یہ ہیں. علقمہ بن قیس نخعیؒ. اسود بن یزید نخعیؒ. عبیدہ سلمانیؒ. مسروق بن الاجدعؒ. عمرو بن شرجبیل ہمدانیؒ اور حارث بن قیس جعفیؒ [۴۲] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے والے دوسرے صحابہ کرامؓ کے شاگردوں سے فوقیت لے گئے تھے۔ حتیٰ کہ شعبی کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کے اتنے شاگرد نہیں تھے جتنے ابن مسعودؓ کے تھے۔ [۴۳]

ان شاگردوں نے حضرت ابن مسعودؓ کے فتووں اور ان کے علم کو نہ صرف اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا بلکہ انہیں تحریری شکل بھی دے دی اور ان کے مقاصد اور جہات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا۔ ابن جریر طبری کا کہنا ہے کہ ابن مسعودؓ کے سوا ایسا کوئی شخص نہیں گزرا جس کے حلقہ درس میں اس قدر مشہور لوگ ہوں اور جنہوں نے استاد کے فتووں اور فقہی مسلک کو تحریری شکل دے دی ہو۔ [۴۴] ان شاگردوں میں حضرت ابن مسعودؓ کی فقہ کے سب سے بڑے حافظ اور سب سے بڑے پیروکار علقمہ بن قیس نخعیؒ تھے. اس لئے کہ وہی اپنے استاد کے پاس سب سے زیادہ وقت گزارا کرتے تھے یہاں تک کہ رات بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گزارتے. ان کی خدمت کرتے اور ان سے دین کا علم حاصل کرتے. پھر علقمہؒ کی لاولدی بھی اس عمل کے لئے بڑی ساز گار رہی کیونکہ ان پر کوئی ذمہ داری نہیں تھی۔

حضرت عبداللہؓ کے ان شاگردوں سے جن لوگوں نے آپ کے علم سے استفادہ کیا ان میں زیادہ مشہور ابراہیم نخعیؒ. عامر شعبیؒ اور حکم بن عتیبہؒ تھے۔ پھر ان میں سب سے نمایاں ابراہیم نخعیؒ

تھے۔ یہ اپنے استاد علقمہؒ کے ساتھ سب سے زیادہ وقت گزارتے. سب سے بڑھ کر ان کی پیروی کرتے اور ان کی فقہ کو اپنے سینے میں محفوظ کرتے. اس لئے کہ ایک طرف تو ان کی اپنے استاد علقمہؒ سے قرابت داری تھی اور دوسری طرف علقمہؒ نے انہیں بچپن ہی سے گود لے لیا تھا۔ اور خود لاولد ہونے کی وجہ سے انہیں ہی اپنا بیٹا سمجھتے تھے. یہاں تک کہ لوگ کہا کرتے. اگر تم علقمہؒ کو دیکھ لو پھر اگر ابن مسعودؓ کو نہ دیکھ سکو تو اس سے کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ کیونکہ علقمہؒ شکل و صورت اور راست روی میں سب سے بڑھ کر حضرت ابن مسعودؓ کے مشابہ ہیں۔ اور اگر تم ابراہیم نخعیؒ کو دیکھ لو تو پھر اگر علقمہؒ کو نہ دیکھ سکو تو تمہیں اس کی پروا نہیں ہونی چاہئے۔ [45] یہاں تک کہ امام بیہقیؒ ابن مسعودؓ سے شعبیؒ اور نخعیؒ کی منقطع روایت کو قیس اودیؒ کی متصل روایت پر ترجیح دیتے تھے۔ اور اپنے اس طرز عمل کے جواز میں یہ کہا کرتے تھے. "شعبیؒ اور نخعیؒ نے اگرچہ ابن مسعودؓ کو نہیں دیکھا ہے لیکن وہ ان کے مسلک کے سب سے بڑھ کر عالم ہیں" [46] ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے شاگردوں سے جن لوگوں نے تحصیل علم کیا ان میں حماد بنؒ ابی سلیمانؒ، سلیمان بن مہران الاعمش. سلیمانؒ بن المعتمر اور مسعر بن کدام شامل ہیں۔ ان میں حمادؒ بن ابی سلیمانؒ مسلک ابن مسعودؓ کے سب سے بڑے حافظ تھے۔

ان حضرات سے فقہ کی تحصیل کرنے والوں میں ابو حنیفہؒ سفیان ثوریؒ، محمد بن ابیؒ لیلیٰ، عبداللہ بن شبرمہؒ اور حسن بن صالح بن حی وغیرہ شامل ہیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کی فقہ، بلکہ جملہ اہل عراق کی فقہ اپنے اصولوں کے لحاظ سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہ سے منسلک ہے، چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ فقہ عراقی مکتب فکر کے ستون اور خشت اول کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے اگر امام ابو حنیفہؒ اجتہادی مسائل میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مسلک سے کہیں ہٹے ہوئے نظر آتے ہیں تو یہ بعیداً ایسا نہیں ہے جو امام ابو حنیفہؒ کو حضرت ابن مسعودؓ کے مقرر کردہ خطوط سے دور لے جانے والا ہو۔

آخر میں خدا سے میری دعا ہے کہ وہ مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں فقہ عبداللہ بن مسعودؓ اور فقہ ابو حنیفہ کے درمیان ربط کو تحقیقی شکل میں پیش کر سکوں. ابھی تک فقہ سلف کے موجودہ سلسلے کی دو کڑیاں رہ گئی ہیں جنہیں کتابی شکل دینا باقی ہے۔ وہ ہیں فقہ علقمہ بن قیسؒ اور فقہ حماد بن ابی سلیمانؒ

اللہ تعالیٰ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔ انھوں نے فقہاء کی ایک پوری نسل تیار کر دی جنہیں دیکھ کر دل کو ٹھنڈک اور آنکھوں کو نور حاصل ہوتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے مدد اور راست روی کا خواستگار ہوں۔

ابو المنتصر
ا۔ د۔ محمد رواس قلعہ جی
کویت۔ الموسوعۃ الفقہیہ

حوالہ جات

۱۔ دلائل النبوہ لابی نعیم ص ۴۲۴، صفوۃ الصفوۃ ص ۳۹۵ جلد اول، مسند احمد ص ۴۶۲ جلد اول

۲۔ صفوۃ الصفوۃ ص ۳۹۵ جلد اول

۳۔ صفوہ الصفوۃ ص ۳۹۴ جلد سوم، آثار ابی یوسف رقم ۹۳۷

۴۔ صفوۃ الصفوۃ ص ۳۹۷ جلد اول

۵۔ صحیح مسلم، فضائل ابن مسعود، اعلام الموقعین ص ۲۱۹ جلد دوم

۶۔ صفوۃ الصفوۃ ص ۳۹۵ جلد سوم

۷۔ صفوۃ الصفوۃ ص ۳۹۵ جلد اول، طبقات ابن سعد ص ۱۱۷ جلد دوم

۸۔ المحلی ص ۳۶۹ جلد ہشتم

۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ جلد دوم، مسند احمد ص ۲۶ جلد اول، صفوۃ الصفوۃ ص ۳۹۹ جلد اول۔

۱۰۔ بخاری شریف، فضائل قرآن، مسلم شریف (فضائل ابن مسعود)

۱۱۔ تفسیر قرطبی ص ۳۵ جلد اول

۱۲۔ تفسیر طبری ص ۸۱ جلد اول، (مطبوعہ دار المعارف)

۱۳۔ ترمذی شریف، مناقب ابن مسعود

۱۴۔ حلیہ الاولیاء ص ۱۲۴ جلد اول

۱۵۔ حلیہ الاولیاء ص ۱۲۹ جلد اول، مسند امام احمد ص ۴۲۱ جلد اول، صفوۃ الصفوۃ ص ۴۰۱ جلد اول

۱۶۔ حلیۃ الاولیاء ص ۱۲۹ جلد اول، صفوۃ الصفوۃ ص ۴۰۱ جلد اول

۱۷۔ مسلم شریف، فضائل ابن مسعود، اعلام الموقعین ص ۲۱۹ جلد دوم۔

۱۸۔ حلیۃ الاولیاء ص ۱۲۹ جلد اول، صفوۃ الصفوۃ ص ۴۰۳ جلد اول

۱۹۔ اعلام الموقعین ص ۱۶ جلد اول، صفوۃ الصفوۃ ص ۴۰۳ جلد اول، طبقات ابن سعد ص ۱۱۰ جلد دوم

۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۲ ب جلد دوم۔

۲۱۔ اعلام الموقعین ص ۱۷ جلد اول

۲۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۵ ب جلد دوم

۲۳۔ اعلام الموقعین ص ۲۲ جلد اول

۲۴۔ اعلام الموقعین ص ۲۰ جلد اول

۲۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۰ جلد اول. اعلام الموقعین ص ۲۰ جلد اول

۲۶۔ ترمذی شریف. باب مناقب عمر. ابو داؤد شریف. باب تدوین العطاء

۲۷۔ اعلام الموقعین ص ۱۵ جلد اول. فجر الاسلام ص ۲۹۵ جلد سوم.

۲۸۔ اعلام الموقعین ص ۲۰ جلد اول

۲۹۔ حوالہ سابق

۳۰۔ اخبار القضاۃ لوکیع ص ۱۸۸ جلد دوم. مصنف عبدالرزاق ص ۴۰۱ جلد ہفتم. مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲۷ جلد دوم.
المحلی ص ۴۰۳ جلد گیارہ کنزالعمال رقم ۱۳۴۷۵

۳۱۔ المحلی ص ۴۷۸ جلد دہم. کشف الغمہ عن الائمہ ص ۱۲۳ جلد دوم

۳۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۰ جلد اول. اعلام الموقعین ص ۲۰ جلد اول

۳۳۔ اعلام الموقعین ص ۲۱۸ جلد دوم

۳۴۔ المحلی ص ۲۸۳، ۲۸۶ جلد نہم.

۳۵۔ اعلام الموقعین ص ۲۰ جلد اول.

۳۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ جلد دوم. المحلی ص ۲۸۵ جلد نہم

۳۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ جلد دوم. سنن بیہقی ص ۲۴۹ جلد ششم. کنزالعمال رقم ۳۰۶۳۷

۳۸۔ کتاب الاموال ص ۸۷. سنن بیہقی ص ۱۴۰ جلد نہم

۳۹۔ کتاب الاموال ص ۸۷. المغنی ص ۲۰۷ جلد دوم

۴۰۔ اعلام الموقعین ص ۲۱۸ جلد دوم

۴۱۔ صفوۃ الصفوۃ ص ۴۱۳ جلد اول.

۴۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۵ جلد دوم

۴۳۔ مصنف عبدالرزاق ص ۲۶۹ جلد دہم.

۴۴۔ اعلام الموقعین ص ۲۰ جلد اول

۴۵۔ تہذیب التہذیب ص ۱۷۷ جلد ہفتم

حرف الالف

ا

آل رسول اللہ :

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل)

آل رسول کو زکوۃ نہ دینا (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۱۱، جز۔ د)

آل رسول کو صدقہ دیا جا سکتا ہے (دیکھئے لفظ صدقہ، فقرہ ۳، جز۔ الف)

فیئے (زکوۃ کے علاوہ دوسرے اموال مثلاً مال غنیمت، جزیہ، خراج وغیرہ) میں آل رسول کا حصہ (دیکھئے لفظ فیئے)

آمّہ : سر کا زخم

آمّہ سے مراد سر کا وہ زخم ہے جو ام دماغ تک پہنچ جائے۔ ام دماغ اس باریک جھلی کو کہتے ہیں جس میں دماغ لپٹا ہوتا ہے۔

آمّہ میں لازم ہونے والا تاوان (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ٦، جز الف، فقرہ ۳) اور جنایہ فقرہ ٦، جز۔ ب، فقرہ ۲ جز۔ ح)

آنیہ : برتن

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ سبز رنگ کے گھڑے میں (جسے حنتم کہا جاتا ہے) نبیذ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابو وائل شقیق بن سلمہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے انہیں سبز رنگ کے گھڑے سے پلایا تھا۔ ابو وائل کہتے ہیں کہ میں نے وہ گھڑا دیکھا بھی تھا۔ ۱۔ علقمہؒ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ کھانا کھایا، پھر ہمیں پینے کے لئے تیز نبیذ دی گئی جسے سیرینؒ (ابن مسعودؓ کی زوجہ محترمہ) نے ایک سبز گھڑے میں تیار کیا تھا۔ وہاں موجود تمام لوگوں نے نبیذ پی" ۲۔ ابو عبیدہؓ کی والدہ سیرین کہتی ہیں: "میں

عبداللہؓ کے لئے سبز گھڑے میں نبیذ تیار کرتی تھی، آپ اس گھڑے کو دیکھتے اور اس میں تیار شدہ نبیذ کو نوش جان کر لیتے" ۳۔ ضحاک کہتے ہیں: "مجھے ابو عبیدہؒ (ابن مسعود کے بیٹے) نے وہ سبز گھڑے دکھائے تھے جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے لئے نبیذ تیار کی جاتی تھی" ۴۔

ابن حزمؒ کی تصریح کے مطابق ابن مسعودؓ سے درج بالا روایتوں کی صحت کے باوجود، خود ابن حزمؒ کا کہنا ہے کہ آپ سے مروی ان روایات میں اختلاف ہے جن کا تعلق درج ذیل برتنوں میں نبیذ بنانے کی تحریم سے ہے۔ اول "حنتم" یعنی سبز رنگ کا گھڑا۔ دوم "مقیّر" یعنی وہ گھڑا جس پر کولتار کا لیپ چڑھا دیا گیا ہو۔ سوم دُبّاء یعنی کدو جس کے اندر سے گودا نکال کر کھوکھلا کر دیا گیا ہو۔ چہارم "مزادۃ مجبوبہ" یعنی ایسا مشکیزہ جس کا سرا کاٹ کر گھڑے کی شکل کا بنایا گیا ہو۔ پنجم "نقیر" یعنی لکڑی کا کُنڈا جسے اندر سے کھوکھلا کر دیا گیا ہو۔ اسی طرح مٹی کا بنا ہوا کوئی برتن وغیرہ ۵۔ ابن حزم نے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کوئی روایت نقل نہیں کی اور نہ ہی ہمیں ایسی کوئی روایت ملی ہے جس سے حرمت ثابت ہو۔ ابن حزم نے شاید یہ بات اس بنا پر کہی ہے کہ اہل علم میں یہ مشہور تھا کہ عبداللہ بن مسعودؓ اپنے اقوال میں حضرت عمرؓ کے اقوال سے جدا نہیں ہوتے تھے، بلکہ حضرت عمرؓ کے قول کی بنا پر اپنا قول ترک کر دیتے تھے، اسی لئے ان دونوں حضرات میں سے ایک کے قول سے دوسرے کے قول کا اندازہ لگایا جاتا تھا۔ ۶۔ ابن حزم نے حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ ان برتنوں میں نبیذ تیار کرنے کی حرمت پر آخر تک قائم رہے تھے، جن میں نبیذ تیار کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔

اب : باپ

باپ کی میراث (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵، جز الف)

نسب کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے (دیکھئے لفظ نسب)

باپ پر بیٹے کا نفقہ واجب ہے (دیکھئے لفظ نفقہ)

باپ کے کمرے میں جانے کے لئے اذن طلب کرنا (دیکھئے لفظ استیذان)

اباق : غلام کا فرار ہو جانا

۱۔ تعریف:

غلام کا بوجہ سرکشی اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جانا اباق کہلاتا ہے۔

۲۔ حکم اباق :

اباق گناہ ہے اس لئے کہ اس سے مال کا ضیاع ہوتا ہے

۳۔ بھاگے ہوئے غلام کی واپسی :

ا۔ بھاگا ہوا غلام جس شخص کے ہاتھ آ جائے اس پر اس کا لوٹا دینا واجب ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک طرح سے مال کا اس کے مالک کو لوٹا دینا ہے۔ اور مسلمان ایک دوسرے کے گمشدہ مال کو لوٹا دیتے ہیں۔ لوٹانے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ملے گا اس لئے کہ اس نے اپنے مسلمان بھائی کی گمشدہ چیز کی بازیابی میں اس کی مدد کی، اور اس کے لئے جعل یعنی انعام بھی ہے جو نقدی کی صورت میں غلام کا آقا اسے ادا کرے گا۔

اس انعامی رقم میں غلام کی بازیابی کے سلسلے میں کی جانے والی دوڑ دھوپ کی نسبت سے کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کے لئے دس درہم مقرر کرتے تھے اگر شہر کے اندرونی حصے سے بازیابی ہوئی ہو اور اگر شہر سے باہر کسی اور شہر سے ہوئی ہو تو چالیس درہم۔ ابو عمرو شیبانی سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ لانے والے کی انعامی رقم کے متعلق پوچھا گیا، آپ نے جواب دیا: "اگر کوفہ سے باہر پکڑا ہو تو چالیس درہم، اور اگر کوفہ کے اندر کسی مقام سے پکڑا ہو تو دس درہم" ۔؎ آپ نے اس روایت کے راوی ابو عمرو شیبانی کو چالیس درہم انعام کے طور پر دینے کا فیصلہ دیا تھا جب انہوں نے عین التمر کے مقام سے ایک بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ کے اس کے آقا کو واپس کیا تھا۔ ابو عمرو کہتے ہیں: مجھے عین التمر کے مقام پر کچھ بھاگے ہوئے غلام ہاتھ آ گئے، میں ابن مسعودؓ کے پاس آیا اور آپ سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا: "تمہیں اجر اور غنیمت یعنی انعام دونوں ملیں گے" میں نے عرض کیا: "اجر کی بات تو میں سمجھ گیا لیکن غنیمت کیسی؟" آپ نے فرمایا: "چالیس درہم" ایک روایت میں ہے: "فی کس چالیس درہم" ؎ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے آ کر کہنے لگا: "ایک شخص بحرین سے ایک بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ کر لایا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ اسے اجر ملے گا" ابن مسعودؓ نے یہ سن کر فرمایا: "اگر وہ پسند کرے تو انعام بھی ملے گا جو فی کس چالیس درہم کے حساب سے ہو گا" ؎

ب۔ بھاگا ہوا غلام بھی (کسی اور بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ لینے کی صورت میں) اس انعام کا مستحق ہو گا چاہے اس نے انعام کی شرط لگائی ہو یا نہیں، اور چاہے اس کے لئے یہ شرط لگائی گئی ہو یا نہیں۔ ؎

ابراد : ٹھنڈا کرنا

(گرمیوں میں) نماز ظہر ٹھنڈا کر کے پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز ، ح)

ابل : اونٹ

اونٹوں کی زکوۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ٦، جز ، ب)

ہدی (حج کے موقعہ پر یا عام قربانی) میں ایک اونٹ کا سات آدمیوں کے لئے کافی ہونا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۳، جز ۔ ب، فقرہ ۲) نیز (لفظ اضحیہ، فقرہ ۲)

دیت میں اونٹوں کی تعداد (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ٦، جز ، ب، فقرہ ۲، جز الف)

ابن : بیٹا

بیٹے کی وراثت سے متعلقہ احکام (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ٦، جز ب، فقرہ ۱، جز، الف)

بیٹے کا نفقہ اس کے باپ کے ذمے ہے (دیکھئے لفظ نفقہ)

بیٹے کا نسب (دیکھئے لفظ نسب)

ابن اخ : بھتیجا

جد کی موجودگی میں بھتیجے کا وراثت سے محروم ہونا (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵، جز ، ب، فقرہ ٦)

بھتیجے کو زکوۃ کی رقم دینا (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۱۱، جز ، ح)

بھتیجا محرم رشتہ داروں میں سے ہے (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز ۱، فقرہ ۱، جز، الف)

اور محرموں کے احکام کا اس پر مرتب ہونا (دیکھئے لفظ رحم، فقرہ ۳)

ابن ابن : پوتا

میراث میں پوتے کے احکامات (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ٦، جز، ب، فقرہ ۱، جز الف)

ابن السبیل : مسافر

ابن السبیل اس مسافر کو کہتے ہیں جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس کے ذریعے وہ اپنی منزل مقصود تک

پہنچ سکے۔

ابن السبیل کو زکوۃ دینا (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۱۱، جز۔ الف)

اتلاف۔ تلف کر دینا

۱۔ تعریف:

کسی شی کو تلف کرنے کا معنی یہ ہے کہ اسے ایسی حالت اور کیفیت میں پہنچا دینا جس کے بعد وہ عادۃً کار آمد نہ رہے [1]

۲۔ تلف شدہ چیزوں کا تاوان:

اتلاف سے تاوان واجب ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس میں درج ذیل شرطیں پائی جائیں:

ا۔ تلف شدہ چیز کا مال ہونا۔ اس لئے مردار وغیرہ کو تلف کرنے پر تاوان نہیں۔ اس لئے کہ مردار اور اس قبیل کی چیزیں مال نہیں ہیں۔

ب۔ اس چیز کی قیمت ہو۔ اس لئے اگر ایسی چیز کا اتلاف عمل میں آئے جس کی قیمت نہ ہو تو تاوان واجب نہیں ہو گا، مثلاً کسی مسلمان کے قبضے میں شراب یا خنزیر کا ہونا۔ایسی صورت میں تلف کرنے والا چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

ج۔ تلف کرنے والا ایسا ہو جس سے تاوان وصول کیا جا سکتا ہو۔ اس لئے اگر کوئی جانور کسی انسان کا مال تلف کر دے تو اس پر کوئی ضمان نہیں، اس لئے کہ جانور ضمان کا اہل نہیں ہوتا۔ رہا بچہ، مجنوں اور نائم تو یہ تاوان ادا کریں گے اگر ان کے ہاتھوں اتلاف کا عمل واقع ہو، اس لئے کہ یہ بالا جماع ضمان کے اہل ہیں۔

د۔ تاوان واجب کرنے میں فائدہ ہو، لہٰذا اگر فائدہ نہ ہو تو تاوان کا وجوب برقرار نہیں رہے گا۔ اس بنا پر اگر کسی مسلمان نے کسی حربی (دارالحرب کے باشندہ) کا مال تلف کر دیا، یا کسی حربی نے کسی مسلمان کا مال دارالحرب میں تلف کر دیا یا اطاعت گزاروں نے باغیوں کا مال تباہ کر دیا یا باغیوں نے اطاعت گزاروں کا مال تلف کر دیا تو ان تمام صورتوں میں تاوان واجب نہیں ہو گا، اس لئے کہ اس کے وجوب میں کوئی فائدہ نہیں۔

کیونکہ ولایت یا اقتدار نہ ہونے کی وجہ سے ضمان کی وصولیابی ممکن نہیں ہوگی۔ ان مسائل پر سب کا اجماع ہے اور اہل علم کا اس بارے میں کوئی اختلاف ہمارے علم میں نہیں ہے۔

انسانی جان یا اعضاء کا اتلاف (دیکھئے لفظ جنایہ)

حرم کے شکار کا اتلاف (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۶، جز۔ د، فقرہ ۴)

مجرم پر حد جاری کرنے کے اثرات کی سرایت کی وجہ سے ہونے والا اتلاف (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز الف، فقرہ ۴)

مال کے اتلاف پر تعزیری سزا (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۲، جز۔ ح)

اثبات : ثابت کرنا

۱۔ تعریف :

قاضی کے سامنے کسی معاملے پر دلیل قائم کر دینا اثبات کہلاتا ہے۔

۲۔ اثبات کے طریقے :

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک اثبات کے طریقے یہ ہیں، اقرار (دیکھئے لفظ اقرار) گواہی (دیکھئے لفظ شہادۃ) قسم (دیکھئے لفظ یمین، فقرہ ۴، جز۔ ح) قرعہ اندازی (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۲، جز۔ ح) قوی قرائن (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۲، جز الف۔)

۳۔ ثابت شدہ حق :

حدود کا اثبات (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۱۰)

اثم : گناہ

اللہ کے راستے میں شہادت پانا کن کن گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۳)

اکراہ یعنی جبر کی وجہ سے گناہ کا ساقط ہو جانا (دیکھئے لفظ اکراہ، فقرہ ۳، جز۔ الف)

اجابہ : جواب دینا، قبول کرنا

مؤذن کی اذان کا جواب دینا (دیکھئے لفظ اذان، فقرہ ۷)

اجارہ : اجارہ ، اجرت پر کام لینا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کسی کو عبادات پر اجرت لینے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ مثلاً قرآن کی تلاوت یا اذان دینے پر اجرت لینا وغیرہ۔ اسی طرح آپ ایسی عمومی خدمات پر جنہیں مفاد عامہ کی خاطر یقینی بنانا حکومت کی ذمہ داری ہے اہل حاجت سے اجرت لینا درست قرار نہیں دیتے تھے۔ مثلاً قضاء اور مال غنیمت کی تقسیم کی خدمت وغیرہ۔ آپ کا قول تھا : ''چار کام ایسے ہیں جنہیں انجام دے کر اجرت نہیں لینا چاہئے، اذان، تلاوت قرآن، مال غنیمت کی تقسیم کا کام اور قضاء'' اذان اور قرائت قرآن تو خالص عبادت کے زمرے میں آتے ہیں۔ اور قضاء اور مال غنیمت کی تقسیم کا کام ایسی عمومی خدمات ہیں جن کی انجام دہی حکومت کے فرائض میں شامل ہے۔ اسی لئے قاضی اور قاسم (مال غنیمت تقسیم کرنے والا) کے لئے حکومت سے حق الخدمت لینا جائز ہے، لوگوں سے لینا ناجائز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفے کا قاضی بنا کر بھیجا تو آپ کے لئے ماہانہ مشاہرہ مقرر کر دیا جس کی مقدار ایک سو درہم تھی، اس کے علاوہ یومیہ چوتھائی بکری بھی مقرر کر دی۔ [۱۲] اسی طرح کسی حقدار کو اس کا حق پہنچانے پر اجرت لینا درست نہیں ہے، مثلاً کوئی شخص کسی شخص کا واسطہ یا سفارشی بن کر انصاف حاصل کرنے کی غرض سے کسی ''بڑے'' کے پاس جائے تو اس کے لئے اس سفارش یا وساطت پر اجرت لینا حلال نہیں ہے (دیکھئے لفظ رشوۃ، فقرہ ۳، جز۔ ب)

اجبار : جبر کرنا، مجبور کرنا

۱۔ تعریف :

حکم شرع کو بروئے کار لانے کی غرض سے کسی ایسے شخص کو جس پر ولایت حاصل ہو، کسی کام پر مجبور کر دینا اجبار کہلاتا ہے۔

اکراہ اور اجبار میں یہ فرق ہے کہ اکراہ کبھی ایسے شخص کی طرف سے ہوتا ہے جسے ولایت حاصل نہیں ہوتی، اور اس میں کبھی شیطانی مقاصد کو بروئے کار لانا ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فقہ میں اجبار :

شفعہ کی بنا پر زمین دینے پر مجبور کرنا (دیکھئے لفظ شفعہ)

زکوۃ ادا کرنے پر مجبور کرنا (دیکھئے لفظ زکواۃ)

خراج کی ادائیگی پر مجبور کرنا (دیکھئے لفظ خراج)

نقصان کا عوضانہ ادا کرنے پر مجبور کرنا (دیکھئے لفظ ضمان)

طلاق بائن میں میاں کو بیوی سے علیحدہ ہونے پر مجبور کرنا (دیکھئے لفظ طلاق)

اجتہاد . اجتہاد

اگر امیر المومنین کا اجتہاد کسی مسئلے میں رعیت کے اجتہاد سے مختلف ہو جائے تو ایسی صورت میں امیر کی متابعت کرنا (دیکھئے لفظ خلاف)

اجنبی . اجنبی

۱ ۔ دار الاسلام کے لئے اجنبی کون ہے؟

دار الاسلام کے لئے ہر وہ شخص اجنبی ہو گا جو نہ مسلمان ہو اور نہ ذمی ۔ پھر یا تو وہ اسلامی مملکت کی حدود سے باہر کا باشندہ ہو گا تو ایسی صورت میں یہ حربی کہلائے گا اور یا امان لے کر مملکت کے اندر رہتا ہو گا ایسے شخص کو مستامن کہا جاتا ہے ۔

۲ ۔ عورت کے لئے اجنبی کون ہے؟

عورت کے لئے اس کے شوہر اور محرموں کے علاوہ ہر شخص اجنبی ہے (دیکھئے لفظ نکاح) اجنبی کے لئے عورت پر نظر ڈالنا حرام ہے (دیکھئے لفظ حجاب ، فقرہ ۲) اسی طرح اسے ہاتھ لگانا بھی حرام ہے کیونکہ ہاتھ لگانے کے برے اثرات نظر کے برے اثرات سے بڑھ کر ہوتے ہیں ۔ اسی طرح اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا بھی حرام ہے (دیکھئے لفظ خلوۃ ، فقرہ ۲)

اجنبی عورت کو طلاق دینا اور پھر اس سے نکاح کر لینا (دیکھئے لفظ طلاق ، فقرہ ۳ ، جز الف)

اجنبی کا کسی کے مملوک غلام کو قتل کر دینا (دیکھئے لفظ جنایہ ، فقرہ ۴ ، جز الف)

احتجام . پچھنے لگانا

دیکھئے لفظ حجامہ

احتضار . جانکنی کا عالم طاری ہونا

جانکنی کے عالم میں مبتلا شخص کو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کرنا (دیکھئے لفظ موت ،

فقرہ ۲)

احتلام : احتلام ہونا

سونے والے شخص کو نیند کے عالم میں جنسی تلذذ محسوس ہونا اور بیدار ہونے پر تری موجود پانا احتلام ہے۔ احتلام سے غسل واجب ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۲، جز الف)

احتلام بلوغت کی نشانی ہے (دیکھئے لفظ بلوغ، فقرہ ۲، جز الف)

احداد : سوگ منانا

دیکھئے لفظ حداد

احرام : احرام باندھنا

(دیکھئے لفظ حج، فقرہ ٦) اور (لفظ عمرۃ، فقرہ ۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خیال میں مکہ میں داخل ہونے والے پر احرام باندھنا واجب نہیں ہے۔ آپ ایسے شخص کے لئے احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہو جانا جائز سمجھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن احرام باندھے بغیر مکہ میں داخل ہوئے اور اس وقت آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ بندھا ہوا تھا۔ [۱۳]

احصار : روک دینا

۱۔ تعریف :

کسی شخص کو اس کے احرام باندھنے کے بعد حج یا عمرہ کے ارکان ادا کرنے سے روک دینا احصار کہلاتا ہے خواہ یہ رکاوٹ بننے والی شے دشمن ہو یا قید یا مرض یا سفر خرچ کا ختم ہو جانا ہو [۱۴] ایسا شخص محصر کہلاتا ہے۔

۲۔ محصر کو کیا کرنا چاہئے ؟

محصر حالت احرام میں رہے گا اور کسی کے ہاتھ ایک ہدی یعنی بکری حرم میں بھیج دے گا اور اس کے ساتھ ہدی کے حرم میں ذبح ہونے کا وقت متعین کر لے گا۔ پھر وہ اسی مقررہ وقت پر اپنا احرام کھول دے گا. اگر احصار کسی بیماری یا سفر خرچ ختم ہو جانے کی وجہ سے ہو گا تو اس کی ہدی حرم میں جا کر ذبح ہو گی [۱۵] ابن حزم نے کہا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت صحیح ہے. کہ آپ نے عمرہ

کرنے کی غرض سے احرام باندھنے والے شخص کے متعلق جسے کسی زہریلے جانور نے ڈس لیا تھا اور وہ آگے جانے کے قابل نہیں رہا تھا. یہ فتویٰ دیا تھا کہ وہ ایک ہدی بھیج دے اور حرم میں اس کے ذبح کے وقت کا تعین کر لے۔ جب ہدی حرم میں پہنچ کر ذبح ہو جائے تو وہ احرام کھول دے [۱۹]

اگر احصار کسی دشمن کی وجہ سے ہو تو ایسا شخص اپنی ہدی اسی جگہ ذبح کر دے۔ جہاں اسے روکا گیا ہو اور ہدی ذبح ہو جانے کے بعد اپنا احرام کھول دے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا: "محصر جب اپنی ہدی کی قربانی دے دے گا تو احرام کھول دے گا" [۲۰] (دیکھئے لفظ عمرۃ، فقرہ ۳، جز۔ ب)

۳۔ محصر کی قضا:

محصر جب احرام کھول دے گا تو اس پر اگلے سال اس حج یا عمرے کی قضا واجب ہو گی جس کے لئے اس نے احرام باندھا تھا۔ ابن حزم نے کہا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت صحیح ہے کہ آپ نے ایسے بیمار محرم کے متعلق جو آگے جانے کے قابل نہ رہے یہ فتویٰ دیا تھا کہ اس کی طرف سے اونٹ کی قربانی دی جائے گی اور پھر وہ اگلے سال اسی طرح احرام باندھے گا جس طرح اس نے اس وقت باندھا تھا۔ [۲۱] (دیکھئے لفظ عمرہ، فقرہ ۳، جز۔ ب)

احصان: محصن ہونا

۱۔ تعریف:

احصان ان صفات کے مجموعے کا نام ہے جن کا پایا جانا زانی مرد اور عورت کے اندر انہیں رجم کی سزا دینے کے لئے اور مقذوف (جس پر زنا کی تہمت لگائی گئی ہو) کے اندر قاذف (تہمت لگانے والا) پر حد قذف جاری کرنے کے لئے پایا جانا ضروری ہے۔

اس تعریف سے ہمارے لئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زانی کو سنگسار کرنے اور قاذف پر حد قذف جاری کرنے کے لئے احصان کی شرط ضروری ہے۔

۲۔ احصان کی شرطیں:

کوئی شخص اس وقت محصن ہوتا ہے جب اس میں درج ذیل شرطیں پائی جائیں:

ا۔ عقل، اس لئے کہ دیوانہ محصن نہیں ہوتا، اس پر سب کا اجماع ہے

ب۔ بلوغت. اس لئے کہ صغیر یعنی نابالغ محصن نہیں ہوتا. اس پر بھی سب کا اجماع ہے۔

ج۔ اسلام۔ اس لئے کہ کافر محصن نہیں ہوتا. معقل بن مقرن نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا. "میری لونڈی نے زنا کا ارتکاب کر لیا ہے" آپ نے فرمایا: "اسے حد میں کوڑے لگاؤ" معقل نے عرض کیا: "وہ تو محصنہ نہیں ہے" آپ نے فرمایا: "اس کا اسلام اس کا احصان ہے" ۱۹؎

د۔ نکاح صحیح کی بنیاد پر ہم بستری کا وقوع پذیر ہونا: یہ شرط زانی کے احصان کے لئے ہے، مقذوف کے احصان کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔

ھ۔ آزاد ہونا. اس لیے کہ غلام یا لونڈی سنگساری کی سزا کے لئے محصن گردانے نہیں جائیں گے۔ اگر وہ زنا کا ارتکاب کریں تو انہیں سنگسار نہیں کیا جائے گا بلکہ انہیں آزاد کے لئے کوڑوں کی سزا کا نصف یعنی پچاس کوڑے لگائے جائیں گے۔ رہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معقل بن مقرن سے اس کی لونڈی کے متعلق، جب وہ زنا کی مرتکب ہوئی تھی، یہ فرمانا کہ "اسلامها احصانها" (اس کا اسلام اس کا احصان ہے) تو اس سے دراصل آپ کا مقصد معقل کو یہ سمجھانا تھا کہ لونڈی مسلمان ہونے کی وجہ سے سزا کی مستحق ہوئی ہے. اس لئے کہ آپ کی زبان سے لونڈی کو کوڑے لگانے کا فتویٰ سن کر معقل کو اس بنا پر بڑا تعجب ہوا تھا کہ وہ تو شوہر والی نہیں تھی۔ پھر اسے کوڑے کیوں لگتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں احصان کی تفسیر اسلام سے کی ہے کہ (فاذا احصن فان اتین بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب (النساء۔ ۲۵) : جب یہ لونڈیاں محصنہ ہو جائیں اور پھر بد کاری کی مرتکب ہوں تو ان کے لئے اس سزا کا نصف ہے جو آزاد محصنہ عورتوں کے لئے مقرر ہے) آپ نے فرمایا: "یہاں احصان سے مراد اسلام ہے" ۲۰۔ (دیکھئے لفظ رق. فقرہ ۶. جزد) اور (لفظ زنا. فقرہ ۳. جز۔ الف)

احیاء : زندہ کرنا. جاگنا

مزدلفہ کی شب جاگتے رہنا (دیکھئے لفظ حج. فقرہ ۱۱) قیام الیل (تہجد) کے ذریعے شب بیداری کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ م)

رمضان کی راتوں میں نماز تراویح کے ذریعہ بیداری (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹. جز۔ ز)

اخ : بھائی

بھائی کا شمار محرموں میں ہوتا ہے اور محرم سے متعلقہ تمام احکامات کا اس پر اطلاق ہوتا ہے۔ (دیکھئے لفظ رحم)

میراث میں اخیافی بھائیوں کے احوال (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵، جز۔ ح)

میراث میں حقیقی اور علاتی بھائیوں کے حصے (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۲، جز۔ ب)۔

دادا یا نانا کی موجودگی میں بھائیوں کا میراث میں حصہ (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵، جز۔ ب، فقرہ ۵)

اخت : بہن

بہن کا شمار محارم میں ہوتا ہے اور ان سے متعلقہ تمام احکامات کا اس پر اطلاق ہوتا ہے (دیکھئے لفظ رحم)

بہن کے کمرے میں آنے کے لئے اجازت طلب کرنا (دیکھئے لفظ استیذان)

حقیقی بہنوں کا میراث میں حصہ (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵، جز۔ ح) اور (فقرہ ۲، جز۔ الف، فقرہ ۱ جز۔ ب)

علاتی بہنوں کا میراث میں حصہ (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵، جز۔ ط) اور (فقرہ ۲، جز الف، فقرہ ۱، جز۔ ب)

اخیافی بہنوں کا میراث میں حصہ (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵، جز۔ ح)

دادا یا نانا کی موجودگی میں بہنوں کا میراث میں حصہ (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵، جز۔ ب، فقرہ ۵)

اذان : اذان

۱۔ تعریف :

مخصوص الفاظ کے ذریعے فرض نماز کا وقت ہو جانے کا اعلان کرنا اذان کہلاتا ہے۔

۲ ۔ اس کی فضیلت :

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اذان دینے کی فضیلت اور اس پر ملنے والے اجر عظیم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: "اگر میں مؤذن ہوتا تو پھر نہ حج کرنے کی پروا ہوتی اور نہ جہاد میں جانے کی" [۲۱] اس قول سے آپ کی یہ مراد نہیں ہے مؤذن سے حج یا جہاد ساقط ہو جاتا ہے بلکہ آپ کا مقصد موذن کی فضلیت بیان کرنا ہے۔

۳ ۔ اذان کی جگہ :

چونکہ اذان سے مقصود لوگوں کو نماز کے وقت سے آگاہ کرنا ہے اس لئے مؤذن کو چاہئے کہ وہ اذان کے لئے ایسی جگہ منتخب کرے جہاں سے یہ مقصد زیادہ سے زیادہ حاصل ہو سکے۔ اس لئے اونچی جگہ کھڑا ہو کر اذان دے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اونچی جگہ کھڑے ہو کر اذان دیتے اور اقامت مسجد میں کہتے [۲۲] اس لئے کہ اونچی جگہ کھڑے ہو کر اذان دینے سے لوگوں کو آگاہ کرنے کا مقصد زیادہ پورا ہوتا ہے۔

۴ ۔ اذان دینے پر اجرت یا معاوضہ لینا :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اذان دینے پر معاوضہ لینے کو جائز قرار نہیں دیتے تھے، اس لئے کہ اذان عبادت ہے اور عبادت کی ادائیگی پر کوئی معاوضہ نہیں ہوتا۔ آپ کا قول ہے: "چار افعال ایسے ہیں جنہیں سرانجام دے کر کوئی اجرت نہیں لی جاتی، اذان، قرائت قرآن، مال غنیمت کی تقسیم کا کام اور قضاء" [۲۳]

۵ ۔ مؤذن :

ا ۔ نابینا کی اذان : حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ مستحب سمجھتے تھے کہ اذان دینے والا بینا ہو، تاکہ اوقات اذان کو خود جان سکے اور اپنی سمجھ بوجھ سے کام لے کر اذان دے نہ کہ کسی دوسرے کی سمجھ بوجھ کا سہارا لے، آپ فرمایا کرتے: "مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تمہارے نابینا تمہارے مؤذن ہوں" [۲۴]

ب ۔ عالم دین کی اذان : ایک راوی کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت نقل کرنے میں شک گزرا ہے کہ امت کے علماء کا مؤذن نہ بننا آپ کے نزدیک مستحسن ہے، [۲۵] تاہم

یہی بات اگر کوئی نقل کرنے والا حضرت ابن مسعودؓ سے نقل کر دیتا تو اس میں تعجب کا کوئی پہلو نہ ہوتا۔ اس لئے کہ علماء اور سربراہان سلطنت امامت کے لئے مختص کر دیئے گئے ہیں۔ اور اذان کا کام ان سے کمتر درجہ لوگوں کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرماتے تھے اذان نہیں دیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے۔ "اگر میں خلافت کی ذمہ داریوں کے ساتھ اذان دینے کی ذمہ داری بھی اٹھا سکتا تو ضرور اٹھا لیتا" ۴۷؎ ہمارے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم اور سربراہ مملکت پر ذمہ داریوں کا بڑا بوجھ ہوتا ہے، اسی لئے انہیں اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان کے ذاتی کام کاج کی نگرانی کوئی اور کرے، تاکہ وہ بندگان خدا کے مفادات کی دیکھ بھال اور علم کی نشر و اشاعت کا جو کام اللہ نے ان کے سپرد کیا ہے اسے کامل یکسوئی کے ساتھ سرانجام دے سکیں۔ اس بنا پر ان کے لئے یہ بالکل مناسب نہیں ہے کہ وہ نمازوں کے اوقات کے انتظار میں رہیں اور ان کی نگرانی کریں. کیونکہ بسا اوقات انہیں اپنی گوناگوں اہم مصروفیات کی وجہ سے اذان کا وقت تک یاد نہیں رہتا۔ اس صورت حال سے کچھ وہی لوگ واقف ہیں جنہیں کبھی ذمہ داریوں کے ان مراحل سے گزرنا پڑا ہو۔ کتابوں کے انبار میں دب جانے اور مسائل کی چھان بین میں لگ جانے کے بعد خود ہمارا یہ حال ہوتا ہے کہ نہ ہمیں کھانا یاد رہتا ہے نہ پینا بلکہ خود فراموشی کا عالم طاری رہتا ہے اور بعض اوقات تو وقت گزر جانے کا احساس بھی ختم ہو جاتا ہے۔ صبح کا تڑکا ہو رہا ہوتا ہے اور ہم کتابوں کے انبار میں دبے ہوئے یہ خیال کر رہے ہوتے ہیں کہ ابھی رات کا ابتدائی حصہ گزر رہا ہے۔ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ خلافت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے بعد ان کے اندر اب اذان دینے کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کی سکت نہیں ہے۔ یہی رائے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بھی تھی کہ عالم ایسے علمی مسائل میں غور و فکر کا بوجھ برداشت کرنے کے بعد جن پر بندگان خدا اور مملکت اسلامیہ کی صلاح و فلاح کا دارومدار ہوتا ہے، اذان کا بوجھ برداشت کرنے کی گنجائش ہی نہیں رکھتا۔

۶۔ جماعت ثانیہ کے لئے اذان:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے تھی کہ اگر جماعت سے کچھ لوگ رہ جائیں تو وہ اپنی نماز کے لئے

دوسری دفعہ جماعت کرالیں، لیکن اذان و اقامت کے بغیر۔ اسود بن یزید نخعیؒ اور علقمہ بن قیس نخعیؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ملنے ان کے گھر گئے۔ آپ نے پوچھا کہ تم نے نماز ادا کر لی ہے؟ ہم نے نفی میں جواب دیا اس پر آپ نے فرمایا "آؤ نماز پڑھیں" ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہونے لگے تو آپ نے ایک کو اپنی دائیں جانب اور دوسرے کو اپنی بائیں جانب کھڑا کر کے اذان و اقامت کے بغیر نماز پڑھائی۔ ۲۷

۷۔ مؤذن کی اذان کا جواب:

سنت طریقہ یہ ہے کہ مؤذن کی اذان کا جواب دیا جائے، اس کی کیفیت یہ ہے کہ مؤذن کے کہے ہوئے الفاظ کو دہرایا جائے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا: "یہ بڑی بھونڈی بات ہے کہ تم مؤذن کی اذان سن کر اس کے کہے ہوئے الفاظ کو نہ دہراؤ" ۲۸

اذن ۔ اجازت

دیکھئے لفظ استیذان

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا خیال تھا کہ کسی کو کسی جگہ بلا بھیجنا اسے وہاں داخلے کی اجازت دینے کے مترادف ہے بشرطیکہ اس پر فوری طور سے عمل کیا جائے۔ آپ فرمایا کرتے: "جب تمہیں کسی جگہ بلایا جائے تو گویا تمہیں وہاں داخلے کی اجازت مل گئی" ۲۹

ترکے میں تہائی سے زیادہ کی وصیت کرنے کی اجازت (دیکھئے لفظ وصیہ، فقرہ ۴، جز۔ ب)

اُذن ۔ کان

کان کٹے جانور کی قربانی (دیکھئے لفظ اضحیہ، فقرہ ۱)

جان بوجھ کر یا غلطی سے ایسے جرم کا ارتکاب جس سے کان کو نقصان پہنچے (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز الف، فقرہ ۳) اور (لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز۔ ب، فقرہ ۲، جز۔ ج)

ارث ۔ وراثت، میراث

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک میراث کے مسائل کو ہم درج ذیل نقاط کے تحت بیان کریں گے:

۱) علم میراث سیکھنا واجب ہے

۲) وراثت کے اسباب

۳) وارث ہونے کی شرطیں

۴) موانع ارث

۵) ذوی الفروض (باپ، دادا، اخیافی بھائی بہن، شوہر، بیوی، بیٹیاں، پوتیاں حقیقی بہنیں، علاتی بہنیں ماں، اور جدات یعنی دادیوں،نانیوں) کی میراث

۶) عصبات

۷) رد یعنی ذوی الفروض پر باقی ماندہ ترکہ لوٹانا

۸) ذوی الارحام

۹) موالی

۱۰) بیت المال

۱۱) عول یعنی حصوں کی مقدار بڑھانا

۱۔ علم میراث کا سیکھنا واجب ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جس شخص نے قرآن کی تعلیم حاصل کی اسے فرائض یعنی میراث کا علم بھی حاصل کرنا چاہئے۔ تمہیں اس شخص کی طرح نہ ہونا چاہئے جسے کوئی بدو ملے اور اس سے پوچھے کہ آیا تم مہاجر ہو؟ وہ اثبات میں جواب دے۔ یہ سن کر بدو اس سے کہے: "میرے خاندان میں ایک شخص کی وفات ہو گئی ہے اور وہ اپنے پیچھے فلاں فلاں وارث چھوڑ گیا ہے۔ اس کی میراث کس طرح تقسیم ہو گی؟" اب اگر اسے علم میراث آتا ہو گا تو وہ اس بدو کو بتا دے گا۔ اور اگر لاعلمی کی بنا پر وہ اسے بتا نہیں سکے گا تو پھر بدو اس سے یہی کہے گا: "مہاجر بھائیو! اگر تمہیں یہ بھی نہیں آتا تو ہم پر تمہیں کس وجہ سے فضیلت حاصل ہے؟" [۳۰]

۲۔ وراثت کے اسباب:

وراثت کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی مسائل کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ آپ کے نزدیک وراثت کے اسباب درج ذیل ہیں:

ا۔ قرابت داری۔ اس کی بنیاد پر عصبات نسبی، ذوی الفروض ـــ زوجین کے سوا ـــ اور ذوی الارحام ترکہ کے وارث ہوتے ہیں۔ ان کے حصوں کی تفصیل اپنے مقام پر آئے

گی۔ اگر ایک وارث میں مورث سے دو قرابت داریاں جمع ہو جائیں اور اسے ان دونوں قرابتوں کی بنیاد پر وارث بنانا ممکن ہو تو وہ دونوں سے وارث ہو گا۔ اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو وہ جس قرابت کی وجہ سے وراثت کا حقدار بن رہا ہو گا اس کی بنا پر وارث ٹھہرے گا. دوسری سے وارث نہیں ٹھہرے گا۔ اسی بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایسے مجوسیوں کو جو مسلمان ہو گئے تھے اور دو دو قرابتیں رکھتے تھے. دونوں سے وارث قرار دیا۔ [۳۱] مجوسی چونکہ محارم (بہنوں. بھانجیوں اور بھتیجیوں وغیرہ) سے نکاح کرنا جائز سمجھتے تھے اس لئے جب ایسے لوگ مسلمان ہوئے تو ان میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی تھی جن کی ایک شخص سے دو دو قرابتیں تھیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک عورت کے ترکے کے متعلق جس نے اپنے پسماندگان میں دو اخیافی بھائی چھوڑے تھے اور ان میں سے ایک اس کے چچا کا بیٹا تھا. یہ فیصلہ دیا تھا کہ ترکہ کا تہائی حصہ ان دونوں کے درمیان اخیافی بھائی ہونے کی بنیاد پر نصف نصف تقسیم ہو گا اور باقی ماندہ ترکہ اس کے اس بھائی کو مل جائے گا جو اس کا چچا زاد بھی تھا، یعنی کل ترکہ کے چھ حصے کئے جائیں گے. پانچ حصے چچا زاد کو مل جائیں گے اور ایک حصہ دوسرے کو ملے گا۔ [۳۲]

اگر قرابت داری ماں کی طرف سے ہو مثلاً اخیافی بھائی ہوں تو چاہے یہ سب اولاد زنا ہوں یا مشروع نکاح کی پیداوار ہوں. وراثت کے استحقاق میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے پاس آ کر عرض کیا: "میری ایک بہن تھی جو زنا کی پیداوار تھی وہ اپنے پیچھے ایک لڑکا چھوڑ کر مر گئی تھی، اب وہ لڑکا بھی مر گیا ہے اور چند اونٹوں کا ایک گلہ چھوڑ گیا ہے. اس کے متعلق کیا حکم ہے"؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "مجھے اس کے اور تمہارے درمیان کوئی رشتہ داری نظر نہیں آتی. اس لئے اس کے اونٹ لا کر صدقات کے اونٹوں میں شامل کر دو" اس شخص کی اس جواب سے تسلی نہیں ہوئی اور اس نے جا کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو سارا ماجرا سنایا۔ آپ یہ سن کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور فرمایا: "امیر المومنین! آپ اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں؟" حضرت عمرؓ نے جواب دیا. "میرا خیال ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی

رشتہ داری نہیں ہے" اس پر حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا: "میرے خیال میں یہ شخص (سائل) اس مرنے والے کے مال کا سب سے بڑھ کر حقدار ہے"۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے تمام اونٹ اسے واپس کر دیئے۔ ۴۳؎

ب۔ نکاح:

۱) نکاح کی بنا پر زوجین ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور توارث کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک عورت عدت میں رہے گی، خواہ عدت کی مدت طویل ہو جائے یا مختصر ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: "جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو وہ اس سے رجوع کرنے کا حقدار رہے گا جب تک مطلقہ تیسرے حیض سے پاک ہو کر غسل نہ کر لے، اور جب تک یہ عورت عدت میں ہے اس وقت تک یہ شخص اس کا وارث رہے گا" ۴۴؎ حضرت عبداللہؓ کے شاگرد علقمہ بن قیس نخعیؒ نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دے دی تھیں۔ اسے چھ یا سات مہینے، اور ایک روایت کے مطابق نو مہینوں تک حیض نہیں آیا۔ پھر اس کی وفات ہو گئی۔ علقمہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے آکر پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "اللہ نے تمہارے لئے اس کی میراث روکے رکھی" پھر آپ نے علقمہؒ کو اس کا وارث بنا دیا۔ ۴۵؎ ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے علقمہؒ کو اس کی بیوی کا ترکہ دلا دیا باوجودیکہ اس کی عدت کی مدت طویل ہو گئی تھی۔

۲) زوجین کے درمیان توارث ثابت ہونے کے لئے محض عقد نکاح کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ خواہ اس کے بعد ہم بستری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ اس لئے جس شخص کا کسی عورت سے عقد نکاح ہو جائے اور عورت کی موت واقع ہو جائے تو یہ شخص اس کا وارث ہو گا، اور اس شخص کی موت کی صورت میں وہ عورت اس کی وارث ہو گی۔ علقمہ بن قیسؒ کہتے ہیں: "ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آکر کہنے لگا کہ اس کے ایک رشتہ دار نے ایک عورت سے نکاح کر لیا لیکن اس کے لئے نہ کوئی مہر مقرر کیا اور نہ ہی ہم بستری کی۔ پھر اس شخص کی وفات ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس شخص سے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے آج تک کسی نے اتنا سخت مسئلہ نہیں پوچھا:

"علقمہؒ کہتے ہیں: "حضرت ابن مسعودؓ کو اس مسئلے کے متعلق ایک مہینے تک تردد رہا. پھر آپ نے فرمایا: "میں اس مسئلے کا جواب اپنی رائے سے دے رہا ہوں. اگر جواب درست ہو گا تو یہ من جانب اللہ ہو گا اور اگر غلط ہو گا تو یہ میری طرف سے اور شیطان کی جانب سے ہو گا۔ میری رائے ہے کہ اس عورت کو اس کے خاندان کی عورتوں کے مہر کے برابر مہر ملے گا. اس میں نہ کمی ہوگی اور نہ زیادتی. اسے میراث میں بھی حصہ ملے گا اور وہ عدت وفات (چار مہینے دس دن) گزارے گی"۔ یہ سن کر قبیلہ اشجع کے کچھ لوگ کھڑے ہوگئے اور کہا: "ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری ایک عورت کے متعلق جس کا نام بروع بنت واشق تھا. یہی فیصلہ دیا تھا" علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا خوش. آپ اس وقت ہوئے تھے۔ [۳۶]

ج ۔ ولاء: اس کے متعلق ہم آگے چل کر بحث کریں گے

د ۔ اسلام میں رفاقت: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر دو شخصوں کے درمیان حالت اسلام میں تعارف ہو جائے اور پھر ان میں رفاقت رہے، تو ہر ایک دوسرے کا وارث ہو گا" [۳۷]

۳ ۔ وراثت کی شرطیں:

دو شخصوں کے درمیان توارث کی تکمیل کے لئے درج ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

ا ۔ وارث سے قبل مورث کی موت: یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ پہلے کس کی موت واقع ہوئی ہے، مثلاً جس کشتی میں سوار تھے وہ ڈوب گئی یا طیارہ گر کر تباہ ہو گیا. تو اس طرح بیک وقت مرنے والے (رشتہ دار) ایک دوسرے کے وارث تو ہوں گے لیکن صرف مورثی مال میں۔ ان کو اب ایک دوسرے سے میراث میں جو مال ملے گا اس میں ان کے درمیان وراثت جاری نہیں ہو گی۔ [۳۸]

ب ۔ قرب درجہ: اس کا مفہوم یہ ہے کہ وارث کسی ایسے وارث کی وجہ سے محجوب یعنی محروم نہ ہو جو میراث کا اس سے بڑھ کر حقدار ہو۔ اس کی تفصیل بحث کے دوران آتی جائے

گی۔

ج۔ وارث میں میراث کی رکاوٹوں میں سے کوئی رکاوٹ نہ پائی جائے جس کی تفصیل درج ذیل سطروں میں دی جاتی ہے۔

۴۔ موانع ارث۔ یعنی میراث کے راستے کی رکاوٹیں:

وہ شخص میراث سے محروم رہے گا جس میں درج ذیل صفات میں سے کوئی ایک صفت پائی جائے گی:

الف۔ کفر:

۱) کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو گا [۳۹] لیکن آیا مسلمان کافر کا وارث ہو سکے گا؟ اس کے متعلق ہمیں عبداللہ بن مسعودؓ سے کوئی روایت ہاتھ نہیں لگی، لیکن چونکہ حضرت عمرؓ مسلمان کو بھی کافر کا وارث قرار نہیں دیتے تھے اس لئے اغلب گمان یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مسلک بھی یہی ہو گا ــــ واللہ اعلم

۲) لیکن اگر کافر وارث اپنے مسلمان مورث کا ترکہ تقسیم ہونے سے قبل مسلمان ہو جائے تو وہ وارث قرار پائے گا اس طرح اگر ترکہ کے بعض حصوں کی تقسیم کے بعد مسلمان ہو جائے تو باقی ماندہ ترکہ میں وارث قرار پائے گا۔ اور تقسیم شدہ حصوں میں اس کا کوئی حق نہیں ہو گا۔[۴۰]

۳) مرتد کی وراثت: اگر مرتد مر جائے تو اس کا مال اس کے مسلمان ورثاء کو دے دیا جائے گا جو اللہ کے مقرر کردہ میراث کے حصوں کے مطابق اسے آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: "مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کرنے پر آمادہ نہ ہو تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی اور اس کا مال اس کے مسلمان ورثاء کے حوالے کر دیا جائے گا اور اس کی بیوی چار ماہ کی عدت گزارے گی" [۴۱] آپ کا قول ہے: "جب کوئی شخص مرتد ہو جائے تو اس کی اولاد اس کی وارث ہو گی" [۴۲]

ب۔ رق، یعنی غلامی:

۱) غلام کو میراث میں سے کچھ نہیں ملے گا۔[۴۳] البتہ اگر میراث تقسیم ہونے سے پہلے آزاد ہو جائے تو پھر وارث ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص مر جاتا ہے اور

اپنے پیچھے اپنا غلام باپ چھوڑ جاتا ہے. پھر ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے اس کا باپ آزاد ہو جاتا ہے تو کیا وہ اپنے بیٹے کا وارث ہو گا"؟ آپ نے جواب دیا: "ہاں. اسے اس کی میراث ملے گی" [۴۴] یا پھر اس صورت میں بھی (غلام کو میراث ملے گی) جب مرنے والا باپ ہو یا بیٹا ہو یا بھائی ہو اور اس نے مال تو چھوڑا ہو لیکن وارثوں میں صرف باپ ہو یا صرف ماں ہو یا ماں اور باپ دونوں ہوں یا صرف بیٹا ہو. لیکن جو بھی غلام ہو تو اس غلام کو اس کے مورث کے مال سے خرید کر کے آزاد کر دیا جائے گا اور پھر یہ اس کا وارث ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "جب کوئی شخص مر جائے اور پسماندگان میں اس کا باپ. یا بھائی یا بیٹا رہ جائیں جو غلام ہوں اور ان کے سوا اور کوئی وارث نہ ہو تو ایسی صورت میں غلام کو خرید کر آزاد کر دیا جائے گا اور پھر وہ اس کا وارث ہو گا" [۴۵]

۲) ایسا غلام جس کا کچھ حصہ آزاد ہے اور کچھ آزاد نہیں ہے تو وہ اپنے آزاد حصے کی نسبت سے وارث بھی بن سکے گا اور مورث بھی [۴۶]

۳) رہا مکاتب (ایسا غلام جس نے اپنے آقا کو ایک خاص رقم کے بدلے آزادی دے دینے پر رضامند کر لیا ہو) تو اگر اس نے بدل کتابت (مقرر کردہ رقم) کا نصف یا ایک روایت کے مطابق تہائی یا ایک دوسری روایت کے مطابق چوتھائی حصہ ادا کر دیا ہو تو اسے آزاد تصور کیا جائے گا۔ (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۵، جز۔ ج) اس لئے وہ وارث بھی بن سکے گا اور مورث بھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایسے مکاتب کے متعلق جس کی وفات ہو گئی ہو اور ترکہ چھوڑ گیا ہو۔ فرمایا: "اس کے چھوڑے ہوئے مال میں سے اس کی کتابت کی باقی ماندہ رقم ادا کی جائے گی اور جو مال بچ جائے گا اسے اس کی آزاد اولاد کو دے دیا جائے گا" ۔ [۴۷] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ فتویٰ دے کر حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔ [۴۸]

ج۔ قتل: قاتل اپنے مقتول کی کسی شے کا وارث نہیں ہو گا۔ خواہ اس نے جان بوجھ کر قتل کیا ہو یا غلطی سے، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جان بوجھ کر یا غلطی سے قتل کرنے والا کسی چیز کا وارث نہیں ہو گا" [۴۹]

د۔ مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر میراث سے محروم ہو جانے والے وارثوں کا باعثِ حجب (میراث

میں رکاوٹ) بننا۔

اگرچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کفر یا غلامی یا قتل کی وجہ سے ایسے لوگوں کو وارثت سے محروم قرار دیتے ہیں، لیکن انہیں موجود تسلیم کرتے ہوئے ان کی وجہ سے ایسے وارثوں کو جو درجہ میں ان کے بعد ہوں، وراثت سے محروم قرار دیتے ہیں۔ جیسے وہ ان کے وارث ہونے کی صورت میں محروم ہوتے ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ غلام اور اہل کتاب ورثاء کی وجہ سے دوسرے ورثاء کو مجوب کر دیتے اور انہیں وراثت میں کچھ نہ دیتے" [۵۰] مغنی ابن قدامہ میں ہے کہ آپؓ کافر، قاتل اور غلام اولاد کی وجہ سے ماں اور زوجین کے حصوں میں کمی کر دیتے تھے، اور اسی قسم کے بھائیوں کی وجہ سے ماں کا حصہ کم کر دیتے [۵۱] اسی بناء پر آپ نے ایک مسلمان عورت کے ترکے کے متعلق فیصلہ دیا جو اپنے پسماندگان میں مسلمان شوہر، اخیافی مسلمان بھائی اور ایک کافر یا یہودی بیٹا چھوڑ گئی تھی کہ شوہر کو کافر بیٹے کی وجہ سے ترکہ کا چوتھائی ملے گا اور اسی کی وجہ سے اخیافی بھائیوں کو کچھ نہیں ملے گا، نیز بیٹے کو بھی کفر کی بنا پر کچھ نہیں دیا جائے۔ [۵۲]

اسی طرح آپ نے ایک دوسری مسلمان عورت کے ترکے کے متعلق فیصلہ دیا جو اپنے پسماندگان میں شوہر، اخیافی بھائی اور ایک غلام بیٹا چھوڑ گئی تھی کہ شوہر کو ترکے کا چوتھائی ملے گا، اس کا بیٹا اس کے اخیافی بھائیوں کو مجوب یعنی محروم کر دے گا۔ اگرچہ غلامی کی وجہ سے خود اسے بھی کچھ نہیں ملے گا۔ [۵۳]

مسلمان ماں اور عیسائی بھائیوں کے متعلق فتویٰ دیا کہ ماں کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا اس لئے کہ عیسائی بھائیوں نے اسے مجوب کر کے تہائی سے چھٹے حصے تک پہنچا دیا ہے لیکن خود انہیں عیسائیت کی بنا پر کچھ نہیں ملے گا۔ [۵۴]

الوارثون : ورثاء

۵ ۔ ذوی الفروض کی میراث :

الف ۔ باپ کی میراث: باپ کی میراث کی تین حالتیں ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے۔ وہ حالتیں یہ ہیں:

۱) فرض مطلق یعنی چھٹا حصہ۔ یہ اسے میت کے بیٹے، پوتے، پڑپوتے (نیچے تک) کی موجودگی میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ (وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ۔ اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے ترکے کا چھٹا حصہ ہے، اگر میت کا بیٹا بھی ہو) اور لفظ "ولد" بیٹے اور پوتے دونوں کو شامل ہے۔

۲) فرض یعنی مقررہ حصہ اور عصبہ (یعنی ذوی الفروض سے باقی رہ جانے والے مال کا وارث) بننا جبکہ میت کی بیٹی یا بیٹیاں ہوں۔

۳) محض عصبہ بننا جب کہ میت کی فرع مذکر یا مونث موجود نہ ہو۔ ارشاد باری ہے (فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ۔ اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین وارث ہوں تو اس کی ماں کو ترکے کا تہائی حصہ ملے گا) اس آیت سے یہ مفہوم ہوا کہ باقی ماندہ ترکہ باپ کو مل جائے گا۔

ب۔ دادا کی میراث۔ یہاں جد سے مراد وہ جد ہے جس کی میت کی طرف نسبت میں کسی مونث کا واسطہ نہ ہو یعنی باپ کا باپ۔ میراث میں دادا کے درج ذیل احوال ہیں:

۱) دادا کو چھٹا حصہ ملے گا اگر پوتا یا پڑپوتا (نیچے تک) موجود ہو۔ ارشاد باری ہے (وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ○ "اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہئے) اور جد باپ کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ (مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے) جبکہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے جد ہیں۔

۲) پوتی کے ساتھ دادا کو چھٹا حصہ ملے گا اور عصبہ بھی بنے گا۔

۳) محض عصبہ ہو گا جب کہ میت کی فرع مذکر یا مونث موجود نہ ہو۔ ارشاد باری ہے (فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ○ اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے گا۔) اس آیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ باقی ماندہ ترکہ باپ کو ملے گا۔ اور دادا باپ کی جگہ ہے۔

۴) باپ کی موجودگی میں دادا محجوب ہو گا۔ اس کے لئے میراث کا متفق علیہ قاعدہ کلیہ ہے کہ عصبات میں جو میت سے اقرب ہو گا۔ وہ مابعد کو محجوب یعنی محروم کر دے گا۔ بشرطیکہ

میت کی طرف نسبت کی جہت یکساں ہو۔

۵) بھائیوں کی موجودگی میں دادا مقاسمہ کرے گا۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

سلف یعنی صحابہ میں سے بعض کے بر خلاف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ میت کے بھائی دادا کی موجودگی میں وارث ہوں گے اور دادا کی وجہ سے وہ مجوب نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ بھائی مذکر ہوتا ہے جو اپنی بہن کو عصبہ بنا دیتا ہے۔ اس لئے دادا اسے ساقط یعنی محروم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کی حیثیت بیٹے کی طرح ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بھائیوں کی میراث کتاب اللہ سے ثابت ہے اس لئے وہ کسی نص یا اجماع یا قیاس کی بنا پر ہی محروم ہوں گے لیکن ایسی کوئی چیز موجود نہیں۵۵۔

بھائیوں کے ساتھ دادا کے ممکنہ حالات درج ذیل ہیں:

یا تو ان (دادا اور بھائیوں) کے ساتھ ذوی الفروض میں سے کوئی نہیں ہو گا یا ہو گا۔ دونوں صورتوں میں دادا کے ساتھ موجود یہ بھائی حقیقی بھائی ہوں گے یا حقیقی بھائیوں کے ساتھ علاتی یا اخیافی بھائی بھی ہوں گے۔ اگر صرف حقیقی بھائی ہوں گے تو پھر یا تو یہ سب مذکر یعنی بھائی ہوں گے یا ان کے ساتھ بہنیں بھی یا صرف بہنیں ہوں گی اور ان کے ساتھ کوئی بھائی نہیں ہو گا (یاد رہے کہ اخوۃ کا لفظ بھائیوں. بھائی بہنوں اور بہنوں سب کے لئے بولا جاتا ہے) اگر یہ سب بہنیں ہوں تو پھر یہ بہنیں بیٹیوں کی وجہ سے عصبہ بن چکی ہوں گی۔ یا عصبہ نہیں بنی ہوں گی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مطابق ان تمام صورتوں کے احکامات درج ذیل ہیں:

پہلی حالت:

جبکہ دادا کے ساتھ حقیقی بھائی یا حقیقی بھائی بہن ہوں اور ذوی الفروض میں سے کوئی نہ ہو۔ ایسی حالت میں حضرت ابن مسعودؓ دادا کا مقاسمہ کرتے تھے یعنی دادا کو ایک بھائی قرار دے کر باقی ماندہ ترکہ کو ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین (مذکر کے لئے دو مونث کے حصوں کے برابر) کے اصول پر تقسیم کر دیتے تھے۔ بشرطیکہ دادا کے لئے مقاسمہ اس کے مقررہ حصے یعنی سدس (چھٹا حصہ) سے بہتر ہو۔ اگر چھٹا حصہ مقاسمہ سے بہتر ہوتا تو اسے چھٹا حصہ دے دیتے۔

لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جلد ہی اپنی یہ رائے بدل لی اور بھائیوں کے ساتھ دادا کا اسی حد تک مقاسمہ کرنے لگے۔ جس حد تک اس کے لئے مقاسمہ تہائی حصے سے بہتر ہوتا۔ اگر تہائی حصہ اس کے لئے بہتر ہوتا تو اسے تہائی دے دیتے۔ آپ نے یہ رائے امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اتباع میں قائم کی تھی اس لئے کہ کسی قاضی کے لئے یہ مناسب نہیں ہوتا کہ حکومت کے ان قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کرے جو امیرالمومنین کی طرف سے مقرر کردہ ہوں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "ہم تو اپنے ائمہ کے فیصلوں کے مطابق فیصلے کرتے ہیں" ۵۹ ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ علقمہ بن قیسؒ نے کہا: "ابن مسعودؓ بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کو بھی میراث میں شریک کرتے تھے، اگر بھائی بہنوں کی تعداد زیادہ ہوتی تو دادا کو کل ترکہ کا تہائی حصہ دے دیتے" ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں جب علقمہؒ وفات پا گئے تو میں عبیدہ سلمانیؒ کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ ابن مسعودؓ بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کو بھی میراث میں شریک کرتے تھے۔ اگر بھائی بہنوں کی تعداد زیادہ ہوتی تو دادا کو کل ترکہ کا چھٹا حصہ دے دیتے۔ ان سے یہ بات سن کر میں پریشان ہو گیا اور اسی پریشانی کے عالم میں میرا گزر عبیدہ بن نضلہؒ کے پاس سے ہوا۔ انہوں نے مجھے پریشان دیکھ کر وجہ پوچھی میں نے ان سے ساری بات بیان کر دی جسے سن کر انہوں نے کہا "تم سے دونوں (علقمہ اور عبیدہ سلمانی) نے سچ کہا ہے" میں نے کہا: "خدا تمہارا بھلا کرے۔ دونوں کی بات بیک وقت کیسے سچ ہو سکتی ہے؟" اس پر عبیدہ بن نضلہؒ نے فرمایا: "اصل حقیقت یہ ہے کہ ابن مسعودؓ پہلے بھائی بہنوں کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں دادا کو کل ترکہ کا چھٹا حصہ دیتے تھے۔ پھر جب آپ عراق سے حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایسی صورت میں حضرت عمرؓ دادا کو کل ترکہ کا تہائی حصہ دیتے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے اپنی رائے ترک کر کے حضرت عمرؓ کی رائے اختیار کر لی۔ ۶۰ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے تحریری طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو درج بالا صورت میں چھٹے حصے کی بجائے تہائی حصہ دینے کا حکم دیا تھا۔ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف اور بیہقی نے اپنے سنن میں یہ روایت بیان کی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ بھائیوں کے ساتھ دادا کا مقاسمہ کرتے تھے

جب تک چھٹا حصہ مقاسمہ سے بہتر نہ ہوتا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کو لکھا: "میرے خیال میں ہم نے دادا کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اس لئے جب میرا یہ خط تمہیں پہنچے تو بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کا کل ترکہ ثلث تک مقاسمہ کرو اور اگر دادا کے لئے ثلث بہتر ہو تو اسے ثلث دے دو، چنانچہ آپ نے حضرت عمرؓ کی اس رائے پر عمل شروع کر دیا"۔ [۵۸] پھر آپ اسی رائے پر قائم رہے۔ [۵۹] اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں اسی کے مطابق فیصلے کرتے رہے۔ شعبہ ابن التوام الضبی کہتے ہیں: "حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ہمارا ایک بھائی فوت ہو گیا۔ اس کے پسماندگان میں صرف اس کے بھائی اور دادا تھے۔ ہم عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے، آپ نے بھائیوں کے ساتھ دادا کو چھٹا حصہ دیا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ہمارا ایک اور بھائی انتقال کر گیا۔ اس کے پسماندگان میں بھی صرف بھائی اور دادا رہ گئے تھے۔ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے، آپ نے بھائیوں کے ساتھ دادا کو ترکہ کا تہائی دیا۔ ہم نے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: "ہم تو اپنے ائمہ کے فیصلوں کے مطابق فیصلے کرتے ہیں" [۶۰] ایک شخص کی وفات کے بعد اس کا دادا اور ایک حقیقی بھائی رہ گئے۔ آپ نے دادا کا مقاسمہ کرتے ہوئے بھائی کو نصف اور دادا کو نصف ترکہ دے دیا۔ [۶۱]

ایک اور شخص وفات پا گیا جس کے پسماندگان میں دادا اور چار حقیقی بھائی رہ گئے تھے، آپ نے دادا کو ترکہ کا تہائی اور بھائیوں کو دو تہائی دے دیا۔ جسے وہ آپس میں مساوی طور پر تقسیم کر لیتے۔ آپ نے دادا کو تہائی اس لئے دیا کہ یہ اس کے لئے مقاسمہ سے بہتر تھا۔ [۶۲]

ایک مرنے والے کے پیچھے اس کا دادا اور ایک حقیقی بھائی اور بہن رہ گئے تھے۔ آپ نے دادا کا مقاسمہ کرتے ہوئے اسے ایک بھائی قرار دیا کیونکہ ایسی صورت میں اس کے لئے مقاسمہ تہائی حصے سے بہتر تھا۔ [۶۳] مسئلے کی صورت یہ ہے۔ (شکل نمبر ۱)

کل حصے	۵
دادا	۲
بھائی	۲
بہن	۱

(شکل / ۱)

دوسری حالت:

یہ ہے کہ دادا کے ساتھ صرف بہنیں ہوں اور انہیں عصبہ بنانے والا کوئی بھائی ساتھ نہ ہو۔ ایسی حالت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بہن یا بہنوں کو ان کا فرض یعنی مقررہ حصہ (نصف یا دو تہائی) دے دیتے۔ اور باقی ماندہ ترکہ دادا کو عصبہ قرار دے کر دے دیتے۔ بہنوں کے ساتھ دادا کا مقاسمہ نہیں کرتے تھے۔ ابراہیم نخعی نے اس مسئلے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مسلک نقل کرتے ہوئے کہا: ''اگر صرف بہنیں ہوتیں تو انہیں فریضہ یعنی مقررہ حصے دے دیتے۔ اور باقی ماندہ ترکہ دادا کو دے دیتے ٦٤ البتہ اگر بہنیں بیٹیوں کی وجہ سے عصبہ ہو جاتیں تو پھر ان کے ساتھ دادا کا مقاسمہ کرتے''

ایک یا ایک سے زائد حقیقی بہنوں بلکہ اخیافی اور علاتی بہنوں کے ساتھ دادا کا مقاسمہ نہ کرنے کے اصول کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص کی وفات پر اس کے ورثاء بہن اور دادا کے درمیان ترکہ اس طرح تقسیم کر دیا کہ بہن کو نصف ذوی الفروض کی حیثیت سے اور باقی نصف دادا کو عصبہ کی حیثیت سے دے دیا ٦٥
(شکل نمبر ۲)

	کل حصے	۲
۱/۲	بہن	۱
باقی	دادا	۱

(شکل / ۲)

دادا اور دو بہنوں کی صورت میں آپ نے بہنوں کو ان کا فریضہ یعنی دو تہائی دے دیا اور باقی دادا کو دے دیا۔ ٦٦
(شکل نمبر ۳)

	کل حصے	۳
۲/۳	دو بہنیں	۲
باقی	دادا	۱

(شکل / ۳)

آپ نے شوہر، ماں، دادا اور چار حقیقی بہنوں کے متعلق فیصلہ دیا کہ شوہر کو نصف حصہ، ماں کو چھٹا، بہنوں کو دو تہائی اور دادا کو چھٹا حصہ دیا جائے۔ ٦٧ (شکل نمبر ۴)
(اس مسئلے میں چونکہ ورثاء کے حصوں کی تعداد یعنی ۹ کل

		۹
۱/۲	شوہر	۳
۱/۶	ماں	۱
۲/۳	چار بہنیں	۴
۱/۶	دادا	۱

(شکل / ٤)

ترکہ کی مقدار یعنی ٦ سے بڑھ گئی تھی جس کی وجہ سے عول کے اصول پر عمل کرتے ہوئے کل ترکہ کے ۹ حصے کئے گئے۔ مترجم)

اگر بہن بیٹی کی وجہ سے عصبہ ہو جائے تو وہ دادا کے ساتھ مقاسمہ کرے گی. اس لئے کہ بہن اور دادا دونوں میں سے ہر ایک عصبہ ہے جو تنہا ہونے کی صورت میں سارے مال کا حقدار ہوتا۔ اب جب دونوں یکجا ہو گئے تو مال آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ جس طرح کہ بہن کی جگہ بھائی کی موجودگی کی صورت میں ہوتا۔

اس بنا پر آپ نے ایک مسئلے میں جس میں پسماندگان میں ایک بیٹی ایک بہن اور دادا رہ گئے تھے یہ فیصلہ دیا کہ بیٹی کو اس کا مقررہ حصہ, یعنی نصف دیا جائے اور باقی ماندہ ترکہ بہن اور دادا کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم کیا جائے گا۔ ۶۸ (شکل نمبر ۵)

	۳	۲	٦
۱/۲ بیٹی		۱	۳
۳ باقی: بہن		۱	۱
۳ باقی: دادا			۲

(شکل / ۵)

(اس مسئلے میں ترکہ کے دو حصے کئے گئے. پھر اسے تین گنا کر کے اس کے چھ حصے بنائے گئے تاکہ ہر وارث کو پورا پورا حصہ ملے اور مسئلے میں کسر نہ آئے۔ مترجم)

ایک شخص وفات پا گیا اور پسماندگان میں ایک بیٹی, دو بہنیں اور دادا چھوڑ گیا۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ بیٹی کو اس کا مقررہ حصہ یعنی نصف دیا جائے۔ اور باقی ترکہ دادا اور دو بہنوں کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم کر دیا جائے۔ ۶۹ (شکل نمبر ٦)

	۴	۲	۸
۱/۲ بیٹی		۱	٤
۴ باقی: دو بہنیں		۱	۲
۴ باقی: دادا			۲

(شکل / ٦)

(اس مسئلے میں بھی اوپر والے مسئلے کی طرح دو کو چار سے ضرب دے کر ترکہ کے آٹھ حصے کر دئے گئے تاکہ ہر وارث

کو پورا پورا حصہ ملے اور مسئلے میں کوئی کسری حصہ نہ آئے۔ (مترجم)

ایک شخص کے پسماندگان میں ایک بیٹی، تین بہنیں اور دادا رہ گئے تھے۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ بیٹی کو اس کا مقررہ حصہ یعنی نصف ملے گا اور باقی ترکہ تینوں بہنوں اور دادا کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ [۶۹] (شکل نمبر ۷)

		۲	۱۰
۱/۲	بیٹی	۱	۵
باقی	تین بہنیں	۱	۳
	دادا		۲

(شکل ۷/)

(اس مسئلے میں بھی ہر وارث کو کسری حصے سے بچا کر پورا حصہ دینے کے لئے ترکہ کے دس حصے کئے گئے ہیں۔ مترجم)

تیسری حالت:

یہ ہے کہ دادا کے ساتھ حقیقی بھائی اور علاتی بہنیں ہوں۔ اس حالت کی بھی پھر مختلف صورتیں بنتی ہیں۔

پہلی صورت:

اگر حقیقی بھائی بہنوں (یعنی خواہ صرف بھائی یا صرف بہنیں یا بھائی بہن دونوں) کی تعداد دو یا دو سے زائد ہو تو ایسی صورت میں علاتی بھائی بہن وراثت سے محروم رہیں گے۔ خواہ وہ سب بھائی ہوں یا بھائی بہنیں ہوں یا صرف بہنیں۔ نیز وہ دادا کا حصہ گھٹانے کے لئے حقیقی بھائی بہنوں کے ساتھ مقاسمہ میں بھی داخل نہیں ہو سکیں گے، جیسا کہ سلف میں سے بعض حضرات کی رائے ہے۔ بلکہ سارا مال دادا اور حقیقی بھائی بہن، اپنے اپنے حصے کے مطابق، سمیٹ لیں گے [۷۱] یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ایک ہے جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا تھا۔ [۷۲] اس اصول کی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے درج ذیل مسائل میں یوں فیصلے کئے تھے:

ایک شخص کی وفات ہو گئی اور اپنے پیچھے ایک حقیقی بھائی، ایک علاتی بھائی اور ایک دادا چھوڑ گیا۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ دادا کو

نصف حصہ دیا جائے، اور باقی نصف حصہ حقیقی بھائی کو دے دیا جائے، اور علاقی بھائی حقیقی بھائی کی وجہ سے محجوب، یعنی محروم ہو جائے گا۔[43] (شکل نمبر ۸)

		کل حصے	٢
مقاسمہ		حقیقی بھائی	١
		دادا	١
محروم		علاقی بھائی	—

(شکل / ۸)

ایک شخص مر گیا اور دو حقیقی بہنیں، ایک علاقی بھائی اور دادا چھوڑ گیا۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ حقیقی بہنوں کو ان کا مقررہ حصۂ یعنی دو تہائی ملے گا۔ باقی ماندہ ترکہ دادا کو ملے گا اور علاقی بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔[44] (شکل نمبر ۹)

	کل حصے	٣
٢/٣	دو حقیقی بہنیں	٢
باقی	دادا	١
محروم	علاقی بھائی	—

(شکل / ۹)

آپ نے ماں، دو حقیقی بہنوں، ایک علاقی بھائی اور دادا کی وراثت کے متعلق جو فیصلہ دیا وہ یہ ہے کہ ماں کو اس کا مقررہ حصۂ یعنی چھٹا حصہ، اسی طرح دونوں حقیقی بہنوں کو ان کا مقررہ حصۂ یعنی دو تہائی اور باقی دادا کو ملے گا۔ علاقی بھائی محروم رہے گا۔[45] (شکل نمبر ۱۰)

	کل حصے	٦
١/٦	ماں	١
٢/٣	دو حقیقی بہنیں	٤
باقی	دادا	١
محروم	علاقی بھائی	—

(شکل / ۱۰)

ایک شخص کے ترکہ کے متعلق جس کی دو حقیقی بہنیں، ایک علاقی بھائی اور بہن اور دادا رہ گئے تھے، یہ فیصلہ دیا کہ حقیقی بہنوں کو ان کا مقررہ حصۂ یعنی دو تہائی اور باقی ترکہ دادا کو عصبہ کی حیثیت سے مل جائے گا۔ علاقی بھائی اور بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔[46] (شکل نمبر ۱۱)

	کل حصے	٣
٢/٣	دو حقیقی بہنیں	٢
باقی	دادا	١
محروم	علاقی بھائی	—
	علاقی بہن	—

(شکل / ۱۱)

ایک شخص اپنے پسماندگان میں دو حقیقی بہنیں، دو علاقی بہنیں، اور دادا چھوڑ گیا۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ حقیقی بہنوں کو ان کا

مقررہ حصہ یعنی دو تہائی اور باقی ماندہ ترکہ دادا کو مل جائے گا. علاتی بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ [۴۷] (شکل نمبر ۱۲)

	کل حصے	۳
۲/۳	حقیقی بہنیں	۲
باقی	دادا	۱
محروم	علاتی بہنیں	—

(شکل / ۱۲)

ایک شخص کا انتقال ہو گیا اور اس کے پسماندگان میں دو حقیقی بہنیں، ایک علاتی بہن اور دادا رہ گئے۔ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ حقیقی بہنوں کو ان کا مقررہ حصہ یعنی دو تہائی. اور باقی ترکہ دادا کو ملے گا. علاتی بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔ [۴۸]
(شکل نمبر ۱۳)

	کل حصے	۳
۲/۳	دو حقیقی بہنیں	۲
باقی	دادا	۱
محروم	علاتی بہن	—

(شکل / ۱۳)

دوسری صورت:

اگر حقیقی بہنوں میں سے صرف ایک بہن ہو اور اس کے ساتھ کوئی اور حقیقی بھائی یا حقیقی بہن نہ ہو البتہ علاتی بھائی بہن ہوں تو پھر اس کی دو حالتیں ہوں گی:

اول:

حقیقی بہن کے ساتھ ایک یا ایک سے زائد علاتی بہنیں ہوں گی تو ایسی صورت میں یہ علاتی بہن یا بہنیں چھٹے حصے کی مستحق ہوں گی تاکہ دو تہائی حصے مکمل ہو جائیں جو در حقیقت بہنوں کے مقررہ حصے ہیں۔

اس اصول کی بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک حقیقی بہن. ایک علاتی بہن اور دادا کے متعلق فیصلہ دیا کہ حقیقی بہن کو نصف حصہ. علاتی کو چھٹا حصہ ملے گا تاکہ دو تہائی حصے مکمل ہو جائیں اور باقی ترکہ دادا کو مل جائے گا۔ [۴۹] (شکل نمبر ۱۴)

	کل حصے	٦
۱/۲	حقیقی بہن	۳
۱/٦	علاتی بہن	۱
باقی	دادا	۲

(شکل / ۱۴)

دوم:

علاتی بہن کے ساتھ ایک علاتی بھائی بھی ہو جو اسے عصبہ بنا دے. ایسی صورت میں ان دونوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس اصول کے تحت آپ نے درج ذیل مسئلے میں جو فیصلہ دیا وہ یہ ہے:

پیچھے رہ جانے والے ورثاء میں سے ایک حقیقی بہن کو نصف حصہ، اور باقی دادا کو مل جائے گا۔ اور علاتی بھائی بہنوں میں سے کسی کو کچھ نہیں ملے گا۔ ۵۰؎ (شکل نمبر ۱۵)

	کل حصے	۲
۱/۲	حقیقی بہن	۱
باقی	دادا	۱
محروم	علاتی بھائی	—
محروم	علاتی بہن	—

(شکل / ۱۵)

اسی طرح اگر حقیقی بہن کے ساتھ ایک علاتی بھائی اور دادا ہوں تو آپ نے اس صورت کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ حقیقی بہن کو نصف حصہ اور باقی دادا کو مل جائے گا۔ علاتی بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔ ۵۱؎ (شکل نمبر ۱۶)

	کل حصے	۲
۱/۲	حقیقی بہن	۱
باقی	دادا	۱
محروم	علاتی بھائی	—

(شکل / ۱۶)

چوتھی حالت:

یہ ہے کہ دادا اور حقیقی بھائی بہنوں کے ساتھ اخیافی بھائی بہن بھی ہوں، اب جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جد کے ساتھ علاتی بہنوں کو وارث نہیں ٹھہراتے تھے تو اخیافی بھائی بہنوں کو بطریق اولی وارث قرار نہ دیتے۔ اسی لئے آپ سے منقول روایات میں اس پر اتفاق ہے کہ آپ دادا کے ساتھ اخیافی بھائی یا اخیافی بہن کو وارث قرار نہیں دیتے تھے۔ ۵۲؎

پانچویں حالت:

اگر دادا اور بھائی بہنوں کے ساتھ ذوی الفروض میں سے بھی کوئی ہو تو دادا کو تین صورتوں میں بہتر صورت کے تحت حصہ ملے گا۔ (۱) چھٹا حصہ یا (۲) صاحب فرض کا حصہ دینے کے بعد باقی کا تہائی (۳) یا مقاسمہ۔ سنن بیہقی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر دادا کے ساتھ بھائی بہنیں ہوں اور صاحب فرض بھی تو پہلے ذوی الفروض کو ان کے حصے دیے جائیں گے۔ پھر اگر دادا کے لئے باقی کا تہائی مقاسمہ سے بہتر ہو گا تو اسے باقی کا تہائی مل جائے گا۔ اور اگر مقاسمہ بہتر رہے گا تو وہ مقاسمہ کرے گا۔ اگر کل ترکہ کا چھٹا حصہ اس کے لئے مقاسمہ سے بہتر ہو گا تو اسے چھٹا حصہ مل جائے اور اگر برعکس مقاسمہ بہتر رہے گا تو مقاسمہ کرے گا۔ ۵۳؎ مگر اس میں ایک شرط یہ ہو گی کہ ماں کو دادا سے زیادہ نہ ملے، کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ ماں کو دادا پر فضیلت

نہیں دیتے تھے۔ ۵۴

اگر کسی مسئلے میں یہ ظاہر ہو جائے کہ ماں کا حصہ دادا کے حصے سے بڑھ رہا ہے تو دو صورتوں میں سے ایک صورت ہوگی :

اول :

ماں کے سوا دوسرے ذوی الفروض کو ان کے مقررہ حصے دینے کے بعد ترکہ میں کچھ باقی رہ جائے. ایسی صورت میں حضرت ابن مسعودؓ ماں کو باقی کا تہائی دیتے ہیں بشرطیکہ باقی کا تہائی دے کر ماں کا حصہ دادا کے حصے سے کم رہ جائے یا اس کے برابر ہو جائے۔ پھر باقی ماندہ ترکہ کو دادا اور بہن بھائیوں کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول کے تحت تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس بنا پر آپ نے بہن، ماں اور دادا کے حصوں کے متعلق یہ فیصلہ دیا تھا کہ بہن کو نصف ترکہ ملے گا اور ماں کو باقی کا تہائی ملے گا اور باقی رہ جانے والا ترکہ دادا کو مل جائے گا۔ (شکل نمبر ۱۷)

	کل حصے	٦
$\frac{1}{2}$	بہن	٣
باقی کا $\frac{1}{3}$	ماں	١
باقی	دادا	٢

(شکل / ۱۷)

مسئلے کی اس شکل میں سلف کا بہت زیادہ اختلاف رہا ہے۔ حاکم عراق حجاج بن یوسف ثقفی نے اس کے متعلق عامر بن شراحیل شعبیؒ کو اپنے پاس بلا کر پوچھا تھا کہ دادا، ماں اور بہن کے حصوں کے متعلق تمہارا کیا فتویٰ ہے؟ شعبیؒ نے جواب دیا: "اس مسئلے میں پانچ صحابہ کرام کا اختلاف رہا ہے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں، ابن مسعود، علی، عثمان، زید بن ثابت اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم"

حجاج: "ابن عباسؓ نے اس کے متعلق کیا کہا؟ ان کی رائے تو بڑی پختہ ہوتی "

شعبی: "انہوں نے دادا کو باپ قرار دے کر بہن کو کچھ نہیں دیا اور ماں کو ترکہ کا تہائی حصہ دے دیا"

حجاج: "ابن مسعودؓ نے کیا کہا؟"

شعبی: "انہوں نے ترکہ کے چھ حصے کئے. بہن کو تین حصے. دادا کو دو حصے اور ماں کو بہن کا مقررہ حصہ دینے کے بعد باقی کا ثلث یعنی ایک حصہ دیا"

حجاج: "امیرالمومنین عثمان بن عفان ؓ نے کیا طریقہ اختیار کیا؟"

شعبی: "ترکہ کے تین حصے کر کے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دے دیا"

حجاج: "ابو تراب، یعنی حضرت علی ؓ نے کیا رائے دی؟"

شعبی: "انہوں نے ترکہ کے چھ حصے کر کے بہن کو تین حصے. ماں کو دو حصے اور دادا کو ایک حصہ دیا"

حجاج: "زید بن ثابت ؓ کا کیا قول ہے؟"

شعبی: "انہوں نے ترکہ کے نو حصے کئے. ماں کو تین حصے. دادا کو چار حصے اور بہن کو دو حصے دئے"

اس مکالمے کے بعد حجاج نے قاضی کو حکم دیا کہ وہ اس مسئلے میں وہی فیصلہ دے جو فیصلہ امیرالمومنین عثمان ؓ نے دیا تھا۔[۸۵]

دوم:

ماں کے سوا ذوی الفروض کو ان کے مقررہ حصے دینے کے بعد ترکہ میں کچھ باقی نہ رہے۔ ایسی صورت میں ابن مسعود ؓ ماں کو اس کا مقررہ حصہ دے دیتے. اس کے بعد مسئلے میں عول کا قاعدہ چلایا جاتا اور پھر آپ ماں کے مقررہ حصے کو ماں اور دادا کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کر دیتے یعنی اس حصے کا آدھا ماں کو مل جاتا اور آدھا دادا کو۔

آپ نے ایک بہن، شوہر، ماں اور دادا کے حصوں کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ بہن کو اس کا مقررہ حصہ یعنی نصف ملے گا اور شوہر کو بھی اس کا مقررہ حصہ یعنی نصف مل جائے گا. ماں کو تہائی حصہ ملے گا اور پھر یہ تہائی حصہ مساوی طور پر ماں اور دادا کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا۔[۸۶]

(شکل نمبر ۱۸)

		٦ / ٨
۱/۲	بہن	۳
۱/۲	شوہر	۳
۱/۳	ماں / دادا	۲

(شکل / ۱۸)

(اس مسئلے میں جیسا کہ ظاہر ہے عول کیا گیا ہے اور ورثاء کے حصے پورے نہ ہونے کی وجہ سے کل ترکہ کو چھ کی بجائے آٹھ حصوں میں تقسیم کر کے ورثاء کے حصے پورے کئے گئے ہیں۔ مترجم)

شوہر، ماں، ایک بھائی اور دادا کے حصوں کے متعلق آپ نے یہ فیصلہ دیا کہ شوہر کو نصف ترکہ یعنی تین حصے، ماں کو باقی ماندہ کا تہائی، بھائی کو ایک حصہ اور دادا کو ایک حصہ دیا جائے۔ (شکل نمبر ۱۹)

کل حصے		٦
½ شوہر		٣
باقی کا ⅓ ماں		١
باقی	بھائی	١
	دادا	١

(شکل / ۱۹)

آپ نے ماں کو باقی کا تہائی دیا اور دادا کے ساتھ اس کا مقاسمہ نہیں کیا کیونکہ دادا بھائی کے مقاسمہ کرنے والا تھا۔ [۵۷]

٦) دادا کے ساتھ بھائی بہنوں کی وراثت کی صورتیں یہ تھیں جو اوپر بیان ہوئیں۔ رہی بھائی بہنوں کی اولاد تو وہ دادا کے ساتھ کسی طرح وارث نہیں ہوتی۔ [۵۸]

ج۔ اخیافی بھائی بہنوں کی میراث:

ان کی میراث کے مندرجہ ذیل احوال ہیں:

۱) اگر ایک ہو خواہ مذکر ہو یا مونث تو اسے چھٹا حصہ ملے گا۔ ارشاد باری ہے۔ (وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ: اگر کوئی مرد یا عورت بے اولاد مر جائے اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں لیکن اس کی ایک بہن یا ایک بھائی زندہ ہو تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا)

۲) اگر ایک سے زائد ہوں خواہ صرف مذکر ہوں یا صرف مونث ہوں یا بہن بھائی دونوں ہوں تو ان کو تہائی حصہ ملے گا جسے وہ آپس میں مساوی طور پر تقسیم کر لیں گے یعنی جتنا حصہ مذکر کو ملے گا اتنا ہی مونث کو ملے گا۔ ارشاد باری ہے (فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ: اگر یہ ایک سے زائد ہوں تو پھر یہ تہائی میں شریک ہوں گے)

۳) اگر میت کی فرع وارث ہو رہی ہو تو یہ محجوب یعنی محروم ہو جائیں گے۔ فرع سے مراد اولاد اور بیٹے کی اولاد ہے۔ اسی طرح یہ میت کی اصل کی موجودگی میں بھی محروم رہیں گے۔ یہ

باپ اور دادا ہیں [۸۹] ارشاد باری ہے (قُلِ اللهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ : اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ وَلَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۔ کہو اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ [۹۰] کے متعلق فتویٰ دیتا ہے اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکے میں سے نصف پائے گی) دادا کی موجودگی میں اخیافی بھائی بہنوں کی وراثت سے محرومی ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا تھا۔ [۹۱]

۴) اگر اخیافی بھائی بہنوں کو ان کا مقررہ حصہ دینے کے بعد حقیقی بھائی بہنوں کے لئے ترکہ میں سے کچھ باقی نہ بچے تو وہ اخیافی بھائی بہنوں کے حصے میں شریک ہوں گے اور اس حصے کو اپنے درمیان تقسیم کر لیں گے۔ اس لئے کہ ماں کی حد تک یہ سب ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ ابراہیم نخعی نے کہا: "حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سب کی رائے اس مرنے والی عورت کے متعلق یکساں تھی، جس کے پسماندگان میں شوہر، ماں، حقیقی بھائی بہن اور اخیافی بھائی بہن رہ گئے ہوں کہ:

"ان کے باپ نے ان کی قرابت میں اور اضافہ کر دیا ہے" [۹۲] یہ حضرات شوہر کو نصف ترکہ اور ماں کو چھٹا حصہ دیتے اور حقیقی اور اخیافی بھائی بہن باقی ماندہ ترکہ میں شریک ہوتے۔ [۹۳] (شکل نمبر ۲۰)

کل حصے	٦
١/٢ شوہر	٣
١/٦ ماں	١
باقی [حقیقی بھائی بہن / اخیافی بھائی بہن]	٢

(شکل / ۲۰)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے حقیقی بھائی بہنوں کو کچھ نہیں دیا۔ امام بیہقی کا کہنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پہلی روایت درست ہے اس لئے کہ شعبیؒ اور نخعیؒ جو اس کے راوی ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مسلک کا زیادہ علم رکھتے تھے، اگرچہ ان دونوں نے آپ کو دیکھا نہیں تھا، جبکہ دوسری روایت کے راوی ابو قیس اودی ہیں جنہوں نے حضرت ابن مسعودؓ کو دیکھا ہے اور اس لحاظ سے یہ روایت موصولہ ہے لیکن اس کے مقابلے میں پہلی روایت زیادہ ثقہ ہے۔ [۹۴]

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پہلے اخیافی بھائی بہنوں

کو ان کا مقررہ حصہ دے دیتے۔ اس کے بعد اگر ترکہ بچ جاتا تو باقی ماندہ مال حقیقی بھائی بہنوں کو عصبات کی حیثیت سے دے دیتے اگر ترکہ میں کچھ باقی نہ رہتا تو انہیں کچھ نہ دیتے اس لئے کہ عصبات ترکے میں سے وہی مال لیتے ہیں جو ذوی الفروض سے بچ جائے۔ اور اگر کچھ باقی نہ بچے تو انہیں کچھ نہیں ملتا. حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ طریق کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی متابعت میں تھا۔ پھر جب اس مسئلے میں حضرت عمرؓ کا اجتہاد بدل گیا اور آپ حقیقی بھائی بہنوں کو ترکہ میں ان کے لئے کچھ نہ بچنے کی صورت میں اخیافی بھائی بہنوں کے حصے میں شریک کرنے لگے اور اس سلسلے میں اپنا مشہور فقرہ کہا. ''پہلی صورت وہ تھی جس کی بنیاد پر ہم نے اس مسئلے میں پہلے فیصلے کئے اور اب جو صورت ہے اس کی بنا پر موجودہ فیصلے کر رہے ہیں'' (یعنی ہمارے پہلے فیصلے ہمارے پہلے اجتہاد کے مطابق ہوئے اور اس مسئلے میں جو فیصلے ہم اب کر رہے ہیں وہ ہمارے دوسرے اجتہاد کے مطابق ہو رہے ہیں۔ مترجم)

چنانچہ حضرت عمرؓ کی متابعت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی اس مسئلے میں اپنی رائے بدل لی اور آخر تک اس رائے پر قائم رہے اور اسی کے مطابق فیصلے کرتے رہے۔

د۔ شوہر کی میراث:

اللہ تعالیٰ نے میراث میں شوہر کی دو حالتیں بیان فرمائی ہیں:

۱) نصف جبکہ بیوی کی یا اس کے بیٹے کی (نیچے تک) اولاد نہ ہو۔

۲) چوتھائی حصہ جبکہ بیوی کی یا اس کے بیٹے کی (نیچے تک) اولاد ہو۔

ارشاد باری ہے:

(وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں کے چھوڑے ہوئے ترکے کا نصف ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو. اگر اولاد ہو تو تمہیں ان کے چھوڑے ہوئے ترکے کا چوتھائی ملے گا)

ھ۔ بیوی کی میراث:

اللہ تعالیٰ نے میراث میں بیوی کی بھی دو حالتیں بیان فرمائی ہیں۔

١) چوتھائی حصہ: ایک یا اس سے زائد بیویوں کے لئے جبکہ مرنے والے شوہر کی یا اس کے بیٹے کی (نیچے تک) اولاد نہ ہو۔

٢) آٹھواں حصہ: ایک یا اس سے زائد بیویوں کے لئے جبکہ مرنے والے شوہر کی یا اس کے بیٹے کی (نیچے تک) اولاد ہو۔ ارشاد باری ہے (وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ. فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم : اور ان عورتوں کے لئے تمہارے چھوڑے ہوئے ترکے کا چوتھائی حصہ ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو. اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کے لئے چھوڑے ہوئے ترکہ کا آٹھواں حصہ ہے)

د۔ بیٹیوں کی میراث:

بیٹیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے میراث میں تین حالتیں بیان کی ہیں:

١) نصف۔ اگر ایک بیٹی ہو بشرطیکہ اس کے ساتھ اس کا بھائی نہ ہو جو اسے عصبہ بنا دیتا ہے۔

٢) دو تہائی۔ اگر دو یا دو سے زائد بیٹیاں ہوں بشرطیکہ ان کے ساتھ انہیں عصبہ بنانے کے لئے کوئی بھائی نہ ہو۔

٣) اگر بیٹی یا بیٹیوں کے ساتھ کوئی مذکر ہو (یعنی بیٹا) تو ایسی صورت میں بیٹیاں عصبہ بن جاتی ہیں۔ اور ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ میں اس مذکر کے ساتھ شریک ہوتی ہیں اور پھر للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول کے تحت اسے آپس میں تقسیم کر لیتی ہیں۔ ارشاد باری ہے۔ (يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ. فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ مذکر کا حصہ دو مؤنثوں کے حصوں کے برابر ہے۔ اگر بیٹیاں دو سے زائد ہوں تو ان کے لئے ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے اور اگر ایک ہو تو اس کے لئے ترکے کا نصف حصہ ہے)

ز۔ پوتیوں کی میراث:

میراث میں پوتیوں کے درج ذیل حالات ہیں:

١) اگر ایک ہو تو اسے نصف ملے گا بشرطیکہ اس کے ساتھ بیٹی نہ ہو

٢) اگر دو ہوں تو انہیں دو تہائی ملے گا بشرطیکہ ان کے ساتھ بیٹی نہ ہو اور نہ ہی انہیں عصبہ

بنانے والا کوئی بھائی ہو۔

۳) اگر پوتیوں کے ساتھ پوتا بھی ہو اور میت کی بیٹی یا بیٹیاں یا بہنیں ہوں تو ایسی صورت میں پوتیاں عصبہ ہو جائیں گی اور پوتے کے ساتھ مل کر ذوی الفروض کے حصوں سے باقی ماندہ ترکے کو آپس میں للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم کر لیں گی۔

۴) اگر پوتیوں کے ساتھ ایک بیٹی ہو اور پوتا نہ ہو تو ایسی صورت میں پوتیاں چھٹا حصے لے کر دو تہائی حصے مکمل کریں گی. یعنی بیٹی کو نصف اور پوتیوں کو چھٹا حصہ ملے گا اور یہ دونوں حصے مل کر کل ترکہ کا دو تہائی بن جائیں گے۔ ہزیل بن شرحبیل اودی کہتے ہیں: ''ایک شخص نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور سلمان بن ربیعہ باہلی سے آ کر ایک شخص کے ترکے کے متعلق مسئلہ پوچھا جس نے اپنے پسماندگان میں ایک بیٹی. ایک پوتی اور ایک حقیقی بہن چھوڑی تھی۔ دونوں حضرات نے فتویٰ دیا کہ بیٹی کو نصف ترکہ اور بہن کو نصف ترکہ مل جائے گا اور پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔ پھر دونوں نے سائل کو حضرت ابن مسعودؓ کے پاس جا کر مسئلہ پوچھنے کا مشورہ دیا۔ سائل نے حضرت ابن مسعودؓ سے مسئلہ اور مسئلے پر دونوں حضرات کا فتویٰ بیان کر دیا جسے سن کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

''اگر میں بھی یہی کہوں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور راہ ہدایت گنوا بیٹھوں گا۔ میں وہی فیصلہ کروں گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا. بیٹی کو نصف. اور پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا اور اس طرح دو تہائی مکمل ہو جائے گا۔ باقی ماندہ ترکہ بہن کو مل جائے گا کیونکہ وہ بیٹی کی وجہ سے عصبہ بن جائے گی''[95] (شکل نمبر ۲۱)

کل حصے	۶
۱/۲ بیٹی	۳
۱/۶ پوتی	۱
باقی بہن	۲

(شکل / ۲۱)

۵) اگر پوتیوں کے ساتھ ایک سے زائد بیٹیاں بھی ہوں تو پوتیوں کو کچھ نہیں ملے گا خواہ ان کے ساتھ ان کا اپنا بھائی یا ابن عم (چچازاد بھائی) کیوں نہ ہو جو ان کے برابر کے درجے کا یا ایک پشت نیچے کا ہو۔ ایسی صورت میں باقی ماندہ ترکہ پوتے کو مل جائے گا اور پوتیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ ابن مسعودؓ کے نزدیک مونث اولاد تنہا ہونے کی حالت میں دو تہائی سے زیادہ کی وارث نہیں ہو سکتی اور یہاں پوتیوں کو وارث ٹھہرانے کا

مطلب یہ ہو گا کہ خواتین کو دو تہائی سے زائد چلا گیا! اس لئے کہ بیٹیاں پہلے ہی دو تہائی لے چکی ہیں۔ اس مسئلے میں حضرت ابن مسعودؓ نے صحابہ کرام سے اختلاف کیا ہے۔ [۹۶] آپ کا قول ہے: "جب بیٹیاں دو تہائی پورا کر لیں تو پوتیوں کے لئے کچھ نہیں رہے گا" [۹۷] اسی بنا پر آپ نے ایک شخص کے ترکے کے متعلق جس نے اپنے پیچھے دو بیٹیاں، پوتیاں اور ایک پوتا چھوڑا تھا، یہ فیصلہ دیا کہ دو بیٹیوں کو دو تہائی، اور باقی ماندہ پوتے کو مل جائے گا اور پوتیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ [۹۸] (شکل نمبر ۲۲)

	کل حصے	۳
۲/۳	دو بیٹیاں	۲
باقی	پوتا	۱
محروم	پوتیاں	–

(شکل / ۲۲)

۶) اگر میت کی ایک بیٹی اور پوتیاں رہ گئی ہوں جن کے ساتھ ایک مذکر (بھائی یا چچا زاد بھائی) بھی ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر پوتیوں کو پوتے کے ساتھ مقاسمہ کر کے چھٹا حصہ یا اس سے کم مل رہا ہو تو پھر پوتیاں پوتے سے مقاسمہ کر لیں گی۔ اور اگر پوتیوں کو چھٹے حصے سے زیادہ مل رہا ہو تو انہیں چھٹے حصے سے زائد نہیں دیا جائے گا (یعنی پوتیوں کو مقاسمہ اور چھٹے حصے میں سے جو کم تر ہو گا، وہ دیا جائے گا) [۹۹] اس مسئلے میں بھی حضرت ابن مسعودؓ نے تمام صحابہ کرام سے اختلاف کیا تھا۔ اور اس کی بنیاد اپنے اس اصول پر رکھی تھی کہ اگر بیٹیاں دو تہائی حصہ مکمل کر لیں تو ایسی صورت میں پوتی کو اس کا بھائی یعنی میت کا پوتا عصبہ نہیں بنا سکتا ہے۔ اسی بنا پر آپ نے ایک بیٹی، ایک پوتی اور دو پوتوں کے حصوں کے متعلق فتویٰ دیا کہ بیٹی کو اس کا مقررہ حصہ یعنی نصف دیا جائے گا۔ اور پوتی پوتوں کے ساتھ مقاسمہ کرے گی، کیونکہ مقاسمہ اس کے لئے چھٹے حصے سے بڑھ کر ضرر رساں ہو گا [۱۰۰] (شکل نمبر ۲۳)

		۵	۲	۱۰
۱/۲		بیٹی	۱	۵
مقاسم		پوتی	۱	۱
		دو پوتے		۴

(شکل / ۲۳)

آپ نے ایک بیٹی، ایک پوتی اور دو پڑپوتوں کے متعلق فیصلہ دیا کہ بیٹی کو نصف ملے گا، پوتی کو چھٹا حصہ اور باقی ماندہ ترکہ دو پڑپوتوں کو مل جائے گا اس لئے کہ آپ کی رائے میں بیٹے کی مونث اولاد کو ترکے کے تہائی حصے سے زائد نہیں ملنا چاہیے۔ الخ (شکل نمبر ۲۴)

		کُل حصے	٦
½	بیٹی		۳
⅙	پوتی		۱
باقی	دو پڑپوتے		۲

(شکل / ۲۴)

ح۔ حقیقی بہنوں کی میراث:

میراث میں حقیقی بہنوں کے درج ذیل احوال ہیں:

۱) نصف اگر ایک ہو اور اس کے ساتھ اسے عصبہ بنانے والا بھائی نہ ہو۔

۲) دو تہائی اگر دو یا دو سے زائد ہوں اور ان کے ساتھ انہیں عصبہ بنانے والا بھائی نہ ہو۔

۳) اگر ایک یا اس سے زائد بہنوں کے ساتھ بھائی بھی ہو تو وہ انہیں عصبہ بنا دے گا۔ اور ذوی الفروض کے حصص کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول کے تحت اپنی بہنوں کے ساتھ تقسیم کر لے گا۔ ارشاد باری ہے يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ، وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ، فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ، وَإِن كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ لوگ تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں، کہو اللہ تمہیں کلالہ کے متعلق فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکہ میں سے نصف پائے گی اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کا وارث ہو گا اور اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو وہ ترکے میں سے دو تہائی کی حقدار ہوں گی اور اگر کئی بھائی بہنیں ہوں تو عورتوں کو اکہرا اور مردوں کا دوہرا حصہ ہو گا)

۴) اگر میت کا بیٹا یا پوتا (نیچے تک) موجود ہو تو یہ محروم رہیں گی۔ اسی طرح میت کے باپ کی موجودگی میں بھی انہیں کچھ نہیں ملے گا۔

۵) دادا کی موجودگی میں ان کی میراث کے احوال ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵ جز۔ ب، فقرہ ۵)

۶) بیٹیوں کے ساتھ یہ عصبہ ہو جاتی ہیں اور بیٹیوں نیز دوسرے ذوی الفروض کے مقررہ حصوں کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ ترکہ انہیں ملے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک شخص کے ترکے کے متعلق فتویٰ دیا تھا جس کی ایک بیٹی اور ایک بہن پیچھے رہ گئی تھی کہ بیٹی کو اس کا مقررہ حصۂ یعنی نصف دیا جائے گا اور باقی ماندہ ترکہ بہن عصبہ ہونے کی بنا پر لے لے گی[۲۰۱] اسی طرح آپ نے ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن کے حصوں کے متعلق یہ فتویٰ دیا تھا کہ بیٹی کو نصف ترکہ اور پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا۔ تاکہ کل ترکے کا دو تہائی مکمل ہو جائے۔ اور باقی ماندہ ترکہ عصبہ ہونے کی بنا پر بہن کو مل جائے گا۔[۲۰۲]

ط۔ علاتی بہنوں کی میراث:

میراث میں علاتی بہنوں کے احوال درج ذیل ہیں:

۱) نصف جب ایک ہو اور میت کی حقیقی بہنیں نہ ہوں۔

۲) دو تہائی جب کہ دو یا دو سے زائد ہوں اور میت کی حقیقی بہنیں ساتھ نہ ہوں۔

۳) چھٹا حصہ جب کہ ایک حقیقی بہن بھی ساتھ ہو تاکہ دو ثلث مکمل ہو جائیں بشرطیکہ علاتی بھائی موجود نہ ہو۔ اگر علاتی بھائی ہو گا تو انہیں مقاسمہ یا سدس (چھٹا حصہ) میں سے جو زیادہ نقصان دہ ہو گا مل جائے گا اور باقی ماندہ ترکہ ان کے بھائی کو مل جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے میت کی ایک حقیقی بہن، علاتی بہنوں اور ایک علاتی بھائی کے حصوں کے متعلق یہ فتویٰ دیا تھا کہ حقیقی بہن کو اس کا مقررہ حصۂ یعنی نصف اور علاتی بہنوں کو چھٹا حصہ دیا جائے گا کیونکہ یہ چھٹا حصہ ان کو مقاسمہ کے مقابلے میں زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔ اور باقی ماندہ ترکہ علاتی بھائی کو دے دیا جائے گا۔[۲۰۳] اس مسئلے میں حضرت ابن مسعودؓ نے تمام صحابہ سے اختلاف کیا تھا۔

۴) دو حقیقی بہنوں کی موجودگی میں یہ علاتی بہنیں وارث نہیں ہوں گی خواہ ان کے ساتھ ان کا بھائی بھی کیوں نہ ہو۔ ترکے کا باقی ماندہ حصہ علاتی بھائی کو مل جائے اور علاتی بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس مسئلے میں بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بقیہ صحابہ سے اختلاف رہا۔ آپ کے نزدیک انہیں بیٹیوں کی طرح ہیں جو دو تہائی سے زیادہ کی حقدار

نہیں۔ اسی بنا پر آپ نے دو حقیقی بہنوں. ایک علاتی بہن اور ایک علاتی بھائی کے حصوں کے متعلق فیصلہ دیا کہ بیٹیوں کو دو تہائی ان کے مقررہ حصوں کے طور پر دیا جائے اور باقی علاتی بھائی کو دے دیا جائے اور علاتی بہن محروم رہے۔ ۵۰؎ (شکل نمبر ۲۵)

	کل حصے	۶
۲/۳	دو حقیقی بہنیں	۴
باقی	علاتی بھائی	۲
محروم	علاتی بہن	-

(شکل / ۲۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود کے اس فیصلے پر حضرت زید بن ثابتؓ نکتہ چینی کرتے ہوئے فرماتے تھے. "یہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا فیصلہ ہے کہ مردوں کو وارث قرار دیتے تھے اور عورتوں کو محروم رکھتے تھے۔ "۶۰؎

۵) بیٹیوں یا پوتیوں کی موجودگی میں حقیقی بہنوں کی طرح یہ علاتی بہنیں بھی عصبہ بن جاتی ہیں۔

۶) دادا کی موجودگی میں ان کی وراثت کے احوال ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۵ جز۔ ب، فقرہ ۵)

ی۔ ماں کی میراث.

میراث میں ماں کی درج ذیل حالتیں ہیں:

۱) چھٹا حصہ میت کی یا اس کے بیٹے کی اولاد (نیچے تک) کی موجودگی میں. اسی طرح بھائیوں اور بہنوں کی موجودگی میں بھی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا خواہ یہ بھائی بہنیں خود وارث ہو رہے ہوں یا محروم ہوں۔حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا. "میت کے ایسے بھائی بہن جو غلام یا نصرانی ہوں وہ ماں کو تہائی سے روک کر چھٹے حصے تک پہنچا دیتے ہیں اور خود وارث نہیں ہوتے" ۷۰؎

۲) تہائی حصہ جبکہ میت کی یا اس کے بیٹے کی اولاد نہ ہو یا بھائی بہن موجود نہ ہوں۔ ارشاد باری ہے ﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ﴾ اور میت کے والدین میں سے ہر ایک کے لئے ترکے کا چھٹا حصہ اگر میت کی اولاد ہو۔ اگر اولاد نہ ہو اور اس کے والدین وارث

ہو رہے ہوں تو ماں کو ترکے کا تہائی حصہ ملے گا اور اگر اس کے بھائی بہن ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا)

۴) اگر پسماندگان میں ماں باپ یا دادا رہ جائیں تو یہ جائز نہیں ہے کہ ماں کا حصہ باپ یا دادا کے حصے سے بڑھ جائے. حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ماں کو دادا پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ [۱۰۸]

	کل حصے	۱۲
۱/۴	بیوی	۳
باقی کا ۱/۳	ماں	۳
باقی	باپ یا دادا	٦

(شکل / ۲٦)

اس بارے میں آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے۔ آپ پسماندگان میں بیوی اور والدین کے حصوں کے متعلق یہ فیصلہ دیتے تھے کہ بیوی کو اس کا مقررہ حصہ یعنی چوتھائی ماں کو باقی ماندہ کا تہائی اور دونوں کو ان کے حصے دینے کے بعد باقی ماندہ باپ کو دیا جائے گا۔ (شکل نمبر۲٦)

آپ کہا کرتے. "جب عمرؓ کسی راستے پر چلتے ہیں اور پھر ہم ان کی پیروی میں اس راستے پر چلنے لگتے ہیں. تو ہمیں وہ راستہ بڑا آسان معلوم ہوتا ہے"[۱۰۹] دراصل آپ اپنے اس قول سے یہ اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس معاملے میں حضرت عمرؓ کے فیصلے پر آپ کو پورا شرح صدر ہے اور آپ حضرت عمرؓ کی پیروی کر رہے ہیں۔ آپ کہا کرتے تھے. "میں اللہ کے حضور اس حالت میں پیش ہونا نہیں چاہتا کہ میں ماں کو باپ پر فضیلت دینے کا مرتکب ٹھہروں"[۱۱۰]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ماں کو باپ یا دادا کی موجودگی میں باقیماندہ کا تہائی دو شرطوں کے ساتھ دیتے تھے۔ اول یہ کہ ماں کو کل ترکہ کا تہائی دینے سے اس کا حصہ باپ کے حصے سے بڑھ جاتا ہو۔ دوسری یہ کہ باقیماندہ کا تہائی دینے سے ماں کا حصہ دادا کے حصے کے برابر ہو جائے یا کم ہو جائے۔ اسی بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے درج ذیل مسائل میں یہ فیصلے دئے۔ ایک شخص کی وفات کے بعد اس کی ایک بہن. ماں اور دادا رہ گئے. آپ نے فیصلہ دیا کہ بہن کو اس کا مقررہ حصہ, یعنی نصف ترکہ. ماں کو باقیماندہ کا تہائی اور باقی دادا کو دے دیا جائے۔ [۱۱۱] (شکل نمبر ۲۷)

	کل حصے	٦
۱/۲	بہن	۳
باقی کا ۱/۳	ماں	۱
باقی	دادا	۲

(شکل / ۲۷)

آپ نے شوہر، ماں، ایک بھائی اور دادا کے حصوں کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ شوہر کو نصف ترکہ، ماں کو باقی کا تہائی، اور باقیماندہ ترکہ بھائی اور دادا کو نصف نصف دے دیا جائے۔ [۱۲] (شکل نمبر ۲۸)

	کل حصے	٦
½	شوہر	٣
باقی کا ⅓	ماں	١
باقی	بھائی	٢
	دادا	

(شکل / ۲۸)

ذوی الفروض کو ان کے مقررہ حصے دے کر باقی کا تہائی ماں کو دینے پر اگر ماں دادا سے بڑھ کر حصہ لے جاتی ہو تو ایسی صورت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ماں کا دادا کے ساتھ مقاسمہ کرتے۔ اسی بنا پر آپ نے شوہر، ماں، ایک بہن اور دادا کے حصوں کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ شوہر کو اس کا مقررہ حصہ یعنی نصف اور بہن کو اس کا مقررہ حصہ یعنی نصف دیا جائے۔ اب چونکہ ماں کو کل ترکہ کا یا باقیماندہ ترکہ کا تہائی دینے سے اس کا حصہ دادا کے حصے سے بڑھ رہا تھا، اس لئے کہ دادا عصبہ تھا، اور اس کے لئے کچھ نہیں بچ رہا تھا۔ اس لئے آپ نے ماں کا حصہ یعنی کل ترکہ کا تہائی اس کے اور دادا کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا۔ [۱۳] (شکل نمبر ۲۹)

		٦	٨
½	شوہر		٣
½	بہن		٣
⅓	ماں		١
	دادا		١

(شکل / ۲۹)

(اس مسئلے میں عول کا قاعدہ استعمال کیا گیا ہے اور اصل حصے یعنی ٦ کو عول کر کے ٨ بنایا گیا۔ مترجم)

ک۔ دادی نانی یا دادیوں نانیوں کی میراث:

١) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جدہ (دادی یا نانی) کو چھٹا حصہ دیتے تھے۔ خواہ وہ ایک ہو یا ایک سے زائد اور خواہ یہ سب دادیاں ہوں یا نانیاں [۱۴] اور خواہ میت سے قرب کے لحاظ سے مساوی ہوں یا غیر مساوی کیونکہ آپ قریب اور بعید دونوں قسم کی دادیوں اور نانیوں کو چھٹے حصے میں شریک کرتے تھے [۱۵] جسے وہ آپس میں مساوی طور پر

تقسیم کر لیتیں. اس میں صرف ایک شرط تھی وہ یہ کہ ان میں سے کوئی دوسری کی ماں نہ ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ ماں کو محروم کر دیتے اور اس کی بیٹی کو (جو فی الوقت میت کی دادیوں نانیوں میں سے ایک ہوتی) شریک کرتے [١٦]

ایک شخص فوت ہو گیا اور ایک دادی، ایک نانی، ایک پڑنانی اور باپ اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔ اس مسئلے میں آپ نے دادی اور نانی کو چھٹے حصے میں شریک کر دیا اور پڑنانی کو اس کی بیٹی یعنی میت کی نانی کی وجہ سے محروم کر دیا اور باقیماندہ ترکہ باپ کو دے دیا۔ (شکل نمبر ٣٠)

کل حصّے	٦
ماں باپ	١
نانی	
پڑنانی	–
باپ	٥

(شکل / ٣٠)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ تین سے زائد دادیوں / نانیوں کو وراثت نہیں دیتے تھے۔ ان میں سے دو تو باپ کی طرف سے ہوتیں اور ایک ماں کی طرف سے۔ [١٧] مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ماں کی طرف سے دو اور باپ کی طرف سے ایک [١٨] لیکن سنن بیہقی کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ یہ صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دادا میت سے دو پشتوں کے فاصلے پر ہو اور اس کے ساتھ باپ کی طرف سے دو دادیاں اور ماں کی طرف سے ایک نانی وارث ہو رہی ہو۔

اور ابن سیرین نے جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپ دادیوں اور نانیوں کو خواہ ان کی تعداد دس کیوں نہ ہو چھٹے حصے میں شریک کرتے تھے اور فرماتے: "یہ حصہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ہے" [١٩] اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ چھٹا حصہ وارث ہونے والی تمام دادیوں نانیوں کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ دس دادیوں نانیوں کو وارث قرار دیتے تھے۔

٢) میت کا باپ کسی بھی جدہ کو خواہ وہ دادی ہو یا نانی اور خواہ وہ خود اس کی اپنی ماں ہو، محروم نہیں کر سکتا بلکہ اس کے ساتھ وہ بھی وارث ہو گی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے: "پہلی دادی جو اسلام میں اپنے مرحوم پوتے کی وارث ٹھہرائی گئی وہ تھی جس کا بیٹا ابھی زندہ تھا" [٢٠] ابن ابی شیبہ نے عامر شعبیؒ سے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے سوا کسی صحابی نے دادا کو اس کے بیٹے کے ساتھ وارث نہیں

ٹھہرایا۔ یہ روایت درست نہیں ہے۔ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ دادی کو اس کے بیٹے کی موجودگی کے باوجود وارث قرار دیتے تھے۔ [۱۲۱]

۳) ماں تمام دادیوں اور نانیوں کو محروم کر دیتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے۔
"دادیوں نانیوں کو صرف ماں ہی محروم کر سکتی ہے"۔ [۱۲۲]

۶۔ عصبات کی میراث:

ا۔ عصبات ان وارثوں کو کہا جاتا ہے جن کے لئے ترکہ میں حصے مقرر نہیں ہیں اور اگر ذوی الفروض کو ان کے مقررہ حصص دینے کے بعد کچھ بچ رہے تو وہ انہیں مل جاتا ہے۔

ب۔ عصبات کی دو قسمیں ہیں۔ عصبہ نسبی اور عصبہ سببی

۱) عصبہ نسبی کی پھر تین قسمیں ہیں:

ا) عصبہ بنفسہ: یہ ہر وہ مذکر ہے جس کی میت تک نسبت میں کوئی مونث درمیان میں نہ آئے۔ ایسے عصبات کی نسبت کی چار جہتیں ہیں۔ جن کی قوت کے لحاظ سے حسب ذیل ترتیب ہے:

پہلی جہت: بیٹے کی جہت ہے یعنی میت کا بیٹا، پوتا (نیچے تک)
دوسری جہت: باپ کی جہت ہے یعنی میت کا باپ، دادا (اوپر تک)
تیسری جہت: بھائی کی جہت ہے یعنی میت کا بھائی، بھتیجا (نیچے تک)
چوتھی جہت: چچا کی جہت ہے یعنی میت کا چچا، چچا کا بیٹا (نیچے تک)

اگر عصبات کی جہتیں مختلف ہوں تو سب سے پہلے بیٹے کی جہت، پھر باپ کی جہت پھر بھائی کی جہت اور آخر میں چچا کی جہت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس ترتیب میں ہر جہت والا عصبہ اپنے مابعد کی جہت والے عصبہ کو محروم کر دے گا، البتہ باپ اور بیٹے کی جہتوں میں یہ قاعدہ نہیں چلے گا، اور باپ کی جہت والا بیٹے کی جہت والے کی وجہ سے محروم نہیں ہو گا، بلکہ بیٹے کی جہت والا عصبہ بن جائے گا۔ جب کہ باپ کی جہت والا عصبات کے گروہ سے نکل کر ذوی الفروض کے گروہ میں شامل ہو جائے گا۔ اسی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے میت کے باپ اور بیٹے کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ باپ کو چھٹا حصہ دیا جائے گا اور باقی بیٹے کو مل جائے گا۔ [۱۲۳] اسی طرح باپ اور پوتے کے حصوں کے متعلق فیصلہ دیا

کہ باپ کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقیماندہ پوتے کو مل جائے گا۔ [۱۲۴]

اگر عصبات کی جہتیں متحد ہوں تو جو عصبہ میت سے زیادہ قریب ہو گا وہ دور والے کو محروم کر دے گا۔ اسی بنا پر آپ نے میت کے چچا اور چچا کے بیٹے کے حصوں کے متعلق فیصلہ دیا کہ سارا مال چچا کو مل جائے گا اور چچازاد کو کچھ نہیں ملے گا۔ [۱۲۵]

اسی طرح آپ نے بیٹے اور پوتے کے حصوں کے متعلق فیصلہ دیا کہ سارا مال بیٹے کو مل جائے گا اور پوتے کو کچھ نہیں ملے گا۔ [۱۲۶]

اسی طرح پوتے، پڑپوتے اور پوتے کی بیٹی کے حصوں کے متعلق فرمایا کہ سارا مال پوتے کو مل جائے گا اور پڑپوتے اور پوتے کی بیٹی کو کچھ نہیں ملے گا۔ [۱۲۷]

قرابت کی جہت کے اتحاد کی صورت میں جس کی قرابت زیادہ قریب ہو گی وہ میراث کا زیادہ حقدار ہو گا اور اس کے مقابلہ میں جس کی قرابت زیادہ قوی ہو گی، لیکن درجے کے لحاظ سے بعید ہو گی یعنی وہ میراث کا حقدار نہیں ہو گا۔ دوسرے الفاظ میں قرب درجہ کو قوت قرابت پر فوقیت دی گئی ہے۔ اس بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک علاتی بھائی اور حقیقی بھائی کے بیٹے کے حصوں کے متعلق فتویٰ دیا کہ سارا مال علاتی بھائی کو مل جائے گا اور حقیقی بھائی کے بیٹے کو کچھ نہیں ملے گا اس لئے کہ درجے کے لحاظ سے وہ زیادہ دور تھا۔ [۱۲۸]

اگر عصبات کی جہتیں متحد ہوں اور قرابت کا درجہ بھی یکساں ہو لیکن قوت قرابت کے لحاظ سے تفاوت ہو تو وہ عصبہ مقدم ہو گا جو قرابت کے لحاظ سے زیادہ قوی ہو گا۔

اسی بنا پر حضرت ابن مسعودؓ نے حقیقی بھائی کے بیٹے اور علاتی بھائی کے بیٹے کی میراث کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ سارا مال حقیقی بھائی کے بیٹے کو مل جائے گا۔ کیونکہ اس کی قرابت زیادہ قوی ہے اور علاتی بھائی کا بیٹا محروم رہے گا۔

اسی طرح آپ نے حقیقی چچا کے بیٹے اور علاتی چچا کے بیٹے کے متعلق فرمایا کہ سارا مال حقیقی چچا کے بیٹے کو مل جائے گا اور علاتی چچا کا بیٹا محروم رہے گا۔ [۱۲۹]

آپ نے مرنے والی عورت کے دو چچازاد بھائیوں کے متعلق جن میں ایک اس کا شوہر تھا اور دوسرا اخیافی بھائی تھا فیصلہ دیا کہ شوہر کو اس کا مقررہ حصۂ یعنی ترکہ کا نصف ملے گا

اور باقیماندہ ترکہ اخیافی بھائی کو مل جائے گا۔ [۱۳۰] آپ نے ایسے چچا زاد بھائیوں کے متعلق جن میں سے ایک اخیافی بھائی تھا فیصلہ دیا کہ سارا مال اخیافی بھائی کو مل جائے گا اور بقیہ بھائیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ [۱۳۱]

آپ نے تین چچا زاد بھائیوں کے متعلق جن میں سے ایک تو صرف چچا زاد تھا. لیکن دوسرا چچا زاد ہونے کے ساتھ مرنے والی کا شوہر بھی تھا جبکہ تیسرا چچا زاد اخیافی بھائی بھی تھا. یہ فیصلہ دیا کہ شوہر کو نصف ترکہ ملے گا اور باقی ترکہ اس چچا زاد کو ملے گا جو اخیافی بھائی بھی ہے۔ [۱۳۲] آپ نے آخری دو مسئلوں میں جو فیصلہ دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ چچا کے بیٹے اپنے باپ کی وجہ سے قرابت میں ایک درجے پر تھے لیکن ان میں جو اخیافی بھائی بھی تھا وہ ماں کی وجہ سے بقیہ بھائیوں پر فوقیت لے گیا. اس لئے یہ سب بھائی ایسے دو بھائیوں کی طرح بن گئے جن میں سے ایک تو حقیقی ہو اور دوسرا علاتی. ایسی صورت میں مال اس کا ہو گا جو حقیقی ہو گا۔ کیونکہ اس کی قرابت زیادہ قوی ہے۔ اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں بھی قوت قرابت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

لعان (شوہر کی طرف سے بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کی صورت میں مخصوص طریقے سے میاں بیوی دونوں کی طرف سے قسم اٹھائے جانے کو لعان کہتے ہیں) کی صورت میں پیدا ہونے والے بچے اور زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بیٹے کی ماں اس کی عصبہ ہے اگر وہ اس بچے کی موت کے وقت زندہ ہو۔ اگر زندہ نہ ہو تو اس کے عصبات اس کے اس بچے کے عصبات قرار پائیں گے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: ''لعان کی صورت میں پیدا ہونے والے بچے کی ماں اس کی عصبہ ہے اور ماں کے عصبات بھی اس کے عصبات ہیں اور یہی حکم زنا سے پیدا ہونے والے بچے کا ہے'' [۱۳۳]

اسی بنا پر آپ نے لعان کی صورت میں پیدا ہونے والے شخص کی موت پر اس کے پسماندگان میں رہ جانے والی ایک بیٹی. ایک پوتی اور ماں کے حصوں کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ بیٹی کو نصف ترکہ دیا جائے۔ اور پوتی کو چھٹا حصہ. اور ماں کو چھٹا حصہ ماں کی حیثیت سے اور باقیماندہ ترکہ

	کل حصے	٦
١/٢	بیٹی	٣
١/٦	پوتی	١
باقی	ماں	٢

(شکل ۳۱)

اپنے بیٹے کی عصبہ ہونے کی وجہ سے دیا جائے۔ ۳۴؎
(شکل نمبر ۳۱)

اسی طرح آپ نے لعان کی صورت میں پیدا ہونے والے بچے کی موت پر اس کے پسماندگان میں رہ جانے والی ماں اور اخیافی بھائی کے حصوں کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ بھائی کو چھٹا حصہ دیا جائے اور ماں کو ماں کی حیثیت سے چھٹا حصہ اور اپنے بیٹے کی عصبہ ہونے کی وجہ سے باقیماندہ ترکہ بھی دے دیا جائے۔ ۳۵؎ (شکل نمبر ۳۲)

	کل حصے	٦
١/٦	حقیقی بھائی	١
باقی	ماں	٥

(شکل / ٣٢)

ب) عصبہ بغیرہ: یہ وہ مونث وارث ہے جو کسی مذکر وارث کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہے۔ عصبہ بغیرہ یہ ہیں، بیٹی،پوتی، حقیقی بہن، علاتی بہن، ان میں سے ہر ایک اپنے بھائی کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہے۔ اور ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد باقیماندہ ترکہ حاصل کر لیتی ہے اور اسے اپنے بھائی کے ساتھ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْن کے اصول کے مطابق تقسیم کر لیتی ہے۔ اس مسئلے میں سب کا اجماع ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ درج ذیل صورتوں کو اس قاعدے سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں:

پوتیوں کے ساتھ اگر کوئی پوتا ہو اور ایک حقیقی بیٹی بھی ہو، اسی طرح علاتی بہنوں کے ساتھ اگر علاتی بھائی اور ایک حقیقی بہن بھی ہو تو ایسی صورت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پوتی اور علاتی بہن کو وہ حصے دیتے ہیں جو سدس (چھٹا حصہ) یا اپنے بھائی کے ساتھ مقاسمہ میں سے اس کے لئے زیادہ ضرر رساں ہو۔

پوتیوں کے ساتھ اگر کوئی پوتا ہو اور دو یا اس سے زائد حقیقی بیٹیاں ہوں، اسی طرح علاتی بہنوں کے ساتھ اگر علاتی بھائی اور دو یا اس سے زائد حقیقی بہنیں ہوں تو ایسی صورت میں پوتا پوتیوں کو اور علاتی بھائی علاتی بہنوں کو عصبہ نہیں بنائے گا اور یہ خواتین وراثت سے محروم رہیں گی۔ بیٹیوں یا بہنوں کو ان کا مقررہ حصہ دینے کے بعد باقیماندہ

ترکہ پوتا یا علاتی بھائی کو مل جائے گا۔ ہم نے اس مسئلے پر بحث میراث میں پوتیوں اور حقیقی بہنوں کے احوال بیان کرنے کے موقعہ پر کی ہے. یہ وہ مسئلہ ہے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دوسرے تمام صحابہ کرام سے اختلاف کیا ہے۔

ج) عصبہ مع غیرہ: یہ حقیقی بھائی بہنیں ہیں جب ان کے ساتھ بیٹیاں یا پوتیاں ہوں اور ان بہنوں کے ساتھ کوئی بھائی نہ ہو۔ ہزیل بن شرجیل اودی نے روایت کیا ہے کہ: ''ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹی. ایک پوتی اور ایک بہن کے حصوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بیٹی کو نصف ترکہ ملے گا اور باقیماندہ بہن کو مل جائے گا'' ہزیل حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آئے اور آپ کو حضرت ابو موسیٰؓ کا فتویٰ سنایا جسے سن کر آپ نے فرمایا: ''اگر میں بھی یہی کہوں تو میں ضرور گمراہ ہو جاؤں گا اور صراط مستقیم پر نہیں رہوں گا، البتہ میں اس مسئلے میں وہ فیصلہ کروں گا. جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا. بیٹی کو نصف ترکہ ملے گا اور پوتی کو چھٹا حصہ تاکہ دو تہائی ترکہ مکمل ہو جائے۔ باقیماندہ ترکہ بہن کو مل جائے گا۔'' ہزیل کہتے ہیں کہ ہم اس کے بعد حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس آئے اور آپ کو حضرت ابن مسعودؓ کا فتویٰ سنایا جسے سن کر آپ نے فرمایا: ''جب تک یہ عالم (حضرت ابن مسعودؓ) تم میں موجود ہے تم مجھ سے کوئی مسئلہ نہ پوچھو''[۱۳۹]

اگر کوئی عصبہ ذوی الفروض میں سے کسی کے ساتھ میت تک نسبت میں درجے کے لحاظ سے یکساں ہو لیکن قرابت میں اس سے زیادہ قوی ہو اور اس کے لئے ترکہ میں سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ اس کے مقررہ حصے میں اس کے ساتھ شریک ہو گا۔ اس بنا پر حضرت ابن مسعودؓ نے مرنے والی عورت کے پسماندگان میں شوہر، ماں، حقیقی بھائی بہن اور اخیافی بھائی بہنوں کے حصوں کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ شوہر کو اس کا مقررہ حصہ نصف، ماں کو چھٹا اور اخیافی بھائی بہنوں کو تہائی حصہ دیا جائے. ایسی صورت میں چونکہ حقیقی بھائی بہنوں کے لئے کچھ باقی نہیں رہتا اس لئے وہ اخیافی بھائی بہنوں کے ساتھ ان کے مقررہ حصے یعنی تہائی میں شریک ہوں گے اس لئے کہ ماں کے ذریعے قرابت داری میں وہ

اخیافی بھائی بہنوں کے ہم درجہ تھے لیکن باپ کی قرابت کی وجہ سے وہ اخیافی بھائی بہنوں سے بڑھ گئے تھے. اس لئے باپ کی وجہ سے میت سے اور زیادہ قریب ہو گئے تھے. پھر اس تہائی حصے کو تمام بھائی بہن مساوی تقسیم کر لیں گے۔ جیسا کہ اخیافی بھائی بہنوں کی صورت میں ہوتا ہے [۱۳۷]

(شکل نمبر ۳۳)

	کل حصے	٦
١/٢	شوہر	٣
١/٦	ماں	١
١/٣	حقیقی بھائی بہن / علاتی بھائی بہن	٢

(شکل / ۳۳).

۲) عصبہ سببی: اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ عصبہ بننے والا شخص حقیقت میں عصبہ نہیں تھا لیکن میت کے ساتھ کسی مہربانی یا احسان کی بنا پر وہ عصبہ بن گیا۔مثلاً اس نے میت کو غلامی سے آزادی دی ہو. یا اسے اسلام کی دعوت دے کر مسلمان بنایا ہو یا دیت کی ادائیگی کے لئے اس کے ساتھ عہد کیا ہو وغیرہ وغیرہ.

عصبہ سببی کی بنا پر کوئی شخص اسی وقت وارث ہو گا جبکہ میت کے ذوی الفروض. عصبات اور ذوی الارحام میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ ذوی الارحام میں سے کسی کے ہوتے ہوئے آزاد کرنے والے آقا کو مرنے والے آزاد شدہ غلام کی میراث میں سے کچھ نہیں دیتے تھے [۱۳۸] عصبہ سببی کی کئی قسمیں ہیں جن میں سے بعض. بعض پر مقدم ہوتی ہیں:

پہلی قسم:

مولی العتاقہ (اپنے غلام کو آزاد کر دینے والا آقا یا اس احسان سے آقا کو حاصل ہونے والا خصوصی حق) اس صورت میں اگر آزاد شدہ غلام کا کوئی وارث نہ ہو تو اسے آزاد کرنے والا آقا اس کا وارث ہو گا۔ خواہ آقا نے اپنے ان تمام حقوق سے جو آزادی دینے کی بنا پر اسے مل سکتے ہوں دستبردار ہو کر اسے آزاد کیا ہو یا مکاتبت کی بنیاد پر اسے آزادی دی ہو۔ [۱۳۹] حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: ''سائبہ (ایسا غلام جسے اس کے آقا نے آزاد کرنے پر حاصل ہونے والے تمام حقوق سے دستبردار ہو کر آزاد کیا ہو) کی میراث اسے ملے گی جس نے سے آزاد کیا ہو'' [۱۴۰] آپ نے اس شخص سے جو کسی شخص کو بطور

سائبہ آزاد کرے اور پھر وہ آزاد شدہ شخص مر جائے. فرمایا: اہل اسلام کسی کو سائبہ نہیں کرتے ہیں۔ ایسا کام زمانہ جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے. تم اس کے مولیٰ اور آقائے نعمت اور اس کی میراث کے سب سے بڑھ کر حقدار ہو" [۴۱] آپ نے فرمایا: "عورتیں ولاء کی بنا پر صرف ان کی ہی وارث ہوں گی جنہیں انہوں نے آزاد کر دیا ہو۔ یا مکاتب بنالیا ہو" [۴۲] اور جو شخص ولاء (آزاد کرنے کی بنا پر حاصل ہونے والا تعلق) کا حقدار ہو گا وہی میراث کا بھی حقدار ٹھہرے گا۔ (دیکھئے لفظ ولاء)

دوسری قسم: مولا الموالاۃ:

اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے عقد (باقاعدہ معاہدہ کر کے) ولاء کی بنیاد رکھی ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عقد ولاء کے ذریعے بننے والے مولیٰ کو وارث قرار دیتے تھے، جبکہ مرنے والے کا کوئی اور وارث نہ ہوتا۔ مسروق کہتے ہیں: "ہمارے پاس دیلم کے علاقے کا ایک شخص آکر ٹھہرا ہوا تھا پھر اس کی وفات ہو گئی اور اس کے تین سو درہم رہ گئے. میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے آکر مسئلہ پوچھا آپ نے دریافت کیا کہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے یا اس نے کسی کے ساتھ عقد ولاء کیا ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے بہت سے ورثاء موجود ہیں یعنی اس کا مال بیت المال میں چلا جائے گا۔ جہاں سے عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں صرف ہو گا۔ [۴۳] اردن کے علاقے کے ایک شخص نے اپنے چچا زاد سے عقد موالات کر لیا اور اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا پھر اچھا خاصا مال چھوڑ کر مر گیا. لوگوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا سارا مال اس کے چچا زاد کو ملے گا جس کے ساتھ اس نے عقد موالات کیا تھا۔

آپ کا قول ہے: "جب کوئی شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام لے آتا ہے اور اس کے ساتھ عقد موالات کر لیتا ہے اور پھر اس کی وفات ہو جاتی ہے اور پیچھے کوئی وارث نہیں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں اس کا سارا مال اس کے ساتھ عقد موالات کرنے والے کو مل جائے گا" [۴۴]

۷۔ الرد: ترکہ کی تقسیم میں "رد" کا عمل

اگر ترکہ کے حصوں سے ذوی الفروض کے مقررہ حصے کم ہوں اور باقیماندہ ترکہ لینے کے لئے کوئی عصبہ بھی موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ باقی رہ جانے والے حصوں کو ذوی الفروض پر ان کے حصص کی نسبت سے لوٹا دیتے تھے۔[۱۲۵] شعبیؒ سے پوچھا گیا: "کیا ابو عبیدہؓ نے سارا ترکہ ایک بہن کو دے دیا تھا؟"

شعبیؒ نے جواب میں کہا: "ابو عبیدہؓ سے جو شخصیت افضل تھی اس نے ایسا کیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ ایسا کرتے تھے"[۱۲۶] یعنی بہن کو پہلے اس کا مقررہ حصہ یعنی نصف دے کر باقی نصف کو بھی اسی پر رد کر دیتے۔

حضرت ابن مسعودؓ ذوی الفروض میں سے چھ افراد پر رد کا عمل نہیں کرتے تھے۔ ابراہیم نخعیؒ نے ہمارے لئے ان چھ افراد کا نام لیا ہے نخعیؒ کہتے ہیں: "عبداللہ بن مسعودؓ چھ افراد پر ترکہ کو رد نہیں کرتے تھے۔ آپ شوہر، بیوی، دادی یا نانی، حقیقی بہنوں کے ساتھ علاتی بہنوں، حقیقی بیٹیوں کے ساتھ پوتیوں اور ماں کے ساتھ اخیافی بھائی بہنوں پر رد کا عمل نہیں کرتے تھے۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ دادی یا نانی پر رد نہیں ہوگا الا یہ کہ دادی یا نانی کے ساتھ اور کوئی بھی وارث موجود نہ ہو"[۱۲۷] اگر میت کا مذکورہ بالا وارثوں کے علاوہ اور کوئی وارث نہ ہوتا تو آپ ان وارثوں پر رد کا عمل نہ کرتے۔ اگر صرف دادی یا نانی ہوتی تو اسے اس کا مقررہ حصہ دے کر باقیماندہ ترکہ بھی اسی پر لوٹا دیتے۔ اگر مذکورہ بالا پانچ وارثین میں سے کوئی ہوتا تو اسے اس کا مقررہ حصہ دے کر باقیماندہ ترکہ بیت المال میں داخل کرا دیتے۔

حضرت ابن مسعودؓ یہ طریق کار اس لئے اختیار کرتے تھے کہ آپ کے زمانے میں بیت المال کا نظام بالکل درست تھا اور اس میں رکھا ہوا مال درست مصرف میں خرچ ہوتا تھا لیکن بیت المال کا نظام جب بگڑ گیا تو میں نہیں سمجھتا کہ ایسی صورت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ باقیماندہ ترکہ بیت المال میں رکھنے کے لئے کہتے بلکہ ان پر رد کر دیتے جیسا کہ دادی یا نانی کی صورت میں کرتے تھے۔
حضرت ابن مسعودؓ نے رد کے بعض مسائل میں جو فیصلے دئے تھے ان میں سے چند یہ ہیں۔ ایک

عورت مر گئی اس کے پسماندگان میں ایک بیٹی. ایک پوتی اور ماں رہ گئی. جبکہ عصبہ کوئی نہیں تھا. آپ نے فیصلہ دیا کہ اس مسئلے میں ترکہ کے چوبیس حصے کئے جائیں گے۔ پوتی کو چھٹے حصے کے طور پر چار حصے ملیں گے. ماں کو باقیماندہ کا چوتھائی یعنی پانچ حصے. اور بیٹی کو باقیماندہ کا ۳/۴ یعنی پندرہ حصے (شکل نمبر ۳۴)

	کل حصے	٦	٢٤
١/٢	بیٹی	٣	١٥
١/٦	نواسہ	١	٤
١/٦	ماں	١	٥

(شکل / ٣٤)

ترکہ کی تقسیم اس طرح عمل میں آئی کہ آپ نے ماں کو اس کا مقررہ حصہ، یعنی چھٹا حصہ دے دیا، اسی طرح بیٹی کو بھی اس کا مقررہ حصہ یعنی نصف دے دیا۔ اور پوتی کو بھی چھٹا حصہ دے دیا۔ اس صورت میں ذوی الفروض کے حصوں کا مجموعہ ترکے کے حصوں سے کم رہ گیا۔ کیونکہ ترکہ کے چھ حصے ہوئے تھے۔ ماں کا ایک حصہ. بیٹی کے تین حصے اور پوتی کا ایک حصہ. اس طرح ایک حصہ زائد بچ گیا. آپ نے بیٹی اور ماں پر اس حصے کو ان کے مقررہ حصوں کی نسبت سے رد کر دیا، لیکن پوتی پر رد کا عمل نہیں کیا اس لئے کہ بیٹی کے ساتھ پوتی پر رد نہیں کیا جاتا۔ اس طرح اس مسئلے میں ترکہ کے چوبیس حصے کئے گئے اور مسئلہ چوبیس سے نکالا گیا۔ جس میں سے بیٹی کو رد کے بعد پندرہ حصے ملیں گے. اسی طرح ماں کو رد کے بعد پانچ حصے اور پوتی کو چار حصے ملیں گے۔ جو اس کے اصل حصے کے مساوی ہیں۔ اس لئے کہ اس کے حصے میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

آپ نے ایک عورت کے ترکہ کے متعلق فیصلہ دیا جس کی علاتی بہن اور ایک حقیقی بہن رہ گئی تھی اور کوئی عصبہ نہیں تھا. کہ حقیقی بہن کو اس کا مقررہ حصہ یعنی نصف اور علاتی بہن کو چھٹا حصہ دیا جائے تاکہ دو تہائی حصے مکمل ہو جائیں۔ باقیماندہ ترکہ حقیقی بہن پر رد ہو جائے گا جبکہ علاتی بہن پر رد نہیں ہو گا کیونکہ حقیقی بہن کے ساتھ علاتی بہن پر رد نہیں ہوتا۔ ۱۴۹ (شکل نمبر ۳۵)

	کل حصے	٦
١/٢	اور باقی حقیقی بہن	٣+٢
١/٦	حقیقی بہنیں	١

(شکل / ٣٥)

آپ نے ایک شخص کے ترکے کے حصوں کے متعلق جس کے پسماندگان میں ماں اور اخیافی بھائی بہن رہ گئے تھے یہ فیصلہ دیا

کہ ماں کو اس کا مقررہ حصۂ یعنی سدس دیا جائے گا اور اخیافی بھائی بہنوں کو ان کا مقررہ حصۂ یعنی تہائی. اور باقیماندہ ترکہ ماں پر لوٹا دیا جائے گا کیونکہ آپ ماں کے ساتھ اخیافی بھائی بہنوں پر رد نہیں کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: "ماں اس مرنے والے کی عصبہ ہے جس کا کوئی عصبہ نہیں" [١٥٠] اس جملے میں اشارہ تھا کہ ماں باقیماندہ ترکہ کی بھی مستحق ہے۔ (شکل نمبر ٣٦)

		٦
١/٣	حقیقی بھائی بہن	٢
١/٦	اور باقی ماں	١ + ٣

(شکل / ٣٦)

٨ ۔ ذوی الارحام کی میراث:

ا ۔ تعریف:

ذوالرحم وہ رشتہ دار ہے جو ذوی الفروض میں سے نہیں اور نہ ہی عصبہ ہے۔

ب ۔ ذوی الارحام کو وارث ٹھہرانا:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے میں ذوی الارحام اس وقت وارث قرار پاتے ہیں جب ذوی الفروض اور عصبہ موجود نہ ہوں۔ [١٥١] آپ انہیں عصبہ سببی یعنی موالی (آقا جو اپنا غلام آزاد کر دے یا جس شخص کے ساتھ عقد موالات کیا جائے وغیرہ) پر مقدم رکھتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ آپ ترکہ ذوی الارحام کو دے دیتے اور موالی کو کچھ نہ دیتے [١٥٢] عبدالرزاق نے آپ سے روایت کی ہے: جب کوئی شخص فوت ہو جاتا اور اپنے موالی چھوڑ جاتا جنہوں نے اسے آزاد کیا تھا اور ذوی الارحام میں سے صرف پھوپھی یا خالہ رہ جاتے تو اس کی میراث پھوپھی یا خالہ کو دے دی جاتی اور اس کے موالی وارث قرار نہ پاتے کیونکہ ذورحم کے ہوتے ہوئے موالی وارث نہیں ہوتے۔ [١٥٣]

ج ۔ اگر ذورحم ایک ہو اور اس کے ساتھ ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی بھی نہ ہو تو وہ سارا مال لے لیگا۔ [١٥٤] اسی بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: "ماموں اس کا وارث ہوتا ہے جس کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ [١٥٥] ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آکر کہنے لگا: "میری ایک زنا کی پیداوار بہن تھی جو مر گئی اور اپنے پیچھے ایک لڑکا چھوڑ گئی. لڑکا

بھی مر گیا اور اپنے ترکہ میں چند اونٹوں کا گلہ چھوڑ گیا. اس کے متعلق کیا حکم ہے؟" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "مجھے تمہارے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ داری نظر نہیں آتی. اس لئے اونٹوں کو لا کر صدقات کے اونٹوں میں شامل کر دو" وہ شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آیا اور صورت حال بیان کی۔ اس کی روئداد سن کر حضرت ابن مسعودؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور فرمایا: "امیرالمومنین. آپ اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں" حضرت عمرؓ نے جواب دیا: "مجھے ان دونوں کے درمیان کوئی رشتہ داری نظر نہیں آتی" اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "کیا یہ شخص اس مرنے والے کا ماموں اور ولی نعمت نہیں ہے؟" حضرت عمرؓ نے پوچھا: "تو پھر تمہاری کیا رائے ہے" حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا: "میری رائے ہے کہ یہ شخص اس کے مال کا سب سے بڑھ کر حقدار ہے" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اس شخص کو اونٹ لوٹا دئے. ۱۵۶ حضرت ابن مسعودؓ نے اس شخص کو اس کے بھانجے کا سارا مال اس لئے دے دیا کہ اس کا کوئی اور وارث نہیں تھا۔

د ۔ اگر ذوی الارحام کی تعداد ایک سے زائد ہو اور ان کے ماں باپ ایک ہوں تو ان کے درمیان سارا ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول کے مطابق تقسیم ہو جائے گا۔ مثلاً ماموں اور خالہ. ماموں کو دو تہائی اور خالہ کو ایک تہائی دیا جائے گا، البتہ ماں کی اولاد جس میں مذکر اور مونث دونوں شامل ہیں. آپس میں ترکہ مساوی طور پر تقسیم کر لے گی۔ اس لئے کہ ان کے آباء بھی اسی طرح ترکہ میں حصہ پاتے ہیں۔

ھ ۔ اگر ذوی الارحام کی تعداد ایک سے زائد ہوتی اور ان کے باپ یا مائیں یا باپ اور مائیں مختلف ہوتیں تو ایسی صورت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سارا مال ان لوگوں میں تقسیم کر دیتے جن کے واسطے سے یہ ذوی الارحام میت تک پہنچتے تھے، پھر جتنے حصے ان واسطوں کو جو درحقیقت ان ذوالارحام کے اصول ہوتے. مل جاتے. آپ وہ حصے ان کے فروع کو دے دیتے، یعنی ہر فرع کو اس اصل کے قائم مقام بنا دیتے جس کے واسطے سے یہ فرع میت سے جاملتی. اس طرح آپ پھوپھی کو بمنزلہ باپ اور خالہ کو بمنزلہ ماں قرار دیتے۔ ۱۵۷ اسی طرح اور مثالیں ہیں۔ آپ کا قول تھا: "انہیں ان کے آباء کی جگہ رکھو" ۱۵۸ اور

فرمایا: " خالہ ماں کی جگہ ہے اور پھوپھی باپ کی جگہ. اسی طرح بھتیجی بھائی کے قائم مقام ہے. اور ذوی الارحام میں سے ہر ذورحم اس ذورحم کے قائم مقام ہے جس کی وجہ سے وہ اس وقت وارث ہو رہا ہو بشرطیکہ میت کا کوئی اور وارث موجود نہ ہو"

اسی بنا پر آپ نے پھوپھی اور خالہ کے حصوں کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ خالہ کو تہائی ملے گا اور پھوپھی کو باقیماندہ ترکہ مل جائے گا اس لئے کہ خالہ ماں کے قائم مقام ہے اور پھوپھی باپ کے قائم مقام ہے[۱۵۹] (شکل نمبر ۳۷)

کل حصے	۳
۱/۳ خالہ	۱
باقی پھوپھی	۲

(شکل ۳۷)

آپ نے نواسی اور بھانجی کے حصوں کے متعلق فیصلہ دیا کہ نواسی کو نصف ترکہ ملے گا جبکہ بھانجی کو بھی نصف ملے گا کیونکہ بیٹی اور بہن کے درمیان ترکہ کی تقسیم بھی اسی طرح ہوتی ہے۔ آپ نے ماموں کی بیٹی اور خالہ کی بیٹی کے حصوں کے متعلق فیصلہ دیا کہ ماموں کی بیٹی کو دو تہائی اور خالہ کی بیٹی کو ایک تہائی ملے گا۔ اس لئے کہ اگر ماموں اور خالہ وارث ہوتے تو ان کے درمیان ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول کے تحت تقسیم ہوتا۔ اس لئے ان دونوں کی فرع (بیٹیاں) بھی اسی اصول کے تحت حصے حاصل کریں گی۔ [۱۶۰]

آپ نے میت کی نواسی اور میت کے بیٹے کی نواسی کے حصوں کے متعلق فیصلہ دیا کہ بیٹے کی نواسی کو چھٹا حصہ اور باقیماندہ ترکہ میت کی نواسی کو ملے گا۔ کیونکہ اگر ہم اس مسئلہ کو ان دونوں وارثوں کے اصول، یعنی بیٹی اور پوتی کے درمیان فرض کرتے تو بیٹی نصف ترکہ اور پوتی چھٹا حصہ دو تہائی کی تکمیل کے قاعدے کے تحت لے لیتی اور باقیماندہ ترکہ بیٹی پر رد کر دیا جاتا. پوتی پر رد نہ ہوتا کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیٹیوں کی موجودگی میں پوتیوں پر رد کرنے کے قائل نہیں تھے. اس طرح باقیماندہ سارا ترکہ بیٹی کو مل جاتا. اس لئے زیر بحث مسئلے میں ہر فرع نے اپنے اصل کا حصہ لے لیا۔ (شکل نمبر ۳۸)

کل حصے	٦
۱/۲ اور باقی نواسی	۳+۲
۱/٦ بیٹے کی نواسی	۱

(شکل ۳۸)

۹۔ موالی کی وراثت :

اگر میت کے ذوی الفروض، عصبات اور ذوی الارحام میں سے وارث موجود نہ ہو تو اس کے آزاد کردہ غلام ہونے کی صورت میں اسے آزاد کرنے والا آقا اس کا وارث ہو گا۔ اگر ایسی صورت نہ ہو اور مرنے والا مجہول النسب ہو لیکن اس نے کسی کے ساتھ عقد ولاء کیا ہو، تو جس کے ساتھ اس نے عقد ولاء کیا ہے وہ اس کی میراث کا حقدار ہو گا جیسا کہ عصبہ سببی کی بحث میں ہم ذکر کر آئے ہیں۔ (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ٦، جز الف، فقرہ ۲)

۱۰۔ بیت المال کی میراث :

مرنے والے شخص نے اگر کسی کے ساتھ عقد والاء بھی نہ کیا ہو تو اس کی میراث بیت المال میں رکھی جائے گی، مسروقؒ کہتے ہیں: "میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس تین سو درہموں کی ایک تھیلی لے کر آیا اور عرض کیا کہ ہمارے پاس ایک آدمی رہتا تھا جس کی اب دیلم کے علاقے میں وفات ہو گئی ہے" آپ نے پوچھا: "اس کا کوئی رشتہ دار ہے؟" میں نے نفی میں جواب دیا، پھر فرمایا: "اس کا کسی کے ساتھ عقد ولاء ہے؟" میں نے پھر نفی میں جواب دیا، اس پر آپ نے فرمایا: "اس کے بہت سے وارث ہیں" آپ کا اشارہ بیت المال کی طرف تھا، چنانچہ وہ رقم بیت المال میں رکھ دی گئی۔ [۱۶۱] اسی طرح ایک شخص کی وفات ہو گئی اس کے پاس سات سو درہم تھے لیکن اس کا کوئی وارث نہیں تھا، آپ نے حکم دیا کہ یہ رقم بیت المال میں جمع کرا دی جائے۔ [۱۶۲]

۱۱۔ عول :

اگر ترکے کے حصوں سے ورثاء کے حصے بڑھ جائیں اور اس کے نتیجے میں ورثاء کے حصوں میں کمی کر دی جائے تو اس کمی کو عول کہیں گے۔

سب سے پہلے عول کی صورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں پیش آئی، آپ کے سامنے ایک مرنے والی عورت کی وراثت کا مسئلہ پیش ہوا جس کے وارث ماں، بہن اور شوہر تھے۔ حضرت عمرؓ اس مسئلے کو حل نہ کر سکے، آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ورثاء کے حصوں میں ان کے حصص کی نسبت سے کمی کر دینے کا مشورہ دیا، یہ مشورہ سن کر حضرت عمرؓ کو شرح صدر ہو گیا اور آپ نے اس پر عمل در آمد کیا، تمام صحابہ کرام نے اس مسئلے میں حضرت عمرؓ کی تقلید کی

لیکن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے تسلیم نہیں کیا اور عول کے اصول پر تنقید کی، تاہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عمرؓ کا قول اختیار کیا اور اسی کے مطابق فیصلے کئے۔[١٦٣] آپ نے شوہر، ماں، اخیافی بھائی بہنوں، علاتی بہنوں اور ایک حقیقی بہن کے حصوں کے متعلق فیصلہ دیا کہ شوہر کو نصف حصہ، ماں کو چھٹا حصہ، اخیافی بھائی بہنوں کو تہائی، حقیقی بہن کو نصف اور علاتی بہنوں کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اصل مسئلہ چھ حصوں پر مشتمل تھا لیکن عول کے اصول کو بروئے کار لاتے ہوئے ترکہ کے دس حصے کئے جائیں گے۔[١٦٤] (شکل نمبر ٣٩)

	٦	١٠
١/٢	شوہر	٣
١/٦	ماں	١
١/٣	اخیافی بھائی بہن	٢
١/٢	حقیقی بہن	٣
١/٦	حقیقی بہنیں	١

(شکل ٣٩)

ارش : دیت

زخموں کی دیت کو ارش کہتے ہیں۔ (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ٦، جزب، فقرہ ٢، جز۔ ج)

قصاص کے "سرایت" کر جانے (اپنی حد سے بڑھ کر زیادہ نقصان کا موجب بن جانے) کی صورت میں سرایت کے تاوان کی رقم سے جنایت کی دیت منہا کر دی جائے گی۔ (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ٦، جز۔ الف، فقرہ ٤)

ارض : زمین

١۔ زمین کی ملکیت :

اراضی کی تین قسمیں ہیں:

ا۔ ایسی اراضی جن پر بسنے والوں نے اسلام قبول کر لیا ہو۔ اس صورت میں اراضی کی ملکیت ان ہی لوگوں کو حاصل رہے گی۔ انہیں اجازت ہو گی کہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں، مثلاً فروخت کر دیں یا اجارہ پر دے دیں یا ہبہ کر دیں۔ وغیرہ

ب۔ ایسی اراضی جن پر بسنے والوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی ہو، ان پر وہی شرائط نافذ ہوں گی جو صلح نامے میں درج کی گئی ہوں گی اور جن پر فریقین کا اتفاق ہو گیا ہو گا۔

ج۔ ایسی زمین جسے بزور شمشیر فتح کر لیا گیا ہو۔

۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے مبارک عہد میں ایسی اراضی مجاہدین اسلام کے درمیان بطور مال غنیمت تقسیم کر دی جاتی تھیں. لیکن جب اللہ نے حضرت عمرؓ کے زمانے میں سرزمین عراق پر مسلمانوں کو غلبہ دیا تو آپ نے وہاں کی زمینیں مسلمانوں پر وقف کر کے ان کے اصل مالکوں کے قبضے میں رہنے دیں اور ان پر سالانہ خراج مقرر کر دیا. اور باوجود اس کے کہ خراج ایک طرح زمین کی اجرت تھی لیکن ایک لحاظ سے اسے زمین کا جزیہ سمجھا گیا۔ حضرت عمرؓ نے خراجی زمین کے کسی مالک کو اس کے فروخت کی اور کسی مسلمان کو اسے خریدنے کی اجازت نہیں دی۔

اس بارے میں آپ بہت سختی کرتے تھے۔ ۱۶۵ مسلمانوں نے آپ کی عائد کردہ پابندیاں قبول کر لیں اور نہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے لئے اور نہ ہی کسی اور کے لئے حضرت عمرؓ کے اس لائحہ عمل سے ہٹنے کی اس دور میں گنجائش تھی۔ اس لئے کہ یہ پوری مملکت کے لئے ایک عام حکمت عملی تھی۔ اس بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وہی بات دہراتے جو حضرت عمرؓ فرما دیتے تھے. حضرت ابن مسعودؓ فرماتے: ”جس شخص نے خراج دینے کا اقرار کر لیا اس نے گویا ذلت اور خواری قبول کر لی“۔ ۱۶۶ اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ جو مسلمان بھی خراجی زمین خریدے گا اس پر خراج کی ادائیگی لازمی ہو جائے گی اور چونکہ خراج جزیہ کی ایک صورت ہے اور جزیہ ذلت اور خواری کی نشانی ہے اس لئے جو شخص بھی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر. خراجی زمین خریدے گا اسے اس ذلت اور خواری کا سامنا ضرور کرنا پڑے گا۔ اس لئے کسی مسلمان کے لئے ایسی زمین کی خریداری کسی طرح مناسب نہیں ، لیکن جب خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے مسلمانوں کو ایسی زمینوں کی خریداری کی اجازت دے دی تاکہ یہ زمینیں کافروں کی ملکیت سے نکل جائیں۔ ۱۶۷ آپ نے مسلمانوں کو اس بات کی بھی اجازت دے دی کہ وہ ذمیوں سے ان زمینوں سے دائمی طور پر فائدہ اٹھانے کے حقوق خرید لیں. لیکن خراج کی ادائیگی جاری رہے۔

اب حضرت ابن مسعودؓ کے لئے اس کی گنجائش نہیں تھی کہ وہ حکومت کی اقتصادی

حکمت عملی سے انحراف کرتے ہوئے امیرالمومنین کی مخالفت کریں یا ان کا طریق کار نہ اپنائیں۔ اس لئے آپ نے مفتوحہ علاقوں میں مسلمانوں کے لئے زمینوں سے دائمی طور پر فائدہ اٹھانے کے حقوق خریدنے کو جائز قرار دیدیا۔[۱۶۸] تاکہ اس قسم کی خریداری سے یہ خراجی زمینیں کافروں کے ہاتھ سے نکالی جاسکیں۔ آپ نے خود ایک دہقان (غیر مسلم نمبردار یا چوہدری) سے اس شرط پر ایک زمین خریدی تھی کہ اس کے خراج کی ادائیگی اس دہقان کے ذمہ رہے گی۔[۱۶۹] اگرچہ ابو عبید کی رائے یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ زمین اجارہ پر لی تھی نہ کہ خریدی تھی۔ عراق کے دیہی علاقے میں آپ کی ایک خراجی زمین تھی جس کا خراج آپ ادا کیا کرتے تھے۔[۱۷۰]

۲) امام المسلمین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مفتوحہ علاقوں میں کچھ اراضی اس غرض سے الگ کر لے کہ یہاں امت مسلمہ کے عمومی فلاح و بہبود کے تقاضوں کے مطابق اقدامات کر سکے۔ حضرت عمرؓ نے عراق فتح کرنے کے بعد کسریٰ اور اس کے خاندان کی تمام جائیدادیں اور مال و متاع نیز فرار ہو جانے والوں اور جنگ میں ہلاک ہو جانے والوں کی زمینیں اور جائیدادیں الگ کر لی تھیں۔ اسی طرح پانی کے تمام چشمے اور درختوں کے ذخیرے بھی اپنے قبضے میں کر لئے تھے۔ پھر آپ کے بعد آنے والے خلفاء ان میں سے لوگوں کو جاگیریں دیتے رہے۔[۱۷۱] حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو جو زمین بطور جاگیر دی تھی وہ اسی قسم کی ایک زمین تھی جسے حضرت عمرؓ نے الگ کر رکھا تھا۔

۴۔ اراضی کو آباد کر کے اس سے فائدہ اٹھانا۔

ایک شخص اپنی زمین خود آباد کر کے اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے یا کسی اور کو دے کر اس کے ذریعے پیداوار لے سکتا ہے۔ دوسری صورت میں اس کا یہ عمل یا تو بطور اجارہ یعنی ٹھیکہ پر زمین دے کر ہو گا۔ (دیکھئے لفظ اجارہ) یا بٹائی پر دے کر ہو گا (دیکھئے لفظ مزارعت)

امام المسلمین کسی شخص کو زمین آباد کرنے کی غرض سے کوئی قطعہ اراضی بطور جاگیر دے سکتا ہے۔ (دیکھئے لفظ اقطاع، فقرہ ۲)

۳۔ زمین پر عائد ہونے والے ٹیکس.

ا۔ جن اراضی کے مالکان مسلمان ہو جائیں ان پر کسی قسم کا کوئی ٹیکس نہیں لگے گا. البتہ ان کی پیداوار پر زکوۃ واجب ہو گی (دیکھئے لفظ زکاۃ. فقرہ ۷، جز۔ ب)

ب۔ جن اراضی کے مالکان مسلمانوں سے صلح کر لیں ان پر وہی ٹیکس عائد ہوں گے جن کا ذکر صلح نامے میں کیا جائے گا۔

ج۔ جن اراضی کو بزور شمشیر فتح کیا گیا ہو ان پر خراج عائد ہو گا۔ (دیکھئے لفظ خراج) اور یہ خراج اس وقت تک عائد رہے گا جب تک ان کے مالکوں پر زکوٰۃ واجب نہ ہو جائے۔ ایسی صورت میں ان سے خراج ساقط ہو جائے گا۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا. ایک مسلمان پر بیک وقت خراج اور عشر دونوں عائد نہیں ہو سکتے" ۔ ا۔ (دیکھئے لفظ زکوٰۃ. فقرہ ۷، جز ب)

ازار . ازار،

ازار کا (ٹخنوں سے نیچے تک) لٹکائے رکھنا مکروہ ہے۔ (دیکھئے لفظ لباس. فقرہ ۲)

اسبال . لٹکانا

یا ازار کا (ٹخنوں سے نیچے تک) لٹکانا (دیکھئے لفظ لباس، فقرہ ۲)

استیذان . اجازت طلب کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایسے شخص کے لئے جو پردہ نشین خواتین کے پاس اندر جانا چاہتا ہو اجازت لینا واجب قرار دیتے تھے، تاکہ وہ انہیں کسی ایسی حالت میں نہ دیکھ لے جس کا دیکھنا انہیں پسند نہ ہو۔ آپ کا قول ہے: "ہر شخص اپنے ماں باپ، بیٹی اور بہن کے نزدیک اجازت لے کر جائے. ۳ے آپ کا یہ بھی قول ہے: "اپنی والدہ کے پاس بھی اجازت لے کر جاؤ، اس لئے کہ اس کی بھی بعض حالتیں ایسی ہوتی ہیں جن پر تمہاری نظر کا پڑ جانا اسے پسند نہیں ہوتا"۔ ۴ے آپ کا ایک قول یہ بھی ہے: "تم لوگوں کو اپنی ماؤں اور بہنوں کے پاس اجازت لے کر جانا چاہئے، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تمہاری نظر ان کی کسی ایسی حالت پر پڑ سکتی ہے جس کا دیکھنا انہیں ناپسند ہو" ۵ے
اگر کسی کو کسی جگہ بلا بھیجا جائے تو اسے وہاں داخل ہونے کے لئے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

(دیکھئے لفظ اذن) اور (لفظ ولیمہ)

اگر کوئی عورت حیض آ جانے کی وجہ سے حج کے دوران طواف زیارت سے رک جائے تو اس کے ساتھ جانے والی خواتین یا مرد اس سے اپنی واپسی کی اجازت حاصل کریں گے (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۷، جزھ)

مہمان کا اپنے میزبان کے گھر سے رخصت ہونے کی اجازت لینا (دیکھئے لفظ ضیافت) اور (لفظ موت، فقرہ ۷، جز۔ ھ)

استبراء ۔ برائت طلب کرنا

۱۔ تعریف:

لونڈی اور ایسی عورت کا جس کے ساتھ غلط عقد نکاح کے نتیجے میں ہم بستری کی گئی ہو، اپنے آپ کو اتنی مدت تک انتظار میں رکھنا جس سے رحم کا حمل سے خالی ہونا عیاں ہو جائے۔ استبراء کہلاتا ہے۔

۲۔ استبراء کن پر واجب ہے؟

لونڈی پر استبراء واجب ہے جب وہ خریداری یا ہبہ یا وصیت یا میراث وغیرہ کے ذریعے کسی کی ملک میں آ جائے۔

خریدار پر بھی استبراء واجب ہے۔ ابن المنذر نے اپنی کتاب الاشراف علی مسائل الخلاف والاجماع، میں حضرت ابن مسعودؓ کا قول نقل کیا ہے: "لونڈی جب خریدی جائے تو ایک حیض کے ذریعے اس کا استبراء کیا جائے گا"۶۷ لیکن فروخت کرنے والے پر استبراء لازم نہیں ہے اس لئے کہ اگر اس پر بھی استبراء لازم ہوتا تو پھر لونڈی کا استبراء دو حیض سے ہوتا نہ کہ ایک حیض سے اسی طرح زانیہ اگر نکاح کرنا چاہے تو وہ استبراء کرے گی تاکہ حمل سے اس کے رحم کا خالی ہونا عیاں ہو جائے اور اس کے حمل کی نسبت اس کے ہونے والے شوہر کی طرف نہ ہو جائے۔ اگر زانیہ شادی شدہ ہو تو اس کے استبراء کے لئے شوہر اس کے ساتھ ہم بستری سے کنارہ کش رہے۔ (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۳، جز۔ ب، فقرہ ۲) اور (زنا، فقرہ ۳، جز۔ ھ)

۳۔ استبراء کے ذرائع:

ایسی لونڈی اور ایسی زانیہ جسے حیض آتا ہو، اس کا استبراء ایک حیض سے ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ

کا قول ہے: "لونڈی کا استبراء ایک حیض کے ذریعے ہو گا"[۶۷] مکحول کہتے ہیں: "میں نے زھری سے کہا کہ آپ کو یہ بات معلوم نہیں کہ حضرت عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عثمانؓ اپنی اپنی زندگی بھر ایک حیض کے ذریعے استبراء کے قائل رہے، حتی کہ حضرت معاویہؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے دو حیض کہنا شروع کر دیا؟ زھری نے جواب میں کہا کہ میں تمہارے گنائے ہوئے افراد میں ایک اور فرد کا اضافہ کرتا ہوں اور وہ ہیں حضرت عبادۃ بن الصامتؓ"۔ [۶۸]

استتابہ: توبہ کرنے کی ترغیب دینا

مرتد کو توبہ کر کے رجوع الی الاسلام کی ترغیب دینا۔ (دیکھئے لفظ ردہ۔ فقرہ ۳۔ جز۔ الف)

استتار: پردہ ڈالنا

پوشیدہ رکھنا استتار کہلاتا ہے، اور گناہ کو ظاہر نہ کرنا اس کا استتار ہے۔ (دیکھئے لفظ تستر

استثمار:- فائدہ حاصل کرنا پیداوار حاصل کرنا)

- زمین سے پیداوار حاصل کرنا (دیکھئے لفظ ارض۔ فقرہ ۲)

استثناء: مستثنیٰ کرنا

جو شخص قسم کھائے اور پھر استثناء کرے تو اس کا استثناء معتبر ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا:

"جس شخص نے قسم کھائی اور پھر انشاء اللہ کہہ دیا تو اب اسے اختیار ہے[۶۹] کہ چاہے تو اپنی قسم پوری کرے اور چاہے تو پوری نہ کرے۔ دونوں صورتوں میں اس پر قسم توڑنے کا کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

- لونڈی کو آزاد کرنا اور ساتھ ہی ساتھ اس کے پیٹ میں پرورش پانے والے حمل کو اس سے مستثنیٰ کر دینا (دیکھئے لفظ رق۔ فقرہ ۷۔ جز۔ ب۔ فقرہ الف)

استجمار: ڈھیلے استعمال کرنا

سبیلین (قبل یا دبر) سے خارج ہونے والی نجاست کو اس کے مخرج سے پتھر یا کسی اور چیز کے ذریعے صاف کر دینا استجمار کہلاتا ہے۔ (دیکھئے لفظ استنجاء)

استحاضہ: استحاضہ

۱۔ تعریف:

حیض اور نفاس کے دنوں کے علاوہ عورت کے فرج سے نکلنے والا خون استحاضہ کہلاتا ہے۔

۲۔ استحاضہ کے احکام:

ا۔ استحاضہ سے روزے، نماز یا ہم بستری کی ممانعت نہیں ہوتی۔

ب۔ عورت ایام حیض سے فارغ ہو کر ایک دفعہ غسل کر لے گی پھر استحاضہ کے خون کی صورت میں ہر نماز کے لئے صرف وضو کرے گی۔ ١٨٠

استخارہ: خیر طلب کرنا

جب کوئی مسلمان استخارے کا ارادہ کرے تو استخارے کی دو رکعتیں پڑھے اور پھر دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو کر استخارے کی دعا پڑھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ استخارہ کرتے وقت یہ دعا پڑھتے: "اے اللہ میں تیرے علم کے واسطے سے تجھ سے خیر کا طلب گار ہوں اور تیری قدرت کے واسطے سے تجھ سے نیکی کا حصہ چاہتا ہوں اور تیرے فضل عظیم کا سوالی ہوں، اس لئے کہ تجھے علم ہے اور میں لاعلم ہوں۔ تجھے قدرت حاصل ہے مجھے نہیں۔ اور تو تمام چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والا ہے۔ اگر یہ معاملہ دنیا میں، زندگی میں اور انجام کار کے لحاظ سے میرے لئے بہتر ہو تو اس کا حصول میرے لئے آسان کر دے۔ اور پھر اس میں برکت عطا کر اور اگر کوئی دوسری صورت میرے لئے بہتر ہو تو میرے لئے بھلائی کو جہاں کہیں بھی وہ ہو، مقدر کر دے اور مجھے اس پر راضی کر دے اے اے بہت رحم کرنی والی ذات!" ١٨١

استسعاء: آزادی حاصل کرنے کے لئے کام کرانا

غلام کو اس غرض سے کام پر لگانا کہ اس طرح وہ کما کر وہ اپنی ذات کے بدلے رقم ادا کر کے آزادی حاصل کر لے، استسعاء کہلاتا ہے۔

ایسے غلام کو جس کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا ہو اپنی باقی ماندہ قیمت ادا کرنے کے لئے کام پر لگانا۔ (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۷ جز۔ ب)

آقا کے مرض الموت میں آزاد کردہ غلام کو اس کی قیمت کی تہائی سے زائد رقم کی وصولی کے لئے کام پر لگانا۔ (دیکھئے لفظ حجر، فقرہ ۲، جز۔ ب)

استعاذہ . اعوذ باللہ پڑھنا

حضرت ابن مسعودؓ نماز میں استعاذہ زیر لب پڑھنے کے قائل تھے آپ فرماتے: "امام تین چیزیں زیر لب پڑھے گا، اعوذ باللہ بسم اللہ اور آمین" ۱۸۲؎

استمتاع . لطف اٹھانا

۱ ۔ تعریف :

تلذذ جنسی کو استمتاع کہتے ہیں۔

۲ ۔ وسائل استمتاع :

استمتاع کی تکمیل ہم بستری، ہم آغوشی یا دیدار کے ذریعے ہوتی ہے۔

۳ ۔ جائز استمتاع :

عورت اور مرد کے درمیان تلذذ جنسی کا جواز عقد نکاح یا ملک یمین (لونڈی کی خریداری سے حاصل ہونے والی ملکیت) کے بعد ہی ہوتا ہے۔ (دیکھئے لفظ نکاح اور لفظ تسری) بشرطیکہ یہ تلذذ بذریعہ لواطت حاصل نہ کیا جائے، اور کوئی شرعی رکاوٹ مثلاً حیض اور نفاس بھی موجود نہ ہو۔ اس پر سب کا اجماع ہے، اسی طرح مرد کا مرد سے یا عورت کا عورت سے تلذذ جنسی حاصل کرنا بالا جماع ناجائز ہے۔

۴ ۔ تلذذ جنسی کی وہ صورتیں جو ممنوع ہیں :

حیض والی عورت کے ساتھ ہم بستری کے ذریعے تلذذ کا حصول حرام ہے (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۲، جز ۔ ب)

اعتکاف کی حالت میں معتکف کے لئے جنسی تلذذ حرام ہے (دیکھئے لفظ اعتکاف، فقرہ ۵)

روزہ دار کے لئے ہم بستری یا اس کے اسباب کے ذریعے جنسی تلذذ کا حصول اور بذریعہ ہم بستری روزہ کھولنے کی حرمت (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۰، جز ۔ ج)

۵ ۔ استمتاع کے نتیجے میں عائد ہونے والے احکامات :

ہم بستری کے ذریعے یا بغیر ہم بستری کے انزال ہونے کی صورت میں غسل واجب ہوتا ہے۔

(دیکھئے لفظ غسل. فقرہ ۲. جز۔ الف)

عورت کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (دیکھئے لفظ وضوء. فقرہ ۳. جز غسل. فقرہ ۲ جز۔ ب)

جائز ہم بستری سے لطف اندوزی پر مہر واجب ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے لفظ نکاح. فقرہ ۵ جز۔ ب)

جائز ہم بستری سے نفقہ واجب ہو جاتا ہے اور یہ وجوب طلاق کے بعد بھی اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک مطلقہ عدت میں ہو۔ (دیکھئے لفظ عدۃ. فقرہ ۳. جز د)

اسی طرح نفقہ کا وجوب شوہر کی وفات کے بعد بھی باقی رہتا ہے جب تک بیوہ حاملہ رہے (دیکھئے لفظ عدۃ. فقرہ ۴. جز۔ د)

استمتاع خواہ حلال ہو یا حرام اس کے نتیجے میں حرمت مصاہرت لازم آتی ہے۔ (دیکھئے لفظ نکاح. فقرہ ۴. جز۔ الف. فقرہ ۱. ۲) اور لفظ زنا. فقرہ ۳. جز۔ ج)

حرام ہم بستری کے نتیجے میں حد واجب ہے۔ (دیکھئے لفظ زنا. فقرہ ۳. جز۔ الف)

ہم بستری کے بغیر ناجائز استمتاع پر تعزیر واجب ہے۔ (دیکھئے لفظ تعزیر. فقرہ ۳. جز۔ الف)

استنجاء . استنجا کرنا

۱ ۔ تعریف :

آگے یا پیچھے سے خارج ہونے والی نجاست کو صاف کرنا استنجاء کہلاتا ہے۔

۲ ۔ استنجاء کے وسائل :

مذکورہ بالا نجاست کا ازالہ پتھر، مٹی کپڑے کے ٹکڑے اور پانی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ نجاست صاف کرنے کے لئے مذکورہ بالا تمام چیزوں کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ یہ خود نجس نہ ہوں کیونکہ نجاست کے ذریعے نجاست کو دور نہیں کیا جا سکتا۔

ہڈی یا گوبر کے ذریعے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجاء کے لئے تین پتھر لانے کا حکم دیا۔ مجھے صرف دو پتھر ملے اور تیسرا تلاش کے باوجود مل نہیں سکا. میں نے اس کی جگہ خشک گوبر کا ڈھیلا اٹھا لیا. حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے دونوں پتھر رکھ کر گوبر کا ڈھیلا پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ نجس ہے[۸۳] حدیث سے یہ بات ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین پتھروں کے استعمال کو پسند فرماتے تھے اس لئے کہ ان کے ذریعہ صفائی زیادہ ہوتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے (گوبر اور ہڈی سے استنجاء مت کرو کیونکہ ہڈی تمہارے بھائی جنوں کی خوراک ہے)[۸۴]

اگر استنجاء کے لئے پانی استعمال کیا جائے تو یہ سب سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ پانی کے ذریعے پوری صفائی ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے دبر اور ذکر کو پانی سے دھونے کے متعلق فرمایا: "یہ ایک بدعت ہے لیکن ہے بڑی اچھی بدعت"[۸۵]

اسرائیلیات : بنی اسرائیل سے متعلقہ واقعات اور کہانیاں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کسی اہل کتاب سے کسی قسم کا کوئی حکم یا ہدایت کی بات دریافت کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اگر کسی نے اہل کتاب سے کوئی مسئلہ پوچھ بھی لیا تو اس کے لئے اس پر عمل کرنا جائز نہیں جب تک وہ اسلامی احکام کے مطابق نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: "اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق نہ پوچھو. اس لئے کہ وہ تمہیں ہدایت کا راستہ نہیں بتا سکتے۔ کیونکہ وہ خود گم کردہ راہ ہیں، ایسا نہ ہو کہ ان کی بات مان کر تم کسی سچائی کی تکذیب اور کسی باطل کی تصدیق کے مرتکب ہو جاؤ۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ اہل کتاب میں سے ہر شخص کے دل کی تہہ میں ایمانی مادہ موجود ہوتا ہے جو اسے اللہ اور اس کی کتاب کی طرف بلاتا ہے۔ جیسا کہ مال سے محبت کا مادہ ہر دل میں موجود ہوتا ہے. اگر تمہیں کوئی بات دریافت کرنا پڑ بھی جائے تو دیکھو جو بات اللہ کی کتاب کے مطابق ہو اسے قبول کر لو اور جو بات کتاب اللہ کے مخالف ہو اسے ٹھکرا دو"[۸۶]

اسرار : زیر لب کہنا

زیر لب قرائت کی حد (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۹. جز۔ و. فقرہ ۱)

نماز میں امام زیر لب کون کون سی چیزیں پڑھے (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۴. جز۔ ح. فقرہ ۴. جز۔ ح)

اسراف : فضول خرچی

دیکھئے لفظ تبذیر

اسلام : اسلام

محصن ہونے کے لئے اسلام کی شرط (دیکھئے لفظ احصان، فقرہ ۲، جز۔ ح)

شوہر کے مسلمان ہونے کی شرط جب بیوی مسلمان ہو (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۳)

بیوی کے مسلمان ہو جانے اور شوہر کے کافر رہنے پر دونوں میں علیحدگی کرا دینا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۴، جز۔ ز)

عبادات کے وجوب کے لئے اسلام کی شرط (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۳، جز۔ الف)

جس شخص کی زمین پر خراج عائد ہو اس کا مسلمان ہو جانا (دیکھئے لفظ ارض، فقرہ ۳)

وہ باتیں جن کی وجہ سے ایک شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مرتد شمار ہوتا ہے (دیکھئے لفظ ردۃ، فقرہ ۲)

اشارہ : اشارہ کرنا

عاجز انسان کے لئے اشارے سے سجدہ کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ط، فقرہ ۱)

اشربہ : مشروبات

۱۔ غیر نشہ آور مشروبات کی حلت :

مشروبات کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے کچھ تو قدیم ہیں اور کچھ جدید، نیز کچھ نشہ آور ہیں اور کچھ غیر نشہ آور۔ حضرت ابن مسعودؓ نشہ آور مشروبات سے دور رہنے کا بہت اہتمام کرتے تھے لیکن غیر نشہ آور مشروبات کا استعمال بڑی رغبت سے کرتے تھے۔ عبیدہ سلمانی نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: "لوگوں نے نئی نئی مشروبات تیار کی ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیسی ہیں۔ میرا مشروب تو بیس سالوں سے ستو اور پانی ہے۔" آپ نے اس ضمن میں نبیذ کا ذکر نہیں کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "بیس سالوں سے میرا مشروب تو پانی، دودھ اور شہد ہے۔"[۱۸۷]

آپ ایسے نبیذ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے جو نشہ آور نہ ہو۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں یہ روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ الجن (جس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنات سے ملاقات ہوئی تھی) کو حضرت ابن مسعودؓ سے فرمایا: "تمہارے پاس

کوئی پاک شے ہے؟" آپ نے جواب میں عرض کیا نہیں. "البتہ ایک مشکیزے میں نبیذ کی تھوڑی سی مقدار ہے" اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (پاکیزہ پھل اور پاکیزہ پانی) [۱۸۸]

۲۔ حرمت خمر.

ا۔ شراب نص قرآنی سے حرام ہے۔ ارشاد باری ہے (إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ : یہ شراب اور جوا، یہ آستانے اور پانسے. یہ سب شیطانی کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو)

ب۔ علاج بذریعہ شراب

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی بڑے کا چھوٹے کے لئے علاج بذریعہ شراب کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کا قول ہے. "اپنے بڑوں کو (علاج کے طور پر بھی) شراب نہ پلاؤ اس لئے کہ تمہاری اولاد فطرت اسلام لے کر پیدا ہوئی ہے۔ کیا تم انہیں ایسی چیز پلانے کے لئے تیار ہو جاؤ گے جس کے متعلق انہیں کچھ علم نہیں. ان کا گناہ پلانے والے پر ہو گا. اللہ تعالیٰ نے کسی ایسی چیز میں تمہارے لئے ہرگز شفا نہیں رکھی ہے جسے اس نے تم پر حرام کر دیا ہے۔" [۱۸۹]

شفیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں: ہمارے ایک شخص کو پیٹ کی شکایت ہو گئی. اس کے پیٹ میں تیزابی مادہ زیادہ ہو گیا جس کی بنا پر اس کے منہ سے زرد رنگ کا پانی خارج ہوا. وہ شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے پیٹ کی تکلیف ہے جس کے لئے بطور علاج نشہ آور چیز کے استعمال کا مشورہ دیا گیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے کسی ایسی چیز میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھی ہے جسے اس نے تم پر حرام کر دیا ہے۔" [۴]

۳۔ ہر نشہ آور چیز کی حرمت:

اللہ تعالیٰ نے جب نشہ آور ہونے کی بنا پر شراب حرام کر دی ہے تو عقل اور منطق کا تقاضا یہ ہے کہ ہر وہ چیز حرام قرار پائے جس میں یہ خاصیت پائی جاتی ہو. لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا شراب کے سوا بقیہ تمام نشہ آور مشروبات میں اتنی مقدار حرام ہے جو نشہ آور ہو یا ایسی مشروبات کی

تھوڑی اور زیادہ دونوں مقداریں شراب پر قیاس کرتے ہوئے حرام ہیں خواہ اس سے نشہ پیدا ہو یا نہ پیدا ہو۔ اس سلسلے میں حضرت ابن مسعودؓ سے مختلف روایتیں منقول ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ نشہ آور چیزوں کی تھوڑی اور زیادہ دونوں مقداریں حرام ہیں خواہ اس سے نشہ پیدا ہو یا نہ پیدا ہو۔ ابن حزم نے کہا ہے: "ابن مسعودؓ سے صحیح روایت سے ہر اس چیز کی تھوڑی اور زیاد دونوں مقداروں کی تحریم ثابت ہے جس کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو" ۱۔ دوسری روایت میں ہے کہ شراب کے سوا دوسری نشہ آور مشروبات کی اتنی مقدار حرام ہے جس سے نشہ ہو جائے۔ اگر کسی نے ایسا نشہ آور مشروب استعمال کیا اور اسے نشہ نہیں ہوا تو اس کے لئے یہ حرام نہیں ہو گا۔ بیہقی نے حضرت ابن مسعودؓ سے آپ کا قول نقل کیا ہے: "ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ یعنی مشروب کی وہ مقدار جس سے نشہ ہو جائے" ۲۔ لیکن پہلی روایت ہی حضرت ابن مسعودؓ سے صحیح روایت ہے۔

ایسے برتن جن میں نبیذ بنانا درست ہے (دیکھئے لفظ آنیہ)

۴۔ شرب خمر کا اثبات:

شراب خوری کا اثبات یا تو شراب خور کے اقرار سے ہوتا ہے یا گواہوں کی گواہی سے۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ اسی طرح قوی قرائن کی بنا پر بھی اثبات ہو جاتا ہے۔ مثلاً منہ سے شراب کی بو آنا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مسلک یہ تھا کہ شراب کی بو کی موجودگی پر حد جاری کر دی جائے۔ ۳۔ علقمہ بن قیس کہتے ہیں: "ابن مسعود رضی اللہ عنہ شام کے شہر حمص میں تھے۔ لوگوں نے آپ سے قرآن سنانے کے لئے کہا۔ آپ نے سورہ یوسف کی تلاوت کی۔ ایک شخص اٹھ کر کہنے لگا۔ یہ سورت اس طرح نہیں نازل ہوئی" یہ سن کر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "او کم بخت۔ میں نے یہ سورت اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تھی اور آپ نے سن کر فرمایا تھا "بہت خوب" باتوں کے دوران حضرت ابن مسعودؓ کو اس شخص کے منہ سے شراب کی بو محسوس ہوئی۔ آپ نے اس سے فرمایا: "تو ناپاک چیز پیتا ہے اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے۔ میں یہاں سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک تجھے حد نہ لگ جائے" اس پر اسے شرب خمر کی حد لگائی گئی۔ ۱۔ ایک مسلمان اپنے بھتیجے کو نشہ کی حالت میں حضرت ابن مسعودؓ کے پاس لے کر آیا اور کہا کہ میرا یہ بھتیجا شرابی ہے۔ آپ نے فرمایا: "اسے خوب ہلاؤ جلاؤ اور اس کے منہ کی بو سونگھو" لوگوں نے ایسا ہی کیا

اور انہیں شراب کی بو محسوس ہوئی. آپ نے اسے بندی خانہ میں بھیج دیا اور اگلے دن صبح کو بلا کر اس پر حد جاری کی۔ ۲۔

۵۔ شراب پینے اور نشہ کرنے کی سزا:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ شرابی نیز کسی اور نشہ آور مشروب پی کر نشہ کرنے والے کو اسی کوڑوں کی سزا دیتے تھے۔ ایک شخص لایا گیا جس نے رمضان کے مہینے میں شراب پی لی تھی. آپ نے اسے اسی کوڑے حد خمر کے لگائے اور بیس کوڑے تعزیر کے طور پر مارے۔ ۳۔ پھر فرمایا: رمضان میں شراب پینے والے کو اسی کوڑے حد کے اور بیس کوڑے تعزیر کے لگائے جائیں گے" ۴۔

۶۔ نشہ میں مست انسان کے نقصان دہ تصرفات کی ذمہ داری (دیکھئے لفظ طلاق. فقرہ ۲. جز۔ ب)

اشہاد: گواہی قائم کرنا

دیکھئے لفظ شہادۃ

طلاق رجعی میں بیوی سے رجوع کرنے پر گواہ بنانا (دیکھئے لفظ رجعۃ. فقرہ ۲. جز۔ ج)

اصبع: انگلی

وضوء میں انگلیوں کا خلال کرنا (دیکھئے لفظ وضوء. فقرہ ۲. جز۔ ج)

انگلی کو نقصان پہنچانے والے جرم کی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ۲. جز ب. فقرہ ۲. جز۔ ج)

اضحیہ: قربانی

۱۔ کن جانوروں کی قربانی ہو سکتی ہے:

قربانی کے جانور میں چند شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ جو یہ ہیں:

وہ جانور چوپایہ ہو یعنی اونٹ. گائے یا بھینس اور بھیڑ یا بکری نر اور مادہ۔ قربانی ان جانوروں کے علاوہ کسی اور جانور کی نہیں ہو سکتی. دوسری شرط یہ ہے کہ وہ دو دانت کا ہو۔ اگر دو دانت کا میسر نہ ہو تو قربانی میں جذع بھی یعنی جو عمر میں دو دانت کا نہ ہو لیکن موٹا تازہ پلا ہوا. بھی جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے (عمدہ جانور کے سوا اور کسی جانور کی قربانی نہ دو. اگر اس کا میسر ہونا مشکل ہو تو پھر جذع یعنی چھ ماہ سے زائد عمر کی بھیڑ بھی جائز ہے) اس مسئلے پر سب کا اجماع ہے۔ ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس میں کوئی جسمانی نقص نہ ہو جس کی وجہ سے اس کے گوشت میں

کوئی نقص یا کمی آ جائے. مثلاً جانور یک چشم ہو یا اس کے کان کٹے ہوئے ہوں۔ اسی لئے حضرت ابن مسعودؓ نے قربانی کے جانور میں یہ شرط لگا دی تھی کہ اس کی آنکھیں اور کان صحیح سالم ہوں۔ [۱۰۱]

۲۔ قربانی کے جانور میں شرکت:

اونٹ اونٹنی. گائے بیل کی قربانی میں شرکت جائز ہے، بھیڑ بکری میں شرکت نہیں ہو سکتی. گائے بیل. اونٹ اونٹنی (بھینس بھینسا) میں سات آدمیوں کی شرکت ہو سکتی ہے۔ [۱۰۲]

۳۔ قربانی کا گوشت کھانا:

جو شخص قربانی دے اسے اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔ نیز اس میں سے صاحب ثروت لوگوں کو کھلانا بھی درست ہے اور ایک حصہ صدقے میں دے دینا بھی جائز ہے۔ بہتر صورت یہ ہے کہ قربانی کرنے والا اور اس کے اہل خانہ ایک تہائی حصہ رکھیں. ایک تہائی لوگوں کے گھروں میں بھیج دیں اور ایک تہائی کا صدقہ کر دیں۔ [۱۰۳] صدقہ فقراء کو دیا جائے اور رشتہ داروں اور اغنیاء کو بھی گوشت کھلایا جائے، یعنی ان کے گھروں میں بھیجا جائے۔

اضطباع:

(داہنی بغل سے چادر کو نکال کر بائیں کاندھے پر ڈالنا)

ہر ایسے طواف میں اضطباع کرنا جس کے بعد سعی ہو (دیکھئے لفظ حج. فقرہ ۷. جز۔ الف)

طواف افاضہ میں اضطباع نہیں ہوتا (دیکھئے لفظ حج. فقرہ ۱۴)

اعارۃ. عاریۃً دینا

۱۔ تعریف:

کوئی چیز کسی کو اس غرض سے دے دینا کہ وہ اس چیز کی اصل کو باقی رکھتے ہوئے اس سے فائدے اٹھاتا رہے. اعارۃ کہلاتا ہے۔

۲۔ اعارۃ کا حکم:

کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کو کوئی ایسی چیز. جس کے بغیر کام چل سکتا ہو. عاریۃً دینے سے انکار کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مذمت فرمائی ہے۔ ارشاد

باری تعالیٰ ہے (فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ. اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ، اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَآؤُوْنَ. وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ : سو خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غفلت کرنے والے ہیں۔ جو دکھلاوا کرتے اور عام برتنے کی چیز بھی دوسروں کو نہیں دیتے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے الماعون کی تفسیر عاریت سے کی ہے، یعنی ایسے لوگ کسی کو کوئی چیز عاریۃً بھی نہیں دیتے۔ ابن ابی حاتم وغیرہ نے زر بن جبیش کے واسطے سے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "الماعون" سے مراد عاریۃً دی جانے والی چیزیں ہیں۔ مثلاً ہنڈیا، ڈول، ترازو، وغیرہ "[۴] ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعودؓ سے الماعون کی تفسیر پوچھی گئی تو انہوں نے کہا: "اس سے مراد برتنے کی وہ چیزیں ہیں جو لوگ ایک دوسرے کو دیتے لیتے ہیں۔ مثلاً آری، ہنڈیا، ڈول اور اسی قسم کی دوسری چیزیں" [۵]

۳۔ حضرت ابن مسعود کی رائے یہ تھی کہ نیکی اور احسان کی خاطر بلامعاوضہ ہونے والے تمام عقود یعنی معاہدات کی طرح عاریت کا معاہدہ بھی طے ہوتے ہی تکمیل کو پہنچ جاتا ہے اور اس میں چیز کو اپنے قبضے میں لینے کی شرط نہیں ہوتی (دیکھئے لفظ تبرع، فقرہ ۴)

۴۔ قرض کے بدلے کسی کو کوئی چیز عاریۃً دینا (دیکھئے لفظ ربا، فقرہ ۳، جز۔ الف، فقرہ ۱)

اعانۃ: مدد کرنا

کسی شخص کو اس کے حق کے حصول میں مدد دینے پر معاوضہ لینا (دیکھئے لفظ رشوۃ، فقرہ ۲)

اعتکاف: اعتکاف کرنا

۱۔ تعریف:

تقرب الٰہی حاصل کرنے کی خاطر خاص طریقے سے مسجد میں قیام پذیر ہو جانا اعتکاف کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم:

اعتکاف کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ خاص کر رمضان مبارک کے آخری عشرے میں، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عشرے میں مسجد نبوی میں اعتکاف فرمایا تھا۔

۳۔ اعتکاف کی جگہ:

اگرچہ بعض صحابہ کرامؓ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اعتکاف صرف تین مساجد میں ہو سکتا ہے. یعنی مسجد نبوی. مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ، لیکن حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ جس مسجد میں نماز با جماعت ہوتی ہے وہاں اعتکاف کرنا درست ہے۔ ایک شخص نے مسجد میں پردہ تان کر اعتکاف کر لیا. لوگوں نے اسے کنکریاں ماریں، اس نے حضرت ابن مسعودؓ کو پیغام بھیجا. آپ تشریف لائے اور لوگوں کو وہاں سے ہٹا کر اس شخص کی اس نیکی کو سراہا۔[۲۰۶] یہ شخص کوفہ کی مسجد میں اعتکاف میں بیٹھا تھا۔ ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت حذیفہؓ بن الیمان کوفہ کی مسجد میں داخل ہوئے، آپ نے دیکھا کہ مسجد میں جگہ جگہ پردے تنے ہوئے ہیں. پوچھنے پر پتہ چلا کہ لوگوں نے اعتکاف کیا ہے۔ حضرت حذیفہؓ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آئے اور فرمایا: "آپ کو ان لوگوں پر تعجب نہیں ہوتا جو آپ کے گھر اور دار اشعری کے درمیان. یعنی مسجد کوفہ میں. معتکف ہیں؟" حضرت ابن مسعودؓ نے یہ سن کر فرمایا: "شاید انہوں نے ٹھیک کیا ہے اور تم غلطی پر ہو" اس پر حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: "میرے نزدیک مسجد کوفہ میں یا تمہارے ان گھروں میں سے کسی گھر میں اعتکاف کر لینا یکساں حیثیت رکھتا ہے. اصل اعتکاف تو تین مسجدوں یعنی مسجد نبوی. مسجد حرام (بیت اللہ) اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں ہوتا ہے۔"[۲۰۷]

۴۔ اعتکاف کی نیت:

اعتکاف کرنے والا جتنی مدت کے لئے اعتکاف کی نیت کرے گا اتنی مدت تک اعتکاف کرنا اس پر لازم ہو جائے گا۔ اگر وہ تین دنوں کی نیت کرے گا تو اس پر تین دن کا اعتکاف لازم ہو جائے گا. اگر اس نے روزے کے ساتھ اعتکاف کرنے کی نیت کی ہو تو اعتکاف کے دوران اسے روزے بھی رکھنے پڑیں گے اور اگر روزے کی نیت نہ کی ہو تو روزہ رکھنا ضروری نہیں ہو گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے

> اعتکاف کرنے والے کے لئے روزہ رکھنا ضروری نہیں الایہ کہ وہ اپنے اوپر روزہ رکھنا لازم کرے۔ ۲۰۸۔

آپ کا قول ہے۔ "اعتکاف کرنے والے کی نیت جس طرح کی ہو وہ اسی طرح سے اعتکاف کرے"[۲۰۹]

۵۔ معتکف کے لئے کون کون سی باتیں ممنوع ہیں:

معتکف کو چند امور سے باز رہنا پڑتا ہے اور ان میں سے کسی ایک کو بروئے کار لانے سے اس کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ امور یہ ہیں : بلا ضرورت مسجد سے باہر نکل جانا. بیوی سے ہم بستری کرنا یا ہم بستری تک پہنچا دینے والے امور مثلاً ہم آغوشی. بوس و کنار وغیرہ میں لگ جانا۔ [۲۱۰]

اعرابی : بدو

نماز میں بدو کی امامت (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۴. جز۔ ح. فقرہ ۲)

اعمیٰ : اندھا

اندھے کا اذان دینا پسندیدہ نہیں (دیکھئے لفظ اذان. فقرہ ۵. جز۔ الف)

اعور : یک چشم

یک چشم جانور کی قربانی (دیکھئے لفظ اضحیہ. فقرہ ۱)

صدقات کے جانور وصول کرنے والے کا یک چشم جانور قبول نہ کرنا (دیکھئے لفظ زکوٰۃ. فقرہ ۱۰ جز۔ ب)

افاضہ : چل پڑنا

مزدلفہ سے منیٰ کی طرف اور عرفات سے مزدلفہ کی طرف چل پڑنا (دیکھئے لفظ حج. فقرہ ۱۱)

افراد : جدا کرنا

حج افراد کرنا (دیکھئے لفظ حج. فقرہ ۵. جز۔ الف)

اقامت الصلاۃ : نماز کی اقامت

۱۔ اقامت کہنے کی جگہ :

اگر اذان سے مقصود نماز کا اعلان ہے تو اقامت سے مقصود نماز میں داخل ہونے کے لئے تیار ہونا ہے۔ اس بنا پر اذان اونچی جگہ پر دی جانی چاہئے کیونکہ اس سے اعلان کا مقصد بڑے پیمانے پر پورا ہوتا ہے۔ اور اقامت مسجد میں ہونی چاہئے۔ کیونکہ اس طرح ذہنی اور جسمانی طور پر نماز میں داخل ہونے کے لئے تیار ہو جانے کا مقصد بہت حد تک پورا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ

بن مسعودؓ اذان اونچی جگہ پر دلواتے اور اقامت مسجد میں کہتے تھے۔ [۲۱۱]

۲۔ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ اپنے گھر میں فرض نماز ادا کرنے والے پر اقامت کہنا واجب نہیں ہے خواہ وہ با جماعت ادائیگی کیوں نہ کرے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے گھر میں اپنے رفقاء کو اقامت کے بغیر فرض نماز پڑھائی اور فرمایا: "شہر میں ہونے والی اقامت ہی کافی ہے" [۲۱۲] ابن ابی شیبہ نے اسود بن یزید اور علقمہ بن قیس سے روایت کی ہے کہ ہم دونوں حضرت ابن مسعودؓ سے ملنے ان کے گھر گئے، آپ نے پوچھا کہ تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "آؤ پڑھ لیں" پھر آپ نے اذان دینے یا اقامت کہنے کا حکم نہیں دیا" ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے بلا اذان و اقامت نماز پڑھائی۔ [۲۱۳]

ان دونوں نے خصوصیت کے ساتھ اس امر کا جو ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اذان دینے یا اقامت کہنے کا حکم نہیں دیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کو آپ کا یہ مسلک معلوم تھا کہ آپ اذان و اقامت کے عدم وجوب کے قائل ہیں۔ اور علقمہ وہ شخص ہیں جو حضرت ابن مسعودؓ کے مسلک کا سب سے بڑھ کر علم رکھتے ہیں؛ اس لئے کہ وہ حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارتے رہے۔

۳۔ نماز کی اقامت کے بعد نماز پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جزی، فقرہ ۴)

۴۔ سفر سے حالت قیام میں آ جانا:

مقیم ہو جانے پر سفر کی حالت میں حاصل ہونے والی تمام رخصتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۴)

اقرار: اعتراف کرنا، اقرار کرنا

۱۔ اعتراف کر لینے کو اقرار کہتے ہیں:

۲۔ اقرار کرنے والا:

اقرار کرنے والے کے اقرار کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ عاقل بالغ انسان ہو اور خود مختار ہو نیز جس بات کا وہ اقرار کر رہا ہے اس کے کرنے میں اس پر کوئی پابندی عائد نہ ہو۔ اس بنا پر دیوانے کا اور مکرہ (جسے کسی کام پر مجبور کیا گیا ہو) اور ایسے بچے کا اقرار درست نہ ہو گا جسے تجارت کرنے کی اجازت نہ دی گئی ہو۔

۳۔ وہ بات جس کا اقرار کیا جائے:

وہ بات جس کا اقرار یا اعتراف کیا گیا ہو وہ یا تو کسی غیر کا حق ہو گا یا اللہ تعالیٰ کا حق ہو گا۔

ا۔ اگر کسی غیر کا حق ہو تو اگر اس کا ایک دفعہ بھی اقرار کرے گا تو یہ حق اس پر لازم ہو جائے گا اور اس اقرار سے رجوع کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ مثلاً کوئی شخص یہ اقرار کرے کہ اس پر فلاں کا قرضہ ہے یا فلاں میرا بیٹا ہے (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۲، جز۔ ب)

ب۔ اگر یہ اللہ کا حق ہو تو اس کے لئے ایک دفعہ اقرار کر کے رجوع کر لینا درست ہو گا۔ اس لئے کہ بندوں میں سے کوئی اس حق کا مطالبہ کرنے والا موجود نہیں ہوتا. اسی بنا پر جو شخص اپنے اوپر حدود میں سے کسی حد کے لزوم کا اقرار کرے تو اسے بھگا دینا جائز ہے۔ شاید وہ چلا جائے اور واپس نہ آئے اور اس طرح اس کا یہ طرز عمل اپنے اقرار سے رجوع تصور کر لیا جائے۔ یہ بھی آیا ہے کہ حد کا اقرار کرنے والے کو رجوع کر لینے کی تلقین کی جائے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے بھی اس کی اجازت دے دی ہے کہ اگر قاضی اس سے کہے: "تو نے چوری کی ہے؟؟ کہہ دے نہیں کی ہے" [۲۱۴]

اقطاع: بطور جاگیر زمین وغیرہ دے دینا

۱۔ امیر المومنین کا اپنی رعیت میں سے کسی فرد کے لئے اراضی کا کوئی متعین قطعہ مخصوص کر دینا اقطاع کہلاتا ہے۔

۲۔ اقطاع یعنی جاگیر دینا مشروع ہے اور اسے قبول کر لینا حلال ہے. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پانچ صحابہ کرام کو جاگیریں دی تھیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت خباب بن الارتؓ. حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ اپنی زمینیں تہائی پیداوار کی شرط پر بٹائی پر دے دیتے تھے۔ [۲۱۵] (مزارعۃ، فقرہ ۲)

اکتناز: مال جمع کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان لوگوں کو جو مال و دولت جمع کرنے کے درپے رہتے، تہدید کرتے

ہوئے فرماتے: " قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ مال و دولت جمع کرنے والے کو اللہ اس طرح عذاب نہیں دے گا کہ درہم و دینار اسے اس صورت سے چمٹیں کہ ایک درہم دوسرے درہم کو اور ایک دینار دوسرے دینار کو مس کر رہا ہو بلکہ عذاب کی شکل یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کے جسم کی کھال کو اس قدر کشادہ کر دے گا کہ اس کے جمع شدہ تمام دراہم و دنانیر علیحدہ علیحدہ اس پر رکھ دئے جائیں گے [۱۶]"

اکراہ: مجبور کرنا

۱۔ تعریف:

کسی انسان کو زبردستی کسی کام کے کرنے یا کسی کام سے رک جانے پر مجبور کرنا اکراہ کہلاتا ہے۔

۲۔ اکراہ کے ذرائع:

اکراہ کا تحقیق ہر ایسے فعل کے ذریعے ہو جاتا ہے جو کسی انسان کو بے بس اور لاچار کر دینے والا ہو۔ مثلاً پٹائی کرنا، بھوکا رکھنا وغیرہ۔ حارث بن سوید کہتے ہیں: "میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کوئی صاحب قدرت انسان مجھ سے کوئی ایسی بات زبردستی کہلوانا چاہے جسے کہہ کر میں ایک یا دو کوڑے کھانے سے بچ سکوں تو میں وہ بات ضرور کہہ دوں گا۔" [۱۷]

۳۔ اکراہ کا اثر:

ا۔ گناہ کے لحاظ سے اس کا اثر: اکراہ کی بنا پر مکرہ (جسے مجبور کیا گیا ہو) سے عنداللہ گناہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اور مکرہ (مجبور کرنے والا) اخروی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ (وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ اور تم اپنی لونڈیوں کو اپنے دنیوی فائدوں کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو۔ جبکہ وہ خود پاک دامن رہنا چاہتی ہوں۔ اور جو کوئی انہیں مجبور کرے تو اس جبر کے بعد اللہ ان کے لئے غفور و رحیم ہے) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: اللہ غفور و رحیم ہے ان لونڈیوں کے لئے جنہیں اس فعل بد پر مجبور کیا گیا ہو اور ان کا گناہ ان لوگوں کے سر ہوگا جنہوں نے انہیں

مجبور کیا۔ ۲۔ اکراہ کی وجہ سے جس طرح مجبور انسان سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح اس سے اس فعل کی سزا بھی ساقط ہو جاتی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اکراہ کی صورت میں اختیار سلب ہو جاتا ہے اور سزا وہیں ملتی ہے جہاں کوئی اپنے اختیار سے کسی خلاف ورزی کا ارتکاب کرے۔

ب۔ منہ سے نکالی ہوئی بات پر اکراہ کا اثر: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک منہ سے نکالی ہوئی باتوں یعنی تصرفات قولی پر اکراہ کا یہ اثر ہے کہ اس کے تحت کسی تصرف قولی کا خواہ اس کا تعلق کسی سودے کو طے کرنے یا توڑنے اور یا کسی حق کو ساقط کرنے سے ہو، کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اس لئے مکرہ کی بیع جائز نہیں۔ اسی طرح اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور اس کا کسی کو اپنے حق سے بری کرنا درست نہیں ہوتا۔ حارث بن سوید کی روایت، درج بالا بیان پر دلالت کرتی ہے۔ جس میں انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کوئی صاحب قدرت انسان مجھ سے کوئی ایسی بات زبردستی کہلوانا چاہے جسے کہہ کر میں ایک یا دو کوڑے کھانے سے بچ سکوں تو میں وہ بات ضرور کہہ دوں گا۔ (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۲، جز۔ ج)

ج۔ افعال پر اس کا اثر: اکراہ کے نتیجے میں سرزد ہونے والے افعال کے نتائج کی ذمہ داری مکرِہ یعنی مجبور کرنے والے پر ہو گی اگر اس کے اکراہ نے بے بس اور لاچار کر دیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس شخص کے متعلق جس نے کسی آزاد عورت کو زنا کاری پر مجبور کر دیا ہو، فرمایا: "اگر یہ باکرہ ہے تو مجبور کرنے والے پر اس کا مہر مثل ادا کرنا واجب ہو گا، اور اگر ثیبہ یعنی شادی شدہ ہو گی تو اسے مہر کی وہ رقم ادا کرنی پڑے گی جو اس جیسی عورت کے لئے عام طور پر مقرر کی جاتی ہے" ۲۱۸ آپ نے اس لونڈی کے متعلق جسے بدکاری پر مجبور کیا گیا ہو فرمایا: "اگر یہ باکرہ ہو تو مجبور کرنے والا اس کی قیمت کا دسواں حصہ ادا کرے گا اور اگر ثیبہ ہو تو قیمت کا بیسواں حصہ ادا کرے گا" ۲۱۹

زنا پر مجبور کرنے کی بنا پر لونڈی کا آزاد ہو جانا (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۳، جز۔ د)

امارة: حکومت، اقتدار

۱۔ مال و دولت اور جاہ و منزلت کے حصول کی خاطر سلطان یا بادشاہ کی چاپلوسی سے باز رہنے کی تلقین

کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: "سلطان کے دروازے پر اونٹوں کو لیجا کر بٹھانے میں بڑے فتنے ہیں، (یعنی جو شخص سفر کر کے سلطان کے دروازے پر سوالی بن کر جاتا ہے وہ بڑی آزمائشوں میں پڑ جاتا ہے۔ مترجم) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم ان سے جس قدر دنیا حاصل کرو گے یہ اسی قدر تمہارا دین برباد کر دیں گے" [۲۲۰]

۲۔ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی فرمانبرداری جائز نہیں۔ [۲۲۱]

۳۔ امیر کی اجتہادی رائے میں اس کی پیروی

جب حضرت ابن مسعودؓ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت عثمانؓ نے حج میں سفر کی نماز چار رکعت پڑھی ہے تو آپ نے سنتے ہی انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) پڑھا، پھر آپ نے کھڑے ہو کر چار رکعتیں ادا کیں، پوچھا گیا کہ آپ نے کیوں چار پڑھی ہیں؟ فرمایا "اختلاف میں شر ہوتا ہے" [۲۲۲]

۴۔ ظالموں کے مددگار:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ کسی مسلمان کے لئے کسی کافر حکومت میں کوئی عہدہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح کسی ظالم حاکم کی طرف سے کوئی منصب قبول کر کے اس کا مددگار بننا درست نہیں۔ ایک دفعہ آپ نے مہدی نامی کسی شخص کو مخاطب کر کے فرمایا: "اے مہدی، تمہارا اس وقت کیا حال ہو گا جب تمہارے اچھوں کے ساتھ دھوکا کیا جائے اور تم پر تمہارے ناتجربہ کار اور شرارت پسند لوگ حاکم بنا دئے جائیں اور نمازیں بے وقت پڑھی جائیں؟" اس نے جواب میں عرض کیا: "میں نہیں جانتا" اس پر فرمایا: "ایسی صورت حال میں تم نہ تو زکوۃ و صدقات کے محصل بننا، نہ چوہدری بننا اور نہ ہی سپاہی یا ڈاکیہ بننا، اور نماز اس کے وقت میں پڑھا کرنا" [۲۲۳]

۵۔ امیر المومنین کا کسی ایک اجتہادی رائے کو قبول کر لینا اس رائے کے لئے ترجیح ہے (دیکھئے لفظ خلافہ)

ظالم حاکم کے ساتھ بنائے رکھنے کی خاطر پڑھی ہوئی فرض نماز کا اس کی اقتداء میں دوبارہ پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز۔ د، فقرہ ۲)

میت کی نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار حاکم وقت ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶، جز۔ ب)

سلطان سے خوف کی صورت میں دعا (دیکھئے لفظ دعاء، فقرہ ۳، جز۔ ھ)

امانۃ: امانت

۱۔ امانت حقوق العباد میں سے ایک عظیم حق ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "شہادت کی موت ہر گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے لیکن امانت کی ذمہ داری شہید پر بھی باقی رہتی ہے۔ قیامت کے دن ایک شخص لایا جائے گا جس نے دنیا میں اللہ کے راستے میں اپنی جان دے دی تھی۔ پھر اس سے امانت کی واپسی کے لئے کہا جائے گا۔وہ شخص کہے گا کہ دنیا تو ختم ہو چکی اب میں کہاں سے واپس کروں۔ اس پر جہنم کی گہرائی میں اس امانت کو ایک صورت دے دی جائے گی۔ وہ شخص جہنم کی گہرائی میں اتر کر امانت کو اپنے کندھے پر رکھ لے گا لیکن وہ امانت اس کے کندھے سے اتر کر بھاگ کھڑی ہوگی اور یہ اس کے تعاقب میں بھاگے گا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے پیچھے بھاگتا ہی رہے گا"۲۲۴ے

۲۔ امانت کی حفاظت اور اس کا تاوان:

جس شخص کے پاس امانت رکھی گئی ہے اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ امانت کی متعارف طریقوں سے حفاظت کرے، اگر یہ امانت ضائع ہو جائے اور اس میں اس کی کوتاہی یا ارادے کو کوئی دخل ہو تو اس پر کوئی تاوان نہیں، خواہ اس کے ساتھ اس کا اپنا بھی کوئی مال ضائع ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "جس شخص کے پاس امانت رکھی جائے اس پر کوئی تاوان نہیں" ۲۲۵ے البتہ اگر اس کے ضیاع میں اس شخص کے اپنے ارادہ کو بھی دخل ہو یا اس کی حفاظت میں اس کی طرف سے کوتاہی ہوئی ہو تو وہ تاوان بھرے گا۔

۳۔ امانت کے ضمن میں آنے والے عقود (معاملات) یہ ہیں: ودیعت (امانت کی مروجہ شکل) اس شخص کے ہاتھ میں جس کے پاس یہ ودیعت رکھی گئی ہو۔ عاریت اس شخص کے ہاتھ میں جس نے یہ عارت لی ہو۔ مال شراکت شریک کے ہاتھ میں۔ ترکہ یا نابالغ کا مال اس شخص کے ہاتھ میں جس کے متعلق مرنے والا وصیت کر گیا ہو کہ یہ شخص اس مال کی اس وقت تک حفاظت کرے گا جب تک ترکہ تقسیم نہیں ہو جاتا یا نابالغ بالغ نہیں ہو جاتا اور ایجنسی کا مال ایجنٹ کے ہاتھ میں۔

الامر بالمعروف والنھی عن المنکر:

(نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا)

بیہقی نے ابو العالیہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے دو کے درمیان کسی بات پر تنازعہ کھڑا ہو گیا اور دونوں آپس میں الجھ پڑے۔ حاضرین میں سے ایک نے انہیں روکنے کا ارادہ کیا تو دوسرے نے اسے روکتے ہوئے اپنی فکر کرنے کا مشورہ دیا اور دلیل میں یہ آیت پڑھی (يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ. اے ایمان والو تمہیں اپنی جانوں کی فکر ہونی چاہئے. اگر تم راہ ہدایت پر ہو تو کسی اور کی گمراہی سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا) حضرت ابن مسعودؓ کے کانوں میں جب یہ الفاظ پڑے تو آپ نے فرمایا کہ اس آیت کی عملی صورت ابھی تک پیدا نہیں ہوئی ہے۔[۲۲۶] قرآن مجید جب نازل ہوا تو اس میں بہت سی آیتیں ایسی تھیں جن کی عملی صورت کا ظہور نزول قرآن سے پہلے ہو چکا تھا. کچھ آیتیں ایسی تھیں جن کا ظہور ان کے نزول کے بعد ہوا. کچھ ایسی ہیں جو قیامت کے وقت ظاہر ہوں گی اور کچھ ایسی ہیں جن کے ظہور کی عملی صورت حساب و کتاب اور جنت و دوزخ کے فیصلوں کے بعد پیش آئے گی۔ اس لئے جب تک تمہارے دل ایک ہوں. تمہاری سوچ ایک ہو تمہاری تمنائیں ایک ہوں اور تم میں گروہ بندیاں نہ ہوں اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے درپے نہ ہو جاؤ اس وقت تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو اور جب تمہارے دل بٹ جائیں. تمہاری تمنائیں مختلف ہو جائیں. تم میں گروہ بندیاں پیدا ہو جائیں۔ اور ایک دوسرے کے ہاتھوں نقصان اٹھانا پڑے تو ایسی صورت حال میں ہر شخص کو اپنی ذات کی فکر کرنی چاہئے۔ پھر ایسی حالت میں اس آیت کی عملی صورت کا ظہور ہو گا۔"[۲۲۷]

ام : ماں

میراث میں ماں کے احوال (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۵. جز۔ ی)

ماں سے نکاح کی حرمت (دیکھئے لفظ نکاح. فقرہ ۴. جز الف. فقرہ ۱. جز۔ الف)

ماں سے نسب کا ثبوت کب ہوتا ہے (دیکھئے لفظ نسب. فقرہ ۴)

ماں کے کمرے میں جانے کے لئے اجازت طلب کرنا واجب ہے (دیکھئے لفظ استئذان)

ام الولد : ایسی لونڈی جس کے ہاں آقا سے اولاد ہو جائے

(دیکھئے لفظ رق. فقرہ ۶) اور (لفظ بیع. فقرہ ۱. جز۔ ب)

اناء : برتن

(دیکھئے لفظ آنیہ)

انتحار : خودکشی کرنا

خودکشی کر کے مرنے والے کی نماز جنازہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶، جز۔ الف)

انتفاع : نفع اٹھانا

رھن رکھی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھانا (دیکھئے لفظ رھن، فقرہ ۲)

جس چیز سے فائدہ اٹھانا ممکن ہو اسے فروخت کرنا جائز ہے (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۱، جز۔ ب، فقرہ ۲، جز۔ ج)

انثیان : خصیے

خصیوں کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز۔ ب، فقرہ ۲، جز۔ ج)

انعام : چوپائے

چوپایوں کی زکوۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۶)

کن چوپایوں کی قربانی دی جا سکتی ہے (دیکھئے لفظ اضحیہ، فقرہ ۱)

اھل الکتاب : اہل کتاب

(دیکھئے لفظ کتابی)

ایلاء : ایلاء کرنا

۱۔ تعریف:

بیوی سے ہم بستری نہ کرنے کی قسم کھالینا ایلاء ہے۔

۲۔ غصے کی حالت کا وجود ایلاء کے وقوع کے لئے شرط نہیں ہے۔

جب شوہر بیوی سے ہم بستری نہ کرنے کی قسم کھا لے تو ایلاء واقع ہو جاتا ہے خواہ اس نے یہ قسم حالت رضا میں کھائی ہو یا حالت غضب میں۔ اور خواہ اس نے اس کے ذریعے بیوی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا ہو یا ایسا کوئی ارادہ نہ ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "ایلاء رضا اور غضب دونوں حالتوں میں واقع ہو جاتا ہے"[۲۲۸]

۳۔ ایلاء کی مدت :

حضرت ابن مسعودؓ ترک جماع کی قسم کو ہی ایلاء سمجھتے تھے خواہ مدت طویل ہو یا قصیر، ہر صورت میں ایلاء کے تمام احکام اس قسم پر جاری ہو جائیں گے. ایک شخص نے اپنی بیوی سے دس دنوں کا ایلاء کیا اور پھر حضرت ابن مسعودؓ سے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا: ''اگر چار ماہ گزر جاتے تو یہ ایلاء ہو جاتا'' ۲۲۹ اس سے ابن مسعودؓ کی مراد یہ ہے کہ قسم کی وجہ سے اسی طرح طلاق واقع ہو سکتی ہے جس طرح چار ماہ کی مدت کی صورت میں واقع ہو جاتی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ مسلک اس لئے اختیار کیا کہ سورہ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے (الذین یولون من نسائھم. ان لوگوں کے لئے جو اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں) آیت کے اس حصے میں اس مدت کی تحدید نہیں ہے جس پر قسم کھائی گئی ہو. ارشاد باری تعالیٰ کا اگلا حصہ ہے (تربص اربعۃ اشھر. انتظار کرنا ہے چار ماہ تک) آیت کے اس حصے سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ چار ماہ کی تحدید تربص یعنی انتظار کے لئے ہے نہ کہ قسم کے لئے۔ اس لئے اگر شوہر نے ایک معین مدت مثلاً دس دن کے لئے ترک جماع کی قسم کھالی اور اس مدت کے اختتام سے پہلے ہم بستری کر لی تو اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا. اسی طرح اگر اس نے چار ماہ سے زائد مدت یا غیر محدود مدت کے لئے ترک جماع کی قسم کھالی اور پھر چار ماہ گزرنے سے پہلے ہم بستری کر لی تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہو جائے گا۔

اگر شوہر نے بیوی سے صحبت نہ کرنے کی حالت برقرار رکھی یہاں تک کہ وہ مدت گزر گئی جسے قرآن نے مقرر کیا ہے یعنی چار ماہ. تو اس مدت کے گزرنے کے ساتھ ہی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی شوہر کو اسے نئے سرے سے طلاق دینے کی ضرورت نہیں اور نہ مدت کے اختتام سے پہلے قاضی کی طرف سے شوہر کو تنبیہ کرنے اور یہ مطالبہ کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ یا تو قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے یا پھر طلاق دے دے۔ چونکہ اس طرح دی ہوئی طلاق ایک طلاق بائن ہو گی اس لئے شوہر اسے عدت کے دوران پیغام نکاح بھیج سکتا ہے اور اس کی رضامندی سے اس کے ساتھ نئے مہر کے عوض دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، لیکن شوہر کے علاوہ کوئی اور شخص عدت کے بعد ہی اسے پیغام نکاح بھیج سکتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: ''جب چار مہینے گزر جائیں تو اسے طلاق بائن ہو جائے گی اور وہ اپنی ذات کے بارے میں فیصلہ کرنے کی پوری طرح مالک ہو گی'' ۲۳۰ آپ نے یہ بھی فرمایا: ''طلاق بائن صرف خلع اور ایلاء کی صورت میں ہوتی ہے'' ۲۳۱

آپ نے مزید فرمایا: "جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کر لے اور پھر چار مہینے گزر جائیں تو یہ ایک طلاق ہو گی. البتہ وہ عدت کے اندر اسے پیغام نکاح بھیج سکتا ہے. لیکن اس کے علاوہ کوئی اور شخص اسے پیغام نکاح نہیں بھیج سکتا. اور عدت کی مدت تین حیض ہے" ۲۳۲

حضرت ابن مسعودؓ نے اسی اصول کی روشنی میں کئی مقدمات کے فیصلے کئے. نعمان بن بشیر نے اپنی بیوی سے ایلاء کر لیا. اس وقت وہ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے. آپ نے ان کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا: "جب چار ماہ گزر جائیں تو ایک طلاق تسلیم کر لو" ایک روایت میں مزید الفاظ یہ بھی ہیں: "اور اسے (تمہاری بیوی کو) اپنی ذات پر پورا اختیار ہو گا. اور وہ طلاق پانے والی عورت کی طرح عدت گزارے گی" ۲۳۳ ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں: "عبداللہ بن انیسؓ نے اپنی بیوی سے ایلاء کر لیا اور ہم بستری کے بغیر چار ماہ کی مدت گزر گئی۔ اس کے بعد انہیں اپنی قسم یاد نہ رہی اور اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی. پھر مسئلہ پوچھنے علقمہ کے پاس آ گئے۔ علقمہ انہیں لے کر حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آئے. آپ نے فرمایا: "وہ تو تم سے بائن ہو گئی. یعنی اس پر طلاق بائن واقع ہو گئی. اب اسے نئے سرے سے پیغام نکاح بھیجو" چنانچہ انہوں نے اسے پیغام نکاح دیا اور مہر کے طور پر ایک رطل (چالیس تولے) چاندی دی" ۲۳۴

قبیلہ نخع کا ایک شخص گھر واپس آیا اور اپنے دوستوں سے کہنے لگا کہ جب میں گھر سے گیا تھا تو اپنی بیوی سے ناراض تھا اور اب واپس آیا ہوں تو راضی ہوں. میں نے اس سے ہم بستری بھی کر لی حالانکہ میں نے ہم بستری نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اور اس قسم پر کئی ماہ گزر گئے تھے. اس کے دوستوں نے سن کر کہا کہ یہ تو تم نے ایلاء کر لیا تھا. اس لئے اب جا کر عبداللہ بن مسعودؓ سے اس کے متعلق مسئلہ دریافت کرو. چنانچہ وہ شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس چلا گیا. آپ نے اس سے پوچھا آیا تم نے اس سے ہم بستری کی ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ لاعلمی میں کیا ہے. آپ نے فرمایا: "وہ عورت طلاق بائن کی بنا پر تم سے علیحدہ ہو چکی ہے اور اب تم اس کی رضا کے بغیر رجوع بھی نہیں کر سکتے. اس لئے تم اس کے پاس جا کر اسے اس کی اطلاع دو اور پھر اسے پیغام نکاح دو اگر وہ اس کے لئے رضامند ہو جائے" چنانچہ وہ شخص اپنی بیوی کے پاس گیا. اور اسے سب کچھ بتا دیا جسے سن کر بیوی نے کہا: "میں اپنے شوہر کی طرف لوٹنا چاہتی ہوں" ۲۳۵

۴۔ ایلاء سے رجوع کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ۖ فَإِن فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ، وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

(ان لوگوں کے لئے جو اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں چار ماہ تک انتظار کرنا ہے. پھر اگر واپس آ جائیں تو اللہ غفور رحیم ہے اور اگر طلاق کا عزم کر لیں تو اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے) واپسی یا رجوع ہم بستری کے ذریعے ہو گی جس سے باز رہنے کی اس نے قسم کھائی تھی۔ الا یہ کہ ایلاء کرنے والے (شوہر) میں کوئی معذوری مثلاً بڑھاپا، بیماری یا قید وغیرہ ہو جو اس کے لئے ہم بستری میں رکاوٹ بن جائے۔ ایسی صورت میں زبانی طور پر رجوع ہو سکتا ہے، مثلاً یوں کہے: "میں واپس آ گیا یا ایلاء سے رجوع کر لیا" وغیرہ۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ایلاء کرنے والے کے متعلق فرمایا: "واپسی صرف ہم بستری کے ذریعے ہو سکتی ہے. لیکن اگر اسے کوئی معذوری مثلاً بڑھاپا، مرض یا قید وغیرہ لاحق ہو جو ہم بستری سے روک رہی ہو تو ایسی صورت میں اس کی واپسی اس کے دل اور اس کی زبان کے ذریعے عمل میں آئے گی[۲۳۶]

۵۔ ایلاء کی عدت:

ا۔ چار ماہ گذر جانے کے بعد ایلاء کی بنا پر لازم ہونے والی عدت طلاق کی عدت یعنی تین حیض ہے اس کے بارے میں سلف کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا "جس عورت سے ایلاء کیا گیا ہے وہ چار ماہ کے بعد طلاق والی عورت کی عدت گذارے گی[۲۳۷] یہ عدت تین قروء (حیض) ہے۔

ب۔ عدت کی یہ مدت چار ماہ گذرنے کے ساتھ ہی شروع ہو جائے گی اس لئے کہ اس مدت کے اختتام کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جائے گی اور اس کے فوراً بعد بلا کسی وقفے کے عدت شروع ہو جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "چار ماہ گذرنے پر عورت طلاق والی عورت کی عدت گذارے گی"[۲۳۸]

۶۔ ایلاء پر طلاق کا ورود:

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کر لے اور پھر مدت ایلاء میں اسے طلاق دے دے، تو ایسی

صورت میں یا تو عدت طلاق یعنی تین حیض ایلاء کی مدت یعنی چار ماہ گذرنے سے پہلے ختم ہو جائے گی یا اس کے برعکس ایلاء کی مدت عدت طلاق کی مدت سے پہلے اختتام پذیر ہو جائے گی۔

اگر عدت طلاق، مدت ایلاء سے پہلے ختم ہو جائے تو طلاق ایلاء کو ختم کر دے گی اور ایلاء کی اپنی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی اس لئے کہ ایلاء کا وقوع اب ایسی عورت پر ہو گا جو اس کی بیوی نہیں رہی۔حضرت ابن مسعودؓ نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو اپنی بیوی سے ایلاء کرنے کے بعد اسے طلاق دے دیتا ہے کہ "طلاق ایلاء کو گرا دیتی ہے" اور فرمایا "طلاق اور ایلاء دونوں گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کی طرح ہیں"[۲۳۹]

اگر ایلاء کی مدت طلاق کی عدت سے پہلے ختم ہو جائے تو طلاق اور ایلاء دونوں واقع ہو جائیں گے اس لئے کہ طلاق کا وقوع اسی ساعت ہو جاتا ہے جس ساعت شوہر اسے طلاق دیتا ہے نہ کہ اس وقت جبکہ اس کی عدت گذر جاتی ہے، البتہ طلاق رجعی کی صورت میں عدت کے دوران وہ اس کی بیوی رہتی ہے اس لئے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا "اگر شوہر نے ایلاء کیا پھر طلاق دے دی تو اب یہ دونوں گھڑ دوڑ کے دو گھوڑے بن گئے، اگر ایلاء کے گذرنے سے پہلے عدت طلاق گزر گئی تو ایلاء کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی اس لئے ایلاء اس وقت واقع ہوا جبکہ وہ اس کی بیوی نہیں تھی اور اگر ایلاء کی مدت عدت گذرنے سے پہلے اختتام پذیر ہو جائے تو ایسی صورت میں طلاق اور ایلاء دونوں واقع ہو جائیں گے"[۲۴۰]

ایماء : اشارہ کرنا

اشارے سے سجدہ کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز - ط فقرہ - ۱)

ایمان : ایمان

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "کوئی شخص اس وقت تک ایمان کا مزہ نہیں پا سکتا ــــ یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیا) جب تک وہ قضا و قدر پر ایمان نہیں لائے گا اور یہ حقیقت تسلیم نہیں کرے گا کہ اسے مرنا ہے اور مر کر دوبارہ زندہ ہونا ہے"[۲۴۱] آپ کا قول ہے "تین باتیں جس شخص میں ہوں گی اسے ایمان کی حلاوت نصیب ہو جائے گی۔ حق بات میں ریاکاری سے پرہیز، اور مذاق میں بھی جھوٹ سے گریز اور اس حقیقت کا تیقّن کہ قضا و قدر کے تحت جن حالات کا اسے سامنا کرنا پڑا ان سے وہ بچ نہیں سکتا تھا اور جن سے وہ بچ نکلا ان کی زد میں وہ آ نہیں سکتا

تھا" ۲۴۲

ایمان: قسمیں

ایمان یمین کی جمع ہے جس کے معنی ہیں قسم (دیکھئے لفظ یمین)

حوالہ جات

حرف الالف

۱۔ مصنف عبدالرزاق ص ۲۰۷. ۲۰۹ جلد نہم
۲۔ المحلی ص ۴۸۹ جلد ہفتم. آثار ابی یوسف رقم ۹۸۵
۳۔ عبدالرزاق ص ۲۰۷ جلد نہم
۴۔ آثار ابی یوسف رقم ۹۹۲
۵۔ المحلی ص ۵۱۶ جلد ہفتم
۶۔ موسوعہ ابراہیم نخعی ص ۷۵ جلد اول
۷۔ المحلی ص ۲۰۸ جلد ہشتم. سنن بیہقی ص ۲۰۰ جلد ششم. المغنی ص ۶۶۲ جلد پنجم
۸۔ الاشراف لابن المنذر ص ۸۷ جلد دوم عبدالرزاق ص ۲۰۸ جلد ہشتم. سنن بیہقی ص ۲۰۰ جلد ششم. المحلی ص ۲۰۸ جلد ہشتم. المغنی ص ۶۶۲ جلد دوم
۹۔ آثار ابی یوسف رقم ۷۶۱
۱۰۔ المغنی ص ۶۶۱ جلد پنجم
۱۱۔ بدائع الصنائع ص ۱۶۴ جلد ہفتم
۱۲۔ موسوعہ فقہ عمر. لفظ فی. فقرہ ۳. جزب کا فقرہ ۲
۱۳۔ سنن بیہقی ص ۷۷ جلد پنجم
۱۴۔ المغنی ص ۳۶۳ جلد سوم. تفسیر ابن کثیر ص ۲۳۱ جلد اول. المحلی ص ۲۰۳ جلد ہفتم
۱۵۔ المغنی ص ۳۵۸ جلد سوم
۱۶۔ المحلی ص ۲۰۴ جلد ہفتم
۱۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۶ جلد اول
۱۸۔ المحلی ص ۲۰۴ جلد ہفتم
۱۹۔ سنن بیہقی ص ۲۴۳ جلد ہشتم. المغنی ص ۱۷۵ جلد ہشتم
۲۰۔ تفسیر ابن کثیر ص ۴۷۹ جلد اول
۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۵ ب. جلد اول
۲۲۔ حوالہ سابق
۲۳۔ المحلی ص ۱۴۶ جلد سوم
۲۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۴ جلد اول. کشف الغمہ ص ۷۸ جلد اول. کنز العمال ۲۳۲۷۷

۲۵ ۔ ابن ابی شیبہ بحوالہ سابق
۲۶ ۔ موسوعہ فقہ عمر، لفظ اذان، فقرہ ۱
۲۷ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۷ ب جلد اول ؛ مسلم شریف، کتاب المساجد، حدیث نمبر ۲۶، صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر ۱۶۳۶
۲۸ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۶ جلد اول
۲۹ ۔ المغنی ص ۳، جلد ہفتم
۳۰ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۹ ب جلد دوم، سنن بیہقی ص ۲۰۹ جلد ششم، سنن سعید بن منصور ص ۳، جزاول جلد سوم۔
۳۱ ۔ سنن بیہقی ص ۲۶۰ جلد ششم، ابن ابی شیبہ ص ۱۸۷ جلد دوم ؛ عبدالرزاق ص ۳۱ جلد ششم، المغنی ص ۳۰۴ جلد ششم
سنن دارمی ص ۳۸۷ جلد دوم
۳۲ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱ جلد دوم، المغنی ص ۱۸۹ جلد ششم
۳۳ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۸ ب جلد دوم، سنن سعید بن منصور ص ۴۷، جزاول، جلد سوم
۳۴ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۱ ب جلد اول، المغنی ص ۳۲۹ جلد ششم
۳۵ ۔ عبدالرزاق ص ۳۴۲ جلد ششم، ابن ابی شیبہ ص ۲۵۳ ب جلد اول ۔ سنن بیہقی ص ۴۱۹ جلد ہفتم، آثار محمد بن الحسن
ص ۸۵، سنن سعید بن منصور ص ۳۰۴، جزاول جلد سوم، المحلی ص ۲۶۹ جلد دہم
۳۶ ۔ عبدالرزاق ص ۲۹۴، ۴۷۹ جلد ششم، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۹ جلد دوم، آثارابی یوسف نمبر ۶۰۷، کنزالعمال نمبر
۱۷۵۳۷، المغنی ۲۱۷ جلد ششم
۳۷ ۔ سنن سعید بن منصور ص ۷۰ جزاول جلد سوم
۳۸ ۔ المغنی ص ۳۰۸ جلد ششم
۳۹ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲، ۱۸۲ب، ۱۸۷ ب جلد دوم، سنن بیہقی ص ۲۲۳ جلد ششم، المغنی ص ۱۸۷، ۲۹۹، ۳۰۰ جلد
ششم
۴۰ ۔ المغنی ص ۲۹۹ جلد ششم۔
۴۱ ۔ عبدالرزاق ص ۱۰۵ جلد ششم، ص ۳۴۰ جلد دہم المغنی ص ۳۰۰ جلد ششم
۴۲ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ب جلد دوم سنن بیہقی ص ۲۰۰ جلد ششم المحلی ص ۳۰۵ جلد نہم، ص ۱۹۷ جلد گیارہ، الرد علی
سیرالاوزاعی ص ۱۱۱، سنن الدارمی ص ۳۸۴ جلد دوم
۴۳ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲، ص ۱۸۲ ب جلد دوم المغنی ص ۱۸۷ جلد ششم
۴۴ ۔ المغنی ص ۳۰۰ جلد ششم
۴۵ ۔ المغنی ص ۲۶۶ جلد ششم، ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ جلد دوم عبدالرزاق ص ۲۳ جلد نہم
۴۶ ۔ المغنی ص ۲۶۹ جلد ششم، ص ۳۰۲ جلد نہم، سنن سعید بن منصور ص ۵۵، جزاول جلد سوم
۴۷ ۔ عبدالرزاق ص ۳۹۱ جلد ہشتم، المحلی ص ۲۳۸ جلد نہم، المغنی ص ۲۶۸ جلد ہشتم، ص ۴۳۰ جلد نہم
۴۸ ۔ موسوعہ فقہ عمر، لفظ ارث، فقرہ ۴، جز ب
۴۹ ۔ سنن بیہقی ص ۲۲۰ جلد ششم، المغنی ص ۲۹۱ جلد ششم

۵۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ جلد دوم، سنن دارمی ص ۳۵۱ جلد دوم، سنن بیہقی ص ۲۲۳ جلد ششم، المغنی ص ۱۸۱ جلد ششم

۵۱۔ المغنی ص ۳۱۲ جلد ششم

۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ ب جلد دوم

۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ ب جلد دوم

۵۴۔ حوالہ سابق

۵۵۔ المغنی ص ۲۱۵ جلد ششم

۵۶۔ المحلی ص ۲۸۳، ۲۸۶ جلد نہم

۵۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ جلد دوم، المحلی ص ۲۸۵ جلد نہم

۵۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ جلد اول، سنن بیہقی ص ۲۴۹ جلد ششم، کنزالعمال ۳۰۶۳۷

۵۹۔ عبدالرزاق ص ۲۶۸ جلد دہم سنن بیہقی ص ۲۵۰ جلد ششم، المحلی ص ۲۸۵ جلد نہم، ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ جلد دوم، کنزالعمال ۳۰۶۴۱

۶۰۔ المحلی ص ۲۸۳، ۲۸۶ جلد نہم

۶۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ب جلد دوم، اختلاف ابی حنیفہ ابن ابی لیلیٰ ص ۸۴

۶۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ب جلد ششم

۶۳۔ المغنی ص ۲۲۲ جلد ششم

۶۴۔ عبدالرزاق ص ۲۶۸ جلد دہم، کنزالعمال ۳۰۶۴۱

۶۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ب جلد دوم

۶۶۔ المغنی ص ۲۲۲ جلد ششم

۶۷۔ المغنی ص ۲۲۷ جلد ششم

۶۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ جلد دوم، المغنی ص ۲۲۷ جلد ششم، المحلی ص ۲۹۰ جلد نہم، عبدالرزاق ص ۲۷۰ جلد دہم، سنن بیہقی ص ۲۵۰ جلد ششم، کنزالعمال ۳۰۶۴۲

۶۹۔ حوالہ سابق اس فرق کے ساتھ کہ اس میں المغنی کا حوالہ نہیں ہے۔

۷۰۔ حوالہ سابق۔

۷۱۔ ابن ابی شیبہ ۱۸۳ ب جلد دوم، المحلی ص ۲۸۵ جلد نہم، سنن بیہقی ص ۲۵۰ جلد ششم

۷۲۔ موسوعہ فقہ عمر بن الخطاب، لفظ ارث، فقرہ ۵، جزب، فقرہ ۵

۷۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ب جلد دوم

۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ ب جلد دوم، سنن بیہقی ص ۲۵۱ جلد ششم

۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ جلد دوم، سنن بیہقی ص ۲۵۲

۷۶۔ سنن بیہقی ص ۲۵۲ جلد ششم

۷۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ جلد دوم
۷۸۔ حوالہ سابق
۷۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ب جلد دوم، سنن بیہقی ص ۲۵۱. جلد ششم. المحلی ۲۸۵ جلد نہم. المغنی ص ۲۲۲ جلد ششم
۸۰۔ سنن بیہقی ص ۲۵۱، ۲۵۲ جلد ششم. ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ب جلد دوم
۸۱۔ عبدالرزاق ص ۲۶۸ جلد دہم سنن بیہقی ص ۲۵۰، ۲۵۱ جلد ششم کنزالعمال نمبر ۳۰۶۴۱ اور ۳۰۶۴۴
۸۲۔ عبدالرزاق ص ۲۶۸ جلد دہم. ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ جلد دوم سنن بیہقی ص ۲۵۰ جلد ششم، المحلی ص ۲۸۵ جلد نہم کنزالعمال نمبر ۳۰۶۴۱
۸۳۔ سنن بیہقی ص ۲۵۰ جلد ششم المغنی ص ۲۱۷ جلد ششم
۸۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵ جلد دوم
۸۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ جلد دوم، سنن بیہقی ص ۲۵۲ جلد ششم. المغنی ص ۲۲۶ جلد ششم. المحلی ص ۲۸۹ جلد نہم. کنزالعمال نمبر ۳۰۶۴۸
۸۶۔ عبدالرزاق ص ۲۷۱ جلد دہم. ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ب جلد دوم. کنزالعمال نمبر ۳۰۶۴۹
۸۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ جلد دوم. عبدالرزاق ص ۲۷۰ جلد دہم. کنزالعمال نمبر ۳۰۶۴۲
۸۸۔ سنن بیہقی ص ۲۳۰ جلد ششم
۸۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ب جلد دوم
۹۰۔ کلالہ کے معنی میں اختلاف ہے بعض کی رائے میں کلالہ وہ شخص ہے جو لاولد بھی ہو اور جس کے باپ دادا بھی زندہ نہ ہوں اور بعض کے نزدیک محض لاولد مرنے والے کو کلالہ کہتے ہیں۔ پہلی رائے حضرت ابوبکر کی تھی جسے عام فقہاء تسلیم کرتے ہیں۔ خود قرآن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ زیر بحث آیت میں کلالہ کی بہن کو نصف ترکہ کا وارث قرار دیا گیا ہے حالانکہ اگر کلالہ کا باپ زندہ ہو تو بہن کو سرے سے کوئی حصہ پہنچتا ہی نہیں۔ مترجم نقل من تفہیم القرآن
۹۱۔ موسوعہ فقہ عمر. لفظ ارث فقرہ ۵ جزج فقرہ ۲
۹۲۔ عبدالرزاق ص ۲۵۱ جلد دہم
۹۳۔ سنن بیہقی ص ۲۵۶ جلد ششم. سنن سعید بن منصور ص ۱۵، ۱۷ جز اول جلد سوم
۹۴۔ سنن بیہقی ص ۲۵۶ جلد ششم
۹۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ جلد دوم. عبدالرزاق ص ۲۵۷ جلد دہم. المحلی ص ۲۵۶ جلد نہم. المغنی ص ۱۷۳ جلد ششم. بخاری شریف کتاب الفرائض باب میراث الاخوات مع البنات
۹۶۔ المغنی ص ۱۷۱ جلد ششم. عبدالرزاق ص ۲۵۱ جلد دہم. ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ جلد دوم
۹۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ جلد دوم
۹۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ب اور ص ۱۸۱ جلد دوم. عبدالرزاق ص ۲۵۱ جلد دہم. سنن بیہقی ص ۲۳۰ جلد ششم. المحلی ص ۲۷۱ جلد نہم
۹۹۔ المغنی ص ۱۷۳ جلد ششم. المحلی ص ۲۷۱ جلد نہم۔
۱۰۰۔ فقہ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ جلد دوم. المحلی ص ۲۷۱ جلد نہم. سنن بیہقی ص ۲۳۰ جلد ششم

۱۰۱۔ المحلی ص ۲۷۱ جلد نہم۔

۱۰۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ جلد دوم

۱۰۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ ب جلد دوم۔ المحلی ص ۲۵۶ جلد نہم۔ عبدالرزاق ص ۲۵۷ جلد دہم۔ سنن بیہقی ص ۲۳۲ جلد دوم۔ المغنی ص ۱۷۳ جلد ششم۔ کشف الغمۃ ص ۳۹ جلد دوم

۱۰۴۔ سنن بیہقی ص ۲۳۲ جلد دوم۔ المحلی ص ۲۷۰ جلد نہم۔ المغنی ص ۱۷۴ جلد دوم

۱۰۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ جلد دوم

۱۰۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۔ ۱۸۰ جلد دوم۔

۱۰۷۔ عبدالرزاق ص ۲۷۹ جلد اول

۱۰۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵ جلد دوم۔ عبدالرزاق ص ۲۶۹ جلد دہم۔ سنن بیہقی ص ۲۵۲ جلد ششم۔ المحلی ص ۲۶۱ جلد نہم کنزالعمال ۳۰۶۲۳۔ سنن سعید بن منصور ص ۲۷۔ جز اول۔ جلد سوم

۱۰۹۔ ابن ابی تیبہ ص ۱۸۰ جلد دوم۔ عبدالرزاق ص ۲۵۳ جلد دہم۔ المحلی ص ۲۶۰ جلد نہم۔ تفسیر ابن کثیر ص ۴۵۸ جلد اول۔ المغنی ص ۱۸۰ جلد ششم

۱۱۰۔ المحلی ص ۲۶۰ جلد نہم

۱۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ جلد دوم۔ سنن بیہقی ص ۲۵۲ جلد ششم۔ المحلی ص ۲۷۹ جلد نہم۔ المغنی ص ۲۲۶ جلد ششم۔ کنزالعمال ۳۰۶۴۸

۱۱۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ جلد دوم۔ عبدالرزاق۔ ص ۲۷۰ جلد دہم۔ کنزالعمال ۳۰۶۴۳

۱۱۳۔ عبدالرزاق ص ۲۷۱ جلد دہم۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ب جلد دوم کنزالعمال ۳۰۶۴۹

۱۱۴۔ المحلی ص ۲۷۲ جلد نہم

۱۱۵۔ المحلی ص ۲۷۵، ۲۷۷ جلد نہم۔ عبدالرزاق ص ۲۷۶ جلد دہم۔ کشف الغمۃ ص ۳۹ جلد دوم۔ المغنی ص ۲۰۹ جلد دوم۔ سنن داری ص ۳۶۰ جلد دوم

۱۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵ جلد دوم۔ سنن بیہقی ص ۲۳۷ جلد ششم۔ المغنی ص ۲۰۹ جلد ششم۔ المحلی ص ۲۷۷ جلد نہم

۱۱۷۔ سنن بیہقی ص ۲۳۶ جلد ششم۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۳۔ جز اول جلد سوم

۱۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵ جلد دوم

۱۱۹۔ حوالہ سابق

۱۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵ جلد اول۔ المحلی ص ۲۷۹ جلد نہم۔ المغنی ص ۲۱۱ جلد ششم۔ کنزالعمال ۳۰۶۰۵۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۴ جز اول جلد سوم۔ سنن داری ص ۳۶۰ جلد دوم

۱۲۱۔ موسوعہ عمر بن الخطاب لفظ ارث۔ فقرہ ۵۔ جز نمبر ۳

۱۲۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵ جلد دوم۔ المحلی ص ۲۷۷ جلد نہم۔ عبدالرزاق ص ۲۷۷ جلد دہم۔ سنن بیہقی ص ۲۳۷ جلد ششم۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۲۔ جز اول جلد سوم

۱۲۳ ۔ سنن بیہقی ص ۲۳۸ جلد ششم
۱۲۴ ۔ حوالہ سابق
۱۲۵ ۔ المحلی ص ۲۹۹ جلد نہم
۱۲۶ ۔ سنن بیہقی ص ۲۳۸ جلد ششم.
۱۲۷ ۔ حوالہ سابق
۱۲۸ ۔ المحلی ص ۲۹۹ جلد نہم
۱۲۹ ۔ حوالہ سابق
۱۳۰ ۔ سعید بن منصور ص ۴۰ جز اول جلد سوم. ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱ جلد دوم
۱۳۱ ۔ عبدالرزاق ص ۲۸۷ جلد دہم. ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ ب اور ۱۸۱ جلد دوم. المغنی ص ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸ جلد ششم
۱۳۲ ۔ المغنی ص ۱۸۸ جلد ششم
۱۳۳ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵، ۱۸۶ جلد دوم. عبدالرزاق ص ۱۲۴ جلد ہفتم. سنن بیہقی ص ۲۵۸ جلد ششم. المغنی ص ۲۶۳، ۲۶۵ جلد ششم. کنزالعمال ۴۰۶۰ اور ۳۰۶۹۷. سعید بن منصور ص ۳۸ جز اول جلد سوم. سنن دارمی ص ۳۸۸ جلد دوم
۱۳۴ ۔ المغنی ص ۲۶۰ جلد ششم
۱۳۵ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ جلد دوم
۱۳۶ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ ب جلد دوم، المحلی ص ۲۵۶، ۲۶۹ جلد نہم. عبدالرزاق ص ۲۵۷ جلد دہم. سنن بیہقی ص ۲۳۲ جلد ششم. المغنی ص ۱۶۸، ۱۷۳ جلد ششم. کشف الغمہ عن الائمہ ص ۳۹ جلد دوم
۱۳۷ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱ جلد دوم. المغنی ص ۱۸۱ جلد ششم. تفسیر ابن کثیر ص ۴۶۰ جلد اول
۱۳۸ ۔ سنن بیہقی ص ۲۴۱، ۲۴۲ جلد ششم. المغنی ص ۲۳۶، ۳۴۹ جلد ششم
۱۳۹ ۔ المغنی ص ۳۵۷ جلد ششم
۱۴۰ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۷ جلد دوم. عبدالرزاق ص ۲۵ جلد نہم. المغنی ص ۳۵۳ جلد ششم
۱۴۱ ۔ عبدالرزاق ص ۳۷ جلد نہم، سنن بیہقی ص ۳۶ جلد دہم
۱۴۲ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۹ ب جلد دوم. عبدالرزاق ص ۱۰ جلد نہم
۱۴۳ ۔ آثار ابی یوسف رقم ۷۷۶. اختلاف ابی حنیفہ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۸۸
۱۴۴ ۔ اختلاف ابی حنیفہ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۸۸
۱۴۵ ۔ المغنی ص ۲۰۱ جلد ششم.
۱۴۶ ۔ عبدالرزاق ۲۸۷ جلد دہم
۱۴۷ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ جلد دوم. عبدالرزاق ص ۲۸۶ جلد دہم. المغنی ص ۲۰۱ جلد ششم. سنن بیہقی ص ۲۴۴ جلد ششم. سنن سعید بن منصور ص ۳۶ جز اول جلد سوم سنن دارمی ص ۳۶۱ جلد دوم
۱۴۸ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ جلد دوم. ص ۱۸۳ جلد دوم

۱۴۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ ب جلد دوم

۱۵۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲، ۱۸۲ ب۔ ۱۸۳ جلد دوم۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۸ جزاول جلد سوم۔ سنن دارمی ص ۳۶۸، ۳۷۱ جلد دوم

۱۵۱۔ رحمہ الامہ ص ۱۹۰، شرح سراجی ص ۱۶۴

۱۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ جلد دوم۔ عبدالرزاق ص ۱۸ جلد نہم۔ سنن بیہقی ص ۲۴۱، ۲۴۲ جلد ششم۔ المغنی ص ۳۲۶، ۲۴۹ جلد ششم۔ سنن سعید بن منصور ص ۵۴ جزاول جلد سوم۔ کتاب الام ص ۱۷۵ جلد ہفتم۔

۱۵۳۔ عبدالرزاق ص ۲۰ جلد نہم

۱۵۴۔ سنن بیہقی ص ۲۱۷ جلد ششم۔

۱۵۵۔ عبدالرزاق ص ۲۰ جلد نہم

۱۵۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۸ جلد دوم

۱۵۷۔ ابن ابی شیبہ ۱۸۱ جلد دوم۔ سنن بیہقی ص ۲۱۷ جلد ششم۔ سنن دارمی ص ۳۸۱ جلد دوم

۱۵۸۔ سنن بیہقی ص ۲۱۷ جلد ششم

۱۵۹۔ سنن بیہقی ص ۲۱۷ جلد ششم۔ عبدالرزاق ص ۲۸۳ جلد دہم۔ سعید بن منصور ص ۴۶ جزاول جلد سوم۔ سنن دارمی ص ۳۶۷ جلد دوم

۱۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱ جلد دوم، سنن بیہقی ص ۲۱۷ جلد ششم

۱۶۱۔ عبدالرزاق ص ۱۰ جلد نہم۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۹ ب جلد دوم۔ سنن بیہقی ص ۲۴۳ جلد ششم

۱۶۲۔ عبدالرزاق ص ۱۱ جلد نہم

۱۶۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ جلد دوم۔ المحلی ص ۲۶۳ جلد نہم

۱۶۴۔ المغنی ص ۱۸۴ جلد ششم

۱۶۵۔ موسوعہ فقہ عمر۔ لفظ ارض، فقرہ ۳، جز۔ ب

۱۶۶۔ الاموال لابی عبید ص ۷۸۔ سنن بیہقی ص ۱۴۰ جلد نہم

۱۶۷۔ موسوعہ فقہ عثمان۔ لفظ ارض

۱۶۸۔ الاموال ص ۸۳

۱۶۹۔ الاموال ص ۷۸۔ المغنی ص ۲۰۷ جلد دوم

۱۷۰۔ الاموال ص ۸۴۔ السیرالکبیر الامام۔ محمد بن الحسن (شرح سرخسی کے ساتھ) ص ۱۵ جلد اول

۱۷۱۔ موسوعہ فقہ عمر۔ لفظ ارض فقرہ ۱۔ جز۔ ج۔ فقرہ ۲

۱۷۲۔ کشف الغمہ ص ۱۸۲ جلد اول، مختصر الفتاوی المصریہ لابن تیمیہ ص ۲۷۴ مطبوعہ پاکستان

۱۷۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۱۔ ب جلد اول

۱۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۱۔ ب جلد اول۔ تفسیر طبری ص ۱۱۰ جلد ہشتم۔ احکام القرآن للجصاص ص ۳۸۶ جلد سوم

۱۷۵۔ کشف الغمہ ص ۵۸ جلد دوم. سنن بیہقی ص ۹۷ جلد ہفتم. تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۰ جلد سوم. تفسیر طبری ص ۱۱۰ جلد اٹھارہ

۱۷۶۔ الاشراف ص ۳۶

۱۷۷۔ عبدالرزاق ص ۲۲۶ جلد ہفتم. سنن بیہقی ص ۴۵۰ جلد ہفتم. المحلی ص ۳۱۸ جلد دہم. الاشراف ص ۳۶

۱۷۸۔ ابن ابی شیبہ ۲۱۷ جلد اول

۱۷۹۔ المحلی ص ۴۶ جلد ہشتم

۱۸۰۔ المجموع ص ۵۴۱ جلد دوم

۱۸۱۔ عبدالرزاق ص ۱۶۴ جلد گیارہ

۱۸۲۔ المحلی ص ۲۴۹ جلد سوم

۱۸۳۔ بخاری شریف، وضو، ب الاستنجاء لحجارہ. ترمذی اور نسائی باب الطہارہ. کشف الغمہ ص ۳۹ جلد اول

۱۸۴۔ ترمذی، نسائی، داؤد کتاب الطہارہ

۱۸۵۔ آثار محمد ۲۹

۱۸۶۔ عبدالرزاق ص ۱۱۲ جلد ششم

۱۸۷۔ المحلی ص ۵۰۳ جلد ہفتم

۱۸۸۔ کنزالعمال رقم ۲۷۴۹۸

۱۸۹۔ عبدالرزاق ص ۲۵۰ جلد نہم. آثار ابی یوسف رقم ۱۰۰۶

۱۹۰۔ سنن بیہقی ص ۵ جلد دہم

۱۹۱۔ المحلی ص ۴۸۹ جلد ہفتم. المغنی ص ۳۰۵ جلد ہشتم

۱۹۲۔ سنن بیہقی ص ۲۹۸ جلد ہشتم

۱۹۳۔ طرح التثریب ص ۳۰۷ جلد ہشتم. المغنی ص ۳۰۹ جلد ہشتم

۱۹۴۔ عبدالرزاق ص ۲۳۱ جلد نہم. کشف الغمہ ص ۱۴۰ جلد دوم

۱۹۵۔ بیہقی ص ۳۱۸ جلد ہشتم. عبدالرزاق ص ۳۰۷ جلد ہفتم. کنزالعمال ۱۳۴۲۶ کشف الغمہ ص ۱۴۱ جلد دوم

۱۹۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۲ جلد دوم

۱۹۷۔ حوالہ سابق

۱۹۸۔ ان جانوروں میں بھینس. بھینسا. بکرا. دنبہ بھی شامل ہیں (مترجم)

۱۹۹۔ اگر گائے بیل بھینس بھینسا ہو تو کم از کم دو سالہ ہو اور بکری بکرا بھیڑ دنبہ ایک سالہ ہو. البتہ بھیڑ. دنبہ اتنا موٹا ہو کہ ایک سال کا معلوم ہو تو چھ ماہ کا بھی ہونا کافی ہے. اونٹ اور اونٹنی پانچ سالہ ہو۔ مترجم

۲۰۰۔ مسلم. ابو داؤد. نسائی ب الاضاحی

۲۰۱۔ المحلی ص ۳۶۰ جلد ہفتم

۲۰۲۔ المحلی ص ۳۸۲ جلد ہفتم۔ المغنی ص ۶۱۹ جلد ہشتم

۲۰۳۔ المحلی ص ۲۸۴ جلد ہفتم، المجموع ۳۳۵ جلد ہشتم۔ المغنی ص ۶۳۲ جلد ہشتم

۲۰۴۔ المحلی ص ۱۶۸ جلد نہم۔ المغنی ص ۲۰۳ جلد پنجم۔ تفسیر ابن کثیر (سورہ الماعون)

۲۰۵۔ تفسیر ابن کثیر (سورہ الماعون)۔ کشف الغمہ ص ۲۸ جلد دوم

۲۰۶۔ عبدالرزاق ص ۳۴۸ جلد چہارم

۲۰۷۔ عبدالرزاق ص ۳۴۸ جلد چہارم۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۹ جلد اول۔ المغنی ص ۱۸۸ جلد سوم۔

۲۰۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۹ جلد اول۔ المحلی ص ۱۸۸ جلد پنجم۔ المغنی ص ۱۸۶ جلد سوم۔ المجموع ص ۵۱۵ جلد ششم

۲۰۹۔ عبدالرزاق ص ۱۵۵ جلد چہارم

۲۱۰۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۴ جلد اول

۲۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۵ جلد اول

۲۱۲۔ عبدالرزاق ص ۵۱۲ جلد اول

۲۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۴۔ ب جلد اول اور ص ۳۸ ب جلد اول

۲۱۴۔ المغنی ص ۲۸۱ جلد ہشتم

۲۱۵۔ کنز العمال رقم ۶۱۷۱۵۔ المغنی ص ۵۳۷ جلد پنجم۔ الاموال ص ۲۷۸۔ فقہ الملوک ص ۴۲۵ جلد اول

۲۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۰ جلد اول

۲۱۷۔ المحلی ص ۳۳۶ جلد ہشتم۔ ص ۱۴۲ جلد گیارہ

۲۱۸۔ عبدالرزاق ص ۴۰۸ جلد ہفتم

۲۱۹۔ عبدالرزاق ص ۴۱۰ جلد ہفتم

۲۲۰۔ عبدالرزاق ص ۳۱۷ جلد گیارہ

۲۲۱۔ المحلی ص ۲۹۲ جلد ہفتم

۲۲۲۔ عبدالرزاق ص ۵۱۶ جلد دوم۔ آثار ابی یوسف رقم ۱۴۷

۲۲۳۔ کنز العمال رقم ۲۲۵۰۴

۲۲۴۔ تفسیر ابن کثیر ص ۵۱۵ جلد اول

۲۲۵۔ عبدالرزاق ص ۱۸۲ جلد ہشتم۔ سنن بیہقی ص ۲۸۹ جلد ششم۔ المغنی ص ۳۸۲ جلد ششم

۲۲۶۔ یہاں تاویل سے مراد اس کی عملی صورت ہے۔

۲۲۷۔ سنن بیہقی ص ۹۲ جلد دہم

۲۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۷ جلد اول۔ المغنی ص ۳۱۵ جلد ہفتم

۲۲۹۔ عبدالرزاق ص ۴۵۰ جلد ششم۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۶۔ ب جلد اول۔ المحلی ص ۴۴ جلد دہم

۲۳۰۔ سنن بیہقی ص ۳۸۰ جلد ہفتم۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۶ جلد اول۔ المحلی ص ۴۶ جلد دہم۔ المغنی ص ۳۱۹ جلد ہفتم۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۶۸ جلد اول۔ کنز العمال ۹۱۸۷

۲۳۱ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۷ ۔ ب جلد اول. المحلی ص ۲۳۸ جلد دہم. الام ص ۱۷۴ جلد ہفتم
۲۳۲ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۷ جلد اول. سنن بیہقی ص ۳۷۹ جلد ہفتم. آثار ابی یوسف رقم ۶۸۲
۲۳۳ ۔ عبدالرزاق ص ۴۵۴ جلد ششم. ابن ابی شیبہ ص ۲۴۶ جلد اول
۲۳۴ ۔ عبدالرزاق ص ۴۵۹ جلد ششم. آثار ابی یوسف رقم ۶۷۴
۲۳۵ ۔ عبدالرزاق ص ۴۵۹ جلد ششم
۲۳۶ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۷ جلد اول. المغنی ص ۳۲۴, ۳۲۷ جلد ہفتم
۲۳۷ ۔ عبدالرزاق ص ۴۵۴ جلد ششم. سنن بیہقی ص ۳۷۹ جلد ہفتم
۲۳۸ ۔ عبدالرزاق ص ۴۵۵ جلد ششم. آثار ابی یوسف ۶۸۶. المحلی ص ۴۶ جلد دہم
۲۳۹ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۷ جلد اول. المغنی ص ۳۳۷ جلد ہفتم. سنن سعید بن منصور ص ۳۵. جز دوم. جلد سوم
۲۴۰ ۔ عبدالرزاق ص ۴۶۶ جلد ششم
۲۴۱ ۔ عبدالرزاق ص ۱۱۸ جلد گیارہ
۲۴۲ ۔ حوالہ سابق

حرف الباء
ب

باضع : ایسا زخم جس میں گوشت کٹ جائے

اس کی تعریف اور اس کی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ, فقرہ ۶, جز- الف, فقرہ ۳)

بحر : سمندر

سمندری جانوروں کو کھانا (دیکھئے لفظ طعام, فقرہ ۲, جز- الف)

بدعۃ : نئی بات

۱- تعریف :

دین میں کسی نئی بات کا پیدا کرنا بدعت کہلاتا ہے۔

۲- بدعت کی قسمیں :

بدعت کی دو قسمیں ہیں :

ا- بدعت سیئہ : بری بدعت

دین میں پیدا کردہ ہر ایسی نئی چیز جو مخالف شریعت ہو اور اس کے مقاصد سے متصادم ہو۔

قیس بن عبد کہتے ہیں : " ایک رات ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ خلیفہ ولید کا قاصد آپکے پاس آیا آپ نے چراغ بجھا دینے کی ہدایت کی اور اسے اندر بلالیا, اس نے پیغام دیا کہ خلیفہ کی خواہش ہے کہ آپ یہ کلمہ (کل محدث بدعۃ : ہر نئی بات بدعت ہے) کہنا چھوڑ دیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں یہ چھوڑ نہیں سکتا, قاصد نے کہا کہ پھر خلیفہ کا پیغام یہ ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں, یہ سن کر آپ نے

فرمایا "ٹھیک ہے. میں چلا جاتا ہوں" اس کے بعد آپ مدینہ منورہ چلے گئے [1]

حضرت ابن مسعودؓ جن افعال کو بدعت سیئہ سمجھتے تھے ان میں سے چند یہ ہیں ایک رکعت ختم کر کے دوسری رکعت کے لئے قیام سے پہلے تھوڑی دیر بیٹھ جانا جسے جلسہ استراحت کہا جاتا ہے کیونکہ یہ نماز کی ہیئت میں ایک قسم کا اضافہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۹، جز۔ ی، فقرہ الف) اور (صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ف)

اسی طرح فرض نماز سے فراغت کے بعد امام کا قبلہ رو بیٹھے رہنا بھی آپ کے نزدیک. بدعت سیئہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ی، فقرہ ۱)

نیز طلاق بدعت کو بھی آپ بدعت سیئہ شمار کرتے تھے (دیکھئے لفظ طلاق فقرہ ۷، جز۔ الف)

ب۔ بدعت حسنہ: اس سے مراد ہر ایسی نئی بات ہے جو دین کے مقاصد و اہداف کو بروئے کار لانے والی ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ نے قضائے حاجت کے بعد پانی کے استعمال کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ بدعت ہے، لیکن بہت اچھی بدعت ہے [2] (دیکھئے لفظ استنجاء، فقرہ ۲) نوویؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ چاشت کی نماز بدعت ہے۔ اگر یہ بدعت ہے تو یقیناً یہ بدعت حسنہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ و)

بدل: بدل

چوپایوں کی زکوۃ کے لئے اگر مطلوبہ عمر کے جانور نہ ملیں تو ان کی جگہ ان کا بدل دے دینا (دیکھئے لفظ زکوٰۃ فقرہ ٦، جز۔ ب، فقرہ ۲)

احرام باندھنے والے شخص کے شکار کا بدل بطور جزا دینا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ٦ جز۔ و، فقرہ ۴)

برد: سردی، ٹھنڈ

سردی کو ایسا عذر خیال نہیں کیا گیا ہے جس کی وجہ سے تیمم کا جواز پیدا ہو سکے (دیکھئے لفظ تیمم فقرہ ۵، جز۔ ب)

بسملہ. بسم اللہ پڑھنا

۱۔ نماز میں قراءت قرآن کے وقت بسم اللہ پڑھنا.

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے تھی کہ نماز میں زیرِ لب بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ نمازی تنہا نماز پڑھ رہا ہو یا امامت کر رہا ہو اور خواہ نماز سری (جس میں اونچی آواز سے قرأت نہ کی جائے) ہو یا جہری (جس میں اونچی آواز سے قرأت کی جائے) آپ نے فرمایا: "اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھنا بدویانہ طریقہ ہے"[۳]

آپ کا قول ہے: "امام تین چیزیں زیرِ لب پڑھے گا۔ اعوذ باللہ، بسم اللہ اور آمین"[۴] (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹ جز۔ ھ)

۲۔ تشہد کے لئے بسم اللہ نہ پڑھنا (دیکھئے صلاۃ، فقرہ ۹ جز۔ ل، فقرہ ۲)

۳۔ جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۷)

بصاق: تھوک

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ خواہ نماز کے اندر ہو یا نماز سے باہر، انسان کا اپنی دائیں جانب تھوکنا خلاف ادب ہے۔ ایک دفعہ آپ کہیں جا رہے تھے آپ کے بائیں جانب ایک اور شخص چل رہا تھا لیکن دائیں جانب کوئی نہیں تھا، آپ نے تھوکنا چاہا لیکن دائیں جانب تھوکنا پسند نہیں کیا، اس شخص کو دائیں جانب کر کے بائیں جانب تھوک پھینکا[۵]

بغاء: قحبہ گری

کسی عورت کو بدکاری کی غرض سے کرائے پر حاصل کرنا بغاء کہلاتا ہے (دیکھئے لفظ زنا)

بقر: گائے، بیل

قربانی اور ہدی (حرم میں ذبح ہونے والا جانور) میں ایک گائے کا سات آدمیوں کے لئے کافی ہونا

(دیکھئے لفظ اضحیہ، فقرہ ۲)

بکارۃ: دوشیزگی

دوشیزہ سے نکاح کا استحباب (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ ح، فقرہ الف)

زنا کی حد میں دوشیزگی کا اثر (دیکھئے زنا، فقرہ ۳، جز۔ الف)

بلوغ: بالغ ہونا

۱۔ تعریف:

بلوغ انسان کا ایسی عمر کو پہنچ جانا جہاں وہ کاروبار زندگی کا اہل اور ذمہ داریاں اٹھانے کے قابل سمجھا جائے۔

۲۔ بلوغ کی علامتیں:

ا۔ بلوغ کی چند علامتیں ہیں جن میں سے کچھ مرد و عورت دونوں میں مشترک ہیں اور کچھ صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہیں مشترک علامتیں یہ ہیں: بیداری یا نیند کی حالت میں مرد کے قضیب اور عورت کے فرج سے منی کا اخراج. مرد کے قضیب اور عورت کے فرج کے گرد سخت بالوں کا اگنا

ب۔ عورتوں کے ساتھ مخصوص علامتیں حیض اور حمل ہیں۔ یہ تمام مسئلے اجماعی ہیں۔

۳۔ بالغ ہو جانے کے اثرات:

ایک انسان کے مکلّف بننے کے لئے اس کا بالغ ہونا شرط ہے اس لئے کوئی شخص عبادات یا غیر عبادات کسی چیز کا بھی مکلّف نہیں گردانا جاتا جب تک وہ بالغ نہیں ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ولی کی اجازت کے بغیر سودے طے کرنے اور معاملات نبٹانے مثلاً خرید و فروخت وغیرہ کے لئے بھی بلوغت شرط ہے۔ نیز حدود و قصاص کے وجوب کے لئے بھی بالغ ہونا ضروری ہے اس کے متعلق اپنے اپنے مقامات پر ہم بحث کریں گے۔

بنت: بیٹی

دیکھئے لفظ ولد

میراث میں بیٹی کے احوال (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۔ ۵. جز ۔ و) اور (ارث. فقرہ۶. جز۔ الف. فقرہ ۔ ۱، جز ۔ ب)

بیٹی کے کمرے میں جانے کے لئے اجازت طلب کرنا (دیکھئے لفظ استیذان)

بہیمہ: چوپایہ

دیکھئے لفظ حیوان

بول: پیشاب

ا۔ بول کی نجاست:

ا۔ پیشاب نجس ہے۔ اس لئے انسان کو اس سے بچنا ضروری ہے۔ اور چونکہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں چھینٹیں پڑنے کا احتمال ہوتا ہے اس لئے حضرت ابن مسعودؓ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو مکروہ گردانا ہے آپ کا قول ہے "کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بہت گنوار پن ہے" ؎

ب۔ اسی طرح آپ نے غسل کی جگہ پیشاب کرنے کو مکروہ سمجھا ہے. ابن ابی شیبہؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے غسل کی جگہ یا غسلخانے میں پیشاب کرنے کو مکروہ سمجھا ہے ؎ مکروہ سمجھنے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت لوگ ایسی جگھوں پر غسل کرتے تھے جہاں غسل کا پانی کھڑا رہتا تھا اس کھڑے پانی میں پیشاب کر کے اسے ناپاک بنانے کا مطلب یہ تھا کہ نہانے والا خود ناپاک پانی میں کھڑا ہے۔

۲۔ حضرت ابن مسعودؓ قضائے حاجت (پیشاب پاخانے) کے لئے قبلے کی طرف رخ کرنے یا پیٹھ کرنے کو ناجائز سمجھتے تھے خواہ آبادی ہو یا ویرانہ ؎

۳۔ پیشاب خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے لفظ وضوء)

بیت : گھر

گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت لینا (دیکھئے لفظ استیذان)

نفلی نماز کی گھر میں ادائیگی (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۹ جز۔ ج)

گھر میں تلاوت قرآن (دیکھئے لفظ قرآن. فقرہ ۵)

بیت المال : بیت المال

۱۔ تعریف :

بیت المال وہ محکمہ ہے جہاں سرکاری خزانہ جمع ہوتا ہے اور سرکاری اخراجات کے لئے رقمیں دی جاتی ہیں۔

۲۔ بیت المال کی آمدنی کے ذرائع :

بیت المال میں حکومت کی وصول کردہ زرعی پیداوار کی اور مویشیوں کی زکوٰۃ رکھی جاتی ہے اور نص قرآنی کے تحت بیان کردہ مصارف کے لئے بیت المال میں زکوۃ کا مخصوص شعبہ ہوتا ہے جہاں زکوٰۃ

رکھی جاتی ہے اور صحیح مصرف میں اسے خرچ کیا جاتا ہے (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۱۱) اور (زکوٰۃ، فقرہ ۸) زکوٰۃ کے علاوہ بیت المال میں بر سرپیکار کافروں سے جنگ کے بغیر ہاتھ آنے مال اور مملکت اسلامیہ کے حدود میں سے گذرنے والے کافر تاجروں سے حاصل شدہ عشر اور جزیہ و خراج بھی رکھا جاتا ہے، نیز لاوارث میت کا ترکہ بھی بیت المال میں جمع ہوتا ہے (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۱۰) اور (لفظ ولاء، فقرہ ۳)

۳۔ بیت المال کے اخراجات:

بیت المال کے اخراجات کی مدات میں فیئے یعنی جزیہ و خراج وغیرہ، کے مصارف۔مال غنیمت کے پانچویں حصے اور زکوۃ کے مصارف شامل ہیں، اسی طرح ایسے مقتولین کی ادائیگی جن کے قاتل نا معلوم ہوں، بے سہارا لوگوں کے لئے گذارہ الاؤنس اور سرکاری ملازمین کی تنخواہیں بھی اخراجات کی مدات میں شامل ہیں۔ (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۲۰ جز۔ح) ان کے علاوہ وہ تمام اخراجات جن کی مملکت کی مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اجازت دے

ہمیں حضرت ابن مسعود کی فقہ میں بیت المال کے متعلق درج بالا تفصیلات نہیں ملیں، اس لئے کہ بیت المال کا انتظام و انصرام ایک عمومی نظام کے تحت ہوتا تھا جو خلفاء کی اپنی صوابدید کے مطابق قائم کیا جاتا تھا اور اس میں فقہا کی آراء اور مشاورت کا عمل دخل نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے ہم یہاں بیت المال کے متعلق تفصیلات کے لئے آپ کو اپنی کتاب "موسوعہ فقہ عمر بن خطابؓ، لفظ بیت المال" کا حوالہ دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ تفصیلات وہاں ملاحظہ کرلیں۔

۴۔ بیت المال سے کچھ چوری کرنا اور اس کی سزا (دیکھئے لفظ سرقہ، فقرہ ۴، جز۔ب)

بیض: انڈے

مردہ مرغی کے پیٹ سے بر آمد ہونے والے انڈوں کی نجاست (دیکھئے لفظ طعام، فقرہ ۲ جز۔ ھ)

اگر احرام باندھنے والا شکار کے انڈے تلف کر دے اس پر کیا جرمانہ ہو گا؟ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۶، جز۔د، فقرہ۔ع)

بیت المقدس: بیت المقدس

بیت المقدس کی زیارت (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۲)

بیضہ : خصیہ

۱۔ یہاں بیضہ سے مراد وہ عضو ہے جو مذکر کے مادہ منویہ میں پائے جانے والے خوردبینی حیوانات تیار کرتا ہے یعنی خصیہ. یہ عضو مذکر کے قضیب کے نیچے ہوتا ہے۔

۲۔ خصیہ کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز۔ ب، فقرہ ۲، جز۔ ج)

بیع : فروخت

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے بیع کے متعلق منقول مسائل کو ہم درج ذیل نکات میں بیان کریں گے:

۱۔ مبیع یعنی فروخت ہونے والی چیز

۲۔ ثمن یعنی قیمت (الف ۔ ایک سودے میں دو سودے، ب منافع کے ساتھ فروخت ج قافلے والوں سے جا کر ملنا)

۳۔ خریدار اور فروخت کنندہ

۴۔ سودے کے الفاظ اور اس کی شرطیں

۵۔ بیع کی قسمیں (الف ... بیع سلم ب ... بیع المرابحہ ج بیع الوفاء)

۶۔ بیع کے خیارات. یعنی بیع کو باقی رکھنے یا ختم کرنے یا فروخت شدہ چیز کی واپسی کی شرطیں وغیرہ

۷۔ جمعہ کی اذان کے وقت خرید و فروخت

۱۔ المبیع : فروخت ہونے والی چیز

بیع کی درستی کے لئے فروخت ہونے والی چیز میں درج ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ سودا ہوتے وقت فروخت ہونی والی چیز موجود ہو۔ اگر معدوم ہو گی تو بیع درست نہیں ہو گی۔ مثلاً حاملہ جانور کے حمل کی یا زمین کی کاشت سے پہلے اس کی پیداوار کی فروخت وغیرہ اس قاعدے سے صرف بیع سلم مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کے جواز کے لئے نص موجود ہے۔ بخاری اور مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں "حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو اس وقت مدینہ والے کھجوروں کی بیع سلم کرتے تھے جس میں مدت دو سال اور بعض دفعہ تین

سال ہوتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جو شخص کسی شے کی بیع سلم کرے تو معلوم مقدار، معلوم وزن اور معلوم مدت کی کرے) [۹]

اگر فروخت ہونے والی شے سودے کے وقت تو موجود ہو لیکن اس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہو تو اس کی بیع جائز نہیں ہو گی مثلاً مکاتب غلام کی بیع۔ اس لئے کہ وہ سودے کے وقت تو غلام ہے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ بدل کتابت (آزادی حاصل کرنے کے لئے مقررہ رقم) ادا کر کے آزاد ہو جائے۔ اور چونکہ آزاد کی فروخت نہیں ہو سکتی اس لئے اس صورت میں مبیع کی موجودگی کے باوجود اس کے معدوم ہونے کا خطرہ موجود ہے اسی لئے حضرت ابن مسعودؓ نے مکاتب کی فروخت کو ناپسند کیا یعنی جائز قرار نہیں دیا [۱۰] البتہ اگر ایسا غلام بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہے جس کی بنا پر اس کی کتابت کی شرط ختم ہو جائے اور پھر وہ مکمل غلام بن جائے تو اس کی فروخت جائز ہو گی۔ یا مثلاً درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو استعمال کے قابل ہونے سے پہلے فروخت کر دینا۔ ایسی صورت میں اگرچہ فروخت ہونے والی چیز موجود ہے لیکن اس کے باوجود اس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی آفت سماوی یا بیماری کی وجہ سے سارے پھل برباد ہو جائیں یا درخت اور پھل دونوں تباہ ہو جائیں۔ اسی لئے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ”کھجور کے درختوں پر لگے ہوئے پھل اس وقت تک فروخت نہ کئے جائیں جب تک ان میں سرخی اور زردی نہ آ جائے“ [۱۱] ایک روایت میں ہے ”کھجور کے درخت پر لگے ہوئے پھل جب تک سرخ نہ ہو جائیں اور گندم یا جو کی بالیں جب تک زرد نہ ہو جائیں انہیں فروخت نہ کیا جائے“ [۱۲]

ب۔ دوسری شرط یہ ہے کہ فروخت ہونے والی چیز مسلمانوں کے نزدیک مال متقوم ہو یعنی جس کی قیمت لگائی جا سکتی ہو۔

۱) کسی مال کو متقوم اس وقت سمجھا جاتا ہے جب اس سے فائدہ اٹھانا ممکن ہو۔ اس لئے اگر وہ اس تعریف کے ضمن میں آئے گا یعنی اپنے اصل کے لحاظ سے مال گردانا جائے گا تو اس کی بیع جائز ہو گی اور اگر وہ اپنے اصل کے لحاظ سے مال نہیں ہو گا تو اس کی بیع جائز نہیں ہو گی۔ اس بناء پر گھی، تیل، کولتار اور جملہ خوشبویات شرعی لحاظ سے اموال ہیں، اگر ان

میں کوئی نجاست گر جائے تو یہ ناپاک ہو جائیں گی پھر اگر ان سے فائدہ اٹھانا ممکن ہو گا مثلاً ناپاک کولتار کو جہازوں کے پیندے میں لگانا یا کمرے کی فضا کو خوشبو دار بنانے کے لئے ناپاک عطر کی بوتل کھول دینا وغیرہ تو ان کی فروخت جائز ہو گی۔ اس بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایسی سیال چیزوں کی فروخت کو جائز قرار دیا ہے جن میں نجاست مل گئی ہو بشرطیکہ ان سے فائدہ اٹھانا ممکن ہو [۱۳]

۲) حضرت ابن مسعودؓ درج ذیل اشیاء کو مال نہیں قرار دیتے تھے، اس لئے ان کی فروخت بھی ان کے نزدیک جائز نہیں۔

مصحف یعنی قرآن پاک کا نسخہ، اس لئے کہ مصحف کی حیثیت اس سے بلند تر ہے کہ اس کی کوئی قیمت لگائی جا سکے۔ اس لئے اس کی فروخت جائز نہیں علقمہ بن قیسؒ کہتے ہیں "ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک مصحف کی خرید و فروخت مکروہ ہے" [۱۴]

نسب اور ولاء، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا" ولاء نسب کی طرح ہے اور کوئی شخص اپنا نسب فروخت نہ کرے" [۱۵] (دیکھئے لفظ ولاء، فقرہ ۲ جز۔ ب)

حضرت ابن مسعود نے ام ولد کی فروخت کو ناپسند کیا ہے لیکن منع نہیں کیا، اس لئے نہیں کہ اس کے ولد نے اسے آزاد کر دیا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ ولد کی ماں ہے اور اس کا ولد اسے عنقریب آزاد کر دے گا (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۶، جز۔ ب) زید بن وہب کہتے ہیں "ہمارا ایک آدمی مر گیا اور ام ولد چھوڑ گیا ولید بن عتبہ نے مرنے والے کے قرض کی ادائیگی کی خاطر ام ولد کو فروخت کر دینا چاہا، ہم حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آئے اس وقت آپ نماز میں مصروف تھے، ہم انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے، ہم نے آپ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا "اگر تمہیں لازمی طور پر یہ کرنا ہے تو پھر اس ام ولد کو اس کے بیٹے کے حصے میں کر دو [۱۶] (یعنی اس کے بیٹے کو اپنے باپ سے جو میراث ملنے والی ہے، اسے اس کا حصہ بنا دو) ام ولد کے حکم میں مستولدہ یعنی وہ عورت بھی داخل ہے جو دودھ پلانے کی وجہ سے اس کی رضاعی ام ولد ہے، اس کی فرورخت بھی جائز نہیں علقمہ بن قیس کہتے ہیں" ایک شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میری لونڈی نے میرے بیٹے کو دودھ پلایا ہے اور اب میں اسے فروخت

کرنا چاہتا ہوں آپ نے جواب دیا "میری خواہش تو یہ ہے کہ تو اسے بازار میں لے جائے اور یہ ہانک لگائے کہ میرے بیٹے کی ماں کو مجھ سے کون خریدنے کے لئے تیار ہے؟" حضرت ابن مسعودؓ نے اس سے یہ فرما کر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ۱۷؎

رضاعت کی بنا پر کسی شخص کے محرم رشتہ دار۔ اسی لئے حضرت ابن مسعود نے اپنے رضاعی بھائی کی فروخت کو ناپسند کیا" ۱۸؎

ج۔ تیسری شرط یہ ہے کہ فروخت ہونے والی چیز اس حد تک معلوم و متعین ہو کہ اگر بعد میں کوئی تنازعہ پیدا ہو تو وہ ختم ہو سکے۔ اس لئے اگر مبیع مجہول یعنی غیر معلوم و غیر متعین ہو تو اس کی بیع درست نہیں ہو گی۔

اسی بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پانی میں موجود مچھلی کی فروخت سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے کہ پانی میں اس کا نظر آنا اس کے حقیقی حجم، لمبائی چوڑائی اور موٹائی کے بغیر ہے۔ آپ نے فرمایا" پانی میں موجود مچھلی کو فروخت نہ کرو کیونکہ اس میں دھوکہ ہو سکتا ہے" اسی طرح آپ نے بکری کے تھن کو اس غرض سے باندھنے سے منع فرمایا کہ اس میں دودھ جمع ہو جائے تاکہ تھن کے پھیلاؤ سے یہ معلوم ہو کہ یہ کافی مقدار میں دودھ دیتی ہے حالانکہ حقیقت میں وہ ایسی نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ خریدار کو غیر حقیقی شکل میں نظر آئے گی اور پھر اس صورت میں اس کی اصل حقیقت غیر معلوم رہ جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ایسے جانوروں سے بچتے رہنا جن کے تھنوں کو دودھ جمع ہونے کے لئے باندھ دیا گیا ہو، اس لئے کہ ایسے جانور کا فروخت کرنا سراسر دھوکہ ہے اور کسی مسلمان کے لئے کسی کو دھوکہ دینا جائز نہیں ہے" البتہ اگر خریدار کو اس کی اطلاع مل جائے اس کے بعد اسے اختیار ہے کہ اسے اسی حالت میں خرید لے یا فروخت کنندہ کو واپس کر کے اپنی رقم لوٹا لے (دیکھئے لفظ خیار، فقرہ ۲، جز۔ ب)

از قبیل نقود یعنی سونا چاندی ہو لیکن اس کے ساتھ کوئی دوسری چیز مخلوط ہو مثلاً تلوار جس پر سونے یا چاندی کی پتریاں چڑھی ہوں یا مثلاً کھوٹے درہم، تو اسے اس کے ہم جنس ثمن خالص کے بدلے میں فروخت کرنا جائز ہے بشرطیکہ ربٰو کی صورت نہ پیدا ہو۔ یعنی اس شرط کے ساتھ بیع درست ہو گی کہ فروخت ہونے والی چیز میں سونے یا چاندی کی

مقدار اور قیمت میں ادا کی جانے والی رقم میں سونے یا چاندی کی مقدار ایک دوسرے کے لگ بھگ ہو پھر اگر قیمت میں ادا کی جانے والی رقم میں سونے یا چاندی کی مقدار بڑھ جائے گی وہ تلوار کی قیمت سمجھ لی جائے گی۔ اسی بنا پر عبداللہ بن مسعودؓ نے بیت المال کے بچے کھچے کھوٹے اور ردی درہموں کو ان سے کم وزن درہموں کے بدلے فروخت کر دیا تھا اس لئے کہ آپ کا خیال تھا کہ اس میں ربوٰ نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کو جب اس کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت ابن مسعودؓ کو ایسا کرنے سے روک دیا اور ان سے فرمایا: انہیں پگھلاؤ تاکہ ان میں موجود لوہا تانبا ختم ہو جائے اور یہ خالص رہ جائیں اور پھر ان سے نکلنے والی چاندی کو اس کے ہم وزن چاندی کے بدلے میں فروخت کر دو [۱۹] اس لئے کہ چاندی کو چاندی کے بدلے اور سونے کو سونے کے بدلے فروخت کرنے کی صورت میں مقدار کے اندر یکسانی واجب ہے. اور کھوٹے درہموں میں موجود چاندی کی مقدار کی معرفت ممکن نہیں کہ بیع کے وقت چاندی کے مقابلے میں چاندی ہو جائے اور جو مقدار فاضل رہ جائے وہ ان درہموں میں موجود لوہے یا تانبے کے بالمقابل ہو جائے کیونکہ یہ بھی ممکن تھا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے کھوٹے درہموں کی جو قیمت وصول کی ہو اس کی چاندی کھوٹے سکوں کی چاندی سے کم ہو اور اس طرح اس بیع میں ربوٰ کی صورت نکل آئے. حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت عمرؓ کی بات سن کر ان پر اعتراض نہیں کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن مسعودؓ نے اپنی غلطی تسلیم کر لی اور حضرت عمرؓ کی رائے پر صاد کیا. بلکہ عبدالرزاق نے اپنی سند کے واسطے سے حضرت ابن مسعودؓ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے بیت المال میں رکھے ہوئے چاندی کے سکوں کو چاندی سے تبدیل کر لیا پھر جب مدینہ منورہ آئے تو لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا. جواب میں بتایا گیا ایسی بیع میں دونوں مقداروں میں مماثلت ضروری ہے۔ ابو اسحٰق کہتے ہیں " مجھے ابو عمرو الشیبانی نے خبر دی ہے کہ انہوں نے عبداللہ مسعود بن رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا کہ آپ چاندی یا چاندی کے سکے لے کر پھرتے اور صرافوں کے پاس جا کر کہتے کہ چاندی کے سکوں کو چاندی کے سکوں کے بدلے فروخت کرنا درست نہیں جب تک دونوں مقداروں میں مماثلت نہ ہو: [۲۰]

۲ ۔ الثمن : قیمت

ا ۔ ایک سودے میں دو سودے ۔ قیمت کے لئے شرط ہے کہ وہ معلوم ہو۔ اگر مجہول یعنی غیر معلوم ہو تو بیع درست نہیں ہوگی اس لئے ایک سودے میں دو سودے چلانا حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس میں ثمن غیر معلوم رہ جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا "ایک سودے میں دو سودے کرنا ربو ہے" [۲۱] یعنی حرام ہے۔ اس قسم کی بیع کی کئی صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز کے دو مختلف بھاؤ لگائے اور پھر خریدار ان میں سے کسی ایک کے تعین کے بغیر سودا خرید لے۔ مثلاً فروخت کنندہ یوں کہے کہ اس چیز کی نقد قیمت ایک سو درہم اور ادھار قیمت ایک سو بیس ہے، خریدار یہ سن کر کہے کہ میں نے خرید لی اور اس نے وضاحت نہیں کی کہ نقد خرید رہا ہے یا ادھار، اس لئے یہ بیع قیمت کے عدم تعین کی وجہ سے جائز نہیں ہوگی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "ایک سودے میں دو سودے درست نہیں ہیں اور وہ یوں ہے کہ فروخت کنندہ کہے کہ اس چیز کی نقد قیمت اتنی ہے اور ادھار قیمت اتنی ہے" [۲۲]

اس قسم کی بیع کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے "میں تمہیں یہ کپڑا سو درہم میں اس شرط پر فروخت کر رہا ہوں کہ مجھے یہ کتاب پچاس درہم میں فروخت کر دو" اس صورت میں دونوں اشیاء کی حقیقی قیمت مجہول ہے اس لئے کہ اگر وہ اسے کپڑا سو پر فروخت نہ کرے تو وہ اسے کتاب پچاس پر فروخت نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر اس نے کتاب پچاس میں فروخت نہ کی ہوتی تو وہ اسے کپڑا سو پر فروخت نہ کرتا۔ ثوریؒ نے ابن مسعودؓ کے قول کی توضیح کرتے ہوئے کہا ہے کہ "ایک بھاؤ میں دو بھاؤ چلانا ربو ہے، کا مطلب یہ ہے کہ فروخت کنندہ خریدار سے بیع کرتے ہوئے یوں کہے "میں تمہیں یہ چیز دس دینار میں فروخت کرتا ہوں اس کے بدلے میں تم مجھے اپنے درہم دے دو" [۲۳]

ب ۔ بیع المرابحہ (منافع طے کر کے چیز فروخت کرنا) فروخت ہونے والی چیز کی قیمت فروخت منافع کی مقدار طے کر کے لگانا جائز ہے۔ مرابحت کا مطلب یہ ہے کہ شے کی قیمت خرید سے زائد ایک متعین رقم یا نسبت لگا کر قیمت فروخت بتائی جائے۔ حضرت عبد اللہ بن

مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ دس درہم کی چیز کو بارہ درہم میں فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے [۲۴] یعنی آپ دو درہم بطور منافع لینا درست سمجھتے تھے۔

آپ نے نفع مقرر کرنے میں یہ شرط لگادی ہے کہ فروخت ہونے والی چیز پر اصل قیمت کے علاوہ خرچ ہونے والی رقم کو قیمت خرید میں شامل کر کے مجموعے پر نفع نہ لیا جائے مثلاً کسی نے کوئی چیز دس درہم میں خریدی اور اس کی بار برداری اور سٹور کرنے میں دس اور خرچ ہو گئے، اس کے بعد اگر وہ دس درہم پر دو درہم منافع کے حساب سے فروخت کرے گا تو اس چیز کی قیمت فروخت بائیس ۲۲ درہم لگائے گا نہ کہ چوبیس، اس لئے کہ بیع مرابحت میں اخراجات پر نفع نہیں ہوتا اور اس مثال میں اخراجات کی رقم دس درہم ہے۔ معمرؒ نے کہا "مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اخراجات پر منافع لینے کو ناپسند فرمایا ہے" [۲۵]

ج۔ قافلے والوں سے آگے جا کر ملنا: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ بات پسند کرتے تھے کہ خریدار اور فروخت کنندہ دونوں کو فروخت ہونے والی چیز کے بازاری نرخ کا پورا علم ہو۔ یہ بات آپ کو ناپسند تھی کہ بائع اور مشتری میں سے کوئی دوسرے کی لاعلمی اور ناتجربہ کاری سے فائدہ اٹھا کر اس کے ہاتھوں کوئی چیز فروخت کر دے یا خرید لے، اسی لئے آپ اکثر یہ جملہ دہرایا کرتے تھے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلے والوں سے آگے جا کر ملنے سے منع فرمایا ہے" [۲۶] (وجہ اس کی یہی ہے کہ باہر سے آنے والے قافلے کو بازاری نرخوں کا علم نہیں ہوتا، اس سے فائدہ اٹھا کر لوگ ان سے سستے داموں چیزیں خرید نہ لیں، بلکہ قافلہ جب بازار میں پہنچ جائے اور اسے نرخوں کا صحیح علم ہو جائے تو پھر خریداری کی جائے۔ مترجم)

۳۔ بائع اور مشتری:

ا۔ بائع اور مشتری کی موجودگی: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیع میں خریدار اور فروخت کنندہ کی موجودگی کی شرط لگاتے تھے اور جس شخص کے ذمے سودے کا کام لگایا گیا ہو اسے اپنی ذات کے لئے اس چیز کی خریداری سے روکتے تھے۔ مثلاً جس شخص کو کسی وصیت کا وصی مقرر کیا گیا ہو وہ اس وصیت میں سے اپنے لئے کچھ خریداری

کرے یا جس شخص کو کسی چیز کی فروخت کی ذمہ داری دی گئی ہو اور اسے اس کا وکیل بنایا گیا ہو وہ خود اس چیز کو اپنی ذات کے لئے خرید لے. اس لئے کہ ایسی صورتوں میں جانب داری کا پورا احتمال ہوتا ہے نیز بائع اور مشتری دونوں کی موجودگی نہیں ہوتی۔صلہ بن زفر کہتے ہیں: "میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص مشکی گھوڑے پر سوار آپ کے پاس آکر کہنے لگا. آپ مجھے اس گھوڑے کی خریداری کا حکم دیں گے؟" آپ نے پوچھا: "یہ کیسا گھوڑا ہے؟" اس نے جواب دیا: "مجھے ایک شخص نے اس کے متعلق وصیت کی ہے اور خود اسے چھوڑ کر چلا گیا ہے میں نے بازار میں لے جا کر اس کی قیمت لگوائی ہے" آپ نے فرمایا: "اسے نہ خریدو اور نہ ہی اس شخص کے مال میں سے کوئی قرض لو" ۲۷

ب۔ بائع اور مشتری کا اختلاف: حضرت ابن مسعودؓ کی یہ رائے تھی کہ بائع اور مشتری کے درمیان کسی اختلاف کے پیدا ہونے کی صورت میں جبکہ کسی فریق کے پاس ایسے قوی دلائل نہ ہوں جن سے اس کی رائے کی تائید ہوتی ہو. اس بیع کے فسخ کا حتمی فیصلہ کر دیا جائے گا بشرطیکہ فروخت شدہ چیز اس وقت تک اپنی اصلی حالت میں موجود ہو یا پھر فروخت کنندہ کی رائے قبول کر لی جائے گی۔ قاسم بن عبد الرحمن بن عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کرتے ہوئے کہا: "عبداللہ بن مسعودؓ نے اشعث بن قیس کو دارالامارۃ کا ایک غلام فروخت کر دیا. پھر دونوں کے درمیان قیمت کے متعلق اختلاف ہو گیا. حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ غلام بیس پر فروخت کیا ہے او اشعث نے کہا کہ نہیں دس پر فروخت کیا ہے۔اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اشعث سے کہا کہ میرے اور اپنے درمیان فیصلے کے لئے کوئی آدمی مقرر کرلو۔ اشعث نے جواب میں کہا کہ میں آپ کو مقرر کرتا ہوں. اس پر آپ نے فرمایا: "میں وہی فیصلہ کروں گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ (جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہو جائے تو پھر رب المال یعنی فروخت کنندہ کا قول معتبر ہو گا یا پھر فروخت کنندہ اور خریدار اس بیع کو ختم کر دیں گے) ۲۸

سودے کے الفاظ:

اگر کوئی سودا طے کیا جائے تو اس میں بائع کی طرف سے ایجاب اور مشتری کی طرف سے قبول ہونا

چاہئے یا ایسے الفاظ ہونے چاہئیں جو ایجاب و قبول کے قائم مقام سمجھے جائیں. نیز ایجاب و قبول میں موافقت ہونا بھی ضروری ہے. اگر بائع نے کہا کہ میں یہ چیز ہزار میں فروخت کرتا ہوں اور مشتری کہے کہ میں اسے پانچ سو میں خریدتا ہوں تو بیع کی تکمیل نہ ہوگی کیونکہ ایجاب و قبول میں توافق معدوم ہے۔

اگر سودا طے کرتے وقت کوئی شرط لگا دی جائے تو اس شرط کے ساتھ سودا مکمل ہو جائے گا۔ شرط کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

ا۔ ایسی شرط جس کی شرع نے اجازت دی ہو مثلاً بائع اور مشتری دونوں میں سے کسی ایک کو بیع باقی رکھنے یا توڑنے کے اختیار کی شرط. اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "جب تم کسی چیز کے لئے عقد بیع کرو تو یوں کہو کہ اس میں کوئی فریب نہیں اور مجھے تین دنوں تک اختیار ہے" یہ شرط بالا جماع جائز ہے۔

ب۔ یا ایسی شرط جو عقد بیع کے مناسب ہو مثلاً قیمت کی ادائیگی میں تاخیر کی شرط یا قیمت کی ادائیگی کے لئے کسی کو ضامن بنانے کی شرط وغیرہ۔ یہ شرط بھی بالاجماع جائز ہے۔

ج۔ یا ایسی شرط جس کی عقد بیع میں ضرورت نہ ہو اور نہ ہی مناسب ہو لیکن اس سے کسی ایک فریق کا مفاد وابستہ ہو. ایسی شرط جائز نہیں ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک ایسی شرط عقد بیع کو فاسد کر دیتی ہے. آپ نے ایک لونڈی خریدی لیکن فروخت کنندہ نے یہ شرط لگا دی کہ لونڈی اس کی خدمت کرے گی. آپ نے عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس کے قریب بھی نہ جاؤ جبکہ اس میں کسی کی طرف کوئی شرط لگا دی گئی ہو" ۲۹؎ آپ نے اپنی بیوی سے لونڈی خریدنا چاہی تو بیوی نے یہ شرط لگا دی کہ آپ اگر اسے فروخت کرنا چاہیں گے تو میرے ہاتھ فروخت کریں گے اور قیمت دیکھ کر میں اسے حاصل کرنے کی سب سے بڑھ کر حقدار ہوں گی. آپ نے فرمایا کہ مجھے پہلے عمر (رضی اللہ عنہ) سے پوچھ لینے دو. حضرت عمرؓ نے فرمایا. اس کے قریب بھی نہ جاؤ جبکہ اس میں کسی کی طرف سے کوئی شرط لگا دی گئی ہو" ۳۰؎ ابن قدامہ نے اس روایت میں مزید وضاحت کے لئے اس بیان کا اضافہ کیا ہے کہ یہ خاتون ابن مسعودؓ کی

بیوی زینب ثقفیہ تھیں لیکن لونڈی کی قیمت کے متعلق یہ کہا ہے کہ اس سے مراد وہ قیمت تھی جسے حضرت ابن مسعودؓ ادا کر کے وہ لونڈی خریدنا چاہتے تھے کیونکہ آپ کی بیوی کے الفاظ یہ تھے "اسی قیمت پر جو آپ دے کر خریدیں گے"[۳۱] جبکہ بیہقی نے یہ کہا ہے کہ قیمت سے مراد وہ قیمت تھی جس کے بدلے آپ وہ لونڈی کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیتے[۳۲] میرا (صاحب کتاب کا) خیال ہے کہ بیہقی کا بیان درست ہے اور ابن قدامہ کی کتاب المغنی میں جو الفاظ ذکر کئے گئے ہیں وہ طباعت کی غلطی ہے۔ درست الفاظ یہ ہیں۔ اس قیمت کے بدلے جس پر میں نے اسے فروخت کیا ہے!

۵۔ بیع کی قسمیں:

ا۔ بیع سلم۔ سودے کی وہ قسم جس میں کی ادائیگی فوری ہوتی ہے لیکن فروخت شدہ چیز کی حوالگی کچھ وقت گذار کر ہوتی ہے۔ اس سودے کی صحت کی یہ شرط ہے کہ فروخت شدہ چیز کی خصوصیات اور صفات ایسی وضاحت سے بیان کر دی گئی ہوں کہ بعد میں کوئی تنازعہ پیدا نہ ہو سکے۔جانور کی خصوصیات کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ آیا اس کی صفات منضبط ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ جن علماء نے اس کی صفات کو منضبط کرنا ممکن قرار دیا ہے انہوں نے جانور کی بیع سلم کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اور جن کے نزدیک یہ ممکن نہیں انہوں نے عدم جواز کا فتویٰ دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت ہے کہ آپ ہر چیز میں بیع سلم کے جواز کے قائل تھے لیکن جانور میں بیع سلم کو ناپسند کرتے تھے (یعنی جائز نہیں سمجھتے تھے مترجم) عبدالرزاق نے اپنی کتاب مصنف عبدالرزاق میں روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے چند جوان اونٹنیوں کی بیع سلم کی تھی، آپ نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا[۳۳] لیکن جب ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس روایت کی چھان بین کی تو پتہ چلا کہ عبدالرزاق نے اپنی کتاب مصنف عبدالرزاق میں اس واقعہ کو اتنا مختصر بیان کیا ہے کہ اس اختصار کی وجہ سے ان لوگوں کے لئے اس میں ابہام پیدا ہو گیا جنھوں نے اس مسئلے میں عبدالرزاق کے واسطے سے حضرت ابن مسعودؓ کا مسلک نقل کیا ہے، مثلاً ابن قدامہ نے المغنی میں اور ابن حزم نے المحلّٰی میں۔ ان کے سوا

دوسروں نے بھی یہ روایت کی ہے۔ اگر ہم پورے واقعہ پر نظر ڈالیں تو اس مسئلے میں حکم سرے سے ہی بدل جائے گا بلکہ برعکس ہو جائے گا. اس لئے کہ اس واقعہ میں ایک شرط موجود ہے جسے عبدالرزاق کی روایت میں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے کتاب الآثار میں یہ واقعہ اس طرح نقل کیا ہے کہ "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے زید بن خلیدہؓ کو مضاربت (ایسا کاروبار جس میں سرمایہ ایک شخص کا ہوتا ہے اور کام دوسرا شخص کرتا ہے اور پھر منافع دونوں میں طے شدہ نسبت سے تقسیم ہو جاتا ہے) کی بنیاد پر کاروبار کے لئے کچھ رقم دی. زید نے یہ رقم عتریس بن عرقوب کو چند جوان اونٹنیوں کی بیع سلم کی قیمت کے طور پر دے دی. یہ اونٹنیاں اس لحاظ سے متعین تھیں کہ یہ ایک معلوم فحل (سانڈ) کی نسل سے تھیں اور مدت کا تعین بھی ہو گیا تھا۔ پھر یہ اونٹنیاں حاملہ ہو گئیں، زید نے ان میں چند اونٹنیاں عتریس سے لے لیں اور کچھ باقی رہ گئیں پھر وہ باقیماندہ کی حوالگی کے لئے عتریس پر دباؤ ڈالنے لگا. اس پر عتریس حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آ کر باقیماندہ اونٹنیوں کے لئے کچھ مہلت کا طلبگار ہوا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے زید کو بلا کر اس سے اس بیع سلم کی کیفیت دریافت کی زیدؓ نے کہا کہ میں نے عتریس سے ایسی اونٹنیوں کی بیع سلم کی تھی جو معلوم تھیں. ان کی عمریں بھی معلوم تھیں اور مدت بھی معلوم تھی" یہ سن کر عبداللہؓ نے فرمایا" جتنی اونٹنیاں تم اس سے لے چکے ہو وہ اسے واپس کر دو اور اپنی رقم واپس لے لو اور آئندہ ہمارے مال کو کسی جانور کی بیع سلم میں نہ لگاؤ" [۳۴]
اس بیان سے بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اس واقعہ میں جانور کی بیع سلم سے منع نہیں کیا البتہ یہ شرط عائد کر دی تھی، کہ وہ جانور کسی متعین سانڈ کی نسل سے ہو. حتٰی کہ شعبیؒ نے یہ کہہ دیا کہ "ابن مسعودؓ نے اسے اس لئے ناپسند کیا کہ انہوں نے یہ شرط لگائی تھی کہ فلاں شخص کے فارم کے اور فلاں شخص کے سانڈ کی نسل سے ہوں [۳۵] اس لئے ابن المنذر وغیرہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ حیوان کی بیع سلم میں کوئی حرج نہیں ہے [۳۶]

ب۔ بیع مرابحہ (دیکھئے لفظ بیع. فقرہ جزب)

ج۔ بیع بالوفاء اس بیع کو کہتے ہیں جس میں یہ شرط ہو کہ بائع جب مشتری کو قیمت واپس

کر دے گا مشتری اسے فروخت شدہ چیز واپس کر دے گا۔ ایسا سودا بیع فاسد کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ اس میں ایسی شرط لگائی گئی ہے جس کا یہ سودا مقتضی ہے نہ یہ سودے کے مناسب ہی ہے بلکہ اس میں طرفین کی کوئی مصلحت پوشیدہ ہے۔ابن قدامہ نے المغنی. میں عبداللہ بن مسعودؓ سے جس بیع کا ذکر کیا وہ شائد اسی قبیل سے ہے. ابن مسعودؓ نے فرمایا: میں نے اپنی بیوی زینب ثقفیہ سے ایک لونڈی خریدی۔ بیوی نے یہ شرط لگا دی کہ اگر تم اسے فروخت کرنا چاہو تو یہ لونڈی اسی قیمت پر میری ہو جائے گی جس قیمت پر تم نے مجھ سے خریدی تھی. میں نے حضرت عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا: "اس کے قریب بھی نہ جاؤ جبکہ کسی کی طرف سے اس میں کوئی شرط لگا دی گئی ہو"[۳۹] اس واقعہ پر ہمارا تبصرہ دیکھنے کے لئے ملاحظہ کیجئے (لفظ بیع. فقرہ ۴. جز ـ ح)

۶ ـ بیع میں خیار کی مختلف صورتیں (دیکھئے لفظ خیار)

نماز جمعہ کی اذان کے وقت بیع (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ جز ـ ب)

غلام کی خریداری کے وقت دعا (دیکھئے لفظ دعا فقرہ ۳. جز ـ د)

لونڈی کو فروخت کرنا اسے طلاق دینا ہے (دیکھئے لفظ طلاق. فقرہ ۴. جز ـ و) اور (طلاق. فقرہ ۲. جز ـ الف. فقرہ ۳)

بینہ : دلیل، ثبوت

دیکھئے لفظ شہادۃ

بینونہ : بائن ہو جانا، جدا ہو جانا

طلاق بائن (دیکھئے لفظ طلاق. فقرہ ۴ جز ـ الف) اور لفظ طلاق فقرہ ۷. جز ـ ح. فقرہ ـ د) اور (لفظ طلاق. فقرہ ۵)

حوالہ جات

حرف الباء

۱۔ عبدالرزاق ص ۸۰ جلد سوم
۲۔ آثار محمد بن الحسن رقم ۲۹
۳۔ آثار ابی یوسف رقم ۱۰۶
۴۔ المحلی ص ۲۴۹ جلد سوم
۵۔ آثار ابی یوسف رقم ۳۲۴ ص ۲۳ جلد چہارم
۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱، ۱۷ جلد اول. المجموع ص ۹۳ جلد دوم، المغنی ص ۱۶۴ جلد اول. کشف الغمہ ص ۳۷ جلد اول
۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۔ ب جلد اول
۸۔ المحلی ص ۱۹۴ جلد اول، نیل الاوطار ص ۹۰ جلد اول
۹۔ بخاری شریف کتاب السلم ، مسلم شریف کتاب المساقاۃ۔ بیع سلم سودے کی وہ شکل ہے جس میں رقم کی ادائیگی فوری ہو جاتی ہے لیکن جنس کی حوالگی کے لئے ایک مدت مقرر کر لی جاتی ہے۔ مترجم
۱۰۔ عبدالرزاق ص ۲۸۴ جلد ہشتم، بیہقی ص ۳۴۰ جلد دہم، المجموع ص ۲۶۸ جلد نہم
۱۱۔ عبدالرزاق ص ۶۵ جلد ہشتم. کنزالعمال رقم ۹۹۲۳
۱۲۔ المحلی ص ۴۰۵ جلد ہشتم
۱۳۔ المحلی ص ۱۳۸ جلد اول
۱۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۴ جلد اول. سنن بیہقی ص ۱۶ جلد ششم. المحلی ص ۴۵ جلد نہم. المجموع ص ۲۷۴ جلد نہم. الام ص ۱۷۶ جلد ہفتم
۱۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۸۷ جلد اول
۱۶۔ عبدالرزاق ص ۲۸۹ جلد ہفتم. المحلی ص ۳۱۸ جلد نہم
۱۷۔ عبدالرزاق ص ۱۸۴ جلد نہم، ابن ابی شیبہ ص ۲۷۶۔ ب جلد دوم
۱۸۔ المغنی ص ۳۵۶ جلد ششم
۱۹۔ المحلی ص ۴۹۶. ۴۹۹ جلد ہشتم. المغنی ص ۵۰ جلد چہارم
۲۰۔ عبدالرزاق ص ۱۲۳ جلد ہشتم
۲۱۔ عبدالرزاق ص ۱۳۹ جلد ہشتم. کنزالعمال ۱۰۰۳۲، المغنی ص ۲۳۴ جلد چہارم

۲۲۔ عبدالرزاق ص ۱۳۸ جلد ہشتم. ابن ابی شیبہ ص ۲۷۸ جلد اول. (ابن ابی شیبہ کی عبارت جو ہم نے نقل کی ہے وہ درست ہے)

۲۳۔ عبدالرزاق ص ۱۳۹ جلد ہشتم

۲۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷ جلد اول. المحلی ص ۱۴ جلد نہم

۲۵۔ عبدالرزاق ص ۲۳۱ جلد ہشتم

۲۶۔ کنزالعمال رقم ۹۹۹۴

۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۹ جلد دوم

۲۸۔ المحلی ص ۳۶۷ جلد ہشتم. عبدالرزاق ص ۲۷۱ جلد ہشتم. المغنی ص ۱۹۲ جلد چہارم. ابو داؤد اور نسائی (ب اختلاف ا فی ا)

۲۹۔ المجموع ص ۳۰۹ جلد نہم. سنن بیہقی ص ۳۳۶ جلد پنجم. سعید بن منصور ص ۱۰۹. جز۔ دوم. جلد سوم

۳۰۔ عبدالرزاق ص ۵۶ جلد ہشتم. المحلی ص ۳۷۵ جلد ہشتم. سعید بن منصور ص ۱۰۹. جز۔ دوم. جلد سوم

۳۱۔ المغنی ص ۹۹ جلد چہارم

۳۲۔ سنن بیہقی ص ۳۳۶ جلد پنجم

۳۳۔ المحلی ص ۱۰۹ جلد نہم. سنن بیہقی ص ۲۲ جلد ششم. کنزالعمال رقم ۱۵۵۹۲. المغنی ص ۲۷۸ جلد چہارم عبدالرزاق ص ۲۳ جلد ہشتم

۳۴۔ الاثار رقم ۸۴۵. عبدالرزاق (مختصراً) ص ۲۳ اور ۲۴ جلد ہشتم

۳۵۔ عبدالرزاق ص ۲۴ جلد ہشتم. المغنی ص ۲۷۸ جلد چہارم

۳۶۔ المحلی ص ۲۷۸ جلد چہارم. المحلی ص ۱۰۹ جلد نہم

۳۷۔ المغنی ص ۹۹ جلد چہارم

حرف التاء

ت

تامین : آمین کہنا

۱۔ تامین سے مراد قرائت فاتحہ یا دعا کے بعد لفظ آمین کہنا ہے

۲۔ نماز کے اندر اور نماز سے باہر قرائت فاتحہ کے بعد آمین کہنا مشروع ہے۔ اس میں اہل علم میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، لیکن نمازی، خواہ امام ہو یا مقتدی، آمین زیر لب کہے گا چاہے قرائت جہری کیوں نہ ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا" تین چیزیں امام زیر لب پڑھے گا. تعوذ (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم)، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آمین" [۱]

تبذیر : بلا ضرورت خرچ کرنا

۱۔ تعریف :

حضرت ابن مسعودؓ کی تعریف کے مطابق تبذیر ناحق خرچ کو کہتے ہیں [۲] ظاہر ہے کہ یہ تعریف راہ حرام میں مال خرچ کرنے کو شامل ہے خواہ یہ خرچ تھوڑا ہو یا بہت. اسی طرح یہ تعریف راہ حلال میں بغرض افساد مال خرچ کرنے یا راہ حلال میں مال کے غلط استعمال کو بھی شامل ہے۔

۲۔ راہ حرام میں مال خرچ کرنا حرام ہے۔ ارشاد باری ہے ' وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (لقمان ۶) اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو فضول باتیں خرید تا ہے تاکہ بغیر علم کے اللہ کے راستے سے گمراہ کرے) راہ حلال میں مال کا غلط استعمال مکروہ ہے لیکن آیا ناحق خرچ کرنے والے پر پابندی لگائی جا سکتی ہے یا نہیں اس کے متعلق ہمیں حضرت ابن مسعودؓ کا کوئی قول نہیں

ملا

تبرع : صدقہ کرنا، تبرع کرنا

۱ - تعریف :

کسی معاوضہ کے بغیر کوئی چیز کسی کی ملکیت میں دے دینا تبرع کہلاتا ہے۔

۲ - تبرع کے طور پر کئے جانے والے عقود کی قسمیں :

ایسے عقود کی صورتیں یہ ہیں: ہبہ (دیکھئے لفظ ہبہ) ، صدقہ (دیکھئے صدقہ) ، وصیت (دیکھئے لفظ وصیہ) ، کفالت اور قرض کی معافی وغیرہ

۳ - تبرع کرنے والا :

تبرع کرنے والے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس پر پابندی نہ لگی ہو، اس بنا پر دیوانے، غلام اور، نابالغ وغیرہ (جن پر مکمل پابندی ہوتی ہے) کا تبرع اس کے ترکہ کے تہائی حصے کے اندر درست ہو گا (دیکھئے لفظ حجر)

ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس مال میں وہ تبرع کر رہا ہے اس کا وہ خود مالک ہو، اس بنا پر ولی کا تبرع درست نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ اس کے تبرع سے خالصتاً اس شخص کا نقصان ہو گا جس کا یہ ولی مقرر کیا گیا ہے۔ اور ولی اپنے زیر سرپرستی شخص کو نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔

۴ - عقد تبرع کا لزوم :

جمہور فقہاکی رائے ہے کہ تبرع کے تحت کئے جانے والے تمام عقود کی تکمیل کے لئے قبضہ ضروری ہے قبضہ کے ساتھ ہی کوئی عقد تبرع لازم ہوتا ہے۔ اس بنا پر تبرع کرنے والا اس وقت تک اپنے تبرع سے پھر سکتا ہے جب تک تبرع کے طور پر دی ہوئی چیز پر اس شخص کا قبضہ نہ ہو جائے جسے یہ چیز دی گئی ہو، البتہ اگر تبرع اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنے کی خاطر یا نیکی اور احسان کے طور پر کیا گیا ہو مثلاً صدقہ اور وقف وغیرہ، تو اس پر قبضہ شرط نہیں ہے۔ بلکہ زبان سے کہہ دینے ہی سے یہ لازم ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ تبرع کا لزوم زبان سے کہہ دینے کے ساتھ ہی لازم ہو جاتا ہے خواہ اس کے ساتھ قبضہ بھی ہو جائے یا نہ ہو (دیکھئے لفظ ہبہ، فقرہ ۲) اور (لفظ صدقہ، فقرہ ۴)

تبسم : مسکرانا

نماز میں تبسم مکروہ نہیں ہے۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ٦، جز ف)

تبول : پیشاب کرنا

(دیکھئے لفظ بول)

تتابع : ایک دوسرے کے پیچھے آنا

دیکھئے لفظ موالاۃ

تثاوب : جمائی لینا

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "نماز میں جمائی لینا اور چھینکنا شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لئے اس سے اللہ کی پناہ مانگو" ۳ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ٦، جز ل)

تثویب : بار بار اعلان کرنا

نماز کے لئے اعلان کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۴، جز د، فقرہ ۲)

تجارۃ : تجارت

دیکھئے لفظ بیع

مال تجارت کی زکوۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ٦، جز الف، فقرہ ۵)

تجسّس : ٹوہ لگانا، جاسوسی کرنا

حضرت ابن مسعودؓ مسلمانوں کے پوشیدہ امور کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی غرض سے ان کی ٹوہ لگانے اور جاسوسی کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے تھے۔ آپ کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے قول (ولا تجسسوا اور جاسوسی نہ کرو) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (امیر یعنی حاکم یا خلیفہ جب بدگمانی کی وجہ سے لوگوں کی ٹوہ میں رہے گا تو وہ ان سب کو بگاڑ دے گا) ۴ کے مطابق تھا۔ اسی لئے جب آپ سے ولید بن عقبہ کے متعلق یہ شکایت کی گئی کہ اس کی ڈاڑھی سے شراب ٹپکتی ہے، آپ اس کے متعلق کیوں نہیں کچھ کرتے؟ تو آپ نے جواب دیا: "ہمیں ٹوہ لگانے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر ہمارے سامنے کوئی بات آئے گی تو اس پر گرفت کریں گے" ۵

تحفیل : تھن کو بڑا کر دینا

بکری کے تھن کو اس غرض سے باندھ دینا کہ اس میں دودھ جمع ہو جائے اور وہ بڑا نظر آئے تحفیل کہلاتا ہے۔ یہ خریدار کو ایک قسم کا دھوکہ دینا ہے اس کی وجہ خریدار کے لئے خیار (یعنی سودے کو باقی رکھنے یا توڑ دینے کا اختیار) ثابت ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے لفظ خیار، فقرہ ۲، جز۔ ب)

تحکیم : حکم یا ثالث بنانا

دو شخصوں کا اپنے مابین پیدا ہونے والے جھگڑے کے لئے کسی کو ثالث بنانا تحکیم کہلاتا ہے۔

حج میں شکار کے ضمان کے لئے ثالث بنانا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۶، جز۔ د، فقرہ ۴)

ایسے جرائم میں ثالث مقرر کرنا جن میں قصاص یا مقررہ دیت نہ ہو (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز الف)

تحلل : احرام کھول دینا

محصَر (ایسا شخص جس نے احرام باندھ لیا ہو لیکن کسی رکاوٹ کی بنا پر اپنا سفر جاری نہ رکھ سکا ہو) کا احرام کھول دینا (دیکھئے لفظ احصار، فقرہ ۲)

حاجی کے احرام کھلنے کا پہلا مرحلہ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۳، جز۔ ج) اور دوسرا مرحلہ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۵)

تحلی : زیور پہننا

دیکھئے لفظ حلی

تحلیل : حلالہ کرنا

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا ہے تو وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی (یعنی وہ اسے دوبارہ عقد زوجیت میں نہیں لا سکتا) جب تک وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کر لے، (اور وہ دوسرا شخص اسے طلاق نہ دے دے) تحلیل کے اس عمل کی تکمیل کے لئے درج ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

پہلی شرط یہ ہے کہ اس مطلقہ کا اس نئے شوہر کے ساتھ حقیقی نکاح ہوا ہو، یعنی اس میں تحلیل کی شرط کا ذکر صراحتاً ہوا ہو نہ اشارۃً بلکہ میاں بیوی دونوں کی نیت ساری زندگی اس ازدواجی بندھن

میں گزارنے کی ہو۔ اگر عقد نکاح میں اس پہلی شرط کا فقدان ہو گا تو عقد نکاح باطل ہو گا اور تحلیل کا عمل بھی مکمل نہیں ہو گا۔ اور تحلیل کی نیت سے ایسی حرکت کرنے والا اللہ کے ہاں گنہگار ٹھہرے گا۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ "تحلیل کرنے والا اور وہ شخص جس کے لئے حلالہ کا یہ عمل کیا گیا ہے دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قیامت کے دن لعنت کے سزاوار ٹھہریں گے"[۶]

دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کرنے والا اس کا زوج ہو، اگر اس کے آقا نے (لونڈی کی صورت میں) ملکیت کی بنا پر اس سے ہم بستری کر لی تو یہ ہم بستری اسے پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں بنا سکے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر لونڈی سے اس کے آقا نے ہم بستری کر لی تو اس سے وہ اپنے شوہر کے لے حلال قرار نہیں پائے گی جب تک کسی اور سے نکاح نہ کر لے" [۷]

آپ کا یہ بھی قول ہے: "ایسی مطلقہ اپنے پہلے شوہر کے لئے اسی طریقے سے حلال قرار پائے گی جس طریقے سے وہ اس پر حرام ہوئی تھی" [۸] یعنی تحریم شوہر پر واقع ہوئی ہے اب کسی اور شوہر کی ہم بستری سے وہ اس کے لئے حلال قرار پائے گی۔

تیسری شرط یہ ہے کہ دوسرا شوہر اس کے ساتھ فی الواقع ہم بستری کرے جس میں اس کے ذکر کا اس کے فرج میں دخول ہو جائے، ہم بستری کے بغیر صرف عقد نکاح سے تحلیل کا عمل مکمل نہیں ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "یہ مطلقہ اپنے پہلے شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک اس کا دوسرا شوہر اپنے آلہ تناسل سے اس کے ساتھ جماع نہ کر لے" [۹]

تحیۃ: سلام

تحیۃ المسجد کی نماز (دیکھئے لفظ، صلاۃ فقرہ ۱۹، جز ح) اور (صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ی، فقرہ ۴) اور صلاۃ فقرہ ۱۵، جز۔ ط، فقرہ ۲)

ایک انسان کا دوسرے کو سلام کرنا (دیکھئے لفظ سلام)

کعبۃ اللہ کا طواف اس کا تحیہ ہے (دیکھئے لفظ حج، فقرات ۷، ۱۴، ۱۶)

نماز کے اختتام پر السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۴۹)

تخلی: بیت الخلاء میں جانا

(دیکھئے لفظ بول، فقرہ ۱، جز۔ ب) اور (بول، فقرہ ۲)

تداوی: علاج کرنا، دوا استعمال کرنا

شراب کا استعمال بطور دوا حرام ہے (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۲، جز۔ ب)

مریض کو فائدہ پہنچانے والی دوائی کا بتانا واجب ہے (دیکھئے لفظ یمین، فقرہ ۴، جز۔ ب، فقرہ۲)

تدبیر:

(غلام کی آزادی کو آقا کی موت پر معلق کر دینا)

اگر آقا اپنے غلام کی آزادی کو اپنی موت پر معلق کر دے تو اسے تدبیر کہتے ہیں۔

تراویح: نماز تراویح

تراویح کے لفظ کا اطلاق اس نفل نماز پر ہوتا ہے جو اہل اسلام رمضان کے مہینے میں نماز عشاء اور وتر کے درمیان پڑھتے ہیں۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ ز)

تربع: چوکڑی مار کر بیٹھنا

نماز میں قعدہ کے اندر چوکڑی مار کر بیٹھنا مکروہ ہے۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ک)

ترتیب: ترتیب

وضوء کے افعال کی ترتیب (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۲، جز۔ ھ)

ترتیل:

(قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر عمدہ طریقے سے پڑھنا)

تلاوت قرآن میں ترتیل (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۳، جز۔ د)

ترکہ: میت کی چھوڑی ہوئی املاک

۱۔ تعریف:

مرنے والے کے وہ تمام منقولہ اور غیر منقولہ اموال جو اس کی موت کے وقت اس کی ملکیت میں ہوں ترکہ کہلاتے ہیں۔

۲۔ ترکہ سے متعلق حقوق:

ترکہ سے چار حقوق متعلق ہوتے ہیں جن کی ترتیب حسب ذیل ہے:

ا۔ میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے اخراجات۔ اس لئے کہ میت کی زندگی میں جس طرح اس کا مال اس کی ذات پر خرچ ہوتا تھا اسی طرح اس کی وفات کے بعد بھی اس کی ذات پر خرچ ہو گا۔ یہ اخراجات بقیہ تمام دوسرے اخراجات پر مقدم ہونگے۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ (دیکھئے لفظ موت)

ب۔ اس کے قرض کی ادائیگی: تجہیز و تکفین کے بعد بچ رہنے والے ترکہ میں سے اس کا قرض ادا کیا جائے گا، یہ بھی اجماعی مسئلہ ہے۔ ابن کثیر نے کہا ہے: "متقدین اور متاخرین تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قرض کی ادائیگی وصیت کے اجراء پر مقدم ہے" [۱]

ج۔ مشروع وصیت کا اجراء: قرض کی ادائیگی کے بعد اگر ترکہ بچ رہے تو وصیت کا اجراء ہو گا۔ بشرطیکہ یہ اس کے باقیماندہ ترکہ کے تہائی سے متجاوز نہ ہو۔ (دیکھئے لفظ وصیۃ)

د۔ تقسیم میراث: پھر باقیماندہ ترکہ کو اس کے ورثاء میں قرآن مجید میں فرمان الٰہی کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔ (دیکھئے لفظ ارث)

تزویر: جھوٹ کو آراستہ کرنا

۱۔ تعریف:

گواہی کی تزویر یہ ہے کہ درست گواہی نہ دینا، یعنی جھوٹی گواہی دینا۔

۲۔ جھوٹی گواہی دینے والے کی سزا:

جھوٹی گواہی دینے والے کی دو سزائیں ہیں۔ ایک دنیا میں اور ایک آخرت میں۔ دنیا میں اس کے لئے اگرچہ شرعاً کوئی سزا مقرر نہیں ہے لیکن عدالت اس کے لئے ایسی سزا تجویز کرے گی جو اس کے خیال میں اسے آئندہ جھوٹی گواہی دینے سے باز رکھے۔ نیز کسی اور کو جھوٹی گواہی دینے کی ہمت نہ ہو سکے۔ رہی اخروی سزا تو اس کی وضاحت اس جرم کی سنگین نوعیت سے ہوتی ہے۔ ہمارے لئے اس کے متعلق صرف اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹی گواہی کو بت پرستی کے ساتھ منسلک کر کے ان دونوں کاموں سے اپنے بندوں کو روک دیا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ (فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ تم بت پرستی کی گندگی سے بچو اور جھوٹی گواہی سے پرہیز کرو) اللہ تعالیٰ نے ان دونوں افعال قبیحہ کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے حتیٰ کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جھوٹی گواہی کو اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے ساوی قرار دیا گیا

ہے " پھر آپ نے درج بالا آیت کی تلاوت فرمائی [1] نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی گواہی کو بڑے سے بڑے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا (آگاہ رہو، اور جھوٹی گواہی) آپ یہ الفاظ دہراتے چلے گئے حتیٰ کہ حاضرین کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش! اب آپ چپ ہو جائیں۔

تسبب : سبب بننا

جرم کا سبب بننا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۵، جز۔ د) اور اس پر عائد ہونے والی سزا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز۔ ب، فقرہ ۱)

تسبیح : اللہ کی پاکیزگی بیان کرنا، تسبیح پڑھنا

رکوع میں تسبیح (سبحان ربی العظیم) پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ح، فقرہ ۳)

سجدے میں تسبیح (سبحان ربی الاعلیٰ) پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ط، فقرہ ۲)

امام کے سہو پر سبحان اللہ کہنا (دیکھئے لفظ سہو، فقرہ ۲، جز۔ الف)

تستر : پردہ پوشی کرنا، چھپانا

۱۔ تعریف :

پردہ پوشی اور چھپانے کو تستر کہتے ہیں۔ محاورہ ہے۔ تستر بالذنب، اس نے گناہ کی پردہ پوشی کی۔ اسی طرح دوسرا محاورہ ہے تستر بالغسل، اس نے پردے میں غسل کیا، یہ جملہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص پردے میں دوسروں کی نظروں سے چھپ کر غسل کرے۔

۲۔ الف۔ گناہ کی پردہ پوشی :

اگر کوئی شخص کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کر لے جس کا علم صرف اس کی ذات اور اللہ کی ذات تک محدود رہے تو وہ اس کی پردہ پوشی کرے اور اس کا اظہار لوگوں سے نہ کرتا پھرے، بلکہ اللہ سے توبہ استغفار کرے۔ حضرت ابن مسعودؓ کوفہ میں اپنے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ گھر لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"جو شخص ہم سے کوئی فتویٰ پوچھنے آیا ہے وہ بیٹھ جائے ہم اسے انشا اللہ فتویٰ دیں گے، اور جو شخص کوئی جھگڑا لے کر آیا ہے وہ بھی بیٹھ جائے ہم اس کے جھگڑے کا انشا اللہ تصفیہ کرا دیں گے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے کسی پوشیدہ گناہ کی ہمیں اطلاع دینے آیا ہے

جس پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا ہے تو وہ اس پر اللہ کا پردہ پڑا رہنے دے، اور اللہ کی طرف سے اس نرمی کو قبول کرتے ہوئے خفیہ طور پر اس سے اس کی معافی مانگے کیونکہ گناہ کو معاف کر دینا اس کے اختیار میں ہے، ہمارے اختیار میں نہیں ہے. ہم تو صرف اس پر حد جاری کر سکتے ہیں۔ اور اس سے گناہ کا عار دھو سکتے ہیں۔ "[۱۲] اگر گناہ کے مرتکب نے اپنے گناہ پر پردہ ڈالے رکھا اور کسی کو اس کا احساس تک ہونے نہیں دیا، نیز اللہ نے بھی اس کی پردہ پوشی کی تو یہ اس بات کی نشانی ہوگی کہ قیامت کے دن بھی اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "اللہ تعالیٰ جس بندے کی دنیا میں پردہ پوشی کرتا ہے قیامت میں بھی اس کی پردہ پوشی کرے گا" [۱۳]

ایک شخص آپ کے پاس آکر کہنے لگا: "میں اپنی بیوی کی لونڈی سے ہم بستری کا مرتکب ہوا ہوں" آپ نے جواب میں فرمایا: "اللہ نے اس پر پردہ ڈال دیا ہے تو بھی اس کی پردہ پوشی کر" [۱۴]

ب۔ اگر کوئی شخص اپنے کسی بھائی کو ایسی معصیت کا مرتکب پائے جو خالص حق اللہ ہو مثلاً شراب خوری اور زنا کاری وغیرہ تو وہ اس کی پردہ پوشی کرے، اسے نصیحت کرے اور اللہ سے ڈرائے۔ ایک شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس اپنے بھتیجے کو لے کر آیا اور کہنے لگا: "ابو عبدالرحمٰنؓ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت) میں نے اسے نشے کی حالت میں پکڑا ہے" حضرت ابن مسعودؓ نے حکم دیا کہ اسے ہلاؤ جلاؤ اور اس کے منہ کی بو سونگھو، لوگوں نے ایسا ہی کیا تو اس کے منہ سے شراب کی بو آئی۔ آپ نے اسے بندی خانے میں بھیجنے کا حکم دیا۔ پھر اگلے دن اسے بلایا اور ایک کوڑا منگوایا جسے کوٹ کر نرم کیا گیا۔ پھر آپ نے کوڑا مارنے والے سے کہا کہ ضرب لگا کر اپنا ہاتھ پیچھے لاؤ اور پھر ضرب لگاؤ اور جسم کے ہر عضو کو اس کا حق دو (یعنی کوڑے پورے جسم پر لگاؤ صرف ایک ہی جگہ نہ لگاؤ) راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے اس طرح کوڑے لگوائے کہ کوڑے کی کسی ضرب سے اسے زخم نہیں آیا لیکن تکلیف بہت ہوئی، آپ نے کوڑوں کے دوران اس کے جسم پر لمبا کرتہ اور شلوار باقی رہنے دی۔ پھر فرمایا: "اللہ کی قسم، ایک یتیم کا یہ انتہائی برا سرپرست (ولی) ہے" پھر اس سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

"تو نے اس کی اچھی تربیت نہیں کی اور نہ ہی اس کے جرم کی پردہ پوشی کی" اس شخص نے عرض کیا: ابو عبدالرحمٰنؓ یہ میرا بھتیجا ہے اور اس کے لئے میرے دل میں وہی شفقت ہے جو اپنے بیٹے کے لئے ہے، لیکن اس نے اس کی پروا نہیں کی" اس پر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔ اور اپنے بندوں کو معاف کرنا اسے پسند بھی ہے، لیکن کسی حاکم کے لئے یہ گنجائش نہیں ہے کہ اس کے پاس کوئی مجرم لایا جائے اور پھر وہ اس پر حد جاری نہ کرے" [۱۵] (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۳، جز۔ الف)

۳۔ نماز کی صحت کے لئے ستر عورت (ستر پوشی) کی شرط (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۴، جز۔ د)

تسری: لونڈی سے جماع کرنا

۱۔ آقا کا اپنی لونڈی سے ہم بستری کرنا تسری کہلاتا ہے۔

۲۔ جس لونڈی سے تسری کی جائے اس کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ نے یہ شرط مقرر کی ہے کہ وہ ایسی عورت ہو جس کا نکاح اس کے آزاد ہونے کی صورت میں اس کے آقا سے ہو سکتا ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "آزاد عورتوں کے جو رشتے حرام ہوتے ہیں (یعنی ان سے نکاح حلال نہیں ہوتا) وہی رشتے لونڈیوں کی صورت میں بھی حرام ہوتے ہیں، البتہ ان میں تعداد کی کوئی قید نہیں" [۱۶] اس بنا پر آپ نے تسری کے لئے لونڈی میں درج ذیل شرطیں رکھی ہیں: [۱۷]

ا۔ آقا کو اس لونڈی کی ملکیت تامہ حاصل ہو، اس میں کوئی شریک نہ ہو نہ اس پر کسی کا حق ہو، اسی لئے آپ نے مشترک اور شادی شدہ لونڈی کے ساتھ تسری کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح وہ لونڈی جو اپنے خاوند کی وفات یا طلاق کی وجہ سے عدت میں ہو نیز ایسی لونڈی جو خرید لی گئی ہو لیکن فروخت کنندہ نے اس کے ساتھ کوئی شرط عائد کر دی ہو (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۴، جز۔ ج)

ب۔ آقا کے باپ یا بیٹے نے اس کے ساتھ ہم بستری نہ کی ہو۔

ج۔ بدکار نہ ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "مجھے اپنی ایسی لونڈی سے ہم بستری کرنے میں کراہت محسوس ہوتی ہے جس نے پہلے ہی کہیں اپنا منہ کالا کر لیا ہو" [۱۸]

د۔ وہ مشرکہ نہ ہو، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ مسلمان یا اہل کتاب ہو۔

ھ۔ وہ رضاعت کی وجہ سے اس پر حرام نہ ہو مثلاً وہ اس کی رضاعی پھوپھی یا خالہ ہو۔

ح۔ تسری کے لئے ایسی دو لونڈیاں اکٹھی نہ کرے جن میں آپس میں رشتہ حرمت ہو مثلاً ماں، بیٹی یا دو بہنوں کو یکجا کر لے [۱۹] حضرت ابن مسعودؓ کی شرط پر ایک شخص نے اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ نے میری مملوکہ تمام چیزیں حلال کی ہیں؟ (اس لئے ایسی لونڈیاں بھی حلال ہیں!) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ سن کر غصہ آ گیا اور آپ نے فرمایا: "تیری اونٹنی بھی تو تیری مملوکہ ہے" [۲۰]

۳۔ تسری کی صورت میں نسب کا ثبوت (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۲، جز۔ الف)

تشریق :

(گوشت کے ٹکڑے کر کے دھوپ میں خشک کرنا، مشرق کی طرف متوجہ ہونا)

۱۔ ایام تشریق: ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ ایام تشریق ہیں۔

۲۔ تکبیرات تشریق (دیکھئے لفظ تکبیر، فقرہ ۲)

۳۔ ایام تشریق میں ادا کئے جانے والے مناسک حج (دیکھئے لفظ حج فقرات ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶)

تشہد : تشہد یعنی التحیات للہ الخ پڑھنا

مسبوق (ایسا مقتدی جو امام کے ساتھ بعد میں آ کر شامل ہوا ہو) کا امام کے ساتھ تشہد پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز۔ ھ، فقرہ ۵)

نماز میں تشہد پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ل)

تشہیر: تشہیر کرنا

بذریعہ تشہیر تعزیر کرنا (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۲، جز۔ ب)

تصریہ : دودھ زیادہ دکھانے کے لئے تھن میں روک لینا

بکری کا تھن اس غرض سے باندھ دینا تاکہ اس میں دودھ جمع ہو جائے۔ ایسا کرنا خریدار کو دھوکا دینا ہے جس کی وجہ سے اسے خیار (سودے کو باقی رکھنے یا توڑ دینے کا اختیار) حاصل ہو جاتا ہے۔

(دیکھئے لفظ خیار، فقرہ ۲، جز ــ ب)

تطبیق : ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دینا

نماز میں رکوع کے اندر دو ہتھیلیوں کو جوڑ لینا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز ــ ح، فقرہ ۴)

تطوع : نفل

دیکھئے لفظ نفل

تاطیب : خوشبو لگانا

دیکھئے لفظ طیب

تعریض : تعریض کرنا

۲ ـ تعریف :

تعریض اس انداز گفتگو کو کہتے ہیں جس میں سننے والا کہنے والے کی مراد صراحت کے بغیر بھی سمجھ جاتا ہے۔

۲ ـ حکم تعریض :

زنا کی تعریض عبد اللہ بن مسعودؓ کے نزدیک تصریح کے حکم میں ہے۔ اس لئے جو شخص کسی کے متعلق تعریضاً بھی زنا کی تہمت لگائے گا اور اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش نہیں کر سکے گا تو اس پر حد قذف جاری ہوگی اور اسے کوڑے لگیں گے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "دو شخصوں پر حد جاری ہوگی، ایک وہ جس نے کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائی ہو، دوسرا وہ جس نے کسی کے باپ سے اس کے نسب کی نفی کر دی ہو خواہ اس کی ماں لونڈی ہی کیوں نہ ہو[۲۱] کسی کے باپ سے اس کے نسب کی نفی کرنا تعریض بالزنا ہے۔ کیونکہ سننے والا یہی سمجھے گا کہ اس کی ماں زنا کار ہے، اگرچہ اسنے یہ بات صریح الفاظ میں نہیں کہی

تعزیر : سزا دینا

۱ ـ تعریف :

کسی ایسے جرم پر سزا عائد کر دینا جس کی شریعت کی طرف سے کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے تعزیر کہلاتی ہے۔

۲ ۔ تعزیر کی صورتیں :

تعزیر کی کوئی خاص صورت متعین نہیں ہے بلکہ یہ عدالت یا قاضی کی صوابدید پر ہے کہ وہ سزا کی کوئی ایسی صورت تجویز کرے جو اس کے خیال میں قانون کی خلاف ورزی کے مرتکب کو آئندہ خلاف ورزی سے باز رکھ سکے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے متعدد تعزیری سزائیں دی تھیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

ا ۔ پٹائی. آپ نے اس شخص کی پٹائی کی تھی جو ایک اجنبی عورت کے ساتھ اس کے لحاف میں پکڑا گیا تھا۔ اس کا ذکر آئے گا۔

ب ۔ تشہیر۔ آپنے اس شخص کی تشہیر کرائی تھی جو ایک اجنبی عورت کے ساتھ اس کے لحاف میں پکڑا گیا تھا. اسے لوگوں میں پھرایا گیا تھا۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

ج ۔ ضائع کر دینا. اس سے مراد جرم والی شے کو ضائع کر دینا ہے۔ ایک شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ریشمی قمیص پہنے ہوئے آیا۔ آپ نے اس کی وہ قمیص پھاڑ دی۔ اس کی تفصیل بھی آئے گی۔

(حد اور تعزیر دونوں کو یکجا کر دینا (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۵)

۳ ۔ واقعات . جن میں تعزیر دی گئی

ا ۔ قاسم بن عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس قریش کا ایک شخص لایا گیا جسے ایک اجنبی عورت کے لحاف میں پایا گیا تھا لیکن اس کے سوا اور ثبوت نہیں مل سکا تھا. حضرت عبداللہؓ نے اسے چالیس کوڑے لگوائے اور لوگوں میں پھیرا کر اس کی تشہیر کرائی. اس کے قبیلے کے لوگ حضرت عمرؓ کے پاس چلے گئے اور شکایت کی کہ ابن مسعودؓ نے ہمارے ایک آدمی کی تذلیل کر دی. حضرت عمرؓ نے آپ سے پوچھا کہ پتہ چلا ہے تم نے قریش کے ایک شخص کو کوڑے لگوائے. حضرت عبداللہؓ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ شخص میرے پاس لایا گیا تھا اور مجھے بتایا گیا تھا کہ اسے ایک عورت کے ساتھ اس کے لحاف میں پایا گیا اور ثبوت کے لئے اس کے سوا اور کوئی دلیل نہیں تھی۔ میں نے چالیس کوڑے لگوائے اور لوگوں میں اس کی تشہیر کرا دی. اس پر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ آیا اس مسئلے میں تمہاری یہی رائے ہے؟ حضرت

ابن مسعودؓ نے اثبات میں جواب دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس رائے کی تصویب کی. اس شخص کے رشتہ داروں نے یہ دیکھ کر کہا کہ ہم تو عمرؓ کے پاس ابن مسعودؓ کے خلاف استغاثہ لے کر آئے تھے لیکن یہاں معاملہ الٹا ہے. عمرؓ خود ان سے پوچھ رہے ہیں [۲۲]

ب۔ حضرت ابن مسعودؓ کا ایک بیٹا ریشمی قمیص پہنے اتراتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ جب قریب آیا، تو آپ نے اس کی قمیص پھاڑ دی اور فرمایا کہ جاؤ جا کر اپنی ماں سے کہو وہ تمہیں کوئی دوسری قمیص پہنا دے" [۲۳]

ج۔ جھوٹی گواہی دینے والے کی تعزیر (دیکھئے لفظ تزویر، فقرہ ۲)

تعلیق: لٹکا دینا، معلق کرنا

۱۔ تعریف:

کسی جملے کے مضمون کے حصول کو کسی دوسرے جملے کے مضمون کے حصول کے ساتھ مربوط کر دینا تعلیق ہے [۲۴]

۲۔ حکم تعلیق:

تعلیق کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ کسی معلوم کے ساتھ مربوط کرنا۔ یہ تعلیق معلق علیہ (جس کے ساتھ مربوط کیا جائے) کے حصول تک قائم رہتی ہے مثلاً کوئی شخص کہے۔ "اگر میں گھر میں داخل ہوں گا تو مجھ پر نذر لازم آئے گی" اس صورت میں نذر کی تعلیق گھر میں داخل ہونے تک باقی رہے گی۔ جہاں وہ گھر میں داخل ہوا اس پر نذر لازم ہو جائے گی (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۴۰، جزــ ج)

ب۔ کسی مجہول کے ساتھ مربوط کرنا اس تعلیق سے فعل معلق لغو اور بے اثر قرار پاتا ہے مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ اگر اللہ چاہے تو تجھ پر طلاق ہے۔ اس صورت میں اس شخص نے طلاق کو اللہ کی مشیت کے ساتھ معلق کر دیا ہے. اور چونکہ اللہ کی مشیت ہماری نسبت سے مجہول ہے کیونکہ ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ اس امر میں اللہ کی کیا مشیت ہے مگر صرف اسی وقت جب وہ کام وقوع پذیر ہو جاتا ہے، اس لئے یہ تعلیق اس کے فعل یعنی طلاق کو لغو اور بے اثر کر دے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا "جس

نے قسم کھا کر ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ دیا تو اسے اب اختیار ہے" ۲۵؎ (دیکھئے لفظ یمین، فقرہ ۴، جز۔ب، فقرہ ۳)

تعوذ : اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا

دیکھئے لفظ استعاذۃ

تغریب : جلا وطن کر دینا

کسی شخص کو اس کے اپنے شہر یا علاقے سے نکال کر اجنبی شہر یا علاقے میں پہنچا دینا تغریب ہے۔

زنا کے جرم میں جلاوطن کر دینا (دیکھئے لفظ ز ، فقرہ ۳، جز۔الف) اور (لقط۔رق. فقرہ۲. د)

تغریر : دھوکہ دینا

خیار تغریر (دیکھئے لفظ خیار، فقرہ ۲، جز۔ب)

تغالیس : آخر رات کی تاریکی میں کام کرنا

صبح کی نماز میں تغالیس (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵ جز۔ب)

تغلیظ : گاڑھا کرنا بھاری کر دینا

فوجداری کے جرائم میں بھاری جرمانے کب لگائے جاتے ہیں (دیکھئے جنایہ، فقرہ ۶ جز۔ب، فقرہ ۲. جز۔الف)

تفریق : جدا کر دینا

میاں بیوی کے درمیان تفریق (دیکھئے لفظ طلاق)

تفویض : سپرد کرنا

شوہر کا اپنی بیوی کو طلاق کا حق سپرد کر دینا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۲ . جز۔الف فقرہ ۲)

دو شریکوں میں سے ایک کا دوسرے کو اپنا وکیل بنا کر طے شدہ شرطوں کے حدود میں تصرف کا اختیار تفویض کر دینا (دیکھئے لفظ شرکہ)

تقبیل : بوسہ لینا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روزے کو غالباً نفس کو اس کے شہوات سے الگ رکھنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور شوہر کا اپنی بیوی یا آقا کا اپنی لونڈی کا بوسہ لے لینا نفس کی شہوات کا ایک حصہ ہے۔ اس لئے آپ نے روزے کی حالت میں بوسہ لینا مکروہ سمجھا ہے [۲۶] بلکہ آپ کے خیال میں اس سے روزہ دار کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ عبدالرزاق نے "مصنف عبدالرزاق" میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اس شخص کے متعلق جس نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا تھا، فرمایا "کہ وہ اس روزے کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھے گا" [۲۷] اس کی مزید تفصیل ملاحظہ کیجئے (لفظ صیام، فقرہ ۱۰، جز۔ ج)

بوسہ لینے پر حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، فقرہ ۱، جز۔ ب)

بوسہ لینے کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ اعتکاف، فقرہ ۵)

تقلید : تقلید یا پیروی کرنا

۱۔ تعریف :

دلیل پر غور کئے بغیر کسی کے قول کو قبول کر لینا، اس کے برحق ہونے کا یقین کر لینا اور اس پر عمل پیرا ہونا تقلید ہے۔

۲۔ تقلید کا حکم :

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عقائد کے معاملے میں اندھی تقلید کو جائز نہیں سمجھتے تھے اس لئے کہ عقیدہ اقوال یا افعال کی نقل کا نام نہیں ہے بلکہ یہ قلب کے اطمینان اور فکر کی تسلی ہونے کا نام ہے۔

اسی طرح آپ امور دینی میں عمومی طور پر کورانہ تقلید کو ناجائز سمجھتے تھے۔ آپ کی رائے یہ تھی کہ دین کو سوچ سمجھ کر قبول کیا جائے اور اس کے احکام پر سوچ سمجھ کر عمل کیا جائے البتہ ایک عامی انسان کے لئے جس میں نہ اتنی سمجھ ہوتی ہے اور نہ ہی اتنا وقت کہ وہ دینی احکام کے دلائل و مقاصد کا بغور مطالعہ کر سکے، یہ گنجائش ہے کہ دین کی جتنی باتیں اس کی سمجھ میں آتی ہیں وہ خود سمجھے اور جو کسی وجہ سے سمجھ میں نہیں آتی ہیں ان میں کسی اور کی تقلید کر لے۔ ایسی صورت میں ایک شرط یہ ہے کہ

وہ ایسے بلند مرتبہ اہل علم کی تقلید کرے جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں۔ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوں تو وہ سب سے بہتر ہیں، ورنہ ان کے بعد کے علماء یعنی تابعین، تبع تابعین وغیرھم کی تقلید کر لے۔ آپ کا قول ہے: "آگاہ رہو، دین کے معاملہ میں کوئی شخص کسی دوسرے کی اس طرح تقلید نہ کرے کہ وہ ایمان لے آئے تو یہ بھی ایمان لے آئے اور اگر وہ کافر ہو جائے تو یہ بھی کفر کی راہ پر چل پڑے، اگر اسے تقلید کرنا ہی ہے تو گذرے ہوئے اہل علم کی تقلید کرے زندوں کی نہ کرے، اس لئے کہ زندوں کے متعلق یہ اطمینان نہیں ہوتا کہ وہ فتنہ سے محفوظ رہیں۔" [۲۸] اس قول میں حضرت ابن مسعودؓ نے وہ سبب بیان کر دیا ہے جس کی بنا پر زندوں کی تقلید کی بجائے فوت شدہ اہل علم کی تقلید بہتر ہے، اس لئے کہ زندہ اہل علم راہ صواب سے انحراف کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں ایک عامی اگر ان کی تقلید کرے گا تو وہ بھی راہ صواب سے انحراف کرے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ انحراف کی صورت میں دوسرے اہل علم تنقید و معارضہ کے ذریعہ ان کی غلطیوں کی نشاندہی کر دیں گے تو میں یہ کہوں گا کہ ہو سکتا ہے ایسے لوگ اپنی چرب زبانی اور جادو بیانی کے ذریعے عامۃ الناس کو، جنہیں دلائل کی معرفت نہیں ہوتی، انہیں اپنی طرف مائل کر لیں۔ باوجودیکہ ان کا مسلک مبنی بر حق نہ ہو۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ ایسے لوگ اتنی شہرت اور علمی مقام کے مالک ہوں کہ ان کی غلطیوں پر پردہ پڑا رہے یا علمائے حق کو ان کی تردید کی ہمت نہ ہو اور وہ یہ سمجھیں کہ ان کی تردید کرنا چٹان سے سر پھوڑنے کے مترادف ہے، البتہ دنیا سے اٹھ جانے کے بعد یہ تمام رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں اور باقی وہی رہ جاتا ہے جو خالص حق ہوتا ہے مندرج بالا وجوہ کی بنا پر حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ ہے کہ اگر بعض لوگوں کے لئے تقلید کرنا درست بھی قرار پائے تو انہیں زندوں کو بجائے گذرے ہوئے لوگوں کی تقلید کرنی چاہئے۔

کفار کی تقلید نہیں کرنی چاہئے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۶، جز — ھ)

باغیوں کی تقلید درست نہیں (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۶، جز — و)

تکبیر، اللہ اکبر کہنا

۱۔ تعریف:

اللہ اکبر کہنا تکبیر ہے۔

۲۔ تکبیر تشریق:

ا۔ اس کا وقت: حضرت ابن مسعودؓ سے مروی روایات کا اس پر اتفاق ہے کہ لوگ یوم عرفہ (ذی الحجہ کی نویں تاریخ) کی نماز فجر کے بعد تکبیرات تشریق کہنا شروع کریں لیکن ختم کب کریں اس کے متعلق آپ سے روایات میں اختلاف ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ دسویں ذی الحجہ کی نماز عصر تک ہر فرض نماز کے بعد نمازی تکبیر تشریق کہے گا [۲۹]

دوسری روایت میں جسے نوویؒ نے المجموع، میں بیان کیا ہے، یہ ہے کہ نمازی دسویں ذی الحجہ کی نماز ظہر تک تکبیرات تشریق کہے گا [۳۰]

تیسری روایت کے مطابق ایام تشریق کے آخری دن (تیرھویں تاریخ) کی نماز عصر تک تکبیر جاری رکھے گا [۳۱] امام احمدؒ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ آپ کا کس روایت کی بنا پر یہ مسلک ہے کہ تکبیرات تشریق یوم عرفہ کی نماز فجر سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک جاری رہیں گی؟ امام احمدؒ نے جواب میں فرمایا "عمر، علی، ابن عباس اور ابن مسعود (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے اجماع کی بنا پر" [۳۲]

میرا (صاحب کتاب کا) زیادہ میلان اس آخری روایت کی ترجیح کی طرف ہے باوجودیکہ بیہقی نے اس روایت کی تضعیف کی ہے۔

ب۔ تکبیر تشریق کے الفاظ: حضرت ابن مسعودؓ ان الفاظ میں تکبیر تشریق پڑھا کرتے تھے (اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر اللہ اکبر، وللہ الحمد، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اور اللہ کے لئے تمام تعریفیں ہیں) [۳۳]

ج۔ تکبیر تشریق کن لوگوں پر واجب ہے؟ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ تکبیر تشریق جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے والوں پر واجب ہوتی ہے، ان کے نزدیک تنہا نماز پڑھنے والا تکبیر تشریق نہیں کہے گا [۳۴]

۳۔ نماز میں تکبیر تحریمہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ الف) اور (صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز۔ ھ فقرہ ۵)

نماز میں ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے لئے تکبیرات (دیکھئے لفظ

صلاۃ، فقرہ ۹، جز_ ز)

نماز عید میں زائد تکبیریں (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۷، جز_ الف، فقرہ ۲)

نماز جنازہ کی تکبیریں (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶ جز_ د، فقرہ ۱)

رمی جمرات کے وقت تکبیر (دیکھئے لفظ، حج، فقرہ ۱۳، جز_ الف، فقرہ ۳)

تکفین : کفن پہنانا

میت کی تکفین (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۵)

تلاوۃ : تلاوت

سجدہ تلاوت (دیکھئے لفظ سجود، فقرہ ۴)

قرآن مجید کی تلاوت میں ابن مسعودؓ کی برتری (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۲)

تلاوت قرآن کے آداب (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۳)

تلاوت قرآن کے لئے کسی کو اجرت پر رکھنا (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۴)

تلبیہ : تلبیہ یعنی لبیک اللّٰھم لبیک الخ کہنا

حج میں تلبیہ کہنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۶ جز_ ج)

عمرہ میں تلبیہ کہنا (دیکھئے لفظ عمرۃ، فقرہ ۴)

تلقین : تلقین کرنا

نماز میں امام کو تلقین کرنا یعنی لقمہ دینا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز_ د، فقرہ ۸)

جانکنی میں مبتلا شخص کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۲)

تمتع : فائدہ اٹھانا

حج کے مہینوں میں الگ الگ دو دفعہ احرام باندھ کر پہلے عمرہ کر لینا اور اس کے بعد حج کرنا تمتع کہلاتا ہے۔ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵ جز_ ج) اور (حج، فقرہ ۱۲، جز_ ب)

تمثیل : مثلہ کرنا

قصاص کے طور پر مجرم کا مثلہ کرنا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز_ الف، فقرہ ۲)

تمیمہ : تعویذ

۱۔ تعریف:

نظر بد وغیرہ سے بچنے کی خاطر پہنے جانے والے تعویذ کو تمیمہ کہتے ہیں۔

۲۔ اس کا حکم:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تعویذ وغیرہ پہننے سے سختی سے منع کرتے تھے. کیونکہ آپ کی رائے میں یہ مظاہر شرک میں سے ایک مظہر ہے اس لئے کہ نافع اور ضار نیز معطی اور مانع تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ تعویذ میں دفع مضرت یا جلب منفعت کی طاقت کہاں اس لئے جو شخص تعویذ کے متعلق اس قسم کا عقیدہ رکھے گا وہ ان مشرکین کی طرح ہو جائے گا جو اپنے بتوں کے متعلق اس قسم کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اس بنا پر آپ فرمایا کرتے "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا. گنڈے تعویذ اور تولہ سب شرک ہیں. آپ سے پوچھا گیا کہ "تولہ کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "شوہر کے دل میں بیوی کی محبت پیدا کر دینے والا تعویذ" [۲۵] حضرت ابن مسعودؓ کی زوجہ محترمہ زینب کہتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک بڑھیا کا آنا جانا تھا جو ایک وبائی بخار کے لئے جس کی وجہ سے بدن پر سرخ دانے نکل آتے ہیں، گنڈے دیا کرتی تھی. ہمارے گھر میں اونچے پایوں والا ایک پلنگ تھا. حضرت ابن مسعودؓ کی عادت تھی کہ جب گھر میں آتے تو کھانسنے کی آواز نکال کر داخل ہوتے ایک دن وہ بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی کہ ابن مسعودؓ کے کھانسنے کی آواز آئی وہ بڑھیا آواز سن کر پلنگ کے نیچے چھپ گئی. حضرت ابن مسعودؓ گھر میں داخل ہو کر میرے پاس آ بیٹھے. مجھے جو ہاتھ لگایا تو انہیں کوئی دھاگہ محسوس ہوا، پوچھنے پر میں نے بتا دیا کہ یہ سرخ دانوں والے بخار کا تعویذ ہے. یہ سنتے ہی آپ نے دھاگہ کھینچ کر توڑ دیا اور اسے دور پھینکتے ہوئے فرمایا: "آل عبداللہ (یعنی میرے خاندان) کو اب شرک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ گنڈے تعویذ اور تولہ سب شرک ہیں" میں نے عرض کیا کہ ایک دن میں باہر نکلی فلاں شخص کی نظر مجھ پر پڑی اور اسی وقت سے میری اس رخ کی آنکھ بہنے لگی، پھر میں نے جب تعویذ حاصل کیا تو آنکھ سے پانی بہنا بند ہو گیا، اور جب تعویذ چھوڑ دیا تو آنکھ پھر بہنے لگی. یہ سن کر آپ نے فرمایا "یہ شیطان ہے جب تم اس کی بات مانتی ہو تو وہ تمہیں کچھ نہیں کہتا اور جب اس کی بات نہیں مانتی ہو تو اپنی انگلی سے تمہاری آنکھ میں کچوکے لگاتا ہے، تاہم اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عمل کرتیں تو

تمہارے لئے بہتر ہوتا اور اس میں تمہاری شفایابی کی زیادہ امید ہوتی " پھر آپ نے وہ طریقہ بتلاتے ہوئے فرمایا "اپنی آنکھ میں پانی چھڑکو اور ساتھ ہی ساتھ یہ دعا پڑھو (اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا ۔ اے لوگوں کے پروردگار ، میری یہ تکلیف دور کر دے ، مجھے شفا دے کیونکہ تو ہی شفا دینے والا ہے شفا وہی ہے جو تو دے ، ایسی شفا جو کوئی تکلیف باقی رہنے نہ دے)۔"[۳۶]

انسان کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ گنڈے تعویذوں کی طرف رجوع کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف رجوع کرے۔ایک شخص جب کوئی تعویذ اپنے گلے میں لٹکائے گا تو یہی تعویذ اس کی تمام امیدوں کا مرکز بن جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کی تمام توقعات منقطع ہو جائیں گی۔ یہ ایسی صورت حال ہے جو کسی طرح بھی جائز نہیں۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات سے اپنا تعلق توڑ لے گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے اپنا تعلق ختم کر لے گا۔ اسی بنا پر حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول ہے کہ جس شخص نے اپنے گلے سے کوئی تعویذ لٹکا لیا اسے اسی تعویذ کے حوالے کر دیا جائے گا۔[۳۷]

تنمص : بال اکھاڑنا

۱۔ تعریف :

چہرہ یا جسم کے چھوٹے چھوٹے نرم بالوں کو اکھاڑنا تنمص کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم :

حضرت ابن مسعودؓ بڑی سختی سے جسم کے چھوٹے چھوٹے نرم بالوں کو اکھاڑنے سے روکتے تھے خواہ مرد ہو یا عورت، مرد کو اس لئے روکتے تھے کہ اس فعل میں تخنث یعنی ہجڑا پن پایا جاتا ہے اور عورت کو اس لئے روکتے تھے کہ اس فعل سے ایسی زیب و زینت مطلوب ہوتی ہے جو فطری حد سے متجاوز ہوتی ہے نیز اس سے تخلیق خداوندی کی طبعی صورت بگڑ جاتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو پیدا فرمایا اور ان کے جسموں پر جلد کی چادر چڑھا دی جسے چھوٹے چھوٹے نرم بال ڈھانپے ہوئے ہیں، اس کا فائدہ اللہ کے علم میں ہے یا اہل علم اطباء اس سے واقف ہیں۔ اب زیب و زینت میں اتنی انتہا پسندی اور غلو کہ جلد کو ڈھانپنے والے بال بھی اکھیڑ ڈالے جائیں درحقیقت اللہ تعالیٰ کی خلقت کی طبعی صورت کو بگاڑنے کے مترادف ہے۔ حضرت عبداللہ بن

مسعودؓ نے فرمایا "اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو بناؤ سنگار کے لئے گودتی ہیں یا گودنے کے لئے کہتی ہیں جو اپنے جسم کے چھوٹے چھوٹے نرم بالوں کو اکھیڑ دیتی اور دانتوں کے درمیان فاصلے پیدا کرتی ہیں، اور اپنے اس طرز عمل سے تخلیق خداوندی کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہیں" آپ کا یہ قول بنی اسد کی ایک عورت کو جس کا نام ام یعقوب تھا، جب پہنچا تو وہ آکر آپ سے کہنے لگی کہ مجھے معلوم ہوا ہے آپ نے فلاں فلاں قسم کی عورتوں پر لعنت کی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: "میں ایسی عورتوں پر کیوں نہ لعنت بھیجوں جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے اور جن کا ذکر اللہ کی کتاب میں بھی ہے" عورت کہنے لگی "میں نے اللہ کی کتاب پوری پڑھی ہے مجھے تو اس میں وہ بات نہیں ملی جو آپ کہتے ہیں" آپ نے جواب دیا "اگر تم نے اللہ کی کتاب پڑھی ہوتی تو تمہیں یہ بات مل جاتی، اچھا تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی (مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا جو بات تمہیں رسول کہیں اسے اختیار کر لو اور جس بات سے روکیں اس سے باز رہو) کہنے لگی "میں نے پڑھی ہے" آپ نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ان حرکات سے منع فرمایا" کہنے لگی: "میرا خیال ہے کہ آپ کے اہل خانہ ایسا کرتے ہیں" اس پر آپ نے فرمایا جاؤ جا کر دیکھ لو" یہ سن کر وہ عورت آپ کے گھر کے اندر چلی گئی لیکن وہاں اسے ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی اس موقعہ پر آپ نے یہ فرمایا" اگر وہ (یعنی بیوی) ایسی ہوتی تو میرا اس کا کبھی ساتھ نہ ہوتا" [۳۸]

تہجد : نماز تہجد

تہجد وہ نفل نماز ہے جو انسان رات کے وقت سو کر اٹھنے کے بعد پڑھتا ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۰، جز۔ ھ)

تواصل : باقی رہنے والا باہمی ملاپ

حالت اسلام میں اگر دو شخصوں کے درمیان میل ملاپ ہو جائے اور وہ باقی بھی رہے تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۲، جز۔ د)

توبہ : توبہ

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے میں توبتہ النصوح (خالص توبہ) وہ توبہ ہے جس کے بعد تائب ہونے والا شخص دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا جس سے اس نے توبہ کی ہو ارشاد باری ہے (يٰٓاَيُّهَا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (اے ایمان والو. اللہ سے خالص توبہ کرو) آپ نے فرمایا "توبہ نصوحا" کا مطلب یہ ہے کہ گناہ سے توبہ کر لے اور پھر دوبارہ اس کا ارتکاب نہ کرے" ۹۳؎ یہی وہ توبہ ہے جو کسی فاسق گواہ میں صفت عدالت کی بحالی کے لئے مطلوب ہے (دیکھئے لفظ شہادۃ فقرہ ۲۰. جز۔ج)

زانی عورت کے نکاح میں توبہ کا اثر (دیکھئے لفظ زنا. فقرہ ۳. جز۔ب. فقرہ ۱)

تیمّم : تیمّم کرنا، قصد کرنا

۱۔ تعریف :

ازالہ حدث کے لئے پاک مٹی کا قصد کرنا اور اسے مخصوص طریقے سے استعمال کرنا تیمّم کہلاتا ہے

۲۔ تیمّم کی مشروعیت :

حضرت ابن مسعودؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ. کسی اختلاف کے بغیر. اس رائے کے حامل تھے کہ جو شخص وضو کا ارادہ کرلے اور اسے پانی نہ ملے یا پانی مل تو جائے لیکن کوئی شرعی رکاوٹ اس کے استعمال سے اسے باز رکھے تو ایسی صورت میں اس شخص کے لئے تیمّم کر لینا جائز ہو گا، البتہ اگر کوئی شخص جنبی ہو جائے اور اسے غسل کے لئے پانی نہ ملے یا اس کے استعمال سے کوئی چیز مانع ہو تو ایسی صورت میں حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے سوا باقی تمام صحابہ کرامؓ کی رائے یہ تھی کہ حدث اکبر یعنی جنابت کے ازالہ کے لئے تیمّم غسل کے قائم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ صحیحین (بخاری و مسلم) کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص نظر آیا جو لوگوں سے الگ تھلگ کھڑا تھا اور جماعت کے ساتھ نماز میں شامل نہیں ہوا تھا. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے عرض کیا کہ جنبی ہو گیا ہوں اور غسل کے لئے پانی دستیاب نہیں اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا (مٹی لے لو. یہی تمہارے لئے کافی ہو گی) ۹۴؎ ابتدا میں یہ حدیث حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علم میں نہیں آئی اس لئے یہ دونوں حضرات جنبی کو تیمّم کی اجازت نہیں دیتے تھے ۹۵؎ ان کا تمسک اس آیت کریمہ (وان کنتم جنبا فاطھروا اور اگر تم جنبی ہو جاؤ تو اچھی طرح پاک ہو جایا کرو) کے ظاہر سے تھا. اسی طرح یہ ارشاد باری (وَلَا جُنُبًا

اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ' اور اسی طرح جنابت کی حالت میں بھی نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ غسل نہ کر لو الا یہ کہ راستے سے گزرتے ہو) بھی ان دونوں حضرات کی تائید میں تھا. علاوہ ازیں یہ دونوں حضرات جنبی کو اس آیت کریمہ (وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا - اور اگر کبھی ایسا ہو کہ تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے لمس کیا ہو اور پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو) میں داخل نہیں سمجھتے تھے اس لئے کہ آیت مبارکہ میں لمس سے مراد ہاتھ لگانا ہے نہ کہ ہم بستری کرنا کیونکہ ان دونوں حضرات کی رائے میں عورت کو ہاتھ لگانے کے بعد وضو کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ابن عبدالبرؒ کے قول کے مطابق آیت کا یہ مطلب لینا جائز ہوتا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنبی کے تیمّم کے متعلق وہ ارشاد موجود نہ ہوتا جس کا ذکر درج بالا حدیث عمران بن حصین میں ہوا ہے [۴۲]۔

پانی نہ ملنے کی صورت میں جنبی کے لئے تیمّم کی مشروعیت کے بارے میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ بحث بھی ہوئی تھی۔ اس بحث کو بخاری اور مسلم دونوں حضرات نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت ابن مسعودؓ سے فرمایا: "ابو عبدالرحمٰنؓ اگر ایک شخص جنبی ہو جائے اور ایک ماہ تک اسے پانی نہ ملے تو وہ اپنی نمازوں کا کیا کرے گا؟ حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا" ایسا شخص تیمّم نہیں کرے گا اگرچہ اسے ایک ماہ تک پانی نہ ملے " اس پر ابو موسیٰؓ نے فرمایا: "پھر سورۃ مائدہ کی اس آیت کا کیا کریں گے (فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا)۔ حضرت ابن مسعودؓ نے جواب میں فرمایا: "اگر اس آیت میں لوگوں کے لئے تیمّم کی رخصت ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ لوگ پانی ذرا ٹھنڈا پا کر تیمّم کرنے لگ جاتے " ابو موسیٰؓ نے پھر کہا "کیا آپ نے عمارؓ کی یہ روایت نہیں سنی جس میں انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کے لئے بھیجا. میں جنبی ہو گیا اور غسل کے لئے پانی نہیں ملا تو میں زمین پر اس طرح لوٹ پوٹ گیا جس طرح جانور لوٹ پوٹ جاتا ہے. پھر میں حضورؐ کی خدمت میں آ گیا اور سارا واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا (تمہارے لئے تو اتنا ہی کافی تھا کہ ہاتھ سے اس طرح کرتے) پھر آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر ایک دفعہ مارے اور بائیں سے دائیں پر اور ہتھیلیوں کے اوپر والے حصے پر نیز چہرے پر مسح کیا" حضرت عبداللہؓ نے یہ سن کر فرمایا" آپ نے حضرت عمر

کو نہیں دیکھا کہ انہیں عمارؓ کے قول سے تشفی نہیں ہوئی" ۴۳

۳۔ ابن مسعود کے مسلک کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل:

ا۔ ایسا جنبی جسے غسل کرنے کے لئے پانی نہ ملے تو اس سے نماز ساقط ہو جائے گی، اگر ابن مسعودؓ کی رائے میں جنبی کے لئے تیمم درست نہیں اور دوسری طرف جنابت میں نماز درست نہیں تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ جس جنبی کو پانی نہ ملے یا وہ اس کے استعمال پر قادر نہیں اس پر کوئی نماز نہیں حتی کہ پانی مل جائے۔ یہی حضرت ابن مسعودؓ کا مسلک تھا

آپ کہا کرتے "جب تم سفر پر ہو اور جنبی ہو جاؤ تو جب تک پانی نہ ملے اس وقت تک نماز نہ پڑھو اور اگر تمہیں حدث ہو جائے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو" ۴۴۔

ب۔ جو شخص پانی استعمال نہ کر سکتا ہو یا اسے پانی نہ ملے وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری سے یا ہم بستری تک پہنچنے والے اسباب مثلاً بوس و کنار وغیرہ سے باز رہے۔ اس لئے کہ اس کا یہ عمل اسے حالت جنابت تک پہنچا دے گا جو اس کے لئے نماز سے مانع ہو جائے گی جبکہ نماز ایک محکم فریضہ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے یہی مسلک منقول ہے ۴۵۔

۴۔ حضرت ابن مسعودؓ کا اپنے قول سے رجوع:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے لئے ممکن نہیں تھا کہ آپ جنبی کے لئے تیمم کی عدم اباحت کے قائل رہتے جبکہ حضرت عمرؓ کے سوا باقیماندہ تمام صحابہ کرامؓ کو اس سے اختلاف تھا اور وہ اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے اور حضرت ابن مسعودؓ سے بحث و مباحثہ کرتے تھے اور دوسری طرف حضرت ابن مسعودؓ کے پاس حضرت عمرؓ کے مسلک کی ہم نوائی کے سوا اور کوئی دلیل نہیں تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے بھی اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا جب حضرت عمار بن یاسرؓ نے اس سلسلے میں آپ سے مذاکرہ کیا تھا۔ حقیقت میں حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ کی بات تسلیم نہیں کی تھی لیکن آپ نے حضرت عمارؓ کی مخالفت کی نہ تکذیب جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابن مسعودؓ کا اپنے قول پر اعتماد متزلزل ہو گیا اور پھر آپ نے اس سے رجوع کر لیا۔ ضحاک نے حضرت ابن مسعودؓ سے یہ رجوع نقل کرتے ہو کہا ہے: "ابن مسعودؓ اپنے اس مسلک سے دستبردار ہو گئے کہ جنبی جب تک غسل نہیں کرے گا نماز نہیں پڑھے گا"۴۶ ترمذی نے "سنن ترمذی" میں اسے یوں بیان کیا ہے: "ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا"

جب ابن مسعودؓ کا اپنے قول سے رجوع ثابت ہو گیا تو اس سے پیدا ہونے والے مسائل سے بھی جن کا ہم نے فقرہ ۳ میں ذکر کیا ہے، رجوع ثابت ہو گیا۔

۵۔ تیمّم کو جائز کر دینے والے اسباب:

تیمّم کو جائز کر دینے والے بہت سے اسباب ہیں جو تین بڑے اسباب کی طرف راجع ہیں:

ا۔ پانی کی عدم موجودگی۔ اس لئے کہ تیمّم وضو کا بدل ہے اور بدل کی طرف اس وقت رجوع کیا جاتا ہے جب اصل موجود نہ ہو یا اس کی موجودگی متعذر ہو۔

پانی کے استعمال میں مجبوری اس کی عدم موجودگی کے حکم میں ہے مثلاً پانی موجود تو ہے لیکن ایک مقفل کمرے میں ہے یا ایسے کنویں میں ہے جس سے نکالنے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں۔ اسی طرح زندگی برقرار رکھنے کے لئے اس کی ضرورت اور کوئی نہ ٹلنے والی حاجت بھی اس کی عدم موجودگی کے حکم میں ہے مثلاً کسی شخص کے پاس اتنی مقدار میں پانی ہو جو صرف اس کی پیاس بجھانے کی ضرورت پوری کر سکتا ہو اور اسی قسم کی دوسری ضروریات۔

ب۔ پانی کے استعمال سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ مثلاً ایسا مریض جس کے لئے پانی کا استعمال نقصان دہ ہو [۸۷] مصنف عبدالرزاق میں مروی ہے کہ ایک شخص کو چیچک کی بیماری تھی حضرت ابن مسعودؓ نے ایک طشت میں مٹی ڈال کر اس کے قریب کر دیا اور اس نے مٹی سے تیمّم کر لیا۔ [۸۸]

اگر سخت سردی ہو تو آیا اس کی وجہ سے بھی تیمّم کے جواز کی صورت پیدا ہو سکتی ہے؟ ابن قدامہؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سخت سردی کو تیمّم کے جواز کا سبب نہیں سمجھتے تھے [۸۹] میرے خیال میں ابن قدامہ نے حضرت ابن مسعودؓ کا یہ مسلک آپ کے اس قول سے اخذ کیا ہے جو آپ نے حضرت ابو موسٰی اشعریؓ کے ساتھ تیمّم کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ "اگر اس آیت میں لوگوں کو تیمّم کی رخصت مل جاتی تو پانی ذرا ٹھنڈا ہونے کی صورت میں یہ تیمّم کرنے لگ جاتے" اگر ابن قدامہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ کے اس قول سے ان کا یہ مسلک اخذ کیا ہے تو یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ ابن مسعودؓ کا اس کلام سے یہ مقصد نہیں تھا کہ سردی کی شدت کی صورت میں تیمّم سے روکا

جائے بلکہ یہ بیان کرنا مقصد تھا کہ اس طرح لوگ ذرا ذرا سے عذر پر وضو میں تساہل کریں گے اور اس کی جگہ تیمّم کر لیں گے۔ مثلاً پانی اگر ذرا زیادہ ٹھنڈا ہو تو وہ وضو نہیں کریں گے۔ ابن مسعودؓ کے ان الفاظ پر غور کیجئے (اذابرد علیھم الماء جب پانی ذرا ٹھنڈا ہو) اس سے یہی مفہوم ہوتا ہے "کہ لوگ پانی میں جب ذرا زیادہ ٹھنڈ محسوس کریں گے الخ اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان کے لئے تیمّم کا جواز نہیں پیدا ہو گا البتہ اگر پانی بہت زیادہ ٹھنڈا ہو تو وہ اور صورت ہو گی۔

ج۔ کسی مرد کا عورتوں کے درمیان فوت ہو جانا اور غسل کے لئے کسی مرد کی عدم موجودگی یا کسی عورت کا مردوں کے درمیان فوت ہو جانا اور غسل دینے کے لئے کسی عورت کی عدم موجودگی (دیکھئے لفظ موت. فقرہ ۴)

۶۔ تیمّم کیسے کیا جائے:

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ تیمّم کے لئے دو دفعہ ہاتھ مارنا ضروری ہے. ایک دفعہ ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں پر پہنچوں تک ہتھیلیوں کو مل لیا جائے. کہنیوں تک مسح کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر دوسری دفعہ ہاتھ مار کر ہتھیلیوں کو چہرے پر پھیر لیا جائے ۵۰۔

حوالہ جات

حرف التاء

۱۔ المحلی ص ۲۶۴ جلد سوم
۲۔ تفسیر ابن کثیر ص ۳۶، جلد سوم، المحلی ص ۲۹۰ جلد ہشتم
۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۰۔ ب جلد اول
۴۔ ابو داؤد شریف
۵۔ عبدالرزاق ص ۲۳۲، جلد دہم، کنزالعمال نمبر ۸۴۸۲، سنن ابی داؤد باب النہی عن التجسس (کتاب الادب)، مسند احمد ص ۴ جلد ششم
۶۔ المحلی ص ۱۸۱ جلد دہم، المغنی ص ۶۴۶ جلد ششم، کشف الغمہ ص ۶۴ جلد دوم، تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۹ جلد اول
۷۔ عبدالرزاق ص ۲۷۱ جلد ششم
۸۔ المحلی ص ۱۷۹ جلد دہم
۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۱ جلد دوم
۱۰۔ تفسیر ابن کثیر آیت (من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین) الی آخر الایہ، سورہ نساء
۱۱۔ عبدالرزاق ص ۳۲۷، جلد ہشتم
۱۲۔ عبدالرزاق ص ۲۳۱ جلد دہم
۱۳۔ عبدالرزاق ص ۱۹۹ جلد گیارہ
۱۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۰ جلد دوم
۱۵۔ عبدالرزاق ص ۳۷۰ جلد ہفتم، سنن بیہقی ص ۳۱۸ جلد ہشتم، کنزالعمال نمبر ۱۳۴۲۶ کشف الغمہ ص ۱۴۱ جلد دوم
۱۶۔ سنن بیہقی ص ۱۶۳ جلد ہفتم، تفسیر ابن کثیر ص ۴۷۳ جلد اول
۱۷۔ عبدالرزاق ص ۱۹۵، ۲۰۸ جلد ہفتم، ص ۲۷۳ جلد ششم، المحلی ص ۴۴۹ جلد نہم، کشف الغمہ ص ۶۵ جلد دوم
۱۸۔ المغنی ص ۶۰۴ جلد ششم
۱۹۔ کشف الغمہ ص ۶۵ جلد دوم، المحلی ص ۴۴۶، ۵۲۴ جلد نہم، عبدالرزاق ص ۱۹۳ جلد ہفتم، سعید بن منصور ص ۴۰۴، جزء اول، جلد سوم، ابن ابی شیبہ ص ۲۱۲ جلد اول، المغنی ص ۵۸۴ جلد ششم
۲۰۔ عبدالرزاق ص ۱۹۳ جلد ہفتم

۲۱ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۵ ۔ ب جلد دوم ، عبدالرزاق ص ۴۲۳ جلد ہفتم

۲۲ ۔ اخبار القضاۃ ص ۱۸۸ جلد دوم ۔ عبدالرزاق ص ۴۰۱ جلد ہفتم ۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۷ جلد دوم ، المحلی ص ۴۰۳ جلد ۱۱ کنزالعمال ۱۴۴۷۵

۲۳ ۔ عبدالرزاق ص ۷۰ جلد گیارہ ۔ المحلی ص ۴۰ جلد چہارم

۲۴ ۔ التعریفات الفقہیہ المحمد عمیم الاحسان

۲۵ ۔ المحلی ص ۴۶ جلد ہشتم

۲۶ ۔ کتاب الام ص ۱۸۹ جلد ہفتم

۲۷ ۔ عبدالرزاق ص ۱۸۶ جلد چہارم

۲۸ ۔ سنن بیہقی ص ۱۱۶ جلد دہم

۲۹ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۴ ۔ ب جلد اول ، المحلی ص ۹۱ جلد پنجم ، المجموع ص ۴۰ جلد پنجم

۳۰ ۔ المجموع ص ۴۵ جلد پنجم

۳۱ ۔ المجموع ۴۰ جلد پنجم ، المغنی ص ۲۹۳ ، ۲۹۴ جلد دوم

۳۲ ۔ المغنی ص ۳۹۴ جلد دوم

۳۳ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۴ ۔ ب جلد اول ، المحلی ص ۹۱ جلد پنجم ، المجموع ص ۴۵ جلد پنجم ، المغنی ص ۳۹۴ جلد دوم

۳۴ ۔ المجموع ص ۴۵ جلد پنجم ، المغنی ص ۳۹۴ جلد دوم

۳۵ ۔ کشف الغمہ ص ۲۶۱ جلد اول

۳۶ ۔ عبدالرزاق ص ۲۰۸ جلد گیارہ ، سنن ابن ماجہ باب تعلیق التمائم ، ابو داؤد شریف ، ابن فی الطب (الفاظ ابن ماجہ کے ہیں)

۳۷ ۔ المجموع ص ۶۶ جلد نہم

۳۸ ۔ بخاری شریف کتاب التفسیر آیت وما آتاکم الرسول الخ ، مسلم شریف کتاب اللباس والزینہ ، باب تحریم فعل الوا تفسیر ابن کثیر ص ۳۳۶ جلد چہارم ، ص ۵۵۶ جلد اول

۳۹ ۔ سنن بیہقی ص ۱۵۵ جلد دہم ، تفسیر ابن کثیر ، سورہ تحریم

۴۰ ۔ بخاری شریف باب التیمم ، مسلم شریف باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ

۴۱ ۔ طرح التثریب ص ۱۰۳ جلد دوم ، ابن ابی شیبہ ص ۲۵ جلد اول ، المحلی ص ۴۹۱ جلد ہفتم ، ص ۱۴۴ جلد دوم ، نیل الاوطار ص ۲۷۹ جلد اول ، المجموع ص ۲۲۶ جلد دوم ، المغنی ص ۱۵۷ جلد اول

۴۲ ۔ عبدالرزاق ص ۲۴۱ جلد اول

۴۳ ۔ بخاری شریف ، مسلم شریف باب التیمم ، المغنی ص ۲۵۷ جلد اول

۴۴ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵ جلد اول ، عبدالرزاق ص ۲۴۲ جلد اول ، المحلی ص ۱۴۴ جلد دوم

۴۵ ۔ المحلی ص ۱۴۲ جلد دوم ، المجموع ص ۲۲۷ جلد دوم

۴۶۔ عبدالرزاق ص ۲۴۱، ۲۴۲ جلد اول۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵ جلد اول۔ المغنی ص ۲۵۷ جلد اول
۴۷۔ المحلی ص ۱۴۲ جلد دوم
۴۸۔ عبدالرزاق ص ۲۲۵ جلد اول
۴۹۔ المغنی ص ۲۶۱ جلد اول
۵۰۔ المحلی ص ۱۵۶ جلد دوم

حرف الثاء

ثمن : قیمت

فروخت ہونے والی چیز کا بدل ثمن کہلاتا ہے اور خریدار کے ذمے لگ جاتا ہے (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲)

اثمان یعنی قیمت بننے والی اشیاء (درہم، دینار، سونا، چاندی وغیرہ) کا ایک دوسرے کے بدلے میں فروخت کرنا (دیکھئے لفظ بیع فقرہ ۱، جز ـ ج)

ثیاب : کپڑے

دیکھئے لفظ لباس

جس شخص کو کسی حد میں کوڑے لگائے جائیں اس کے جسم سے کپڑے نہ اتارے جائیں (دیکھئے لفظ جلد، فقرہ ۳)

حروف الجیم
ج

جائفہ : گہرا زخم

جائفہ اس زخم کو کہتے ہیں جو سر کے علاوہ جسم کے کسی حصے میں گہرا لگا ہو خواہ سینے پر ہو یا پشت پر یا پیٹ میں ہو یا گردن پر۔ اس زخم میں قصاص نہیں ہے لیکن دیت کا تہائی ہے (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ۶. جز ب. فقرہ۲. جز ج. فقرہ ج) اور (جنایہ فقرہ۶. جز الف. فقرہ ۳)

جاسوس : جاسوس

دیکھئے لفظ تجسس

جبن : پنیر

پنیر کھانے کا جواز (دیکھئے لفظ طعام. فقرہ ۲. جز و)

جبہہ : پیشانی

سجدے میں پیشانی زمین پر رکھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۹ جز د)

جد : دادا

میراث میں دادا کے احوال (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۵. جز ب)

دادا محرم رشتہ داروں میں سے ہے۔ (دیکھئے لفظ رحم)

جدۃ : دادی. نانی

میراث میں دادی. نانی کے احوال (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۵. جز ی)

دادی بھی محرم رشتہ داروں میں سے ہے۔ (دیکھئے لفظ رحم)

جرح : زخم

گوشت کے اتصال کے ختم ہو جانے یعنی کٹ جانے کو جرح کہتے ہیں بشرطیکہ اس میں پیپ نہ ہو۔ اس لئے کہ پیپ والے زخم کو قرحہ کہتے ہیں ا۔

مختلف قسم کے زخم اور ان کے احکام (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ٦. جز۔ الف. فقرہ ٣) اور (جنایہ فقرہ ٦. جز ۔ ب. فقرہ ١٠) اور (جنایہ فقرہ ٦. جز ۔ ب. فقرہ ٢. جز ج)

جزور : اونٹ

دیکھئے لفظ ابل

جعالہ : انعام

بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ کر واپس کر دینے پر انعام (دیکھئے لفظ اباق. فقرہ ٣) اور (لقط. فقرہ ٢. جز ۔ ج)

جلباب : لمبی چادر جس سے پورا جسم ڈھک جائے

جلباب اس لمبی چادر کو کہتے ہیں جسے عورت اپنے کپڑوں کے اوپر اوڑھ لیتی ہے جس سے اس کا پورا جسم ڈھک جاتا ہے۔

عورت کا برقعہ پہننا اور بوڑھی عورت کے لئے اسے اتار دینے کی رخصت (دیکھئے لفظ حجاب. فقرہ ا

جلد : کوڑے لگانا

١ ۔ تعریف :

کوڑے مارنے کو جلد کہتے ہیں۔

٢ ۔ کوڑا :

جس کوڑے سے ضرب لگائی جائے اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ درمیانی درجے کا ہو یعنی نہ تو بہت لمبا اور نہ ہی بہت چھوٹا. نہ ہی بہت موٹا اور نہ ہی بہت پتلا۔ اسی طرح انتہائی سخت ہو اور نہ انتہائی نرم اس میں گرہیں نہیں ہونی چاہئیں جو بہت تکلف دہ ہوتی ہیں۔ اگر گرہیں ہوں تو ان کا نرم کر لینا واجب ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ایک شرابی لایا گیا آپ نے اسے کوڑے مارنے کا فیصلہ کیا.

اس مقصد کے لئے کوڑا منگوایا اس کی گرہیں کوٹ کر نرم کر لی گئیں جس سے وہ کوڑا ہلکا ہو گیا اور زیادہ تکلیف دہ نہیں رہا۔ پھر آپ نے اس مجرم کو اسی کوڑے سے ضربیں لگانے کا حکم دیا ۲؎

مجلود : یعنی وہ شخص جسے کوڑے لگیں :

مجلود کے جسم پر اس کے کپڑے باقی رکھے جائیں گے اور کوڑے ان کپڑوں پر لگیں گے. اس کے جسم سے کپڑے اتارنا جائز نہیں ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ کھلے رکھے جائیں گے تاکہ ان کے ذریعے وہ ضربات کا دفاع کر سکے۔ اسی طرح اسے کسی درخت کے تنے وغیرہ سے باندھنا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اس امت میں بدن سے کپڑے اتارنا. کسی عضو کو کھینچنا. گردن میں طوق پہنانا ہتھکڑی ڈالنا یا پابجولاں کرنا جائز نہیں ہے" ۳؎ حضرت ابن مسعود نے نشہ میں دھت شخص کو اس کے کپڑوں یعنی لمبے چولے اور شلوار میں کوڑے لگوائے تھے. اور آپ نے یہ دونوں کپڑے اس کے بدن سے اتارے نہیں تھے ۴؎

۴۔ کوڑے مارنے کی کیفیت :

ا۔ کوڑے کی ضربات درمیانے درجے کی ہوں. نہ تو اتنی سخت کہ جان لیوا ہوں اور نہ ہی ہلکی کہ مجرم پر کوئی اثر ہی نہ ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک شرابی کو جو کوڑے لگوائے تھے اس کی کیفیت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ اس کی ضربات سے تکلیف تو بڑی ہوئی تھی لیکن جسم پر کوئی زخم نہیں آیا تھا۔ ۵؎

اس مقصد کے لئے درج ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے :

۱) کوڑے مارنے والا درمیانی عمر کا آدمی ہو

۲) کوڑا مارنے کے دوران وہ اپنا بازو نہ پھیلائے بلکہ اسے اپنے پہلو سے لگائے رکھے. اس سے پہلے حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ "اس امت میں مد (پھیلانا) حلال نہیں ہے"

۳) مجرم کے جسم پر کوڑا لگتے ہی اسے فوراً جسم سے اوپر اٹھا لیا جائے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کوڑا مارنے والے سے فرمایا تھا: "ضرب لگاؤ اور اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لو" ۶؎

ب۔ کوڑے سارے جسم پر لگائے جائیں اگر یہ کوڑے کسی حد کے سلسلے میں لگ رہے ہوں حضرت ابن مسعودؓ نے مارنے والے کو حکم دیا تھا کہ جسم کے ہر عضو کو اس کا حق دو"

٦ ۔ کوڑے کی سزا کن صورتوں میں دی جاتی ہے:

تعزیر کی صورت میں عدالت یا قاضی کے فیصلے پر (دیکھئے لفظ تعزیر)

شراب خوری پر کوڑے کی سزا کا واجب ہونا (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۵)

قذف یعنی کسی پر زنا کی تہمت لگانے پر کوڑے کی سزا کا واجب ہونا (دیکھئے لفظ قذف، فقرہ ۳)

غیر محصن اگر زنا کا ارتکاب کرے تو کوڑے کی سزا کا واجب ہونا (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۳، جز۔ الف)

جلد : کھال

١ ۔ پاک اور ناپاک کھالیں :

حلال جانور کو اگر شرعی طریقے پر ذبح کیا جائے تو اس کی کھال پاک ہوتی ہے۔ اگر شرعی طریقے پر ذبح نہ کیا جائے یا جانور طبعی موت مر جائے تو اس کی کھال ناپاک ہوتی ہے۔ حرام جانور کی کھال ناپاک ہوتی ہے اسے شرعی طریقے سے ہی کیوں نہ ذبح کیا گیا ہو۔مردہ جانور کی کھال بہرصورت ناپاک ہوتی ہے۔

٢ ۔ کھال کی تطہیر:

حضرت ابن مسعودؓ سے منقول تمام روایتیں اس پر متفق ہیں کہ ایسے جانوروں کی کھالیں جو زندہ ہونے کی حالت میں نجس ہوتے ہیں مثلاً کتا اور خنزیر، ان کی کھالیں دباغت یعنی کمانے سے بھی پاک نہیں ہوتیں [۵]

٣ ۔ مردہ جانور کی کھال سے فائدہ اٹھانا :

جب کھال پاک ہو جائے تو اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہوتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مردہ جانور کی کھال سے دباغت کے بعد فائدہ اٹھانے کا جواز منقول ہے [۶] لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ ایسا جانور زندہ ہونے کی حالت میں پاک ہو جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

جماع : ہم بستری

دیکھئے لفظ وطء

جماعہ : جماعت

نماز با جماعت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴)

جمعہ کی نماز با جماعت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵)، نماز جنازہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶) نماز عید (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۷)، صلوۃ الخوف (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۱۸)

مسجد میں جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت کرانا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز۔ الف فقرہ ۴)

جمع : جمع کرنا، اکٹھا کرنا

سفر میں دو نمازوں کا جمع نہ کرنا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۴، جز۔ ھ) اور نہ ہی مزدلفہ میں (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۱)

عرفات میں نماز ظہر اور عصر کی اکٹھی ادائیگی (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۰)

کئی حدود (سزاؤں) کا اکٹھا ہو جانا اور ان میں سے سخت ترین سزا پر اکتفا کرنا (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۹)

جمعہ : جمعہ

غسل جمعہ (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۲، جز۔ ب)

نماز جمعہ (دیکھئے صلاۃ، فقرہ ۱۵)

ایک روایت میں نماز جمعہ ہی صلوۃ وسطیٰ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲)

مسافر کے لئے نماز جمعہ ترک کرنے کی رخصت (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۴، جز۔ ج)

اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ ب)

جمل : اونٹ

دیکھئے لفظ ابل

جنابۃ : جنابت

۱۔ جنابت کی حالتیں :

حیض، نفاس، شہوت کے ساتھ انزال منی میں خواہ آلہ تناسل کا دخول نہ بھی ہو اور قبل یا دبر میں آلہ تناسل کا دخول خواہ انزال ہو یا نہ ہو، ان تمام صورتوں میں جنابت ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ

حیض)

(لفظ نفاس) اور (لفظ غسل، فقرہ ۲، جز۔ الف)

۲۔ جنبی پر کون کون سی باتیں حرام ہو جاتی ہیں اور کونسی حرام نہیں

ا۔ جنبی پر نماز حرام ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ۔ فقرہ ۴، جز الف) اور مسجد میں ٹھہرنا حرام ہو جاتا ہے البتہ مسجد سے ضرورت کے تحت یا بلا ضرورت گزر سکتا ہے [۱۰] نیز قرآن کی تلاوت اور اسے چھونا بھی حرام ہو جاتا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ فرات کی طرف جا رہے تھے اور ایک شخص کو قرآن مجید بھی پڑھاتے جاتے تھے، پھر آپ کو پیشاب کی حاجت ہوئی، فراغت کے بعد وہ شخص قرآن پاک پڑھنے سے رک گیا آپنے وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ آپ نے پیشاب کیا ہے، اس پر آپ نے فرمایا "میں جنبی تو نہیں ہو گیا"[۱۱] اس جواب سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ آپ جنبی کے لئے تلاوت قرآن کو جائز نہیں سمجھتے تھے، حیض یا نفاس والی عورت کے لئے روزہ رکھنا اور ہم بستری کرنا بھی حرام ہے۔ ارشاد باری ہے (ویسألونک عن المحیض قل ھو اذی، فاعتزلوا النساء فی المحیض آپ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک تکلیف ہے اس لئے حیض والی عورتوں سے الگ رہو)

(دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۲، جز۔ ب)

ب۔ حیض یا نفاس والی عورت کے برعکس جنبی کے لئے روزہ رکھنا درست ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ بیوی سے ہم بستری کر کے جنبی ہو جاؤں اور پھر روزہ رکھ لوں، میں نے حلال کام کیا ہے"[۱۲] (دیکھئے لفظ صیام۔ فقرہ ۱۱، جز۔ د)

ج۔ جنابت ایک معنوی نجاست ہے نہ کہ حسی اس لئے جنبی کی ہم آغوشی میں کوئی حرج نہیں نیز جنبی اگر کسی چیز کو ہاتھ لگائے تو وہ چیز ناپاک نہیں ہو جاتی، حضرت ابن مسعودؓ سردیوں میں جنابت سے غسل کے بعد اپنی جنبی بیوی سے ہم آغوش ہو کر گرماہٹ حاصل کرتے اور گرمیوں میں ٹھنڈک[۱۳]

۳۔ جنابت دور کرنا:

غسل کے ذریعے دور ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ غسل) اسی طرح پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم سے بھی جنابت دور ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ تیمّم)

جنازۃ: تابوت

اگر لفظ جنازہ جیم کے زبر کے ساتھ ہو تو اس سے مراد میت ہوتی ہے اور اگر جیم کی زیر کے ساتھ ہو تو اس سے وہ چارپائی یا تابوت مراد ہوتا ہے جس میں میت کو لٹالیا جاتا ہے۔ہم (لفظ موت) کے تحت اس پر بحث کریں گے۔

جنایہ: فوجداری جرم

ہم حضرت ابن مسعودؓ کے اقوال کے مطابق اس موضوع پر درج ذیل نکات کے تحت گفتگو کریں گے:

۱۔ تعریف:
۲۔ اس کی سنگینی
۳۔ مرتکب جرم
۴۔ جس کے خلاف جرم کیا جائے (الف ـ غلام کے خلاف جرم ـ ب ـ ذمی کے خلاف جرم ـ ج ـ عورت کے خلاف جرم)
۵۔ جرم کی نوعیت (الف قصداً. ب۔ مشابہ قصد، ج خطا، د قائم مقام خطا)
۶۔ سزا (الف۔ قصاص، ب۔ دیت. ج کفارہ، د۔ میراث سے محرومی)

۱۔ تعریف:

ایسے ممنوعہ افعال کا ارتکاب جو جان لیوا ہوں یا ان سے جسم کے کسی جز کو نقصان پہنچے جنایت کہلاتا ہے۔

۲۔ جنایت کی سنگینی:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: "ایک شخص کو دین کی طرف سے کافی گنجائشیں حاصل ہوتی ہیں جب تک وہ خون ناحق سے اپنے ہاتھ نہ رنگ لے. جب وہ خون ناحق سے اپنے ہاتھ رنگ لے

گا تو اس سے حیات کا مادہ نکال لیا جائے گا" ۱۴؎

۳۔ جنایت کا مرتکب :

ا۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے کہ جنایت کے مرتکب پر اسی وقت قصاص عائد ہو گا جب وہ عاقل، بالغ خود مختار اور بلاواسطہ قتل کا مرتکب ہو۔ اگر ان شرطوں میں سے ایک بھی شرط معدوم ہو تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور دیت لازم آئے گی

ب۔ اگر مقتول کی لاش ایسے قبیلے یا محلے سے بر آمد ہو جس کے ساتھ مقتول کی دشمنی ہو اور قاتل بھی پکڑا جائے تو ایسی صورت میں سزا کا متعین طریقہ اختیار کیا جائے گا (یعنی قصاص یا دیت) ورنہ قاتل نا معلوم ہونے کی صورت میں قسامت واجب ہو گی۔ اس مسئلے پر سب کا اجماع ہے (قسامت سے مراد یہ ہے کہ اس قبیلے یا محلے کے پچاس آدمی اس بات کی قسم اٹھائیں گے کہ ہم نے اسے قتل کیا ہے نہ ہمیں اس کے قاتل کا پتہ ہے مترجم)

۴۔ وہ شخص جس کے خلاف جرم کا ارتکاب کیا جائے :

ا۔ غلام کے خلاف جرم : حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ اگر کوئی غلام کسی غلام کو قتل کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی آزاد کسی غلام کو قتل کر دے گا تو اسے قصاص میں قتل کر دیا جائے گا خواہ وہ غلام قاتل کی ملکیت ہو یا اجنبی ہو۔ قول باری کا عموم اس کی دلیل ہے ارشاد ہے (یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اے ایمان والو. مقتولین کا قصاص تم پر فرض کر دیا گیا ہے) یہ جملہ اپنا پورا مفہوم خود ادا کر رہا ہے اور اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں اسی طرح ارشاد باری ہے (وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس. ہم نے ان پر یعنی یہودیوں پر تورات میں یہ فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان .... الخ) یہ لفظ عام ہے اس میں آقا اور غیر آقا سب شامل ہیں۔ نیز ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے (جس شخص نے اپنے غلام کو قتل کر دیا ہم اسے قتل کر دیں گے) ۱۶؎

اگر کسی نے غلام کو غلطی سے قتل کر دیا تو اسے اسکی قیمت ادا کرنی ہو گی چاہے وہ کتنی زیادہ کیوں نہ ہو قاتل یہ رقم مقتول غلام کے آقا کو ادا کرے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا "غلام کی دیت اس کی قیمت ہے خواہ وہ آزاد کی دیت سے بھی بڑھ جائے"[۱۷]۔

ب۔ ذمی (مسلم حکومت کا غیر مسلم شہری) کے خلاف جرم: ہمیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کوئی ایسی روایت نہیں ملی جس سے معلوم ہو سکے کہ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قصداً قتل کر دے تو اس کا کیا حکم ہو گا، آیا اسے قصاص میں قتل کر دیا جائے گا یا وہ دیت ادا کرے گا، لیکن اگر ہم ان لوگوں کی بات تسلیم کر لیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ شدت سے حضرت عمرؓ کی پیروی کرتے تھے اور حضرت عمرؓ کی رائے ابن مسعودؓ کی رائے کے ذریعے معلوم کی جاتی تھی جبکہ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ کا اجتہاد بالآخر اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ کسی مسلمان کو کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جا سکتا [۱۸] تو ہم بلا جھجک یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے میں کسی مسلمان کو کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جا سکتا، لیکن جب ہم ابراہیم نخعیؒ کا قول لیتے ہیں .... در آنحالیکہ ابراہیم نخعی حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے متفقہ قول سے کبھی عدول نہیں کرتے تھے اور اگر دونوں حضرات کے قول میں اختلاف ہوتا تو حضرت ابن مسعودؓ کا قول انہیں زیادہ پسند آتا، کیونکہ نخعیؒ کے خیال میں حضرت ابن مسعودؓ کے قول میں زیادہ دقت اور باریک بینی ہوتی [۱۹] .... اور ان کی فقہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ نخعیؒ یہودی اور نصرانی یعنی ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کر دینے کے قائل تھے [۲۰] لہٰذا اگر اس مسئلے میں حضرت ابن مسعودؓ کا قول حضرت عمرؓ کے قول کے مطابق ہوتا تو نخعیؒ کبھی اس قول کو ترک نہ کرتے، اب جبکہ وہ اس مسئلے میں حضرت عمرؓ کا قول ترک کر چکے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے جو قول اختیار کیا ہے وہی قول حضرت ابن مسعودؓ کا بھی ہے، یعنی ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کر دینا واجب ہے .... واللہ اعلم

اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر اس کی دیت لازم آئے گی اور یہ دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہو گی خواہ مقتول یہودی ہو یا نصرانی یا مجوسی۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا "معاہد یعنی ذمی کی دیت مسلمان کی طرح ہے" [۲۱] آپ نے یہ بھی فرمایا "ہر معاہد خواہ مجوسی ہو یا کوئی اور، کے خون کی دیت پوری دیت ہوتی ہے" [۲۲] نیز آپ نے فرمایا! "جس کسی کا کوئی عہد یا ذمہ ہو اور وہ قتل ہو جائے تو اس کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہے" [۲۳]

ابن قدامہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ کا ایک اور قول نقل کیا ہے جو مجوسیوں کی دیت کے متعلق ہے کہ ان کی دیت آٹھ سو درہم ہے اور ان کی عورتوں کی دیت اس کا نصف ہے [۲۴] لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے

ج۔ عورت کے خلاف جرم: اگر عورت کے خلاف جرم جان بوجھ کر کیا گیا ہو تو قصاص واجب ہو گا۔ خواہ مجرم مرد ہو یا عورت لیکن اگر جرم غلطی کی بنا پر سرزد ہوا ہو تو بطور تاوان دیت ادا کرنا ہوگی خواہ یہ جرم قتل کی صورت میں کیا گیا ہو یا اس سے کم کسی عضو کے اتلاف یا زخم لگانے کی شکل میں۔

عورت کو زخم لگانے یا اس کے کسی عضو کے اتلاف کے جرم کا تاوان مرد کو زخم لگانے یا اس کے کسی عضو کے اتلاف کے تاوان کے مساوی ہوتا ہے۔ بشرطیکہ تاوان دیت کے بیسویں حصے سے متجاوز نہ ہو۔ اگر متجاوز ہو جائے تو پھر عورت کا تاوان مرد کے تاوان کا نصف ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا! "عورت اور مرد دونوں دانت اور موضح (ایسا زخم جس میں گوشت نظر آ جائے) کی دیت میں مساوی ہیں۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کی دیت پانچ اونٹ ہے۔ ان دونوں کے ماسوا عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہوگی" آپ کا یہ بھی قول ہے "عورت اور مرد پانچ اونٹوں کے تاوان تک مساوی ہیں" [۲۵]

"بدایۃ المجتہد" میں ذکر ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ عورت کے زخموں کی دیت، موضح کے سوا [۲۶]، مرد کے زخموں کی دیت کی طرح ہے۔ اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت عمرؓ سے اختلاف کیا تھا۔ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ تہائی دیت تک مرد اور عورت دونوں میں یکسانیت ہوگی

۵۔ جرم کی نوعیت۔ نوعیت کے لحاظ سے جرم کی چار قسمیں ہیں:

ا۔ قصداً کیا ہوا جرم : وہ جرم جس میں انسان کسی ہتھیار کی مدد سے قصداً وار کرتا ہے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا! "قتل عمد وہ ہے جس میں ہتھیار استعمال ہو" [۲۷] اور اس میں قصاص واجب ہوتا ہے. البتہ اگر زخمی خود معاف کر دے یا قتل کی صورت میں مقتول کے اولیاء معاف کر دیں تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے اور مجرم کے مال میں سے دیت کی ادائیگی ہوتی ہے. اس ادائیگی میں کوئی اور شخص شریک نہیں ہوتا۔

ب۔ ایسا جرم جو مشابہ قصد ہو یعنی شبہ عمد : اس میں مجرم ہتھیار کے سوا کسی اور چیز مثلاً پتھر لاٹھی اور کوڑے وغیرہ سے قصداً وار کرتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا "قتل شبہ عمد وہ ہے جس میں پتھر، لاٹھی یا کوڑے استعمال کیا جائے۔ اسی طرح دھکا دے دینا، زور سے گرا دینا بلکہ ہر وہ طریقہ جو تم عمداً اختیار کرو" [۲۸] (یہ سب شبہ عمد میں داخل ہیں مترجم) اس میں عاقلہ پر دیت مغلظہ کی ادائیگی واجب ہوتی ہے۔ (عاقلہ سے مراد مجرم کے باپ کی طرف کے رشتہ دار ہیں۔ مترجم)

ج۔ غلطی سے کیا ہوا جرم : اس میں مجرم کا ارادہ قتل موجود نہیں ہوتا. مثلاً کسی نے کسی چڑیا کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور وہ کسی انسان کو لگ گیا جس سے اسکی جان چلی گئی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا! "خطا کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی چیز کو نشانہ بنایا جائے اور نشانہ خطا کر جائے" [۲۹] اس میں عاقلہ پر دیت لازم ہوتی ہے اور مجرم پر کفارہ عائد ہوتا ہے۔

د۔ ایسا جرم جو قائم مقام خطا ہو : اسے قتل بالتسبیب کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ مجرم قتل کے جرم کا خود مرتکب نہیں ہوتا لیکن وہ کوئی ایسا کام کر بیٹھتا ہے جو قتل پر منتج ہوتا ہے خواہ اس نے اس کام کے ذریعے جرم کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ قاسم بن عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں! "ایک شخص قادسیہ سے ایک لونڈی لے کر آیا۔ اس کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو سواری کا جانور پکڑے کھڑا تھا، اس لونڈی والے شخص نے جانور کے پہلو میں ایک لکڑی چبھوئی، جانور بھڑک اٹھا اور اگلے پیر اٹھا لئے جو سیدھے جا کر لونڈی کی آنکھ پر لگے، معاملہ سلیمان بن ربیعہ باہلی کے پاس پہنچا انہوں نے جانور کے سوار کو تاوان بھرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابن مسعودؓ کو اطلاع ملی آپ نے فرمایا!

"اس کا تاوان وہ بھرے گا جس نے جانور کو لکڑی چبھو کر اکسایا تھا ۳۰۔ اس لئے کہ وہی اس جرم کا سبب بنا تھا"

جرم کا سبب بننا نتیجے کے لحاظ سے غلطی سے کئے ہوئے جرم کی طرح ہے۔ یعنی اس میں عاقلہ پر دیت لازم آئے گی اور مجرم پر کفارہ عائد ہو گا۔

۶۔ سزائیں:

الف۔ قصاص:

۱) قصاص ہر ایسے جرم پر لازم ہو گا جو عمداً کیا گیا ہو خواہ یہ جرم جان لیوا ہو یا اس سے کم۔ اگر قصاص لینا ممکن ہو گا تو قصاص لیا جائے گا ورنہ قصاص کا بدل لازم آئے گا۔ قصاص کا بدل دیت ہے۔

۲) اگر جرم جان لیوا ہو تو اس میں قصاص ممکن ہے کیونکہ اس طرح مجرم کی جان لے کر مماثلت ممکن ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک یہی مماثلت مقصود ہے۔ اب مجرم کی جان لینے کی کیا کیفیت ہو تو یہ آپ کے نزدیک غیر مقصود ہے۔ اس بنا پر اگر کسی شخص نے کسی کو اذیتیں دیں، اس کے اعضاء کاٹ ڈالے اور وہ مر گیا تو حضرت ابن مسعودؓ کی رائے میں تلوار کی ایک ضرب سے قاتل کی گردن اڑا دینا کافی ہے۔ اس طریقے سے مقتول اور قاتل کی جانیں لینے میں مماثلت ہو جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے ایک شخص کی ناک کاٹ لی، پھر اس کا مثلہ کیا حتی کہ وہ مر گیا تو آپ نے فرمایا! "سب سے زیادہ معافی پانے والے اہل ایمان کے قاتلین ہیں" ۲۔ یعنی مجرم کا مثلہ نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ اب رہا وہ جرم جس کے نتیجے میں جان کا نقصان تو نہ ہو لیکن کسی عضو کا نقصان ہو جائے یا کوئی زخم آ جائے تو بعض حالات میں قصاص لینا ممکن ہوتا ہے اور بعض حالات میں ناممکن۔ اگر قصاص ممکن ہو تو قصاص واجب ہو گا اور اگر ناممکن ہو تو قصاص کا بدل یعنی دیت لی جائے گی یا ثالثی ہو گی یعنی دو عادل آدمیوں کا فیصلہ قبول کیا جائے گا۔ اگر جرم اس نوعیت کا ہو کہ اس میں جسم کے اطراف یعنی اعضا میں سے کوئی عضو کاٹ دیا گیا ہو تو اس کا قصاص ممکن ہے لیکن اگر عضو اپنی جگہ موجود ہو صرف اسے بے کار کر دیا گیا ہو جس سے

وہ اپنا فطری وظیفہ سرانجام نہ دے سکتا ہو تو ایسی صورت میں بعض دفعہ قصاص لینا ممکن ہوتا ہے اور بعض دفعہ ممکن نہیں ہوتا۔

زخموں کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جس کا قصاص لینا ممکن ہے یہ مندرجہ ذیل ہیں:

- الحارصۃ وہ زخم جس میں چمڑے پر خراش آجائے اور اس سے خون نہ نکلے
- الدامعۃ وہ زخم جس سے خون نکل آئے لیکن اپنی جگہ سے نہ بہے
- الدامیۃ وہ زخم جس سے خون بہنا شروع ہو جائے
- الباضعۃ وہ زخم جس میں گوشت کٹ جائے
- المتلاحمۃ وہ زخم جس سے گوشت کٹ جائے لیکن ہڈی کی اوپر والی جھلی تک نہ پہنچے
- السمحاق' وہ زخم جو ہڈی کی اوپر والی جھلی تک پہنچ جائے
- الموضحۃ وہ زخم جس میں گوشت صاف نظر آرہا ہو

دوسری قسم وہ ہے جس میں قصاص لینا ممکن نہیں ہے اس کے تحت درج ذیل زخم آتے ہیں:

- الآمۃ وہ زخم جو سر میں اس جھلی تک پہنچ جائے جو کھوپڑی اور دماغ کے درمیان ہوتی ہے اس جھلی کو ام الدماغ بھی کہتے ہیں۔
- الدامغۃ وہ زخم جو ام الدماغ کو پھاڑ کر دماغ تک پہنچے۔
- الجائفۃ وہ زخم جو جوف بطن یعنی آنتوں یا معدہ تک جا پہنچے
- ہڈیوں کا ٹوٹ جانا۔ خواہ ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہو جسے المنقلہ کہتے ہیں یا ٹوٹ کر اپنی جگہ موجود رہے جسے الهاشمہ کہتے ہیں۔

۴۔ قصاص کا اپنی حد سے آگے بڑھ جانا۔

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ اگر کسی ایسے جرم کا قصاص لیا گیا جو کسی کے خون سے ہاتھ رنگنے سے کم درجے کا ہو۔ یعنی جس کے نتیجے میں کوئی زخم آیا ہو یا کسی عضو کو نقصان پہنچا ہو اور پھر اس کا قصاص لیا جائے جس کے اثر سے مجرم مرجائے یا اس کا کوئی عضو بیکار ہو جائے تو ایسی صورت میں مجرم کو پہنچنے والے نقصان کا تاوان اس طرح ادا کیا جائے گا کہ تاوان کی رقم میں سے مجرم کے جرم کی بنا پر اس پر عائد شدہ جرمانہ کی رقم منہا کر کے بقیہ رقم کی ادائیگی کر دی جائے گی مثلاً کسی نے کسی کا بازو قطع کر دیا، قصاص میں مجرم کا بازو قطع کر دیا گیا جس سے اس کی

موت واقع ہو گئی۔ اس صورت میں مقطوع الید شخص جس کا قصاص لیا گیا تھا وہ مجرم کو نصف دیت ادا کرے گا۔ اسے پوری دیت ادا کرنے کی بجائے نصف دیت اس لئے ادا کرنی ہو گی کہ قطع ید کا جرمانہ نصف دیت ہے جسے مجرم کی موت کی بنا پر اس کی پوری دیت سے منہا کر کے باقی یعنی نصف دیت اسے ادا کر دی جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا! "جب کسی مجرم سے قصاص لیا جائے اور اس کے اثر سے وہ شخص مر جائے تو اس کی دیت اس شخص پر عائد ہو گی جس کے لئے قصاص لیا گیا تھا، البتہ اس کے زخم کی دیت کو مرنے والے کی دیت سے منہا کر دیا جائے گا"[۳۲]
اس مسئلے میں حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت عمرؓ سے اختلاف کیا تھا جن کی رائے یہ تھی کہ ایسی صورت میں مجرم کا خون رائیگاں جائے گا اور اس کی کوئی دیت ادا نہیں کی جائے گی۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب موسوعہ فقہ عمر بن خطابؓ میں بیان کر دی ہے

۵۔ قصاص کی معافی: قصاص ایک ذاتی حق ہوتا ہے جس میں اس شخص کے لئے جس کے خلاف جرم کیا گیا ہو یہ گنجائش ہوتی ہے کہ وہ قصاص معاف کر کے اس کا بدل وصول کرے یا سرے سے کچھ نہ لے، اسی طرح جان لیوا جرم میں مقتول کے اولیاء کو بھی قصاص معاف کر کے اس کا بدل وصول کرنے یا سرے سے کچھ نہ لینے کا حق ہوتا ہے۔

اگر خون کے قصاص میں مقتول کے تمام اولیاء قصاص سے دست بردار ہو جائیں تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے اور مجرم کے مال سے دیت مغلظہ کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے (دیت مغلظہ کی تفصیل آگے آ رہی ہے) اور اگر اولیاء مقتول دیت مغلظہ سے بھی دست بردار ہو جانا چاہیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں، ایسی صورت میں مجرم یعنی قاتل کو کچھ دینا نہیں پڑے گا۔ اگر اولیاء مقتول میں سے بعض تو قصاص سے دست بردار ہو جائیں اور بعض قصاص لینا چاہیں تو ایسی صورت میں قصاص ساقط ہو جائے گا۔ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا جس نے کسی شخص کو قتل کر دیا تھا، مقتول کے اولیاء بھی آ گئے، ان میں سے ایک نے قاتل کو معاف کر دیا، حضرت عمرؓ نے پہلو میں بیٹھے ہوئے حضرت ابن مسعودؓ سے ان کی رائے دریافت کی، جس کے جواب میں حضرت ابن مسعودؓ نے کہا: "قاتل قتل ہونے سے محفوظ ہو گیا" حضرت عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کے کندھے پر زور سے ہاتھ مار کر ان کی رائے پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "یہ (ابن

مسعودؓ) علم سے بھرا ہوا باڑہ ہے " ۳۳ے

ب۔ دیت :

۱) دیت کب واجب ہوتی ہے : دیت تین حالتوں میں واجب ہوتی ہے۔

پہلی حالت : عمداً جرم کرنے کی صورت میں دیت واجب ہوتی ہے اگر جرم جان لیوا نہ ہو اور جس کے خلاف جرم کیا گیا ہے وہ معاف کر دے یا جان لیوا ہونے کی صورت میں مقتول کا ولی یا اولیاء میں سے کوئی ایک قصاص معاف کر دے۔ چند سطور قبل اس قسم کا واقعہ بیان ہو چکا ہے جس میں حضرت ابن مسعودؓ نے قصاص ساقط ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔

دوسری حالت : اگر قصاص لینا ممکن نہ ہو یا کسی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے مثلاً جرم کے نتیجے میں لگنے والا زخم جائفہ ہو ۔ یعنی آنتوں یا معدے تک پہنچ گیا ہو یا مجرم باپ ہو جس نے اپنے بیٹے کے خلاف جرم کیا ہو یا اولیاء مقتول نے قاتل کو معاف کر دیا ہو ۔ ان تمام صورتوں میں دیت واجب ہوگی۔

تیسری حالت : اگر جرم عمداً نہ کیا گیا ہو بلکہ مشابہ قصد یعنی عمد ہو یا غلطی کے بنا پر سرزد ہو گیا ہو یا خود ملوث نہ ہو بلکہ سبب بنا ہو۔ ایسی تمام صورتوں میں دیت واجب ہوگی۔

۲) دیت کی مقدار : دیت کی دو قسمیں ہیں، دیت مغلظہ اور دیت مخففہ ۔

۱) دیت مغلظہ کی مقدار سو اونٹ ہے ، پچیّس جذعہ ۳۴ے ، پچیّس حقہ ، پچیّس بنت لبون اور ، پچیّس بنت مخاض۔

دیت مغلظہ قتل عمد کی صورت میں واجب ہوتی ہے جب قصاص کسی وجہ سے ساقط ہو جائے یا اولیاء مقتول قصاص لینے سے دست بردار ہو جائیں ۳۵ے اسی طرح یہ قتل شبہ عمد میں بھی واجب ہوتی ہے۔ علقمہ بن قیس اور اسود بن یزید نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا شبہ عمد میں پچیّس حقہ، پچیّس بنت لبون اور پچیّس بنت مخاض دیت واجب ہوتی ہے " ۳۶ے

ب) دیت مخففہ میں سو اونٹ واجب ہوتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے : بیس حقہ ، بیس جذعہ ، بیس بنت لبون ، بیس ابن لبون اور بیس بنت مخاض ۳۷ے حضرت ابن مسعودؓ سے دوسری

روایت کے مطابق بیس حقہ، بیس جذعہ، بیس بنت لبون، بیس بنت مخاض اور بیس ابن مخاض [۳۸] پہلی روایت شاید زیادہ صحیح ہے یہ حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق ہے۔ دیت مخففہ قتل خطاء اور قائم مقام خطا، یعنی قتل بالتسبیب میں بھی واجب ہوتی ہے۔

ج) جان سے کم نقصان کی دیت: اعضاء انسانی کی دیت، حضرت ابن مسعودؓ اس شخص کی پوری دیت کو جس کے خلاف جرم کیا گیا ہو اس کے اس عضو پر جسے نقصان پہنچایا گیا ہو اور اس کے مماثل دوسرے اعضاء پر تقسیم کرتے اور پھر اسی حساب سے ہر عضو کی دیت مقرر کرتے تھے۔ اگر کسی ایسے عضو کو نقصان پہنچایا گیا ہو جس کا جوڑا موجود ہو مثلاً ہاتھ، پاؤں وغیرہ تو اس کے ایک کے لئے نصف دیت واجب کرتے، اور اگر پورے جوڑے کو یعنی دونوں اعضاء کو نقصان پہنچایا گیا ہو تو پوری دیت واجب کرتے تھے۔ آپ کا قول ہے: "اعضاء کے ہر جوڑے کی دیت ہے اور ایک کی بھی دیت ہے" [۳۹] اسی بنا پر آپ کا قول ہے: "دانت ایک جیسے ہیں، انگلیاں ایک جیسی ہیں، دونوں آنکھیں ایک جیسی ہیں، دونوں بازو، دونوں ٹانگیں اور دونوں خصیے ایک جیسے ہیں" [۴۰] زبان کو نقصان پہنچانے کی بھی آپ نے پوری دیت مقرر کی ہے [۴۱] اس لئے کہ جسم میں اس عضو کا کوئی اور جوڑا نہیں ہے۔

زخموں کی دیت: حضرت ابن مسعودؓ موضحہ زخم [۴۲] کی دیت میں پانچ اونٹ اور آمہ اور جائفہ میں تہائی دیت کے وجوب کا فیصلہ دیتے تھے (ان زخموں کی تفصیل پچھلے صفحات میں گذر چکی ہے۔ مترجم)

د) جنس کے اختلاف سے دیت کا مختلف ہونا۔ اختلاف جنس یعنی مذکر مؤنث ہونے سے دیت بھی مختلف ہو جاتی ہے۔ سابقہ سطور میں جن دیات کا ذکر کیا گیا ہے وہ مذکر کی دیتیں ہیں، مؤنث کی دیتیں مذکر کی دیتوں کا نصف ہیں، اس میں کچھ تفصیل ہے جس کا ذکر ہم نے (لفظ جنایہ فقرہ ۴، جز۔ ج) میں کر دیا ہے۔

ھ) آزادی اور غلامی کی بنا پر دیتوں میں اختلاف: سابقہ سطور میں مذکورہ دیتیں آزاد انسان کی دیتیں ہیں، غلام کی دیت کا تخمینہ اس کی قیمت سے لگایا جائے گا نیز اس کے زخموں کا تاوان اس کی قیمت کے، حساب سے لگایا جائے گا جس طرح آزاد انسان کے زخموں کے تاوان کا تخمینہ اس

کی دیت کے حساب سے لگایا جاتا ہے (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ الف)

و) دین میں اختلاف کی وجہ سے دیتوں کا مختلف ہونا : دین میں اختلاف کی وجہ سے بھی دیت مختلف ہو جاتی ہے۔ مذکورہ بالا دیتیں مسلمان اور اہل کتاب ذمی کی دیتیں ہیں، حضرت ابن مسعودؓ سے بعض روایات کے مطابق، مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز ب) اگر یہ روایت درست ہے تو یہ حضرت عمرؓ کی اتباع میں ہے، حضرت ابن مسعود سے جو صحیح روایت ہے اس کے مطابق مجوسی ذمی کی دیت بھی مسلمان کی دیت کی طرح ہے جیسا کہ ہم نے (لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز ب) میں ذکر کیا ہے۔

۳) دیت معاف کر دینا جس شخص کو نقصان پہنچایا گیا ہے اسے دیت معاف کر دینے کا حق ہے خواہ جرم عمداً کیا گیا ہو یا خطاءً۔ اسی طرح قتل کی صورت میں مقتول کے اولیاء کو دیت معاف کر دینے کا حق ہے خواہ یہ اقدام قتل عمداً کیا گیا ہو یا خطاء۔ مقتول کے بعض اولیاء اگر معاف کرنا چاہیں تو وہ بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ پھر دیت میں سے معاف کرنے والوں کا حصہ ساقط ہو جائے گا اور مجرم باقیماندہ دیت معاف نہ کرنے والوں کو ادا کرے گا۔ ایک شخص نے دوسرے کو عمداً قتل کر دیا معاملہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا مقتول کے اولیاء بھی آگئے، ان میں سے ایک نے قاتل کو معاف کر دیا، حضرت عمرؓ نے ابن مسعودؓ سے ان کی رائے پوچھی آپ نے فرمایا! "قاتل کی جان کے سب اولیاء حقدار تھے، جب ایک نے جان بخشی کر دی تو اب کسی ولی کو یہ اختیار نہیں رہا کہ اپنا حق لے جب تک کہ دوسرا بھی اپنا حق لینے پر آمادہ نہ ہو" حضرت عمرؓ نے پھر پوچھا! "اب کیا کیا جائے؟" حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا! "آپ قاتل پر اس کے مال میں دیت واجب کر دیں، اور مقتول کے جس ولی نے قاتل کو معاف کر دیا ہے اس کا حصہ اس میں سے منہا کر دیں اور باقی ماندہ دیت باقی اولیاء کو دے دیں" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا! "میری بھی یہی رائے ہے" ۳۴۳

۴) دیت کون ادا کرے گا؟ چونکہ قتل عمد میں دیت جان کا بدل ہوتا ہے اس لئے یہ قاتل کے اپنے مال میں واجب ہو گی، وہی اپنے مال سے اس کی ادائیگی کرے گا اور ادائیگی میں عاقلہ (باپ کی طرف سے قاتل کے رشتہ دار) کی شرکت نہیں ہوگی ۳۴۴ البتہ اگر قتل شبہ

عمد یا قتل خطاء یا قتل قائم مقام خطاء میں دیت واجب الادا ہو تو اس کی ادائیگی قاتل کے عاقلہ پر ہو گی۔

۵) دیت کی ادائیگی کس طرح ہو گی: اگر دیت کی ادائیگی قاتل کے مال میں سے ہو گی، جیسا کہ قتل عمد کی صورت میں ہوتا ہے، تو اس کی ادائیگی یکمشت ہو گی ۴۵ اور اگر عاقلہ پر دیت عائد ہو گی جیسا کہ قتل کی دوسری مذکورہ بالا صورتوں میں ہوتا ہے تو اس کی ادائیگی تین سالوں بالاقساط ہو گی۔

ج۔ کفارہ: قتل خطا میں کفارہ واجب ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے (وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ ۔ جس شخص نے کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دیا تو وہ ایک مومن گردن آزاد کرے اور اہل مقتول کو دیت ادا کرے)

د۔ وراثت سے محرومی میں قتل کا اثر (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ج)

جنون: دیوانگی

۱۔ تعریف:

عقل کی خرابی کو جنون کہتے ہیں جس کے نتیجے میں ایسے انسان کے اقوال و افعال عقل کی نہج سے ہٹ جاتے ہیں البتہ کبھی کبھار اس کا رویہ معقول ہو جاتا ہے مگر ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

۲۔ جنون کے اثرات:

دیوانگی کی بنا پر دیوانے سے تمام بدنی تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں مثلاً نماز، روزہ حج وغیرہ

اسی طرح جسمانی سزائیں بھی ساقط ہو جاتی ہیں (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۵، جز الف)

اس کے تمام عقود (سودے) خواہ وہ معاوضہ والے ہوں یا بلا معاوضہ یعنی تبرع ہوں باطل ہو جاتے ہیں (دیکھئے لفظ تبرع، فقرہ ۳)

اس کی تمام منسوخیاں مثلاً شادی کی منسوخی یعنی طلاق وغیرہ باطل ہوتی ہیں (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۲، جز۔ ب)

دیوانگی دیوانے پر پابندی لگانے کی موجب ہوتی ہے (دیکھئے لفظ حجر، فقرہ ۲، جز الف)

مالی واجبات پر جنون کا کوئی اثر نہیں ہوتا مثلاً اخراجات کی ادائیگی یا اس کے ہاتھوں ضائع ہونے والی چیزوں کے معاوضہ کی ادائیگی وغیرہ (دیکھئے لفظ جنایہ ، فقرہ ۳)

کسی انسان کے محصن ہونے میں جنون کا اثر (دیکھئے لفظ احصان ، فقرہ ۲، جز الف)

جنین : رحم مادر میں ٹھہرا ہوا بچہ

جنین کا نکاح (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز- ب)

جنین کو ذبح کرنا (دیکھئے لفظ ذبح ، فقرہ ۵، جز- ب)

جہاد : جہاد

۱ ۔ تعریف :

اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے کوششیں کرنا جہاد ہے، یہاں اس سے مراد اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے کافر دشمنوں سے قتال یعنی جنگ کرنا ہے

۲ ۔ جہاد کی غرض و غایت :

جہاد کی غرض و غایت اللہ کا کلمہ بلند کرنا ہے۔ مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دشمن کو کم سے کم نقصان پہنچا کر جہاد کو عملی جامہ پہنائیں۔ "المغنی" میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آپ کے بھائی آئے جو ابھی ابھی کسی معرکے سے واپس ہوئے تھے۔آپ نے ان سے پوچھا! "تم نے شاید فصل جلائی ہے" انہوں نے اثبات میں جواب دیا پھر پوچھا! "شاید کھجور کے درخت بھی کاٹے ہیں؟" انہوں نے پھر اثبات میں جواب دیا، پھر پوچھا! "معصوم بچوں کو بھی تہ تیغ کیا ہے؟" انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا، یہ سنکر آپ نے فرمایا! "ہو گیا تمہارا جہاد!"[۲۶] (یعنی تم نے جہاد کا مقصد اور اس کی غرض و غایت ہی کو فراموش کر دیا۔ مترجم)

۳ ۔ جہاد میں نماز کی ادائیگی (دیکھئے لفظ صلاۃ ، فقرہ ۱۸)

جہاد بالمال پر تلاوت کلام مجید کی فضیلت (دیکھئے لفظ قرآن ، فقرہ ۲)

جہر : اونچی آواز میں بولنا

۱ ۔ تعریف :

جہر زیر لب گویائی کی ضد ہے۔ جہر کی کم سے کم حد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو سنا دے۔

۲۔ حضرت ابن مسعودؓ جب رات کے وقت نماز پڑھتے تو اونچی آواز میں قرائت کرتے کہ آپ کی آواز اہل خانہ بھی سن لیتے تھے [۴۷]

جہل : جہالت لا علمی

۱۔ تعریف :

کسی چیز کے متعلق اس کی اصلیت کے خلاف اعتقاد رکھنا جہل کہلاتا ہے۔

۲۔ جہل کے اثرات :

اگر کسی فعل کی حرمت کا علم نہ ہو تو اس کے ارتکاب پر عائد ہونے والی حد ساقط ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵)

جس چیز کا سودا کیا گیا ہو اس کے متعلق لاعلمی سے یہ عقد یعنی سودا فاسد ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۱۰، جز۔ ج) اور (لفظ بیع، فقرہ ۲، جز الف)

جوار : پڑوس، قرب، ہم نشینی

مرد کا عورت کی طرف اور عورت کا مرد کی طرف میلان ایک فطری امر ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا، لیکن اگر مردوں اور عورتوں کے باہمی میل جول کو یونہی کھلا چھوڑ دیا جائے اور اس کے لئے کوئی ضابطہ مقرر نہ کیا جائے تو اس کے نتیجے میں فتنہ و فساد اور جنسی انارکی کا عام ہونا لازم ہو جائے گا، اسی حقیقت کی طرف حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول اشارہ کر رہا ہے کہ "اگر میرے گھر میں شیطان میرا ہم نشین ہو جائے تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کوئی (نامحرم) عورت میری ہم نشین بن جائے"۔ [۴۸]

پڑوس کی بنا پر حق شفعہ کا ثبوت (دیکھئے لفظ شفعہ، فقرہ ۲)

جورب : پاتابہ، جراب

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ مسح کے جواز کے لحاظ سے جرابیں چرمی موزوں کی طرح ہیں۔ آپ جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے [۴۹]

حوالہ جات

حرف الجیم

۱ التعریفات الفقیہہ
۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۲ جلد اول. عبدالرزاق ص ۳۰۷ جلد ہفتم. کنزالعمال ۱۳۴۲۶
۳۔ عبدالرزاق ص ۳۷۳ جلد ہفتم
۴۔ المغنی ص ۳۱۴ جلد ہشتم. کنزالعمال ۱۳۴۳۵
۵۔ حوالہ سابق
۶۔ حوالہ سابق
۷۔ حوالہ سابق
۸۔ المغنی ص ۲۶ جلد اول. المجموع ص ۲۷۴ جلد اول. نیل الاوطار ص ۴۷ جلد اول
۹۔ نیل الاوطار ص ۴۷ جلد اول. الاعتبار ص ۵۷
۱۰۔ عبدالرزاق ص ۴۱۲ جلد اول. المجموع ص ۱۷۳ جلد دوم. المغنی ص ۱۴۵ جلد اول
۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸ جلد اول. آثار ابی یوسف رقم ۳۲۷
۱۲۔ عبدالرزاق ص ۱۸۱ جلد چہارم. الاعتبار ص ۱۳۷
۱۳۔ عبدالرزاق ص ۱۷۷ جلد اول
۱۴۔ کنزالعمال ۴۰۴۵۹
۱۵۔ سنن بیہقی ص ۳۵ جلد ہشتم. تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۹ جلد اول
۱۶۔ اصحٰب السنن نے اس حدیث کی تخریج کی ہے. ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے
۱۷۔ عبدالرزاق ص ۱۰ جلد دہم. المحلی ص ۱۵۴ جلد ہشتم. کنزالعمال ۴۰۲۰۴
۱۸۔ موسوعہ فقہ عمر. لفظ جنابہ. فقرہ ۱ جز۔ ب
۱۹۔ موسوعہ فقہ ابراہیم النخعی ص ۱۳۰. ۱۳۱ جلد اول. فقرہ ۷۹
۲۰۔ موسوعہ فقہ ابراہیم النخعی جلد دوم. لفظ جنابہ. فقرہ ۲. جز۔ ج
۲۱۔ عبدالرزاق ص ۹۷ جلد دہم. المغنی ص ۹۴۷ جلد ہفتم
۲۲۔ عبدالرزاق ص ۹۷ جلد دہم
۲۳۔ سنن بیہقی ص ۱۰۳ جلد ہشتم

۲۴۔ المغنی ص ۵۹۶ جلد ہفتم۔ سنن بیہقی ص ۱۰۱ جلد ہشتم

۲۵۔ عبدالرزاق ص ۳۹۷ جلد نہم، المغنی ص ۵۹۸ جلد ہفتم۔ نیل الاوطار ص ۲۲۶ جلد ہفتم، الام ص ۱۷۷ جلد ہفتم

۲۶۔ نیل الاوطار ص ۲۲۶ جلد ہفتم

۲۷۔ عبدالرزاق ص ۲۷۱ جلد نہم

۲۸۔ عبدالرزاق ص ۲۷۷، ۲۷۸ جلد نہم

۲۹۔ حوالہ سابق

۳۰۔ المحلی ص ۵۱۷ جلد دہم۔ عبدالرزاق ص ۳۲۳ جلد نہم

۳۱۔ عبدالرزاق ص ۲۲ جلد دہم

۳۲۔ عبدالرزاق ص ۴۵۸ جلد نہم، تفسیر ابن کثیر ص ۶۳ جلد دوم، المحلی ص ۲۲ جلد گیارہ

۳۳۔ عبدالرزاق ص ۱۳ جلد دہم، سنن بیہقی ص ۵۷ جلد ہشتم۔ المغنی ص ۴۴۷ جلد ہفتم

۳۴۔ ان اونٹوں کی عمروں کی تفصیل اس طرح ہے جذعہ جو پانچویں سال میں ہو، حقہ جو چوتھے سال میں ہو۔ بنت لبون وہ اونٹنی جو تیسرے سال میں ہو اگر اونٹ ہو تو اسے ابن لبون کہتے ہیں۔ بنت مخاض وہ اونٹنی جو دوسرے سال میں ہو۔ اگر اونٹ ہو تو اسے ابن مخاض کہیں گے

۳۵۔ المغنی ص ۷۶۵ جلد ہفتم، المحلی ص ۳۹۰ جلد دہم

۳۶۔ عبدالرزاق ص ۲۸۱، ۲۸۵، ۲۸۸۔ جلد نہم۔ سنن بیہقی ص ۶۹ جلد ہشتم۔ خراج ابی یوسف ص ۱۸۶۔ آثار ابی یوسف رقم ۹۶۶

۳۷۔ خراج ابی یوسف ص ۱۸۵۔ فقہ الملوک ص ۲۶۹ جلد دوم

۳۸۔ آثار ابی یوسف ۹۶۵۔ المغنی ص ۷۶۹ جلد ہفتم

۳۹۔ عبدالرزاق ص ۳۲۴ جلد نہم۔ المحلی ص ۴۴۸۔ ۴۵۰ جلد دہم

۴۰۔ عبدالرزاق ص ۳۲۷، ۳۷۴، ۳۸۴ جلد نہم، المحلی ص ۴۵۰ جلد دہم

۴۱۔ المغنی ص ۱۵ جلد ہشتم

۴۲۔ عبدالرزاق ص ۳۹۷ جلد نہم

۴۳۔ کشف الغمہ ص ۱۲۳ جلد دوم۔ المحلی ص ۴۷۸ جلد دہم

۴۴۔ المغنی ص ۷۶۵ جلد ہفتم۔ کشف المحلی ص ۱۲۳ جلد دوم

۴۵۔ المغنی ص ۷۶۵ جلد ہفتم

۴۶ ۔ المغنی ص ۴۵۱ جلد ہشتم. سعید بن منصور ص ۲۵۷ جزاول جلد سوم
۴۷ ۔ عبدالرزاق ص ۴۹۷ جلد دوم
۴۸ ۔ آثار ابی یوسف رقم ۹۴۹
۴۹ ۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۰ جلد اول، عبدالرزاق ص ۲۰۰ جلد دوم. المحلی ص ۸۶ جلد دوم. المجموع ص ۵۴۰ جلد اول.
المغنی ص ۲۹۵ جلد اول ۔

حرف الحاء
ح

حارصہ : جلد پر آنے والی خراش

جلد پر اگر خراش آجائے اور اس سے خون نہ نکلے تو اسے حارصہ کہتے ہیں، اگر کسی نے کسی کو عمداً خراش پہنچائی ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر غلطی سے ایسا ہو گیا ہو تو دو عادل آدمیوں کا فیصلہ قبول کیا جائے گا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ٦، جز الف، فقرہ ۳)

حامل : حاملہ عورت

حاملہ عورت کو حامل کہتے ہیں (دیکھئے لفظ حمل)

حب : محبت، لگاؤ

۱ ۔ تعریف :

حب بغض کی ضد ہے۔ اور کس کے کسی کی طرف عقل و متانت کی حدود میں رہتے ہوئے میلان کو محبت کہتے ہیں اگر یہ میلان عقل و متانت کی حدود کو پھلانگ جائے تو اسے عشق کہتے ہیں ١ ۔

۲ ۔ الف ۔ انسان کی اپنے بھائی سے اللہ کی خاطر مخلصانہ محبت ایمان کا جز ہے ۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا! "یہ ایمان کی بات ہے کہ ایک شخص اپنے مسلمان بھائی سے اللہ کی خاطر اور اللہ کے واسطے محبت کرے" ۲ ۔

ب ۔ مومن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی کافر سے محبت رکھے کیونکہ دونوں میں دین کا اختلاف ہے ۔ اگر محبت ہوئی تو یہ مومن کے نقص کی وجہ سے ہوگی ۔ اسی بنا پر قیامت کے دن محبّ اور محبوب دونوں ایک ساتھ ہوں گے اس لئے کہ انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے اسے محبت ہوتی ہے ۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے! "تین باتیں تو میں قسم کھا کر کہہ سکتا

ہوں اور چوتھی بات پر اگر قسم اٹھالوں تو حانث (قسم توڑنے والا) نہیں ٹھہروں گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جس کا اسلام میں کوئی حصہ ہے اس شخص کی طرح نہیں کرے گا جس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں کوئی اللہ سے دوستی رکھے اور اللہ اسے قیامت کے دن کسی اور کے حوالے کر دے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں جن لوگوں سے دوستی کرے گا قیامت کے دن ان کے ہی ساتھ ہو گا۔ اور چوتھی بات جس کی اگر میں قسم کھالوں تو حانث نہیں ہوں گا یہ ہے کہ جس شخص کی اللہ تعالیٰ دنیا میں پردہ پوشی کرے گا، آخرت میں بھی اس پر پردہ ڈال دے گا" ۳۔

حبس : روکنا، قید کرنا

ایلاء کرنے کی وجہ سے جو شخص بیوی سے رکا ہوا ہو اس کا اپنی بیوی کی طرف رجوع (دیکھئے لفظ ایلاء، فقرہ ۴)

جس شخص پر حد کا وجوب ہو چکا ہو اسے اس مقصد سے محبوس کر دینا کہ اس پر حد جاری ہو سکے (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۴)

حبل : حمل

حمل بلوغت کی علامت ہے (دیکھئے لفظ بلوغ، فقرہ ۲، جز۔ ب)

حمل کے احکامات (دیکھئے لفظ حمل)

حج : حج

حضرت ابن مسعودؓ کی فقہ کے مطابق ہم حج کے موضوع پر درج ذیل نکات کے تحت بحث کریں گے:

۱۔ تعریف
۲۔ حج کے مہینے
۳۔ حج کی نیت
۴۔ احصار
۵۔ انواع حج
۶۔ احرام
۷۔ طواف قدوم
۸۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی
۹۔ منیٰ میں رات گذارنا
۱۰۔ وقوف عرفات

۱۱۔ مزدلفہ میں
۱۲۔ وادی محسّر سے تیز رفتاری سے گذر جانا
۱۳۔ منیٰ میں
الف۔ رمی جمرہ
ب۔ ذبح
ج۔ احرام کھولنا
۱۴۔ طواف افاضہ
۱۵۔ دوسری بار احرام کھولنا
۱۶۔ دوبارہ منیٰ جانا

۱۔ **تعریف:**

۱۔ حجاز میں چند معین مقامات کی معین وقت میں زیارت کرنا اور کچھ معین افعال ادا کرنا حج کہلاتا ہے

۲۔ **حج کے مہینے:**

ارشاد باری ہے (الحج اشھر معلومات: حج کے چند معلوم مہینے ہیں) وہ مہینے یہ ہیں۔ شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے پہلے دس دن، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "حج کے مہینے شوال، ذی قعدہ اور ذی الحج کے دس دن" [۴] اس بناپر جو شخص ان مہینوں سے باہر حج کا ارادہ کرے گا یا حج کا احرام باندھ لے گا تو اس کا احرام درست نہیں ہو گا اور یہ احرام عمرہ میں تبدیل ہو جائے گا، اور اسے حج کے مہینے شروع ہونے پر حج کے لئے نئے سرے سے احرام باندھنا ہو گا [۵]

۳۔ **حج کی نیت:**

تمام عبادتوں میں نیت رکن ہے جس کا ترک کرنا جائز نہیں اس لئے کہ نیت ہی کے ذریعے عادت اور عبادت میں امتیاز پیدا ہوتا ہے۔

جب کوئی شخص حج کی نیت کرے گا یا حج کا احرام باندھ لے گا تو اس پر حج کرنا لازم ہو جائے گا اور اس کے لئے حج کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی طرف مڑنا جائز نہیں ہو گا، البتہ اگر اس نے نیت کرتے وقت اس کی شرط لگائی ہو تو وہ اس شرط کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔ [۶]

حضرت ابن مسعودؓ نے عمیرہ بن زیاد سے فرمایا تھا۔ "حج کا احرام باندھ لو اور شرط بھی لگاؤ اور یوں کہو اے اللہ میں نے حج کا ارادہ کیا ہے اور اس کا ہی قصد کیا ہے، اگر یہ میسر ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر عمرہ کروں گا" [۷] احرام باندھنے والا احرام کو فسخ نہیں کر سکتا، ہاں اگر حالت احصار پیدا ہو جائے تو وہ ایسا کر سکتا ہے

۴ ۔ حالت احصار : دیکھئے لفظ احصار

۵ ۔ حج کی قسمیں :

حج کو عمرہ کے ساتھ ملانے اور نہ ملانے کے لحاظ سے حج کی تین قسمیں ہیں:

الف۔ پہلی قسم حج افراد : اور وہ یہ ہے کہ حج پر جانے والا صرف حج کا احرام باندھے حج افراد حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک حج کی سب سے افضل صورت ہے [۸] اس لئے کہ اس میں بیت اللہ کی طرف سفر کا تکرار ہوتا ہے۔ یعنی ایک دفعہ حج کے لئے بال پراگندہ ہوتے ہیں پھر دوسری دفعہ عمرہ کے لئے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے : "حج اور عمرہ دو نسک یعنی دو عبادتیں ہیں. مجھے یہ پسند ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ سفر اور بالوں کی پراگندگی ہو" [۹] دوسری وجہ یہ ہے کہ ائمہ صحابہ حج افراد ہی کرتے تھے. حضرت ابو بکرؓ . حضرت عمرؓ . اور حضرت عائشہؓ وغیرہ ہم سب حج افراد کرتے تھے [۱۰] اسی بنا پر حضرت ابن مسعودؓ حج افراد کا حکم دیتے تھے. آپ فرماتے تھے : "حج کو مجرد رکھو" [۱۱] (یعنی مفرد حج کیا کرو)

ب۔ دوسری قسم : حج قران، وہ یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کو ایک نیت اور ایک تلبیہ کے ساتھ جمع کر دے اور یوں کہے : "لبیک اللہم لحج و عمرہ" اے اللہ حاضر ہوا میں حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ) قران کرنے والے حاجی پر ہدی یعنی (قربانی) واجب ہوتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب کوئی شخص حج اور عمرہ کا قران کر لیتا ہے تو اس پر بکری لازم ہو جاتی ہے" [۱۲]

ج ۔ تیسری قسم : حج تمتع . وہ یہ ہے کہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور حج کے مہینوں میں ہی عمرہ ادا کرے . پھر عمرے کا احرام کھول دے اور مکہ مکرمہ میں حج کے وقت تک احرام کے بغیر مقیم رہے . پھر جب حج کا وقت آ جائے تو مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھے . حج تمتع کرنے والے پر بھی ہدی واجب ہے۔

۶ ۔ احرام :

الف۔ احرام کا وقت . حج کے لئے احرام اس وقت تک صحیح نہیں ہو گا جب تک وہ حج کے لئے متعین وقت یعنی حج کے مہینوں میں نہ باندھا جائے . (دیکھئے لفظ حج . فقرہ ۲) اگر کسی نے

وقت معین پر احرام نہیں باندھا تو اس پر ہدی لازم آئے گی۔ علقمہ کہتے ہیں: "حضرت ابن مسعودؓ نے میرے ساتھ ایک ہدی روانہ کر دی اور خود احرام نہیں باندھا" ۱۳؎

ب۔ احرام باندھنے کی جگہ: جو شخص حج یا عمرے کی نیت کرے اس پر واجب ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھے۔ احرام کے مواقیت کی تحدید خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اس لئے یہ مواقیت جانے پہچانے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کچھ لوگوں کی مقام ذات اشقوق میں دیکھا۔ پوچھا کہ "یہ لوگ کون ہیں کیا تاجر ہیں؟ جواب ملا کہ نہیں، فرمایا: پھر انہیں اپنی منزل کی طرف جانے سے کون سی چیز رکاوٹ بن گئی ہے"؟ یہ لوگ پھر قریب ترین میقات کی طرف چلے گئے، وہاں جا کر غسل کیا اور احرام باندھ لیا ۱۴؎ بہتر صورت یہ ہے کہ انسان اپنے گھر کے قریب سے ہی احرام باندھ لے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "حج کو بطریق احسن ادا کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان اپنے گھر سے ہی احرام باندھ لے" ۱۵؎

ج۔ احرام میں تلبیہ: جب حاجی احرام باندھ کر احرام والا لباس پہن لے تو اس پر تلبیہ واجب ہو جاتا ہے، تلبیہ اس طرح کہے (لبیک اللھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک لبیک۔ حاضر ہوا اے میرے اللہ حاضر ہوا، تیرا کوئی شریک نہیں۔ حاضر ہوا بے شک تمام تعریفیں، تمام نعمتیں اور مکمل حکومت تیرے لئے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوا) احرام باندھنے اور احرام کی چادریں پہننے کے ساتھ ہی تلبیہ شروع ہو جائے گا اور جمرہ عقبہ ۱۶؎ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ کا یہ عمل جاری رہے گا، حضرت ابن مسعودؓ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ کہتے رہتے تھے ۱۷؎ مسروقؒ بن الاجدع نے حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ حج کیا، حضرت ابن مسعودؓ اس شگاف پر کھڑے ہو گئے جو صفا میں بنا ہوا تھا اور تلبیہ کہا، مسروقؒ نے عرض کیا: "مجھے تو اس جگہ کھڑے ہو کر تلبیہ کہنے سے روکا گیا تھا" اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "لیکن میں تمہیں یہاں کھڑے ہو کر تلبیہ کہنے کا حکم دیتا ہوں، تلبیہ اس پکار کا جواب ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لگائی تھی" ۱۸؎ عبدالرحمٰن بن زیدؒ کہتے ہیں: "میں حج کی نیت سے حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑا، آپ مسلسل تلبیہ کہتے

رہے، ایک بدو نے عرفہ کی شام آپ کو تلبیہ کہتے ہوئے سن لیا اور کہنے لگا. "یہ کون ہے جو اس جگہ تلبیہ کہہ رہا ہے؟ اس پر میں نے حضرت ابن مسعودؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا (لبیک عدد التراب لبیک. اے اللہ میں منیٰ کی گنتی کے برابر تجھے لبیک کہتا ہوں) میں نے اس سے پہلے حضرت ابن مسعودؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا نہ اس کے بعد" ۹۷؎ عبدالرحمٰن بن یزیدؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ دسویں تاریخ کی صبح مسجد سے تلبیہ کہتے ہوئے جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکنے کے ارادے سے نکلے، لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ شخص دسویں تاریخ کو حج کا تلبیہ کہتا ہے. اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "لوگوں کو کیا ہو گیا؟ کیا لوگ بھول گئے یا کافی زمانہ گذر گیا؟" پھر آپ نے بلند آواز سے تلبیہ کہنا شروع کیا (لبیک عدد التراب لبیک) لوگوں کو جب پتہ چلا کہ یہ حضرت ابن مسعودؓ ہیں تو وہ وہاں سے ہٹ گئے کیونکہ انہیں معلوم تھا مناسک حج کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ ان سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا "میں نے اس ہستی کو اس مکان میں لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے سنا ہے جس پر سورہ بقرہ کا نزول ہوا تھا" ۹۸؎ (حضرت ابن مسعودؓ نے سورہ بقرہ کا خصوصی طور سے اس لئے تذکرہ کیا کہ حج کے متعلق احکامات اسی سورت میں نازل ہوئے تھے مترجم) اس طرح آپ نے صفا پر تلبیہ کہا، عرفہ کی شام کو تلبیہ کہا اور منیٰ میں جمرہ عقبہ کی رمی کے لئے جاتے ہوئے تلبیہ کہا اور جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ کہنا نہیں چھوڑا۔

د۔ وہ امور جن سے محرم باز رہے گا. احرام باندھنے کے بعد محرم چند باتوں سے باز رہے جو یہ ہیں:

۱) سلے ہوئے کپڑے پہننے سے۔ اس کا لباس دو چادریں ہوں گی. ایک چادر بطور ازار کمر سے باندھ لے گا ور دوسری چادر اوڑھ لے گا۔ اسی طرح چرمی موزے پہننے اور سر ڈھانپنے سے بھی باز رہے گا۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔

۲) اپنے بال مونڈنے سے. ارشاد باری ہے (ولاتحلقوا روسکم حتی یبلغ الھدیٰ محلہ. اور اپنے سر نہ مونڈو جب تک کہ قربانی کا جانور اپنی قربانی کی جگہ پر نہ پہنچ جائے) اسی طرح وہ ناخن ترشوانے اور جسم یا کپڑوں میں خوشبو لگانے سے پرہیز کرے گا اس سے مقصد یہ ہے

کہ وہ پراگندہ بال اور غبار آلود رہے۔ اس پر بھی سب کا اجماع ہے۔

۳) بیوی کے ساتھ ہم بستری اور ہم بستری تک پہنچانے والے اسباب مثلاً بوس و کنار اور شہوت کے تحت لمس وغیرہ۔ اگر اس نے ہم بستری کر لی تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا۔ اس کو ایک اونٹ کی قربانی دینی ہوگی اور اگلے سال حج کرنا ہوگا

حضرت ابن مسعودؓ نے حالت احرام میں عقد نکاح کی اجازت دی ہے بشرطیکہ بیوی سے ہم بستری نہ ہو، اور نہ ہی شہوت کے تحت لمس ہو۔ آپ کا قول ہے: "اگر محرم نکاح کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔" [۲۱] یعنی صرف عقد نکاح میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عمرؓ کا مسلک یہ ہے کہ محرم کے لئے عقد نکاح کا بھی جواز نہیں ہے۔

۴) خشکی کے شکار سے۔ ارشاد باری ہے (حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا۔ اور جب تک تم حالت احرام میں ہو اس وقت تک خشکی کا شکار تم پر حرام ہے) یہاں شکار سے مراد حلال جنگلی جانور کو مار ڈالنا یا اس کے انڈوں کو ضائع کرنا ہے۔ اگر محرم کوئی ایسی بات کرے گا تو اسے اس کا بدلہ دینا ہوگا۔ حیوان کے قتل کی جزا یا بدلہ یہ ہے کہ مقتول جانور کے مماثل کوئی ماکول اللحم (حلال) چوپایہ ذبح کر کے اس کا گوشت فقراء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ارشاد باری ہے (فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ۔ جزاء۔ یعنی بدلہ یہ ہے کہ چوپائے میں سے اس کا مماثل جسے اس نے قتل کیا ہے۔ نذر دینا ہوگا اس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے)

مقتول جانور کی جزاء میں اس کی قیمت کی ادائیگی کا فیصلہ نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ اقدام قرآن مجید کی آیت کے منطوق (واضع الفاظ میں کہی ہوئی بات) کے خلاف ہو گا [۲۲] اگر شکار کئے ہوئے جانور کا کوئی مماثل چوپایہ دستیاب نہ ہو تو طعام یعنی خوردنی اشیاء کی صورت میں اس کی قیمت لگائی جائے گی اور پھر ان اشیاء کو فقراء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس بنا پر حضرت ابن مسعودؓ نے اس شخص کو جزا کے طور پر ایک چار ماہ کی عمر کی بکری یا بکرا دینے کا فیصلہ سنایا جس نے حالت احرام میں ایک یربوع (چوہے کی شکل کا ایک جانور جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی بڑی اور دم لمبی ہوتی ہے) پر بالوں کی بنی ہوئی ایک گون ڈال کر اسے مار ڈالا تھا۔ [۲۳] آپ نے نیل گائے کی جزا میں گائے دینے [۲۴]

اور گوہ کی جزا میں ایک مٹھی طعام دینے کا حکم دیا کیونکہ گوہ کا کوئی مماثل چوپایہ موجود نہیں ہے[۲۵]

اگر کسی حلال جنگلی جانور کے انڈے تلف کئے جائیں تو انڈوں کے بدلے میں ان کی قیمت فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی، حضرت ابن مسعودؓ نے شتر مرغ کے انڈے کی بدل کے طور پر اس کی قیمت ادا کرنے کا فیصلہ دیا تھا[۲۶] اسی طرح کبوتر کے انڈوں کے بدلے میں ان کی قیمت دینے کا حکم دیا تھا[۲۷] آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپؓ نے ہر انڈے کے بدلے میں ایک روزہ رکھنے یا ایک مسکین کو کھانا کھلانے کو واجب قرار دیا تھا آپ نے فرمایا "ہر انڈے کے بدلے میں ایک روزہ یا ایک مسکین کو کھلانا ہے" [۲۸]

۵) محرم اگر کسی جانور کا شکار کرلے یا کوئی دوسرا محرم اس کے لئے شکار کرے یا اس کے لئے شکار کیا گیا ہو، تو وہ اس کا گوشت کھانے سے باز رہے گا اور اگر کوئی غیر محرم شکار کرے تو اس کا گوشت کھانا اس کے لئے حلال ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے ان لوگوں کے متعلق دریافت کیا گیا جو حالت احرام میں تھے، ان کی ملاقات ایسے لوگوں سے ہوئی جنھوں نے احرام نہیں باندھا تھا، ان کے پاس شکار کا گوشت تھا، انہوں نے یہ گوشت ان کے ہاتھ فروخت کر دیا یا انہیں کھلا دیا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں[۲۹]

۷۔ طواف قدوم :

۱۔ جب حاجی مکہ مکرمہ میں داخل ہو گا تو سب سے پہلے حجراسود کے استلام سے طواف کی ابتدا کرے گا اور پھر ہر چکر کی ابتدا حجراسود سے کر کے سات چکر لگائے گا، پہلے تین چکروں میں رمل کرے گا یعنی کندھے ہلا ہلا کر چلے گا، اور جس طواف کے بعد اسے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا ہو گا اس میں اصطباع (داہنی بغل سے چادر نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا) اور رمل کرنا سنت ہے، طواف کے سات چکر مکمل کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے آکر دو رکعت نفل پڑھے گا، یہ نفل سنت طواف ہے۔ مسروق بن الاجدع سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ کو دیکھا تھا کہ آپ نے حجراسود کے استلام سے ابتدا کی پھر اپنی دائیں جانب سے طواف شروع کیا، پہلے تین پھیروں میں رمل کیا اور باقی چار

پھیروں میں اپنے قدموں پر چلے۔ پھر مقام ابراہیم پر آئے اور اس کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں ۳۰

ب۔ اگر حاجی نے حج قران کی نیت کی ہو تو اس کا یہ طواف عمرے کا طواف ہو گا۔ اس کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ عمرہ سے فارغ ہو کر یعنی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد ایک اور طواف کرے۔ یہ اس کا طواف قدوم ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا "قران کرنے والا دو طواف کرے گا" ۳۱

۸۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا:

ا۔ جب حاجی طواف قدوم کرنے کے بعد دو رکعتیں پڑھ لے گا تو صفا پر آکر کھڑا ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ اس شگاف پر آکر کھڑے ہوتے تھے جو صفا میں تھا۔ علقمہ اور اسود دونوں کہتے ہیں "حضرت ابن مسعودؓ اس شگاف پر آکر کھڑے ہوئے جو صفا میں بنا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آپ سے کہا: "ابو عبدالرحمٰن آپ یہاں کھڑے ہیں؟" آپ نے جواب دیا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہاں وہ ہستی آکر کھڑی ہوئی تھی جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی ۳۲ اس جگہ حاجی قبلہ رو ہو کر دعائیں کرے گا پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ سعی کرتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے (اللھم اغفر وارحم وانت الاعز الاکرم ۔ اے میرے اللہ بخش دے اور رحم فرما، اور تو ہی سب سے بڑھ کر عزت والا اور کریم ہے) ۳۳ ایک دوسری روایت میں دعا ان الفاظ میں منقول ہے (اللھم اغفر وارحم، واعف عما تعلم، وانت الاعز الاکرم ۔ اے میرے اللہ بخش دے اور رحم فرما، اور میری جو خطائیں تیرے علم میں ہیں انہیں معاف کر دے تو ہی سب سے بڑھ کر عزت والا اور کریم ہے) ۳۴

ب۔ سعی کا حکم: حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا حج کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے رکن یا واجب نہیں ہے۔ اگر حاجی اسے ترک کر دے تو اس پر کوئی جزا عائد نہیں ہوگی اور اس کا حج ہو جائے گا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا، وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۔ یقیناً صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہذا

جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لئے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کرے۔ اور جو برضا و رغبت کوئی بھلائی کا کام کرے گا اللہ کو اس کا علم ہے اور وہ اس کی قدر کرنے والا ہے) کی یہ تاویل کرتے تھے کہ جو صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرے اس کے لئے کوئی گناہ کی بات نہیں۔ آپ کی دلیل یہ تھی کہ (وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ) میں یہ ارشاد ہے کہ "جو شخص صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا وہ برضا و رغبت بھلائی کا ایک کام کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی اس نیکی کا ثواب ضائع نہیں کرے گا" [۳۵]

ج ۔ قران کرنے والے کی سعی ۔ اگر حاجی نے قران کی نیت کی ہو تو اس کی یہ سعی عمرہ کی سعی ہو گی۔ اس سے فراغت کے بعد اس کے لئے ضروری ہو گا کہ بیت اللہ کا طواف کرے جس میں سات بار پھیرے لگائے اور پھر صفا اور مروہ کے درمیان دوبارہ حج کی سعی کرے۔ اس لئے کہ قران کرنے والے کیلئے دو طواف اور دو سعی کرنا ضروری ہوتا ہے [۳۶]

۹ ۔ منیٰ میں رات گذارنا ۔

ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو یعنی عرفہ سے ایک دن پہلے حاجی مکہ مکرمہ میں فجر کی نماز ادا کرے گا پھر سورج نکلنے کے بعد منیٰ روانہ ہو جائے گا اور منیٰ میں اگلے دن طلوع شمس کے بعد تک مقیم رہے گا۔ وہیں غسل کرے گا اور پھر عرفات کی طرف چل پڑے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ غسل کرنے کے بعد عرفات کی طرف روانہ ہوئے تھے ۳۷ ۔

۱۰ ۔ وقوف عرفہ ۔

جب حاجی عرفات پہنچ جائے گا تو وہاں ظہر کے وقت ظہر اور عصر دونوں ایک ساتھ ادا کرے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ دو نمازیں اکٹھی نہیں پڑھی جا سکتیں مگر عرفات میں ظہر اور عصر کی دو نمازیں (جمع کی جا سکتی ہیں) ۳۸ ۔ حاجی عرفات میں غروب شمس تک ٹھہرے گا اس دوران وہ دعائیں مانگے گا۔ تلبیہ کہے گا اور استغفار کرتا رہے گا۔

۱۱ ۔ مزدلفہ میں ۔

عرفہ کے دن غروب شمس کے بعد مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ مزدلفہ

پہنچ کر اذان و اقامت کے ساتھ مغرب کی تین رکعتیں پڑے گا اس کے بعد جس قدر چاہے گا نفلیں پڑھے گا. جب عشاء کا وقت ہو جائے گا تو اذان و اقامت کے ساتھ عشاء پڑھے گا۔ مغرب اور عشاء اکٹھی نہیں پڑھے گا۔ عبد الرحمٰن بن یزیدؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ حج کیا. حضرت ابن مسعودؓ اپنے رفقاء کے ہمراہ عشاء کی اذان کے قریب مزدلفہ آئے. آپ نے ایک شخص کو اذان دینے اور اقامت کہنے کا حکم دیا اور مغرب کی نماز پڑھی. اس کے بعد دو رکعتیں اور پڑھیں پھر رات کا کھانا کھایا. پھر اذان و اقامت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی اس کے بعد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے" ۳۹ ۔ حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے کہ دو نمازیں اکٹھی پڑھی نہیں جا سکتیں" مگر عرفات میں ظہر و عصر کی دو نمازیں (جمع کی جا سکتی ہیں) آپ کی رائے میں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی نہیں پڑھی جائیں گی۔ مزدلفہ میں حاجی ساری رات اللہ سے گڑ گڑا کر دعاؤں میں گزارے گا اور صبح کے وقت فجر کی نماز پڑھنے کے بعد دن کی روشنی پھیل جانے کے ساتھ سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے سات کنکریاں لے کر منیٰ روانہ ہو جائے گا اور وہاں پہنچ کر جمرہ عقبہ کی رمی کرے گا۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ مزدلفہ سے اس وقت روانہ ہو گئے جب اسفار (اجالا) کر کے صبح کی نماز پڑھنے والے نماز فجر ادا کرتے ہیں ۴۰ ۔

بیہقی نے عبد الرحمٰن بن یزیدؒ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: "پھر ہم یعنی ابن مسعودؓ اور آپ کے رفقاء. مزدلفہ پہنچے. حضرت ابن مسعودؓ نے دو نمازیں (مغرب اور عشاء) الگ الگ اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھیں اور دونوں نمازوں کے درمیان رات کا کھانا کھایا۔ پھر طلوع فجر کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی اور فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ نمازیں. یعنی مغرب اور فجر. اس مقام (مزدلفہ) میں اپنے اپنے وقت سے ہٹا دی گئی ہیں۔ اس بنا پر لوگ. مزدلفہ اس وقت پہنچتے ہیں جب اندھیرا پوری طرح چھا جاتا ہے" ۴۱ ۔ اس روایت میں تحول وقت سے مراد یہ ہے کہ ان دو نمازوں کو ان کے مستحب اوقات سے ضرورت کی بنا پر ہٹا دیا گیا ہے. اس لئے کہ مغرب کی نماز میں تعجیل اور فجر کی نماز اسفار (اجالا) کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ اب مغرب کی نماز کو اس لئے مؤخر کر دیا گیا کہ لوگ مزدلفہ اس وقت پہنچتے تھے جب پوری طرح اندھیرا چھا جاتا تھا اور لوگ فجر کی نماز طلوع فجر کے ساتھ اس لئے پڑھتے تھے کہ انہیں طلوع آفتاب سے پہلے ہی مزدلفہ سے روانہ ہو جانا پڑتا تھا۔

۱۲۔ وادی محسّر سے تیز رفتاری کے ساتھ گذر جانا:

جب حاجی مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہو گا تو راستے میں اس کا گزر وادی محسّر سے ہو گا. اس وادی سے تیز رفتاری کے ساتھ گذر جانا مستحب ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "وادی محسّر سے تیز رفتاری سے گذر جاؤ" ۴۲۔

۱۳۔ منیٰ میں:

الف جمرہ عقبہ کی رمی ـــــ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنا پہلا عمل ہو گا جس کی ادائیگی حاجی منیٰ میں کرے گا۔

۱) وہ اس طرح کہ حاجی مزدلفہ سے سورج نکلنے سے پہلے روشنی پھیل جانے کے ساتھ ہی منیٰ کی طرف چل پڑے گا۔ منیٰ پہنچ کر جمرہ عقبہ کا رخ کرے گا اور سات کنکریاں مارے گا. کنکریاں مارتے وقت اس کے کھڑے ہونے کی افضل جگہ بطن وادی ہے. اس حالت میں منیٰ اس کی دائیں جانب اور مکہ مکرمہ اس کی بائیں جانب ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے بھی ایسا ہی کیا تھا جب آپ سے عبد الرحمٰن بن یزیدؒ نے یہ عرض کیا کہ کچھ لوگ وادی کے اوپر سے کنکریاں مارتے ہیں تو آپ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اس جگہ وہ ہستی آ کر کھڑی ہوئی تھی جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی" ۴۳۔

۲) حاجی یہ سات کنکریاں مزدلفہ سے اپنے ساتھ لائے گا. اگر وہ منیٰ سے یہ کنکریاں اٹھائے تو بھی جائز ہے عبد الرحمٰن بن یزیدؒ روایت کرتے ہیں کہ میں ابن مسعودؓ کے ساتھ چل پڑا. جب ہم جمرہ عقبہ کے پاس پہنچے تو آپ نے کنکریاں لانے کے لئے فرمایا. میں نے سات کنکریاں آپ کو پکڑا دیں" ۴۴۔

۳) حضرت ابن مسعودؓ ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر بھی کہتے ۴۵۔ اور یہ دعا پڑھتے تھے (اللہم اجعلعہ حجا مبروراً و ذنبا مغفوراً۔ اے میرے اللہ اس حج کو حج مقبول اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بنا دے) ۴۶۔

۴) حاجی جمرہ عقبہ کی رمی کے ساتھ ہی تلبیہ کہنا بند کر دے گا (دیکھئے لفظ حج. فقرہ ۶. جز۔ ج)

ب۔ ذبح: قربانی

۱) جمرہ عقبہ کی رمی سے فراغت کے بعد حاجی قربان گاہ کی طرف چلا جائے گا اور حج قران یا حج تمتع کی صورت میں اپنا ہدی (قربانی کا جانور) ذبح کرے گا. اور ایسی صورت میں اس کے لئے اس کا گوشت کھانا جائز ہو گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے عکرمہؒ کے ہاتھ اپنا ہدی بھیجا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ اسے ذبح کرنے کے بعد ایک تہائی گوشت صدقہ کر دینا. ایک تہائی خود کھا لینا اور بقیہ ایک تہائی میرے بھائی کے گھر بھیج دینا ۴۷۔ اگر قربانی کا جانور کسی کوتاہی کی جزا کے طور پر ذبح کیا جا رہا ہو تو حاجی کے لئے اس کا گوشت کھانا جائز نہیں۔

۲) تمتع یا قران کی صورت میں ذبح ہونے والا جانور بکری ہے ۴۸۔ اونٹ یا گائے سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کی جا سکتی ہے۔ ۴۹۔

احرام کھلنے کا پہلا مرحلہ. جب حاجی قربانی سے فارغ ہو جائے گا تو اس کا احرام کھل جائے گا، پھر وہ سر مونڈے گا یا بال چھوٹے کرائے گا اور احرام کے کپڑے اتار کر عام لباس پہن لے گا. اس مرحلے پر اس کے لئے بیوی سے ہم بستری کے سوا ہر اس چیز کی اجازت ہو جائے گی جس کی احرام کی وجہ سے بندش تھی۔

۱۴۔ طواف افاضہ:

ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر حاجی مکہ کی طرف طواف افاضہ کے لئے چل پڑے گا۔ یہ طواف بھی طواف قدوم کی طرح ہے لیکن اس میں رمل اور اضطباع نہیں ہے۔ یہ طواف حج کا رکن ہے جس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے (ولیطوفوا بالبیت العتیق اور بیت عتیق۔ یعنی کعبہ اللہ کا خوب خوب طواف کریں) حتیٰ کہ اگر عورت کو حیض آ جائے تو بھی یہ طواف کئے بغیر واپسی کا سفر شروع نہیں کر سکتی. اس کے ساتھ آنے والے اس کا انتظار کریں گے. ہاں اگر وہ انہیں واپسی کی اجازت دے دے تو وہ جا سکتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "تین افراد ایسے ہیں جن کا حکم چلتا ہے اول وہ عورت جو دوسروں کے ساتھ آئی ہو اور طواف افاضہ سے پہلے اسے حیض آ جائے. ایسی صورت میں اس کے ساتھ آنے والے اس کے انتظار میں قیام کریں گے البتہ اگر وہ انہیں اجازت دے دے تو وہ جا سکیں گے. دوسرے اہل جنازہ کہ جنازے میں شرکت کرنے والوں کو جب تک وہ اجازت نہ دے دیں یا تدفین عمل میں نہ آ جائے اس وقت تک وہ جا نہیں سکتے. تیسرا

صاحب خانہ کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر آنے والا شخص واپس نہیں جا سکتا. آنے والا شخص جب تک اس کے گھر میں ہوتا ہے وہ اس پر امیر ہوتا ہے" ۵۰ ۔

۱۵ ۔ احرام کھلنے کا دوسرا مرحلہ :

جب حاجی طواف افاضہ سے فارغ ہو جائے گا تو اس کے لئے عورت سے ہم بستری کی بندش بھی کھل جائے گی ۔

۱۶ ۔ منیٰ کو دوبارہ روانگی :

حاجی پھر منیٰ واپس آ جائے گا. یہاں رات گذارے گا اور اگلے دن یعنی ذی الحجہ کی گیارہویں تاریخ اور اس سے اگلے دن یعنی بارہویں تاریخ کو تینوں شیطانوں (جمرات) کو کنکریاں مارے گا. ۔۔۔۔ پھر اس کی مرضی ہوگی تو واپس مکہ مکرمہ چلا جائے گا اور اگر مرضی ہوگی تو منیٰ میں قیام کر کے اگلے دن (ذی الحجہ کی تیرھویں تاریخ) تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارے گا. اس کے بعد مکہ مکرمہ واپس جا کر طواف وداع کرے گا. یہ طواف بھی طواف افاضہ کی طرح ہے۔ اور اس کے بعد وہ اپنے گھر کی طرف واپسی کا سفر شروع کر دے گا۔

حجاب : پردہ

۱ ۔ عورت کا لباس :

عورت اپنے لباس کے اوپر لمبی چادر اوڑھے گی جو اس کے سارے جسم کے لئے ساتر ہوگی۔ ارشاد باری ہے:

یدنین علیھن من جلابیبھن اپنی چادریں اپنے اوپر ڈال کر تھوڑی سی نیچی کر لیا کریں) یہ لمبی چادر اوڑھنی کے اوپر ہوگی جس سے چہرہ چھپایا جاتا ہے۔ اگر عورت باہر جانا چاہے تو اس چادر میں جائے گی اور یہ صرف اپنے گھر میں اتارے گی اس قاعدے سے مستثنیٰ صرف بوڑھی عورت ہے۔ بوڑھی عورت کے لئے اجنبی مردوں کے سامنے لمبی چادر اتار دینا جائز ہے تاہم سر پر اوڑھنی برقرار رہے گی جس سے بال نظر نہ آئیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول والقواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن۔ اور جو عورتیں جوانی سے گذر بیٹھی ہوں اور انہیں نکاح کی امید نہ ہو تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنی چادریں اتار دیں) کی یہ تفسیر کی ہے کہ چادریں اتارنے کا مطلب ہے کہ وہ اپنی لمبی چادریں اتار کر رکھ دیں جو اوڑھنی کے اوپر ہوتی ہیں اگر وہ یہ چادریں کسی اجنبی مرد کے سامنے اتار دیں اور ان کے سروں پر موٹے کپڑے کے دوپٹے

ہوں تو اس میں کوئی گناہ نہیں [۵۱] ۔ یہاں اجنبی مرد سے مراد ہر وہ مرد ہے جو اس کا محرم نہ ہو. اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے جو عورتیں قواعد نہ ہوں یعنی جوانی سے گذر نہ بیٹھی ہوں ان کے لئے غیر محرموں کے سامنے اپنی لمبی چادریں اتارنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ عورت کی زیب و زینت یا بناؤ سنگھار:

عورت پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنی اندرونی زیب و زینت اپنے شوہر اور اپنے محرموں کے سوا ہر ایک کی نظروں سے پوشیدہ رکھے۔ اس زینت میں انگوٹھی. کنگن وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول (ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا۔ اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے) کی تفسیر میں فرمایا:

زینت یا بناؤ سنگھار سے مراد یہ زیوارت ہیں یعنی بالیاں، بازو بند پازیب اور ہار وغیرہ" آپ نے یہ بھی فرمایا: "بناؤ سنگھار کی دو قسمیں ہیں. ایک تو وہ ہے جسے صرف شوہر دیکھ سکتا ہے اور وہ انگوٹھی اور کنگن ہیں اور دوسری جس پر غیروں کی نظر بھی پڑ سکتی ہے وہ ہے ظاہری لباس" [۵۲]

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ عورت کے لئے یہ جائز نہیں سمجھتے کہ وہ اپنے لباس کے سوا جس میں چادر، جلباب (لمبی چادر یا برقعہ) اور دوپٹہ داخل ہیں اپنا بناؤ سنگھار اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرے۔اس حقیقت کی تعبیر کلام اللہ کی اس آیت میں ہے (الا ماظھر منھا: بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے)

حجامہ: سینگی یا پچھنے لگانا

۱۔ تعریف:

محجم یا سینگی کے ذریعے علاج کرنے کو حجامت کہتے ہیں۔ محجم ایک آلہ ہے جس سے ہوا نکال دی جاتی ہے اور پھر اسے جلد پر رکھ کر منھ سے چوسا جاتا ہے۔

۲۔ روزے پر اس کا اثر:

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ سینگی لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ آپ کا قول ہے:
"روزہ دار کے لئے سینگی لگوانے میں کوئی حرج نہیں ہے" [۵۳] (دیکھئے لفظ صیام. فقرہ ۲۲، جز۔ ج)

حجر: پابندی لگانا

۱۔ تعریف :

کسی مشروع سبب کی بنا پر کسی تصرف قولی کے نفاذ کو روک دینا حجر کہلاتا ہے۔

۲۔ حجر کے اسباب :

ا۔ یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ دیوانگی، غلامی اور بالغ نہ ہونا حجر کے مشروع اسباب ہیں، ان کے علاوہ کچھ اسباب یہ ہیں :

ب۔ مرض الموت : مرض الموت میں گرفتار مریض کو اپنے مال میں تہائی کے اندر اندر تصرف کا حق ہے بقیہ مال میں تصرف پر پابندی ہے۔حضرت ابن مسعودؓ کا اس شخص کے متعلق قول ہے جس نے اپنی بیماری میں اپنا غلام آزاد کر دیا ہو اور اس کا اس کے سوا اور کوئی مال نہ ہو کہ اس غلام کا تہائی آزاد ہو جائے گا ۵۴

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس قسم کا آزاد شدہ غلام اپنی قیمت کے حصول کے لئے دوڑ دھوپ کرے گا اور اس کی قیمت اس کے قائم مقام ہو جائے گی۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک عورت کے متعلق جس نے اپنی لونڈی آزاد کر دی تھی اور اس کا اس لونڈی کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا، فرمایا کہ اس کی لونڈی اپنی قیمت کے لئے دوڑ دھوپ یعنی کام کاج کرے گی ۵۵ ایک شخص نے اپنے مرض الموت میں ایک لونڈی خرید کر اسے اپنی موت کے وقت آزاد کر دیا۔ لونڈی کو فروخت کرنے والے قیمت کا مطالبہ کرنے آ گئے لیکن لونڈی کے پاس کچھ نہیں تھا، معاملہ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس چلا گیا آپ نے لونڈی سے فرمایا، "تو اپنی قیمت کے لئے سعی کر" ۵۶

جب ہم حضرت ابن مسعودؓ کے مطلق کلام کو ان کے مقید کلام پر محمول کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس لونڈی کا تہائی حصہ بغیر کسی معاوضہ کے آزاد ہو جائے گا اور اسکے ذمہ یہ ہو گا کہ بقیہ دو تہائی قیمت مرنے والے کے ورثاء کو ادا کرنے کی غرض سے وہ دوڑ دھوپ اور کام کاج کرے۔ اس لئے کہ مرض الموت میں مبتلا مریض کا اپنے مال میں تہائی کے اندر تصرف درست ہوتا ہے۔

ج۔ انوثت (مونث ہونا) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ عورت پر پابندی برقرار رہے گی اور اس کے لئے اپنے شوہر یا کسی اور کے

لئے اپنے مال میں سے تبرع کرنا (بلا معاوضہ نیکی کے طور پر دے دینا) جائز نہیں ہو گا جب تک کہ اس کی شادی کو ایک سال کا عرصہ نہ گذر جائے یا کوئی بچہ نہ پیدا ہو جائے۔ قاضی شریح کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں کسی لڑکی کی طرف سے دیئے گئے کسی عطیئے کو جائز قرار نہ دوں جب تک اس کے ہاں بچہ نہ پیدا ہو جائے یا شادی کے بعد شوہر کے گھر میں اسے ایک سال نہ گذر جائے [۵۷] حضرت ابن مسعودؓ بھی اس مسئلے میں حضرت عمرؓ کی رائے رکھتے تھے اگرچہ آپ سے اس کی تفصیل منقول نہیں ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کے اس قول (ولا تؤتوا السفہاء اموالکم۔ اور تم بے وقوفوں کو اپنا مال حوالے نہ کرو) کی تفسیر میں آپ سے یہ منقول ہے کہ سفہاء سے مراد عورتیں اور بچے ہیں [۵۸]

اس مسلک کی وجہ جواز یہ حقیقت ہے کہ شادی کے ابتدائی ایام میں شوہر کی طرف سے جس حسن سلوک اور نازبرداری کا مظاہرہ ہوتا ہے اس سے بیوی اپنے مال میں بے تکے طریقے سے تصرف کرتی ہے (اور اپنا سب کچھ شوہر کے حوالے کر دینے میں خوشی محسوس کرتی ہے ـ ترجم) اس بنا پر احتیاطاً اس کے اپنے مال میں تصرف پر اس مدت کے لئے پابندی لگا دی گئی ـ واللہ اعلم

الحجر الاسود : حجر اسود

حج میں حجر اسود کا استلام یعنی چھونا، بوسہ دینا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۷، جز ـ الف) اور (حج فقرہ ۱۴، ۱۶)

دخول مکہ کے بعد حجر اسود کے استلام سے ابتدا کرنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ، ۷، جز ـ الف)

حجر اسود سے طواف کی ابتدا کرنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۷، جز ـ الف)

حد : حد، سزا

اس موضوع پر درج ذیل نکات کے تحت بحث کریں گے:

۱ـ تعریف
۲ـ حد میں پردہ پوشی
۳ـ حد حق اللہ ہے
۴ـ حد کون قائم کرے گا؟

۵۔ جسے حد لگتی ہے
۶۔ حد قائم کرنے کی جگہ
۷۔ حد ساقط ہونا
۸۔ غلام کے لئے اس کی تخفیف
۹۔ کئی حدود کو ایک، دوسرے میں مدغم کر دینا
۱۰۔ حدود ثابت کرنا
۱۱۔ حدود کی قسمیں
۱۲۔ حد اور تعزیر کو یکجا کر دینا

۱۔ تعریف:

حد وہ سزا ہے جو شریعت کی طرف سے کسی خاص جرم کے لئے مقرر کی گئی ہو

۲۔ حد میں پردہ پوشی (دیکھئے لفظ تستر، فقرہ ۲)

۳۔ حد حق اللہ ہے:

حد اللہ کے حقوق میں سے ایک حق ہے اس میں کسی بندے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ اس اصول کے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

الف۔ اس کی پردہ پوشی کا جواز، بلکہ ایسے جرم کے مرتکب کے لئے جس میں حد واجب ہوتی ہو۔ افضل یہ ہے کہ وہ اپنے اس جرم پر پردہ پڑا رہنے دے اور اللہ سے توبہ استغفار کرے۔ اسی طرح اس جرم کے عینی شاہد کو بھی چاہئے کہ اس کا پردہ رکھے اور مجرم کو نصیحت کرے اور اسے توبہ کرنے کے لئے کہے۔ اگر حدود حقوق العباد میں سے ہوتے تو ان کی پردہ پوشی کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا کیونکہ اس طرح لوگوں کے حقوق ضائع ہوتے اور سارا نظام بگڑ جاتا (دیکھئے لفظ تستر، فقرہ ۲، جز۔ ب)

ب۔ حد کی معافی کا عدم جواز: چونکہ حد حق اللہ ہے اس لئے اسے معاف کر دینے کا حق نہ تو اس شخص کو حاصل ہے جس کے خلاف جرم کیا گیا ہے اور نہ ہی عدالت یا قاضی کو، اسی طرح نہ اس میں زیادتی ہو سکتی ہے اور نہ کمی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: ”کسی والی یا حاکم کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے پاس کوئی حد آئے اور وہ اسے جاری نہ

کرے" ۵۹؎

ج۔ حد میں شفاعت یا سفارش کا عدم جواز (دیکھئے لفظ شفاعہ، فقرہ ۲)

۴۔ کون حد جاری کرے گا:

ا۔ امام یا اس کا نائب: اصل میں حد جاری کرنا امام المسلمین کی ذمہ داری ہے، اس لئے کہ حد حق اللہ ہے اور امام ہی حقوق اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے، البتہ اسے اختیار ہے کہ یہ کام حکام اور قاضیوں کے حوالے کر دے۔ اسی بنا پر حضرت ابن مسعودؓ عراق میں وہاں کے قاضی کی حیثیت سے حدود جاری کیا کرتے تھے۔

ب۔ آقا: آقا کو اختیار ہے کہ وہ اپنے غلام یا لونڈی پر حد جاری کرے ۶۰؎ اس لئے کہ مالک ہونے کی حیثیت سے آقا کو اپنے غلام یا لونڈی پر اسی طرح ولایت حاصل ہے جس طرح امام المسلمین کو اپنی رعایا پر۔ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے آکر کہا کہ میری لونڈی زنا کی مرتکب ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا "اسے پچاس کوڑے لگاؤ" ۶۱؎

یوں ظاہر ہوتا ہے کہ جس حد کا نفاذ آقا اپنے غلام پر کرنے کا اختیار رکھتا ہے یہ وہ حد ہے جس میں کسی عضو یا جان کا اتلاف نہیں ہوتا یعنی صرف کوڑے والی حد۔ اس لئے کہ کوڑے والی حد تادیب (کسی کو ادب سکھانا اور سیدھا کرنا) سے زیادہ قریب ہے اور آقا کو اپنے غلام کی تادیب کا اختیار ہے۔ اسی لئے حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ اس قسم کی حد جو آقا اپنے غلام پر جاری کرتا ہے اس میں اعلان کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ جائز ہے کہ آقا اپنے گھر میں اپنے غلام پر یہ حد جاری کر دے ۶۲؎

۵۔ المحدود: وہ شخص جس پر حد کا نفاذ کیا جاتا ہے۔

کسی شخص پر کسی حد والے جرم کی وجہ سے اس وقت تک حد نہیں جاری کی جائے گی جب تک اس میں درج ذیل شرطیں نہ پائی جائیں:

ا۔ عقل: اس لئے کہ مجنون پر حد جاری نہیں ہوگی اس پر سب کا اجماع ہے اور چونکہ نابالغ پر اس کے ناقص العقل ہونے کی بنا پر حد جاری نہیں ہوتی تو مجنون پر جس کی سرے سے عقل نہیں ہوتی بطریق اولی حد جاری نہیں ہو سکتی۔

ب۔ بالغ ہونا: اس لئے نابالغ پر حد جاری نہیں ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک

لڑکی لائی گئی جس نے چوری کی تھی لیکن اسے ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا تھا. آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا ۶۳۔

ج ۔ اختیار کا پایا جانا. اس لئے اس شخص پر حد جاری نہیں کی جائے گی جسے جرم کے ارتکاب پر مجبور کیا گیا ہو۔ اس پر سب کا اجماع ہے (دیکھئے لفظ اکراہ. فقرہ ۳)

د ۔ حرمت کا علم. اس لئے اگر کسی شخص نے حد والے کسی جرم کا ارتکاب کیا جبکہ اسے اس کی حرمت کا علم نہیں تھا تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ عبداللہ بن انیس نے اپنی بیوی سے ایلاء کر لیا اور پھر کہیں چلا گیا. پانچ ماہ بعد واپس آیا تو بیوی سے ہم بستری کر لی. غسل سے فراغت کے بعد جب گھر سے باہر آیا تو بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے. دوستوں نے پوچھا تو اس نے بتادیا کہ بیوی سے ہم بستری کی تھی. اس پر دوستوں نے کہا کہ تم نے اس سے ایلاء کیا تھا۔ اس نے اثبات میں جواب دیا. اس پر اس کے دوستوں نے اسے بتایا کہ وہ تو تم سے علیحدہ یعنی بائن ہو چکی ہے۔ یہ لوگ علقمہؒ کے پاس گئے لیکن وہاں مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ علقمہؒ ان سب کو لے کر حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آ گئے اور سارا ماجرا آپ سے کہہ سنایا۔ آپ نے سُن کر فرمایا: ''اس سے کہو کہ اس کی بیوی بائن ہو چکی ہے۔ اب اسے پیغام نکاح دے'' چنانچہ عبداللہ بن انیسؓ نے ایسا ہی کیا اور مہر میں کئی مثقال چاندی دی'' ۶۴۔

حضرت ابن مسعودؓ نے اس پر حد زنا جاری نہیں کی باوجودیکہ اس نے ہم بستری کا اعتراف کر لیا تھا. اس لئے کہ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس کی بیوی بائن ہو چکی ہے. بلکہ اس نے جو کچھ کیا یہ جانتے ہوئے کیا کہ یہ اس کی بیوی ہے۔

ھ ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ حد کے نفاذ کے لئے مجرم کی صحت کی شرط عائد نہیں کرتے تھے بلکہ بیمار پر بھی حد جاری کر دیتے تھے. کہ حضرت عمرؓ نے قدامہ بن مظعون پر کوڑوں کی حد جاری کی تھی جبکہ وہ بیمار تھے. اور اس پر کسی صحابی نے. نہ ابن مسعودؓ نے اور نہ کسی اور نے. کوئی اعتراض نہیں کیا تھا ۶۵۔

و ۔ غلام کو لگنے والی حد آزاد کو لگنے والی حد کا نصف ہوتی ہے بشرطیکہ اس حد کی تنصیف ہو سکتی ہو (دیکھئے لفظ حد. فقرہ ۸)

۶۔ نفاذ حد کی جگہ:

حضرت ابن مسعودؓ کی بزرگ صحابہ کی اقتدا میں یہ رائے تھی کہ جب مسلمان اپنے دشمنوں کے مقابلے میں صف آرا ہوں تو اس وقت کسی پر حد کا نفاذ نہ کیا جائے تاکہ سزا پانے والا اپنے دل میں بھاگ کر دشمنوں سے مل جانے کا خیال پختہ نہ کر لے یا دشمنوں کو حد کے نفاذ کے متعلق جان کر یہ سوچنے کا موقعہ نہ ملے کہ مسلمان اپنے ہی لشکر کے لوگوں کو اس لئے کوڑے مارتے ہیں کہ کوڑے کھانے والے جنگ میں حصہ لینے پر رضامند نہیں ہیں اور یہ انہیں کوڑے مار مار کر حصہ لینے پر مجبور کر رہے ہیں۔ اور اس طرح دشمنوں کے دل میں ایسے لوگوں سے رابطہ کرنے کا خیال نہ پیدا ہو جائے۔ عبدالرزاق نے علقمہ بن قیسؒ سے روایت کی ہے کہ مسلمانوں کے امیر لشکر ولید بن عتبہؓ کو کہیں سے شراب ہاتھ آ گئی جسے پینے کے بعد امیر لشکر پر نشہ طاری ہو گیا۔ حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت ابن مسعودؓ کو لوگوں نے آ کر کہا کہ شراب کی حد جاری کی جائے دونوں حضرات نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ہمیں دشمنوں کا سامنا ہے اور ہمیں یہ پسند نہیں ہے کہ انہیں اس کا پتہ لگ جائے اور اس طریقے سے ہمارے خلاف ان کے حوصلے بڑھ جائیں اور ہمارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے۔ ۶۲۔ (دیکھئے لفظ قضاء۔ فقرہ ۔ جز۔ ب)

۷۔ حد کا ساقط ہو جانا:

درج ذیل حالات میں حد ساقط ہو جاتی ہے:

ا۔ اگر مجرم میں وہ تمام شرائط موجود نہ ہوں جن کا نفاذ حد کے لئے اس میں پایا جانا ضروری ہے (دیکھئے لفظ حد)

ب۔ اگر جرم کا ارتکاب دشمنوں کی سرزمین میں کیا گیا ہو اس لئے کہ ایسی سرزمین حکومت اسلامیہ کی دسترس سے باہر ہوتی ہے۔

ج۔ شبہ کی بنا پر خواہ یہ شبہ مجرم کی ذات میں پایا جائے مثلاً ہم بستری کرنے والے کا یہ تصور کہ شرعی لحاظ سے حلال ہم بستری کی ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں تھا، یا محل جرم میں شبہ ہو مثلاً مشترک لونڈی کے ساتھ ہم بستری یا سبب جواز میں شبہ ہو مثلاً کسی نے بغیر گواہوں کے نکاح کر لیا یا اثبات جرم میں شبہ پیدا ہو جائے مثلاً حد کے متعلق اقراری مجرم اپنے اقرار سے پھر جائے یا مثلاً حد کے متعلق عورتوں کی گواہی وغیرہ۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اللہ کے بندوں سے جہاں تک ہو سکے

حدود اور قتل کو دور رکھو" ۶۷۔ نیز آپ نے فرمایا: "جب تمہیں حد کے بارے میں شبہ لاحق ہو جائے تو حد کو ختم کر دو" ۶۸۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: "جہاں تک ہو سکے حدود کو لوگوں سے دور رکھو اگر معاف کرنے میں تم سے غلطی ہو جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم غلطی سے کسی کو سزا دے بیٹھو، اور اگر کسی مسلمان کی سزا میں اس کے لئے کوئی گنجائش نکل آئے تو سزا کے طور پر جو حد اسے لگنے والی ہے اسے ہٹا دو" ۶۹۔ اس کا علم سب کو ہے کہ حدود کے بارے میں شبہات کے متعلق یہی اقوال حضرت ابن مسعودؓ سے قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ دہرایا کرتے تھے ۷۰۔

۸۔ غلام کے حق میں حد کا نصف ہو جانا:

چونکہ حد حق اللہ ہے اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے غلام کے ارتکاب جرم پر اس کے حق میں حد کی تنصیف کر دی بشرطیکہ یہ حد قابل تنصیف ہو، یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں ایک شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس اپنی لونڈی لے کر آیا اور کہا کہ اس نے ارتکاب زنا کیا ہے تو آپ نے فرمایا: "اسے پچاس کوڑے لگا دو" ۷۱۔ حضرت ابن مسعود نےؓ یہ حکم اس لئے دیا تھا کہ رقیق (غلام یا لونڈی) میں صفت احصان نہیں ہوتی اس لئے رقیق کو ہر حالت میں کوڑے ہی لگیں گے، اور چونکہ آزاد کے لئے جب وہ ارتکاب زنا کرے اور اس میں صفت احصان مکمل نہ ہو تو ایسی صورت میں اسے سو کوڑے لگتے ہیں اس لئے آپ نے اس کے آقا کو پچاس کوڑے لگانے کا حکم دیا اور فرمایا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ لونڈی کو سزا آدھی ملے لیکن چھوٹ آدھی نہ ملے" ۷۲۔

۹۔ حدود کا ادغام:

اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے کہ حد حق اللہ ہے اگر کوئی شخص متعدد یکساں جرائم کرتا ہے جس کی وجہ سے اس پر کئی حدود واجب ہو جاتے ہیں خواہ یہ جرائم متعدد اشخاص کے خلاف کئے گئے ہوں اور مجرم کو ان میں سے پہلے جرم کی سزا نہ ملی ہو تو ایسی صورت میں سزائیں ایک دوسرے میں مدغم ہو جائیں گی اور ایسے مجرم کو صرف ایک سزا ملے گی یعنی اس پر صرف ایک حد کا نفاذ ہو گا۔ مثلاً ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ منہ کالا کیا اور اس پر حد زنا جاری نہیں ہوئی۔ پھر اس نے دوسری کے ساتھ منہ کالا کر لیا تو اب ایسی صورت میں اس پر زنا کی صرف ایک حد جاری ہوگی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "ایک شخص نے کسی پر تہمت (یعنی تہمت زنا) لگائی، پھر کچھ وقت گذار کر کسی اور پر اسی قسم کی تہمت لگا دی تو اسے حد قذف کے طور پر ایک ہی حد لگے گی" ۷۳۔

اگر حدود مختلف ہوں اور ان میں سے ایک حد قتل ہو تو ایسی صورت میں مجرم کو صرف قتل کر دیا جائے گا اور بقیہ تمام حدود ساقط ہو جائیں گی اس لئے کہ سزائے موت میں یہ تمام داخل حدود سمجھی جائیں گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب دو حدیں یعنی سزائیں جمع ہو جائیں اور ان میں سے ایک سزائے موت ہو تو یہ دوسری سزا پر غالب آ جائے گی" ۷۴۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: "جب قتل کی صورت میں کسی کو سزا مل گئی تو اس سے ہر سزا مٹ گئی" ۷۵۔

۱۰۔ حدود کا اثبات:

حدود کا اثبات گواہی (دیکھئے لفظ شھادۃ)، اقرار (دیکھئے لفظ اقرار) اور قوی قرائن کے ذریعے ہوتا ہے مثلاً غیر شادی شدہ عورت کا حاملہ ہونا یا شراب کی قے کرنا وغیرہ (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۴)

۱۱۔ حدود کی قسمیں:

حدود کی چھ قسمیں ہیں حد زنا (دیکھئے لفظ زنا فقرہ ۴)، شراب خوری اور نشہ بازی کی حد (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۵)، حد قذف (دیکھئے لفظ قذف، فقرہ ۳) اور حد سرقہ (دیکھئے لفظ سرقہ، فقرہ ۵) ان کے علاوہ باقی حدود کے سلسلے میں ہمیں ابن مسعودؓ کا کوئی قول نہیں ملا۔

۱۲۔ حد اور تعزیر کی یکجائی (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۵)

حداد: سوگ منانا

عدت گذارنے والی عورت کا خواہ یہ عدت شوہر کی موت کی بنا پر ہو یا طلاق کی وجہ سے، بناؤ سنگھار نہ کرنا حداد کہلاتا ہے (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۴، جز۔ ھ)

حدث: حدث، نجاست حکمیہ

۱۔ تعریف اور قسمیں:

نجاست حکمیہ کو حدث کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔ حدث اکبر، جس سے غسل واجب ہوتا ہے (دیکھئے لفظ غسل) اور حدث اصغر جس سے وضو واجب ہوتا ہے (دیکھئے لفظ وضو)

۲۔ حدث اکبر

ا۔ اس کا سبب:

۱) جماع، خواہ انزال ہو یا نہ ہو مگر ذکر کی سپاری فرج میں غائب ہو جائے

۲) شہوت کے ساتھ انزال منی خواہ جماع کی وجہ سے خارج ہو یا کسی اور وجہ سے

۳) حیض

۴) نفاس

ب۔ اس کے اثرات:

جماع یا شہوت کے تحت انزال سے لاحق ہونے والے حدث اکبر میں نماز، مسجد میں قیام، طواف کعبہ اور تلاوت قرآن سب ممنوع ہو جاتی ہیں، قرآن مجید کو ہاتھ لگانا بھی ممنوع ہو جاتا ہے البتہ کسی حائل یعنی کپڑے وغیرہ کے ذریعے اسے ہاتھ لگایا جا سکتا ہے۔

حیض یا نفاس سے لاحق ہونے والے حدث اکبر میں ایسی عورت سے ہم بستری بھی ممنوع ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ حیض)

ج۔ حدث اکبر غسل کے ذریعے زائل ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ غسل)

۳۔ حدث اصغر:

ا۔ اس کا سبب وضوء کو توڑ دینے والے (نواقض وضوء) اسباب میں سے کسی سبب کا پیدا ہونا ہے (دیکھئے لفظ وضوء)

ب۔ اس کے اثرات، حدث اصغر سے نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۴، جز۔ الف) اور قرآن کو چھونا ممنوع ہو جاتا ہے۔

ج۔ حدث اصغر وضوء کے ذریعے زائل ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ وضوء)

حرام: حرام

۱۔ تعریف:

حرام حلال کی ضد ہے نیز ہر اس فعل کو بھی حرام کہتے ہیں جس کے بارے میں شریعت کی طرف سے قطعی نہی (ممانعت) کا صیغہ وارد ہوا ہو اور اسے اس کے اصل معنی سے موڑنے کے لئے کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔

۲۔ حرام کے احکام:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حرام کام کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح انسان کے لئے اپنی حرام کمائی

کھانا بھی جائز نہیں ہے لیکن اگر کوئی دوسرا اسے حرام کھلائے تو آیا اسے کھالینا چاہیئے یا نہیں؟
ظاہر تو یوں ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ اس اصول کے قائل ہیں کہ "حرام دو شخصوں تک متعدی نہیں ہوتا ہے" اس بنا پر آپ نے مسلمان کو کسی دوسرے کی حرام کمائی میں سے کھانے کی اجازت دے دی ہے بشرطیکہ وہ اسے جائز طریقے سے کھائے اس لئے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا (لا تزر وازرۃ وزر اخری) . ایک شخص نے آپ سے پوچھا: "میرا ایک پڑوسی ہے، مجھے اس کی کمائی میں خبث یا حرام کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا، وہ مجھے کھانے کے لئے بلاتا رہتا ہے، اگر میں اس کے ہاں جا کر کھالوں تو کیا میں گنہگار ٹھہروں گا؟" آپ نے جواب دیا: "اس کے ہاں چلے جایا کرو" یا یوں فرمایا: "اس کی دعوت قبول کر لیا کرو اس کی حرام یا خبیث کمائی کا بوجھ اس کے سر ہے" ۲۹؎

کسی شوہر کا اپنی بیوی سے کہنا: "انتِ علیّ حرام، تو مجھ پر حرام ہے" (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۴. جز ب، فقرہ ۱)

حرز : محفوظ جگہ، ایسی جگہ جہاں چیزوں کو حفاظت کے لئے رکھا جائے۔

چوری کی حد کے نفاذ کے لئے حرز یعنی محفوظ جگہ سے چرانے کی شرط (دیکھئے سرقہ، فقرہ ۴، جز ج)

حرق : جلا دینا ـــ آگ لگا دینا

جہاد میں زرعی پیداوار کو آگ لگا دینے کی ممانعت (دیکھئے لفظ جہاد، فقرہ ۲)

حرم : حرم، احترام کی جگہ

حرم مکہ (دیکھئے لفظ مکہ)

ہدی کا حرم میں ذبح ہونا (دیکھئے لفظ احصار، فقرہ ۲) اور (حج، فقرہ ۱۳، جز ـ ب)

حریر : ریشم

مردوں کے لئے ریشم پہننے کی حرمت (دیکھئے لباس، فقرہ ۱)

حق : حق ـــ سچائی

زمین سے فائدہ اٹھانے کے حق کی فروخت (دیکھئے لفظ ارض، فقرہ ۱، جز ج، فقرہ ۱)

حلف : قسم اٹھانا

حلف کے معنی یمین یعنی قسم کے ہیں (دیکھئے لفظ یمین)

حلی : زیورات

۱ ۔ تعریف :

بناؤ سنگھار کے لئے استعمال کئے جانے والے زیورات خواہ پتھر کے ہوں یا دھات کے بنے ہوں. حلی کہلاتے ہیں۔

۲ ۔ تلوار کا زیور (مثلاً سونے یا چاندی کی تپری وغیرہ جو تلوار کے دستہ یا نیام پر چڑھائی جاتی ہے)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دشمن کو جلانے اور غصہ دلانے کے لئے آلات جنگ کو آراستہ کیا کرتے تھے۔ مسعودی کہتے ہیں: "میں نے قاسم بن عبد الرحمٰن (حضرت ابن مسعودؓ کے پوتے) کے گھر میں ایک تلوار دیکھی جو میں نے چاندی کے عوض خرید لی. پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ حضرت ابن مسعودؓ کی تلوار تھی" ۷؎

۳ ۔ زیورات کی زکوٰۃ :

حضرت ابن مسعودؓ عورتوں کے زیورات میں زکوٰۃ واجب سمجھتے تھے جب وہ نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائیں۔آپ فرمایا کرتے. "زیورات میں زکوٰۃ ہے" ۸؎ آپ کی زوجہ محترمہ نے آپ سے کہا. "میرے کچھ زیورات ہیں" آپ نے پوچھا "کیاان کی قیمت دو سو درہم ہے؟ اگر ہے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے" بیوی نے کہا. "میرے کچھ یتیم بھتیجے ہیں. کیا یہ زکوٰۃ میں انہیں دے سکتی ہوں؟" آپ نے اثبات میں جواب دے کر انہیں ایسا کرنے کی اجازت دے دی ۹؎ (دیکھئے لفظ زکوٰۃ. فقرہ ۵. جز ۔ ب)

۴ ۔ جس چیز پر سونے یا چاندی کی پتریاں چڑھی ہوئی ہوں انہیں اسی جنس (سونے یا چاندی) کے بدلے فروخت کر دینا (دیکھئے لفظ بیع. فقرہ ۱. جز ۔ ج)

حمی : محفوظ چراگاہ

۱ ۔ تعریف :

امام المسلمین صدقات وغیرہ کے جانوروں کے لئے جس جگہ کو مخصوص کر دیتا ہے اسے حمی کہتے ہیں

مروی نہیں جو آپ نے حضرت عمرؓ یا حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ سے کیا ہو جب کہ ان دونوں حضرات نے بعض اراضی کو حمی کے طور پر مخصوص کر دیا تھا حتیٰ کہ ابن قدامہ نے یہ کہہ دیا ہے کہ حمی کے سلسلے میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے اٹھائے ہوئے اقدامات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علم میں تھے اور کسی نے ان پر تنقید نہیں کی اس طرح یہ ایک اجماعی امر ہو گیا [۸۰]

حمل : حمل

حاملہ عورت کی عدت (دیکھئے لفظ عدۃ. فقرہ ۲. جز ب) اور (لفظ عدۃ. فقرہ ۴. جز۔ الف)

حمل بلوغت کی ایک علامت ہے (دیکھئے لفظ بلوغ. فقرہ. ۲. جز۔ ب)

حاملہ عورت کو طلاق دینا (دیکھئے لفظ طلاق. فقرہ ۷. جز۔ ب)

عدت گزارنے والی حاملہ عورت کا نان و نفقہ (دیکھئے لفظ عدۃ. فقرہ ۳. جز۔ د. فقرہ ۴. جز۔ د)

حاملہ کا نکاح (دیکھئے لفظ نکاح. فقرہ ۴. جز۔ ب)

حیض : حیض

۱۔ تعریف :

حیض اس خون کو کہتے ہیں جسے ایک ایسی بالغ عورت کا رحم جسے کوئی بیماری نہ ہو حمل اور نہ ہی وہ سن ایاس (عمر کا وہ حصہ جہاں پہنچ کر عورت کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے) کو پہنچ گئی ہو. خارج کرتا ہے۔

۲۔ حائضہ عورت کے لئے کن چیزوں کی بندش ہے :

ا۔ حائضہ کے لئے ان ہی چیزوں کی ممانعت ہے جن کی ایک جنبی کے لئے ہے یعنی نماز، طواف کعبہ، قرآن پڑھنا اور اسے ہاتھ لگانا اور مسجد میں قیام. البتہ گذرنے کی اجازت ہے. وہ کسی غرض سے مسجد میں داخل ہو سکتی ہے البتہ ٹھہر نہیں سکتی. حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا.

"حیض والی عورت مسجد میں کوئی چیز رکھ سکتی اور اسے وہاں سے لے سکتی ہے" [۸۱]

ب۔ ان کے علاوہ روزہ رکھنا بھی حرام ہے وہ ماہواری کے ایام میں روزے نہیں رکھے گی اور پاک ہونے کے بعد ان کی قضا کرے گی. اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے [۸۲]

(دیکھئے لفظ صیام فقرہ ۶ اور ۱۰ جز۔ ب) اسی طرح اس کے ساتھ ہم بستری بھی بالا جماع حرام ہے۔ ارشاد باری ہے (ویسالونک عن المحیض . قل ھواذی فاعتزلوا النساء فی المحیض اور آپ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک تکلیف ہے۔ اس لئے تم حیض کے ایام میں عورتوں سے دور رہو)

۳۔ حیض عورت کی بلوغت کی علامت ہے (دیکھئے لفظ بلوغ، فقرہ ۲ جز۔ ب)

۴۔ حیض سے غسل واجب ہو جاتا ہے:

جب ماہواری کے ایام گزر جائیں تو حائضہ پر غسل واجب ہوتا ہے (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۲، جز۔ الف)

۵۔ حیض عدت طلاق اور استبراء رحم (رحم کا حمل سے خالی ہونا) کے لئے بنیاد ہے۔ طلاق یافتہ عورت تین حیض کی عدت گذارے گی، ارشاد باری ہے (والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء اور طلاق یافتہ عورتیں تین قروء یعنی حیض تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں گی۔ یعنی عدت گذاریں گی) (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۳، جز ب فقرہ ۲) نیز حیض کے ذریعے استبراء رحم ہو گا (دیکھئے لفظ استبراء، فقرہ ۳)

۶۔ حیض کے دوران طلاق دینا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۷)

حیض بالغ ہونے کی علامت ہے (دیکھئے لفظ بلوغ، فقرہ ۲، جز۔ ب)

طلاق رجعی پانے والی مطلقہ کا تیسرا حیض شوہر کو اس سے رجوع کر لینے سے مانع نہیں ہوتا جب تک وہ حیض سے پاک ہونے کے لئے غسل نہ کر لے (دیکھئے لفظ رجعہ، فقرہ ۲، جز۔ ب)

حیلہ: حیلہ کرنا

زکوۃ کو ساقط کرنے کے لئے حیلہ کرنا (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۹)

حیہ: سانپ

سانپ کو مار ڈالنے کا جواز (دیکھئے لفظ حیوان، فقرہ ۱)

حیوان: جانور

۱۔ موذی جانور کو ہلاک کرنا:

حضرت ابن مسعودؓ ایسے جانور کو ہلاک کرنے کی اجازت دینے والوں میں سے تھے جو فطرتاً موذی ہو، خواہ وہ حملہ آور نہ بھی ہو مثلاً سانپ، بچھو، کھٹمل وغیرہ آپ کہا کرتے۔ "جس نے ایک سانپ کو ہلاک کیا اس نے گویا ایک کافر کو قتل کیا۔ اور جس نے ایک بچھو کو مار ڈالا اس نے بھی گویا ایک کافر کا صفایا کر دیا" [۸۳] آپ خود کھٹمل کو مار کر اسے ریت میں دبا دیتے تھے [۸۴]

۲۔ ہلاک شدہ جانور کو مٹی میں دبا دینا:

حضرت ابن مسعودؓ موذی جانور کو ہلاک کرنے کے بعد اسے مٹی میں دبا دینا مستحب سمجھتے تھے تاکہ مردار بن جانے کی صورت میں بھی لوگ اسی طرح اس کی ایذا رسانی سے محفوظ ہو جائیں جیسا کہ اسے ہلاک کر کے اس کی ایذا رسانی کا خاتمہ کر دیا گیا تھا اسی بنا پر آپ کھٹمل یا پسو کو مار کر مسجد کی ریت میں کھنگار اور بلغم کی طرح دبا دیتے۔ اس موقعہ پر آپ یہ آیت تلاوت فرماتے (الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا۔کیا ہم نے زمین زندوں اور مردوں سب کے جمع کرنے کی جگہ نہیں بنائی) [۸۵]

۳۔ حرم میں کن کن جانوروں کو نیز محرم کے لئے کون کون سے جانور ہلاک کرنا ممنوع ہے اور اگر محرم ایسا فعل کر لے تو اس پر عائد ہونے والا جرمانہ کیا ہے (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۶، جز۔ د، فقرہ ۴)

کون کون سے جانور حلال ہیں اور کون کون سے حرام (دیکھئے لفظ طعام، فقرہ ۲)

جانور کو شرعی طریقے سے ذبح کرنا (دیکھئے لفظ ذبح)

جانور کا بیع سلم (دیکھئے لفظ سلم، فقرہ ۵ جز الف)

سدھائے ہوئے جنگلی جانور کے ذریعے شکار کرنا (دیکھئے لفظ صید، فقرہ ۳، جز الف)

حوالہ جات

حرف الحاء

۱۔ التعریفات الفقھیہ لمحمد عمیم الاحسان

۲۔ عبدالرزاق ص ۲۰۱ جلد ۱۱

۳۔ عبدالرزاق ص ۱۹۹ جلد ۱۱

۴۔ المحلی ص ۶۹ جلد ہفتم، سنن بیہقی ص ۳۴۲ جلد چہارم۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۳۶ جلد اول المجموع ص ۱۳۲ جلد ہفتم، المغنی ص ۲۹۵ جلد سوم

۵۔ المجموع ص ۱۳۰ جلد ہفتم

۶۔ الاعتبار ص ۱۵۳

۷۔ سنن بیہقی ص ۲۲۲ جلد پنجم۔ المحلی ص ۱۱۴ جلد ہفتم۔ المجموع ص ۲۵۱ جلد ہشتم

۸۔ المجموع ص ۱۴۰ جلد ہفتم

۹۔ المغنی ص ۲۷۷ جلد سوم

۱۰۔ سنن بیہقی ص ۵ جلد پنجم

۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ جلد اول

۱۲۔ حوالہ موجود نہیں

۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۲۔ ب جلد اول

۱۴۔ المحلی ص ۴۷ جلد ہفتم

۱۵۔ المحلی ص ۷۵ جلد ہفتم

۱۶۔ منیٰ میں کافی کافی فاصلے سے تین جگہوں پر تین ستون بنے ہوئے ہیں۔ انہی ستونوں کو جمرات کہا جاتا۔ ان جمرات پر کنکریاں مارنا بھی حج کے اعمال اور مناسک میں سے ہے۔ جمرہ عقبہ وہ ستون ہے جس پر دسویں ذی الحجہ کو سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ اس روز اس کے سوا اور کسی جمرہ پر کنکریاں نہیں پھینکی جاتیں۔ جمرات کی ترتیب میں جمرہ عقبہ آخری جمرہ ہے۔ مترجم۔

۱۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۷۸ جلد اول۔ کنزالعمال ۱۲۴۲۴۔ المحلی ص ۱۳۶ جلد ہفتم، المغنی ص ۴۳۰ جلد سوم

۱۸۔ سنن بیہقی ص ۴۴ جلد پنجم، المحلی ص ۱۳۷ جلد ہفتم

۱۹۔ سنن بیہقی ص ۱۲۱ جلد پنجم، ابن ابی شیبہ ص ۱۹۵ جلد اول، المغنی ص ۴۱۷ جلد سوم

۲۰۔ آثار ابی یوسف رقم ۴۷۴، المحلی ص ۱۳۵ جلد ہفتم، کنزالعمال ۱۲۴۲۱

۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ جلد اول، المحلی ص ۱۹۸ جلد ہفتم

۲۲۔ المحلی ص ۲۲۵ جلد ہفتم

۲۳۔ عبدالرزاق ص ۴۰۱ جلد چہارم، سنن بیہقی ص ۱۸۰، ۱۸۴ جلد پنجم. المحلی ص ۲۲۸ جلد ہفتم، المغنی ص ۵۱۱ جلد سوم

۲۴۔ عبدالرزاق ص ۴۰۰ جلد چہارم، المغنی ص ۵۱۰ جلد سوم

۲۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ جلد اول

۲۶۔ آثار ابی یوسف رقم ص ۵۰۲ ابی شیبہ ص ۱۹۷ جلد اول. عبدالرزاق ص ۴۲۲ جلد چہارم سنن بیہقی ۲۰۸ جلد پنجم. المجموع ص ۳۳۹ جلد ہفتم

۲۷۔ المغنی ص ۵۱۶ جلد سوم (شاید یہ شتر مرغ کے انڈوں کے متعلق ہے)

۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۷ جلد اول. المحلی ص ۲۳۴ جلد ہفتم

۲۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵ جلد اول. المحلی ص ۲۵۱ جلد ہفتم

۳۰۔ سنن بیہقی ص ۸۳، ۹۵ جلد پنجم، ابن ابی شیبہ ص ۱۹۲، ۱۹۴ جلد اول. المغنی ص ۴۷۳ جلد سوم

۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ جلد اول. المجموع ص ۶۹ جلد ہشتم

۳۲۔ سنن بیہقی ص ۹۵ جلد پنجم

۳۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ جلد اول

۳۴۔ المغنی ص ۳۸۷ جلد سوم

۳۵۔ المحلی ص ۹۷ جلد ہفتم. المجموع ص ۸۶ جلد ہشتم

۳۶۔ المجموع ص ۶۹ جلد ہشتم. ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ جلد اول۔

۳۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ جلد اول. المغنی ص ۴۰۹ جلد سوم

۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ جلد اول

۳۹۔ بخاری شریف. کتاب الحج. المغنی ص ۴۱۹، ۴۶۰ جلد سوم، ابن ابی شیبہ ص ۱۷۹۔ ب. ص ۱۹۷ جلد اول

۴۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۸۔ ب. جلد اول. المغنی ص ۴۲۳ جلد سوم. المجموع ص ۱۳۷ جلد ہشتم

۴۱۔ سنن بیہقی ص ۱۲۱ جلد پنجم

۴۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ جلد اول; المجموع ص ۱۳۷ جلد ہشتم

۴۳۔ بخاری شریف. مسلم شریف کتاب الحج، باب رمی جمرۃ العقبہ. المغنی ص ۴۲۷ جلد سوم. المجموع ص ۱۴۲ جلد ہشتم، ابن ابی شیبہ ص ۱۶۹۔ ب جلد اول

۴۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۰۔ ب جلد اول

۴۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۵ جلد اول

۴۶۔ المغنی ص ۴۲۷، ۴۵۱ جلد سوم

۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶۔ ب جلد اول

۴۸۔ المحلی ص ۱۴۹، ۱۷۱ جلد ہفتم
۴۹۔ المحلی ص ۱۵۲ جلد ہفتم
۵۰۔ آثار ابی یوسف رقم ۴۱۳
۵۱۔ تفسیر ابن کثیر ص ۳۰۴ جلد دوم، سنن بیہقی ص ۹۳ جلد ہفتم
۵۲۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۳ جلد سوم، ابن ابی شیبہ ص ۲۲۲ جلد دوم
۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۵۔ ب جلد اول، الاعتبار ص ۱۴۱، المغنی ص ۱۰۳ جلد سوم
۵۴۔ المحلی ص ۲۹۸ جلد ہشتم اور ص ۳۴۹ جلد نہم
۵۵۔ المحلی ص ۳۴۹ جلد نہم
۵۶۔ المحلی ص ۲۹۸، ۳۰۶ جلد ہشتم، ص ۲۹۸ جلد نہم
۵۷۔ موسوعہ فقہ عمر بن الخطاب، لفظ ہبہ، فقرہ ۳، جز۔ ز
۵۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۴۵۲ جلد اول، المحلی ص ۲۸۸ جلد ہشتم
۵۹۔ عبدالرزاق ص ۳۷۰ جلد ہفتم، سنن بیہقی ص ۳۱۸ جلد ہشتم، کنزالعمال ۱۳۴۲۶، کشف الغمہ ص ۱۴۱ جلد دوم
۶۰۔ المغنی ص ۱۶۷ جلد ہشتم
۶۱۔ عبدالرزاق ص ۲۱۱ جلد دہم، المحلی ص ۱۶۴ جلد گیارہ
۶۲۔ المحلی ص ۱۶۴ جلد گیارہ
۶۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۴۔ ب جلد دوم
۶۴۔ آثار ابی یوسف رقم ۷۶۴، عبدالرزاق ص ۴۵۹ جلد ششم
۶۵۔ المغنی ص ۱۷۳ جلد ہشتم
۶۶۔ عبدالرزاق ص ۱۹۸ جلد پنجم
۶۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۹ جلد دوم، عبدالرزاق ص ۴۰۲ جلد ہفتم، سنن بیہقی ص ۲۳۸ جلد ہشتم
۶۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۹ جلد دوم، المحلی ص ۲۵۳ جلد ہشتم، المغنی ص ۲۱۱ جلد ہشتم
۶۹۔ سنن بیہقی ص ۲۳۸ جلد ہشتم
۷۰۔ موسوعہ فقہ عمر، لفظ حد، فقرہ ج، جز۔ ۵
۷۱۔ عبدالرزاق ص ۲۱۱ جلد دہم
۷۲۔ سعید بن منصور ص ۳۰۴، جز اول جلد سوم
۷۳۔ عبدالرزاق ص ۴۳۴ جلد ہفتم
۷۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲۴ جلد دوم، المغنی ص ۱۹۰، ۲۹۹ جلد ہشتم
۷۵۔ عبدالرزاق ص ۱۹ جلد دہم۔
۷۶۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ جلد پنجم
۷۷۔ سنن بیہقی ص ۱۴۴ جلد چہارم

۷۸۔ المجموع ص ۳۱، ۴۳ جلد ششم۔ المحلی ص ۷۵ جلد ششم

۷۹۔ الاموال نمبر ۴۴۰۔ عبدالرزاق ص ۸۳ جلد چہارم

۸۰۔ المغنی ص ۵۲۹ جلد پنجم

۸۱۔ عبدالرزاق ص ۳۲۶ جلد اول۔ کنزالعمال ۲۷۷۲۸

۸۲۔ عبدالرزاق ص ۳۳۲ جلد اول

۸۳۔ عبدالرزاق ص ۴۳۶ جلد دہم۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۰۔ ب جلد اول۔ المحلی ص ۴۰۴ جلد ہفتم۔ آثار ابی یوسف ۵۱۲

۸۴۔ کشف الغمہ ص ۸۷ جلد اول

۸۵۔ حوالہ سابق

حرف الخاء
خ

خاتم : انگشتری

خاتم نام ہے اس چیز (انگوٹھی) کا جسے انگلی میں زینت کے طور پر یا مہر لگانے کی غرض سے پہنا جاتا ہے حضرت ابن مسعودؓ بھی انگوٹھی پہنتے تھے جس پر نقش کے طور پر دو تلواروں کی دھار کے درمیان درخت کا نشان بنا ہوا تھا [1]

عورت اپنی پہنی ہوئی انگشتری کو پوشیدہ رکھے (دیکھئے لفظ حجاب، فقرہ ۲)

خراج : خراج

ا ۔ بزور شمشیر فتح ہونے والی زمینوں پر امام المسلمین کی طرف سے عائد کردہ ٹیکس کو خراج کہتے ہیں۔

۲ ۔ خراج اس وقت تک واجب رہتا ہے جب تک یہ مفتوحہ زمین کسی غیر مسلم کے قبضے میں رہتی ہے۔ ایک مسلمان پر عشر اور خراج دونوں ایک ساتھ عائد نہیں کئے جا سکتے (دیکھئے لفظ ارض، فقرہ ۳) اور (زکوٰۃ، فقرہ ۷، جز ۔ ب)

۳ ۔ خراج کی ادائیگی ذلت کی نشانی ہے (دیکھئے لفظ ارض، فقرہ ۱، جز ۔ ج، فقرہ ۱)

خرء : بیٹ، پاخانہ

پرندے کی بیٹ کی نجاست معاف ہے (دیکھئے نجاسہ، فقرہ ۲ جز ۔ ب، فقرہ ۵)

خطا : غلطی

غلطی سے کیا ہوا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۵، جز ۔ ج)

خطبہ : خطبہ

۱۔ خطبہ جمعہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ ط)

۲۔ خطبہ عید (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۷، جز۔ ب)

۳۔ خطبہ حاجت:

الف۔ خطبہ حاجت اس خطبے کو کہتے ہیں جو اپنی حاجت کے بیان یا طلب سے پہلے دیا جاتا ہے مثلاً خطبہ نکاح وغیرہ۔

ب۔ حضرت ابن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ حاجت ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ میں تشہد پڑھتے تو اس طرح فرماتے۔ (الحمد للہ نستعینہ ونستغفرہ ، ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ، من یھد اللہ فلا مضل لہ ، ومن یضلل فلا ھادی لہ ، واشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ ، ارسلہ بالحق بشیراً و نذیراً بین یدی الساعۃ. من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ، ومن یعصھما فانہ لایضر الاّ نفسہ ولا یضر اللہ شیئاً)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ہم اس سے مدد طلب کرتے اور اس سے بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں جس کو اللہ نے ہدایت دے دی اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے گمراہ کر دیا اس کا کوئی ہادی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ نے انہیں قیامت سے پہلے بشارت دینے اور ڈرانے والا بنا کر اور حق دے کر بھیجا جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لی اسے راہ ہدایت مل گئی اور جس نے نافرمانی کی اس نے اپنی جان کو نقصان پہنچایا، اور اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا) [۲] امام ابو یوسف نے "الاثار" میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک دفعہ خطبہ نکاح دیا تو آپ نے اس کی ابتدا خطبہ حاجت سے کی [۳]

خف : چمڑے کا موزہ

خف اس موزے کو کہتے ہیں جو چمڑے وغیرہ سے بنایا جاتا ہے اور ٹخنوں یا اس سے اوپر تک کے حصوں کو چھپا لیتا ہے۔

وضوء میں موزوں پر مسح (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۲ جز۔ د)

حاجی کے لئے موزوں کی ممانعت اور عورت کے لئے ان کی اجازت (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۶، جز۔ د فقرہ ۱)

خلاف : اختلاف

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس خیال کے حامل تھے کہ جب کسی مسئلے میں اجتہادی آراء مختلف ہوں اور امیرالمومنین ایک رائے کے قائل ہوں تو رعایا کو بھی امیرالمومنین کی رائے کی اتباع کرنی چاہئے اور اس سے اختلاف کرنا ان کے لئے جائز نہیں اس لئے کہ امیرالمومنین کا اس رائے کو اختیار کر لینا ہی اس رائے کی ترجیح کی علامت ہے حضرت عثمانؓ نے بحیثیت خلیفہ منٰی میں چار رکعتیں پڑھیں اور قصر نہیں کیا یہ خبر جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے سنتے ہی انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر اپنے افسوس کا اظہار کیا۔ کیونکہ آپ منٰی میں چار رکعتوں والی نمازوں میں قصر کے قائل تھے، لیکن آپ خلیفہ المسلمین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز باجماعت پڑھنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ کے ایک رفیق نے آپ سے کہا کہ آپ تو ابھی انا للہ پڑھ رہے تھے اور اب حضرت عثمانؓ کے ساتھ نماز کے لئے تیار ہو گئے ہیں اس پر آپ نے جواب دیا: ”اختلاف میں شر و فساد ہوتا ہے“ ؎

خلخال : پازیب

عورت کو اپنے پاؤں میں پہنے ہوئے پازیب کو غیر مردوں کی نظروں سے چھپانا چاہئے (دیکھئے لفظ حجاب، فقرہ ۲)

خلع : خلع کرنا، بیوی سے کچھ لے کر اسے طلاق دے دینا

۱۔ تعریف :

کچھ معاوضہ لے کر خلع یا لفظ برائت وغیرہ کے ذریعے طلاق دے دینا خلع کہلاتا ہے۔

۲۔ خلع کی مشروعیت :

اگر شوہر ظالم نہ ہو تو ایسی صورت میں خلع جائز ہے اور اس کی وجہ سے شوہر گنہگار بھی نہیں ہوتا، لیکن اگر شوہر ظلم کرتا ہو اور پھر خلع کا اقدام کرے تو وہ اپنی بیوی سے اس کے معاوضہ میں جو مال لے گا وہ مال حرام ہو گا۔ اس مسئلے میں صحابہ کرامؓ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ۵

۳۔ خلع طلاق ہے :

خلع حقیقت میں طلاق ہے ۲ اور اس سے طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "طلاق بائن صرف خلع یا ایلاء کی صورت میں واقع ہوتی ہے" ۷ (دیکھئے لفظ طلاق, فقرہ ۵)

۴۔ خلع کی عدت کے دوران طلاق دے دینا :

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ خلع حاصل کرنے والی عورت پر اس کے شوہر کی طرف سے دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی جب تک وہ عدت میں ہے۔آپ سے منقول ہے "خلع حاصل کرنے والی عورت پر طلاق پڑ جائے گی جب تک وہ عدت میں ہے" ۸

خلوۃ : تنہائی

۱۔ تعریف :

یہاں خلوت سے ہماری مراد ہے مرد کا عورت کے ساتھ کسی ایسی جگہ رہنا جہاں کسی اور کی دخل اندازی نہ ہو۔

۲۔ خلوت کے اثرات :

اجنبی عورت کے ساتھ خلوت موجب گناہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ رہے مگر اس وقت جبکہ کوئی محرم ساتھ ہو)

ایک روایت کے مطابق حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک مہر کے وجوب پر خلوت کا کوئی اثر نہیں ہوتا اگر یہ خلوت اس عورت کے ساتھ ہو جائے جس سے عقد نکاح ہو چکا ہے اگر کسی نے کسی عورت سے عقد نکاح کیا پھر اس کے ساتھ خلوت میسر آ گئی لیکن ہم بستری نہیں ہوئی پھر اس نے

اسے طلاق دے دی تو مہر کی آدھی رقم کی ادائیگی واجب ہوگی جیسا کہ خلوت سے پہلے ہی طلاق دے دینے کی صورت میں مہر کی آدھی رقم واجب ہوتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اس شخص کے متعلق جسے اپنی بیوی کے ساتھ خلوت حاصل ہو جاتی ہے پھر اسے چھونے سے پہلے طلاق دے دیتا ہے، فرمایا: "اس کی بیوی کو مہر کی آدھی رقم ملے گی اگرچہ وہ اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ کر (بغیر جماع کئے) اٹھ کھڑا ہوا ہو" [۹] دوسری روایت میں ہے کہ خلوت سے مہر کی پوری رقم واجب ہو جاتی ہے۔ اور عدت بھی لازم ہو جاتی ہے۔ آپ کا قول ہے "جب پردے لٹکا دیئے جائیں اور دروازے بند کر دئے جائیں تو پورا مہر لازم ہو جاتا ہے اور اسی طرح عدت بھی۔ یہی روایت حضرت ابن مسعودؓ سے صحیح اور محفوظ ہے [۱۰]

خمار: دوپٹہ

خمار دوپٹے کو کہتے ہیں جس سے عورت اپنا سر ڈھانک لیتی ہے (دیکھئے لفظ حجاب، فقرہ ۱)

خمر: شراب

دیکھئے لفظ اشربہ

خنزیر: سور

سور نجس عین ہے اور اس کی کھال دباغت سے بھی پاک نہیں ہوتی (دیکھئے لفظ جلد، فقرہ ۲)

خوف: خوف

صلوٰۃ خوف (دیکھئے لفظ صلوٰۃ، فقرہ ۱۸)

خوف کے وقت کی دعا (دیکھئے لفظ دعاء، فقرہ ۳، جز۔ ھ)

خیار: اختیار

۱۔ تعریف:

کسی عقد یا سودے میں طرفین میں سے کسی ایک کو اس سودے کو فسخ کرنے یا باقی رکھنے کا حق دے دینا خیار کہلاتا ہے۔

۲۔ خیار کی قسمیں:

خیار کی کئی قسمیں ہیں جن میں سے ہمیں حضرت ابن مسعودؓ کی فقہ میں درج ذیل ملی ہیں؛

ا۔ خیار عتق (آزادی ملنے کی وجہ سے حاصل ہونے والا اختیار) جب کوئی غلام کسی لونڈی سے نکاح کر لے اور پھر لونڈی آزاد ہو جائے اور شوہر غلام رہے تو آزاد شدہ بیوی کو اختیار ہو گا کہ اپنے شوہر کے ساتھ رہے یا اس سے علیحدگی حاصل کر لے۔ پھر اگر اس کا شوہر بھی آزاد ہو جائے تو بیوی کا اختیار ساقط ہو جائے گا ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر لونڈی آزاد ہو جائے اور وہ کسی غلام کی بیوی ہو لیکن اسے حاصل ہونے والے اختیار کا علم نہ ہو یا اس نے علم کے باوجود اپنے اختیار سے کام نہ لیا یہاں تک کہ اس کا شوہر بھی آزاد ہو گیا تو وہ اس کی بیوی رہے گی یہاں تک کہ وہ خود یا اس کا شوہر مر جائے" [۱]

ب۔ خیار تغریر:

۱) تغریر کا مطلب دھوکا دینا ہے۔ جس شخص نے کسی کو دھوکا دیا تو دھوکا کھانے والے کو اس بیع کے باقی رکھنے یا ختم کر دینے کا اختیار ہے۔ دھوکے کی ایک قسم تصریہ یا بکری کی تحفیل ہے یعنی تھن کو پھلانا جس کی صورت یہ ہے کہ بائع تھوڑے دودھ والی بکری کے تھن باندھ دے یا بچے کو ماں کا دودھ پینے نہ دے تاکہ تھن میں دودھ جمع ہو جائے اور خریدار جب اسے دیکھے تو یہ سمجھے کہ اس کا دودھ زیادہ ہے حالانکہ ایسا نہ ہو. اس لئے اگر کوئی شخص دھوکے میں آ کر اس قسم کی بکری خریدے اور پھر اصلیت ظاہر ہو جائے تو اسے اختیار ہو گا کہ بکری واپس کر کے سودا ختم کر دے یا اسی حالت میں رکھ لے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ صادق و مصدوق (سچ بولنے والے جن کی سچائی کو سب نے تسلیم کیا) ابو القاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایسے جانوروں کی فروخت ایک فریب ہے جن کے تھن بڑے کر دیئے گئے ہوں اور کسی مسلمان کو فریب دے دینا حلال نہیں ہے [۲] ایک روایت میں ہے کہ "کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی کو فریب دے" [۳]

۲) اگر خریدار نے خیار تغریر کے حق کو استعمال کرتے ہوئے بکری واپس کر کے بیع فسخ کر دی تو اس کے ساتھ ایک صاع (ایک پیمانہ جو ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے) خرما بھی دیگا۔ یہ اس دودھ کا معاوضہ ہو گا جو اس نے بکری سے حاصل کیا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا" جس نے پھولے ہوئے تھن والی بکری خرید لی اور پھر اسے واپس کر دیا تو وہ اس

کے ساتھ ایک صاع خرما بھی دے گا" [۱۴] حضرت ابن مسعودؓ نے دودھ کی قیمت کی واپسی کی بجائے ایک صاع خرما واپس کرنے کے لئے کہا ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت منقول ہے (جس شخص نے تصریہ کی ہوئی بکری خریدی تو اسے تین دنوں تک اختیار ہے چاہے تو اسے رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع خرما بھی واپس کرے) [۱۵]

ج۔ خیار طلاق:

۱) خیار طلاق یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو طلاق کے معاملے کا مالک بنا دے اور اسے یہ اختیار دے دے کہ اگر وہ چاہے تو اس کی زوجیت میں رہے اور اگر چاہے تو طلاق لے لے (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۲، جز الف، فقرہ ۲)

۲) اگر شوہر نے اسے طلاق کے معاملے کا مالک بنا دیا اور اسے اختیار سونپ دیا تو اسے یہ اختیار اس وقت تک حاصل رہے گا جب تک وہ اس گفتگو کی مجلس میں رہے گی۔ اگر وہ وہاں سے اٹھ جائے اور میاں بیوی الگ ہو جائیں بغیر اس کے کہ بیوی اس اختیار کا استعمال کرے، تو ایسی صورت میں شوہر کا عطا کردہ اختیار باطل ہو جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب شوہر اپنی بیوی کو امر طلاق کا مالک بنا دے اور بیوی کے فیصلے سے پہلے دونوں الگ ہو جائیں تو اب بیوی کو کوئی اختیار نہیں رہے گا" [۱۶]

۳) اگر بیوی نے گفتگو کی مجلس میں شوہر کے ساتھ رہنے پر رضامندی ظاہر کر دی تو ٹھیک ہے اور اگر طلاق کی راہ اختیار کی تو اس پر ایک رجعی طلاق واقع ہو جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نےؓ فرمایا: "اگر شوہر نے بیوی کو اختیار دیا اور اس نے اپنے شوہر کو اختیار کر لیا تو ایسی صورت میں کچھ عائد نہیں ہو گا اور اگر اس نے طلاق کی راہ اختیار کی تو یہ ایک طلاق ہو گی اور شوہر اس کا سب سے بڑھ کر حقدار ہو گا" [۱۷] (یعنی یہ طلاق طلاق رجعی ہو گی)

۴) اگر شوہر نے تین طلاقوں کا اختیار دیا اور بیوی نے طلاق کو ہی اختیار کر لیا تو ایسی صورت میں اس پر تین طلاقیں واقع ہوں گی اور جب تک کسی اور شخص سے نکاح کر کے اس سے طلاق نہ لے لے اس وقت تک اس کے لئے حلال نہ ہو گی۔ اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا: "اختیار کر" بیوی خاموش رہی پھر دوبارہ یہی الفاظ کہے۔ بیوی پھر چپ رہی۔ پھر

تیسری مرتبہ یہی الفاظ کہے جس پر بیوی نے کہا کہ میں اپنی ذات یعنی طلاق کو اختیار کرتی ہوں تو حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوں گی " [۱۸]

د ۔ مقتول کے ولی کو قصاص لینے یا دیت وصول کرنے کا اختیار (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ٦، جز الف، فقرہ ۵)

ھ ۔ عورت کو طلاق کا مالک بنانے کی صورت میں خیار مجلس (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۲، جز الف، فقرہ ۲، جز الف فقرہ ب)

و ۔ لقطہ (گری پڑی یا گمشدہ چیز کے مالک کو قیمت کی وصولی یا ثواب کے حصول کا اختیار (دیکھئے لفظ لقطہ، فقرہ ۲، جز ۔ ب)

ز ۔ خیار مقرض یعنی وہ شخص جو کسی کو قرض دے کر کہیں چلا جائے پھر اس کی طرف سے مایوس ہو کر قرض لینے والا قرض کی رقم کو صدقہ کر دے۔ اب قرض دینے والے شخص کو اختیار ہو گا کہ وہ یا تو ثواب حاصل کرے یا قرض میں دی ہوئی شے کی قیمت وصول کرے (دیکھئے لفظ قرض، فقرہ ۲ جز ۔ د)

حوالہ جات

حرف الخاء

۱۔ عبدالرزاق ص ۳۴۷ جلد اول اور ص ۳۹۵ جلد دہم
۲۔ سنن بیہقی ص ۱۴۲ جلد ہفتم
۳۔ آثار ابی یوسف رقم ۶۳۱
۴۔ آثار ابی یوسف ۱۴۷، عبدالرزاق ص ۵۱۶ جلد دوم
۵۔ المغنی ص ۵۲ جلد ہفتم
۶۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۵ جلد اول
۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۴ ب جلد اول، عبدالرزاق ص ۴۸۱ جلد ششم، المحلی ص ۲۳۸ جلد دہم
۸۔ عبدالرزاق ص ۴۸۹ جلد ششم، تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۴ جلد اول، المحلی ص ۲۳۹ جلد دہم
۹۔ سنن بیہقی ص ۲۵۵ جلد ہفتم ابن شیبہ ص ۲۱۸ جلد اول، کشف الغمہ ص ۷۲ جلد دوم، المغنی ص ۴۲۷ جلد ششم، المحلی ص ۴۸۴ جلد نہم
۱۰۔ المحلی ص ۴۸۳ جلد نہم، المغنی ص ۴۷۴ جلد ہفتم، آثار ابی یوسف رقم ۶۵۱، سنن بیہقی ص ۴۳۰ جلد ہفتم، عبدالرزاق ص ۴۷۱ جلد ششم، بخاری شریف تفسیر سورہ الطلاق، نسائی، ابو داؤد کتاب الطلاق، باب عدۃ الحامل
۱۱۔ عبدالرزاق ص ۲۵۳ جلد ہفتم، المحلی ص ۱۵۷ جلد دہم
۱۲۔ سنن بیہقی ص ۳۱۷ جلد پنجم، تکملہ المجموع ص ۱۵ جلد ۱۲، المغنی ص ۱۳۵ جلد چہارم
۱۳۔ عبدالرزاق ص ۱۹۸ جلد ہشتم، کنزالعمال رقم ۹۹۷۶
۱۴۔ عبدالرزاق ص ۱۹۸ جلد ہشتم، المحلی ص ۶۷ جلد نہم، الام ص ۱۷۶ جلد ہفتم
۱۵۔ مسلم شریف کتاب البیوع، باب النہی عن بیع المصراۃ
۱۶۔ عبدالرزاق ص ۵۲۴ جلد ششم
۱۷۔ عبدالرزاق ص ص ۸ جلد ہفتم
۱۸۔ عبدالرزاق ص ۱۲ جلد ہفتم، ابن ابی شیبہ ص ۲۴۰ جلد اول

حرف الدال

د

دابہ : ریںگنے والا جانور، سواری کا جانور، بوجھ اٹھانے والا جانور
دیکھئے لفظ حیوان

دارالحرب :

(وہ علاقہ یا ملک جہاں اللہ کے قوانین نافذ نہ ہوں، کافروں کا ملک)

دارالحرب میں حدود کا نفاذ نہیں ہوتا (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ٦)

دامعہ :

(ایسا زخم جس سے خون نکل آئے لیکن اپنی جگہ سے نہ بہے)

دامعہ کی تعریف اور اس کی وجہ سے عائد ہونے والی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ٦ جز الف، فقرہ ٣)

دامغہ :

(سر کا ایسا زخم جو دماغ کی جھلی پھاڑ کر دماغ تک پہنچ جائے)

دامغہ کی تعریف اور اس کی وجہ سے عائد ہونے والی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ فقرہ ٣ جز۔ ا فقرہ ٣)

دامیہ :

ایسا زخم جس سے خون بہنا شروع ہو جائے (دیکھئے لفظ جنایہ فقرہ الف، فقرہ ٦)

دباغہ . دباغت

کھال سے بدبو اور ناپاک رطوبتوں کی صفائی کو دباغت کہتے ہیں۔ دباغت سے کھال پاک ہو جاتی

ہے۔ (دیکھئے لفظ جلد، فقرہ ۱ اور ۲)

دبر : پاخانہ کی جگہ

۱ ۔ تعریف :

جسم کی اس جگہ کو دبر کہتے ہیں جہاں سے پاخانہ خارج ہوتا ہے۔

۲ ۔ اس کے احکام :

ا ۔ دبر میں جماع کرنے کا حکم: دبر میں عمل جنسی کرنا حلال نہیں ہے، مونث کا دبر ہو یا مذکر کا خواہ مونث اپنی بیوی ہو یا کوئی غیر۔ ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھا "کیا میں اپنی بیوی سے عمل جنسی جیسے، جس طرح اور جہاں سے چاہوں کر سکتا ہوں؟" حضرت ابن مسعودؓ نے اثبات میں جواب دیا۔ پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کو احساس ہو گیا اور اس نے حضرت ابن مسعودؓ سے عرض کیا کہ یہ شخص اپنی بیوی کے دبر میں عمل جنسی کی اجازت مانگ رہا ہے۔ آپ نے اس شخص کو واپس بلایا اور فرمایا: عمل جنسی دبر میں نہیں اس لئے کہ عورتوں کے مقاعد تم پر حرام ہیں" ۱۔

ب ۔ دبر میں عمل جنسی کے بعد غسل کرنا اسی طرح واجب ہے جس طرح فرج میں اس عمل کے کرنے کی وجہ سے (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۲، جز۔ الف)

ج ۔ اس جرم کی سزا: اگر کوئی شخص خلاف وضع فطرت عمل جنسی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی سزا کے متعلق ابن قدامہؒ نے صحابہ کرامؓ کا یہ اجماع نقل کیا ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے، البتہ قتل کی کیفیت کے متعلق ان حضرات کی آراء مختلف ہیں ۲۔

۳ ۔ استنجاء کے ذریعے دبر سے نجاست کا ازالہ (دیکھے لفظ استنجاء)

دعاء : دعا

۱ ۔ تعریف :

اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر مانگنا دعا ہے۔

۲ ۔ دعا کے آداب :

ا ۔ جب کوئی شخص اللہ سے دعا کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے ابتداء کرے پھر حضور صلی

اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے متعلق دعا کرے اور اس سے حاجت روائی چاہے اس طریقے سے دعا کی قبولیت کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی دعا کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے شروع کرے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اس کے بعد اپنے لئے دعا مانگے اس طریقے سے دعا کی قبولیت کا زیادہ امکان ہوتا ہے اور کامیابی کی زیادہ امید" ۳۔

ب۔ اگر کوئی شخص لوگوں کے ساتھ دعا مانگ رہا ہو تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ دعا میں اپنی ذات کو خاص نہ کرے بلکہ لوگوں کو بھی اس میں شامل کرے۔ حضرت ابن مسعودؓ یہ بات ناپسند کرتے تھے کہ ایک شخص لوگوں کے ساتھ دعا مانگ رہا ہو اور دعا کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھے اور انہیں شامل نہ کرے ۴۔

ج۔ یہ بھی مستحب ہے کہ دعا کی مجلس میں ایسے نیک لوگ شامل ہوں جن کی دعائیں ان کی نیکی کی وجہ سے قبولیت سے زیادہ قریب ہوتی ہیں اور اس مجلس سے ایسے لوگ دور ہیں جن کی وجہ سے دعا کے لئے قبولیت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ صبح کی نماز کے بعد ایک حلقے میں تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا: "میں اللہ کا واسطہ دے کر اس شخص کو یہاں سے چلے جانے کو کہوں گا جو قاطع رحم یعنی اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا ہے، کیونکہ ہم اپنے رب سے دعا کرنا چاہتے ہیں اور آسمان کے دروازے قاطع رحم کے ورے بند ہوتے ہیں" ۵ (دیکھئے لفظ رحم۔ فقرہ ۲)

دعا مانگنے والے کیلئے یہ مستحب ہے کہ اجابت دعا کے مواقع و مواطن (مقامات) کی جستجو میں رہے اجابت دعا کے درج ذیل مواقع و مواطن ہیں:

فرض نمازوں میں دعا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا! "اپنی حاجات فرض نمازوں پر لاد دو ۶ (یعنی فرض نمازوں میں اپنی حاجات کے لئے دعائیں مانگو۔ مترجم)

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے دوران دعا (دیکھئے لفظ حج۔ فقرہ ۸۔ جز الف)

نماز میں افتتاحی دعا (سبحانک اللھم الخ) (دیکھئے لفظ صلاۃ۔ فقرہ ۹۔ جز۔ د)

نماز میں دعائے قنوت (دیکھئے لفظ صلاۃ۔ فقرہ ۱۰۔ جز۔ د فقرہ ۳)

درود ابراہیمی (اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم الخ) پڑھنے کے بعد

دعا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ۔ ۹، جز۔ س)

نماز سے فراغت کے بعد کی دعائیں (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ۔ ۹، جز۔ ف)

سجدہ تلاوت میں دعا (دیکھئے لفظ سجود، فقرہ۔ ۳، جز۔ ج)

میت کے لئے نماز جنازہ میں دعا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ۔ ۱۶، جز۔ د فقرہ۔ ۲)

آیات قرآنی کی تلاوت کے دوران دعا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ۔ ۹، جز۔ و فقرہ۔ ۲)

ختم قرآن کے بعد دعا (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ۔ ۳، جز۔ ج)

ھ۔ حضرت ابن مسعودؓ نماز با جماعت سے فراغت کے بعد امام کے قبلہ رو ہو کر نمازیوں کی طرف پیٹھ کر کے دعا مانگنے کو ناپسند کرتے تھے، امام کو چاہئے کہ وہ نماز سے فارغ ہو کر نمازیوں کی طرف منھ کر کے دعا مانگے۔ آپ کا قول ہے: "دو باتیں بدعت ہیں، اول یہ کہ نماز سے فراغت کے بعد امام قبلہ رو ہو کر دعا مانگے، دوم یہ کہ انسان دوسرے سجدے میں جا کر یہ سوچے کہ سجدے سے اٹھنے سے پہلے اس کے لئے زمین کے ساتھ چپک جانا ضروری ہے" [۷]

و۔ دعا مانگنے کے لئے کھڑے ہونا یا بیٹھ جانا ضروری نہیں ہے بلکہ دعا مانگنے والا جس حالت میں ہو اسی حالت میں دعا کرے۔ حضرت ابن مسعودؓ کو یہ اطلاع ملی کہ کچھ لوگ کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ ان کے پاس گئے اور فرمایا کہ یہ نیا طریقہ کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اللہ کا یہ قول سنا ہے (فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم۔ اللہ کو کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور اپنے پہلوؤں پر لیٹ کر یاد کرو)۔ آپ نے فرمایا "اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھے" [۸]

۳۔ حضرت ابن مسعودؓ کی بعض دعائیں:

ا۔ نماز میں تشہد کے بعد آپ یہ دعائیں مانگا کرتے تھے (اے میرے اللہ میں تجھ سے تمام بھلائیاں جن کا مجھے علم ہے اور جن کا علم نہیں مانگتا ہوں۔ میں تجھ سے وہ تمام بھلائیاں مانگتا ہوں جو تیرے نیک بندوں نے تجھ سے مانگی ہیں۔ اور ان تمام برائیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں جن سے تیرے نیک بندوں نے تیری پناہ مانگی ہے۔ اے ہمارے

پرور دگار، ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ ہم ایمان لائے ،ہمارے گناہ بخش دے، ہمارے سیئات دور کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ اٹھا،اے ہمارے پرود گار، ہمیں وہ کچھ دے جس کا تو نے رسولوں کے ذریعے دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے دن ذلیل نہ کر-بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا) ۹؎

ب۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ کی دعا: جب آپ نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا مانگتے (اے میرے اللہ، میں تجھے تیری رحمت کو واجب کر دینے والی اور تیری بخشش کو لازم کر دینے والی باتیں مانگتا ہوں۔ میں تجھ سے ہر نیکی کا عطیہ اور ہر گناہ سے بچاؤ کا خواستگار ہوں۔ اے میرے اللہ میں تجھ سے جنت کے حصول میں کامیابی اور جہنم سے نجات کا طلب گار ہوں۔ اے میرے اللہ میرا کوئی گناہ معاف کئے بغیر، کوئی غم دور کئے بغیر اور کوئی حاجت پوری کئے بغیر نہ چھوڑ) ۱۰؎

ج۔ رات کے قریب بیدار ہو کر آپ کی دعا: آپ فرمایا کرتے: "جو شخص رات کے وقت نیند سے یہ دعا پڑھتے ہوئے بیدار ہو (اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں،اے میرے پرور دگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ تو مجھے معاف کر دے) وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جس طرح سانپ اپنی کینچلی سے باہر آ جاتا ہے" ۱۱؎

د۔ غلام خریدتے وقت آپ کی دعا: آپ جب کوئی غلام خریدتے تو یہ دعا کرتے "اے میرے اللہ اس غلام میں ہمیں برکت دے۔اس کی عمر طویل کر اور اسے بہت رزق دے" ۱۲؎

ھ۔ ظالم سلطان سے خوف کے وقت دعا: آپ فرماتے "جب تم پر کوئی ایسا حاکم ہو جس کے ظلم اور زیادتی کا خوف ہو تو اس وقت یہ دعا کرو (اے میرے اللہ اے آسمان کے رب، اے عرش عظیم کے مالک، فلاں حاکم، اس کے گروہ اور اس کی جماعت کے ظلم و زیادتی سے تو مجھے اپنی پناہ میں لے لے کیونکہ تیری پناہ میں آیا ہوا شخص معزز ہوتا ہے تیری تعریفیں بہت بلند ہیں اور تیرے سوا معبود نہیں" ۱۳؎

و۔ کسی شہر یا آبادی میں داخل ہوتے وقت آپ کی دعا: حضرت ابن مسعودؓ جب کسی آبادی یا

گاؤں میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے (اے میرے اللہ آسمانوں اور انکے نیچے پائی جانے والی چیزوں کے مالک. اے زمین اور اس پر پائی جانے والی تمام چیزوں کے مالک. اے شیاطین اور ان کے ہاتھوں گمراہ ہونے والوں کے مالک. اے ہواؤں اور ان کی وجہ سے تمام بکھر جانے والی چیزوں کے مالک. میں تجھ سے اس (شہر یا آبادی) کی بھلائی اور اس میں پائی جانے والی تمام چیزوں کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس کی برائی اور اس میں پائی جانے والی تمام چیزوں کی برائی سے تیری پناہ میں آتا ہوں"[۱۴۲]

ز۔ دلہن کے پاس جانے اور ہم بستری کی دعا۔ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ میری شادی ہو گئی ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ شاید میری بیوی مجھ سے محبت نہ کرے؟ آپ نے فرمایا: "الفت اللہ کی دین ہے اور نفرت شیطان کی کارستانی ہے تاکہ اللہ کے حلال کردہ طریقے کے خلاف ہمارے دل میں نفرت پیدا ہو جائے اس لئے جب تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے پیچھے تمہاری اقتدا میں دو رکعت نماز پڑھے اور پھر تم یہ دعا مانگو "اے میرے اللہ میرے اہل میں میرے لئے برکت دے اور میری ذات میں ان کے لئے برکت دے اور تو مجھے ان کی وجہ سے اور انہیں میری وجہ سے زرق عطا کر. اے میرے اللہ جب تک تو ہمیں اکٹھا رکھے تو بھلائی نے لئے اکٹھا رکھ اور جب تو ہمیں علیحدہ کر دے تو بھلائی کی خاطر علیحدہ کر" [۱۴۵]

آپ جب اپنی بیوی سے ہم بستری کرتے تو فراغت کے بعد یہ دعا کرتے "اے میرے اللہ. جو اولاد تو ہمیں نصیب کرے اس میں شیطان کو حصہ دار نہ بنا" [۱۴۶]

ح۔ تنگ دستی سے نجات کی دعا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جو بندہ بھی اللہ سے یہ دعائیں مانگے گا اللہ اس کی تنگ دستی دور فرما کر اسے فراخی عطا کرے گا: اے سب پر احسان کرنے والے اور کسی کا احسان نہ لینے والے. اے ذوالجلال والاکرام. اے فراخی اور بخشش دینے والے. کوئی معبود نہیں مگر تو ہی. اے پناہ کے طلب گاروں کی پشت پناہ اے پناہ میں آنے والوں کی پناہ گاہ ہے. اے خوفزدہ لوگوں کے لئے جائے امن اگر تو نے لوح تقدیر میں میرے لئے بدبختی لکھ دی ہے تو اسے مٹا دے اور لوح تقدیر میں میرے

لئے خوش بختی لکھدے، اور بھلائی اور خیر کو میرا ہم رکاب بنا دے۔ کیونکہ تو نے ہی اپنی کتاب میں فرمایا (یمحو اللہ مایشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب۔ اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے لکھ دیتا ہے۔ اور اسی کے پاس ام الکتاب یعنی لوح تقدیر ہے) [۱۷]

ط۔ سفر کی دعا: حضرت ابن مسعودؓ کہا کرتے۔ "جو شخص سفر کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے: اے میرے اللہ، مجھے خیر کی جگہ پہنچا دے اپنی بخشش اور رضا عطا کر۔ تیرے ہی قبضے میں سب بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے، اے میرے اللہ تو ہی سفر میں میرا رفیق اور میرے اہل میں میری جگہ ہے، اے میرے اللہ۔ ہم سفر کی صعوبتوں اور واپسی کی تکلیفوں سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ اے میرے اللہ، ہمارے لئے زمین کی مسافتیں لپیٹ دے اور سفر آسان کر دے" [۱۸]

ی۔ حضرت ابن مسعودؓ کی مانگی ہوئی دعائیں:

۱) اے ہمارے پروردگا، ہمارے آپس کے تعلقات درست کر دے، ہمیں اسلام کا راستہ دکھا، ہمیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آ، ہم سے پوشیدہ اور ظاہر برائیوں کو دور کر دے۔ ہمیں ہمارے کانوں ہماری آنکھوں، ہمارے دلوں، ہماری بیویوں اور ہماری اولاد میں برکت عطا کر، ہماری اور ان سب کی طرف توجہ فرما، بے شک تو ہی توجہ فرمانے والا رحم کرنے والا ہے، تو ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گذار، ان پر مطمئن ہونے والے اور انہیں پا کر خوش ہو جانے والے بنا دے، اور ان نعمتوں کو ہم پر مکمل کر دے [۱۹]

۲) اے میرے اللہ دنیا کی ہولناکیوں، زمانے کی ہلاکتوں اور لیل و نہار کے مصائب کے مقابلے میں میری مدد فرما، زمین پر ظلم کرنے والوں کی ظالمانہ کارروائیوں سے تو میرے لئے کافی ہو جا، اے میرے اللہ، سفر میں تو میرے ساتھ رہ اور حضر میں مجھے اپنے ساتھ رکھ، میرے دل میں صرف اپنی محبت پیدا کر اور لوگوں کی نظروں میں مجھے عزت دے، تو اپنے دل میں مجھے یاد کر، اور میرے دل میں اپنے لئے عاجزی پیدا کر، برے اخلاق سے مجھے بچالے، اے رحمٰن تو مجھے کس کے سپرد کرے گا؟ کیا کسی دور کے رشتہ دار کے جو میرے ساتھ ترشروئی سے پیش آئے یا کسی قریبی رشتہ دار کے جسے تو میری زمام کار کا مالک بنا دے؟ [۲۰]

۳) اے میرے اللہ ہمیں تقویٰ کا جوڑا پہنا اور پرہیز گاری کا رویہ ہم پر لازم کر دے۔ ہمیں عقل و فہم عطا کر اور ہمیں اس وقت اس دنیا سے اٹھا جب تو ہم سے راضی ہو، اور جنۃ الماوی کو ہمارا ٹھکانہ بنا۔ ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو نیکو کار ہوں، پرہیز گار ہوں، نیکو کاری کو تسلیم کرنے والے ہوں، خواہشات نفسانی سے اپنے آپ کو روکنے والے ہوں۔ جن کے لئے تو نے راحت کی چیز آسان کر دی ہو اور مصیبت کی چیز سے بچا لیا ہو۔ ہمیں ان لوگوں میں شامل کر دے جو نصیحت قبول کرتے ہیں اور نصیحت کرنا ان کے لئے فائدہ مند ہوتا ہے۔ اے میرے اللہ ہماری دوڑ دھوپ اور سعی کو قبول فرما، اور ہمارے گناہ بخش دے [۲۱]

۴) حضرت ابن مسعودؓ جب بہت الحاح اور تضرع کے ساتھ دعا مانگتے تو یوں فرماتے: "اے میرے اللہ میں تیرے فضل کے واسطے سے جس کی تو نے مجھ پر نوازش کی ہے، اور تیری مہربانی کے واسطے سے جو تو نے مجھ پر فرمائی ہے اور تیری نعمتوں کے واسطے سے جو تو نے عطا کی ہیں، تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو اپنی رحمت اپنے فضل اور اپنی بخشش سے مجھے جنت میں داخل کر دے"

۵) جب آپ اپنے رفقاء کے لئے دعا مانگتے تو یوں فرماتے: "اے میرے اللہ ہمیں ہدایت دے، اور اپنی ہدایت کو ہمارے لئے آسان کر دے۔ اے میرے اللہ راحت کی چیز کو ہمارے لئے آسان کر دے اور مصیبت کی چیز سے ہمیں بچا لے، اور ہمیں عقل و فہم عطا کر، اے میرے اللہ ہمیں تازگی اور سرور عطا کر، ہمیں ریشم اور باریک ریشمی کپڑا اور کنگن پہنا اے میرے اللہ، ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گذار اور اپنا ثناخواں بنا، ہماری طرف اپنی رحمت سے توجہ فرما۔ بے شک تو ہی توجہ فرمانے والا رحم کرنے والا ہے [۲۲]

نماز میں افتتاحی دعا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ۔ ۹، جز۔ د)

دعائے قنوت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ۔ ۱۰، جز۔ د فقرہ ۲)

سجدہ تلاوت کی دعا (دیکھئے لفظ سجود، فقرہ۔ ۳، جز۔ ج)

ختم قرآن کی دعا (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ۔ ۳، جز۔ ح)

صفا اور مروہ کے درمیانی سعی کے دوران دعا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ۔ ۸، جز۔ الف)

ابن ابی شیبہؒ نے کتاب مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن مسعودؓ کی بہت سی دعائیں نقل کی ہیں جن میں سے ہم نے درج بالا چند نمونے منتخب کئے ہیں:

دعویٰ : دعویٰ کرنا

حاکم کے سامنے کسی شخص کا کسی دوسرے پر اپنا حق ثابت کرنا یا اپنی ذات سے کسی دوسرے کے حق کی نفی کرنا دعویٰ کہلاتا ہے۔

دعوۃ : بلاوا

حضرت ابن مسعودؓ کسی مکان پر بلاوے کو اس مکان میں داخلہ کی اجازت تصور کرتے تھے: آپ فرماتے "جب تمہیں کہیں سے بلاوا آئے تو یہ تمہارے لئے وہاں داخلے کی اجازت کے مترادف ہے"[۲۳]

دفن : دفن کرنا

میت کی تدفین (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۸)

کسی خاص جگہ میت کی تدفین کی وصیت (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۸)

دم : خون

۱۔ خون کی نجاست اور اسکی وجہ سے وضو کا جاتے رہنا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ۔ ۳ جز۔ الف)

۲۔ خون بمعنی زخم وغیرہ (دیکھئے لفظ جنایہ)

۳۔ خون بمعنی ذبیحہ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ۔ ۵ جز۔ ب فقرہ۔ ج) اور حج فقرہ۔ ۲ جز۔ د، فقرہ۔ ۳) اور حج، فقرہ۔ ۲، جز۔ د فقرہ۔ ۴) اور حج، فقرہ۔ ۱۳ جز ب) اور (لفظ اضحیہ)

دملوج : بازو بند

عورت کا اپنے پہنے ہوئے بازو بند کو غیر مردوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا (دیکھئے لفظ حجاب، فقرہ۔ ۲)

دہر : زمانہ

صیام الدہر (ہمیشہ روزے سے ہونا) کی کراہت (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ۔ ۱۴، جز۔ ج)

دواء : دوا

دیکھئے لفظ تداوی

دین : دین

دیکھئے لفظ اسلام

میراث سے محرومی میں اختلاف دین کا اثر (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۔ ۴ جز ۔ الف)
مقتول کی دیت کے اختلاف میں دین کا اثر (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۔ ۶ جز ۔ ب، فقرہ ۔ ۲ جز ۔ و)

دین : قرض

دیکھئے لفظ قرض

دین اس مال کو کہتے ہیں جو کسی کے ذمہ کسی سودے یا کوئی چیز استعمال کر لینے کے نتیجے میں لگ جائے۔

غلام کو مدبر بنانے کے عمل کو دین شمار کرنا نہ کہ وصیت (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۔ ۴ جز ۔ د)
میت کے قرض کی رقمیں اس کے ترکہ سے ادا کی جائیں گی (دیکھئے لفظ ترکہ، فقرہ ۔ ۲، جز ۔ ب)

دیۃ : دیت

دیت اس مال کو کہتے ہیں جو کسی کی جان کے نقصان یا اس سے کم نقصان کے بدلے واجب ہوتا ہے۔ ہم نے دیت کے احکام کی تفصیل (جنایہ، فقرہ ۔ ۶، جز ۔ ب) بیان کر دی ہے۔

قتل عمد میں سب اولیاء مقتول یا کسی ایک کا قصاص لینے کے حق سے دست بردار ہونا دیت کو واجب کر دیتا ہے (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۔ ۶، جز ۔ الف، فقرہ ۔ ۵)

حوالہ جات

حرف الدال

۱۔ سنن بیہقی ۱۹۹ جلد ہفتم، ابن ابی شیبہ ص ۲۱۹۔ ب جلد دوم
۲۔ المغنی ص ۱۸۸ جلد ہشتم
۳۔ عبدالرزاق ص ۴۴۱ جلد دہم
۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۵ جلد اول
۵۔ عبدالرزاق ص ۱۷۴ جلد گیارہ
۶۔ المحلی ص ۱۵۰ جلد چہارم
۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶ جلد اول
۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۶ جلد اول
۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ جلد دوم، عبدالرزاق ص ۲۰۷ جلد دوم
۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۰ جلد اول
۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۲ جلد دوم
۱۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ جلد دوم
۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۱ جلد دوم
۱۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۵۶ جلد گیارہ
۱۵۔ عبدالرزاق ص ۱۹۱ جلد ششم
۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۴۔ ب جلد دوم
۱۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۰ جلد دوم
۱۸۔ کنزالعمال ۱۷۶۲۲
۱۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۹ جلد دوم
۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۰ جلد دوم
۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۰ جلد اول
۲۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۰ جلد دوم
۲۳۔ المغنی ص ۳ جلد ہفتم

حرف الذال
ذ

ذبح : ذبح کرنا

۱۔ تعریف :

گردن کی رگوں کو کاٹ دینا ذبح کہلاتا ہے۔

۲۔ شرعی ذبح کے اندر جن چیزوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے وہ ہیں : ذابح، آلہ ذبح، ذبیحہ، فعل ذبح اور ذکراللہ

۳۔ ذابح : ذبح کرنے والا

کسی کا ذبیحہ اس وقت کھایا جائے گا جب اس میں درج ذیل تین شرطین پائی جائیں گی :

الف۔ دین : ذبح کرنے والا یا تو مسلمان ہو یا اہل کتاب یعنی یہودی یا عیسائی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے قول باری (وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم۔اور ان لوگوں کا طعام تمہارے لئے حلال ہے جنہیں کتاب دی گئی ہے) کی تفسیر میں فرمایا: "اس سے مراد ان کے ذبائح (ذبح کئے ہوئے جانور) ہیں" ۱۔ اس بنا پر اہل کتاب کے سوا دوسرے مذاہب والوں مثلاً مجوس وغیرہ ۲۔ کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "تم ایسی سرزمین میں آئے ہو (یعنی اس زمانے کا عراق) جہاں مسلمان جانور ذبح نہیں کرتے، یہ کام ایرانی یا نبطی (ایک عجمی قوم) کرتے ہیں۔ اس لئے اگر تم گوشت خریدو تو پوچھ لو کہ یہ کسی یہودی یا عیسائی کا ذبیحہ ہے۔؟ اثبات کی صورت میں ایسا گوشت کھالو، کیونکہ ان کا طعام یعنی ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے" ۳۔

اسی بنا پر مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ غیر مسلموں کے بازاروں میں بکنے

والا گوشت یا ان کے ملکوں سے در آمد شدہ گوشت کھائے جب تک یہ یقینی طور سے معلوم نہ کر لے کہ یہ کسی مسلمان یا اہل کتاب کا ذبیحہ ہے۔

ب۔ نابالغ کا ذبیحہ: حضرت ابن مسعودؓ نابالغ کا ذبیحہ کھانے کی اجازت دیتے تھے اگر اسے بسم اللہ کہنے کی سمجھ ہو. آپ سے ایک بکری کے گوشت کے متعلق پوچھا گیا جسے ایک بچے نے ذبح کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اسے کھالو ۴۔

ج۔ ذبح اور ان کے احکام کی معرفت: جو شخص بسم اللہ کہنا نہ جانتا ہو اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔ والان کہتے ہیں: "میں اپنے گھر پہنچا تو وہاں ایک ذبح شدہ بکری دیکھی، پوچھنے پر پتہ چلا کہ اسے میرے غلام نے ذبح کیا ہے۔ میں نے کہا میرا غلام تو، خدا کی قسم، بسم اللہ بھی نہیں جانتا،، یعنی اسے یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ ذبیحہ کی حلت کے لئے بسم اللہ پڑھنا واجب ہے، یہ سن کر عورتوں نے کہا کہ ہم نے اسے بسم اللہ پڑھنا سکھا دیا تھا جو اس نے ذبح کرتے ہوئے پڑھ لی تھی۔ میں یہ مسئلہ پوچھنے کے لئے حضرت ابن مسعودؓ کے پاس گیا تو آپ نے مجھے اسے کھالینے کا حکم دیا ۵۔

۴۔ آلہ ذبح:

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ ذبح کا عمل کسی تیز دھار دار آلے سے صحیح ہوتا ہے۔ خواہ آلہ لوہے وغیرہ کسی دھات کا بنا ہوا ہو یا پتھر ہو یا بانس اور نرسل کا، البتہ اس قاعدے سے دانت اور ناخن مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے اگر کسی نے اپنے دانتوں سے جانور ذبح کر لیا تو اس کا کھانا حلال نہیں ہو گا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "دانت اور ناخن کے سوا ہر ایسی چیز سے ذبح درست ہے جو گردن کی رگیں کاٹ دے" ۶۔

۵۔ ذبیحہ:

ا۔ کسی ذبیحہ کے حلال ہونے کی یہ شرط ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ جانوروں میں سے ہو (دیکھئے لفظ طعام، فقرہ۔ ۲)

ب۔ جنین (رحم مادر میں پایا جانے والا بچہ) کا ذبح: اگر حاملہ جانور کو ذبح کیا جائے اور اس کے پیٹ سے زندہ بچہ بر آمد ہو تو بغیر شرعی طور سے ذبح کئے اس کا گوشت کھانا درست نہیں ہو گا۔ کیونکہ وہ ایسا حیوان تھا جو اپنی ماں سے الگ ہو کر مستقل حیثیت حاصل کر چکا

تھا۔ البتہ اگر حاملہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلے یا اس میں اتنی حرکت ہو جتنی کہ ذبح شدہ جانور میں ہوتی ہے پھر وہ فوری طور پر مر جائے تو ایسے بچے کو ذبح کئے بغیر کھا لینا جائز ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں اسے اس کی ماں کا ایک عضو سمجھا جائے گا اور ماں کا ذبح ہو جانا ہی اس کا ذبح ہونا ہے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا:
"ماں کے ذبح ہونے سے جنین ذبح ہو جاتا ہے" ۷

۶۔ فعل ذبح:

ظاہراً حضرت ابن مسعودؓ پالتو جانور کے گوشت کی حلت کے لئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ اس کی گردن پر چھری پھیری جائے اور گردن کی دو موٹی رگیں جو سر تک خون پہنچاتی ہیں کاٹ دی جائیں۔ اس لئے کہ آپ آلہ ذبح کے لئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ گردن کی رگوں کو کاٹنے کے قابل ہو جیسا کہ فقرہ ۴ میں گذر چکا ہے۔ اس لئے یہ مکروہ ہے کہ ایک ہی ضرب سے جانور کی گردن علیحدہ کر دی جائے۔ لیکن اگر ایسا کر لیا تو اس کھانا حلال ہو گا ۸

ب۔ وحشی جانور (خواہ شروع ہی سے وحشی ہو یا پہلے پالتو تھا پھر بھاگ کر جنگلی بن گیا ہو) کے جسم میں کسی بھی جگہ زخم لگا کر اس کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ جانور جس کی گردن پر چھری پھیرنے میں بے بسی ہو مثلاً وہ جانور جو کنویں میں گر گیا ہو اسے ذبح کرنے کی کسی کو قدرت نہ ہو۔ ۹ حضرت ابن مسعودؓ کے خاندان کے پاس ایک گور خر تھا جو ایک دفعہ بدمست ہو کر گھر والوں پر حملہ آور ہو گیا اور ان میں سے کسی کو کاٹ بھی کھایا، گھر کے مردوں نے اسے ہلاک کر دیا، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا یہ تو سب سے تیز ذبح ہے" آپ نے اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا ۱۰ یزید بجلی کہتے ہیں کہ لوگ کہیں سے کوفہ آئے ان کے قبیلے کے ایک شخص نے نئی شادی کی اس خوشی میں دعوت کی خاطر ایک اونٹنی خریدی لیکن وہ بدک کر بھاگ گئی اس نے دوسری اونٹنی خریدی اور اس خیال سے کہ کہیں یہ بھی نہ بھاگ جائے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور بسم اللہ پڑھ لیا، اونٹنی ہلاک ہو گئی۔ لوگوں نے اس کے گوشت کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ سے مسئلہ پوچھا آپ نے اس کے کھانے کی اجازت دیدی لیکن بخدا انکا اس گوشت کو کھانے کو دل ہی نہ مانا، انہوں نے گوشت کا ایک پارچہ حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت

میں پیش کیا. جب آپ نے وہ گوشت کھالیا تو لوگوں کو اطمینان ہوا اور پھر واپس گئے اور دعوت میں شرکت کی[۱]

اگر جانور کو زخمی کرنے کے بعد اسے ذبح کرنا ممکن ہو تو ایسی صورت میں اسے ذبح کرنا ضروری ہو گا. اس کے بغیر اس کا گوشت حلال نہیں ہو گا (دیکھئے لفظ صید. فقرہ۔ ب)

ج۔ ذبح شدہ جانور کی جان نکلنے سے پہلے اس کا کوئی عضو کاٹ کر الگ کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے ایسا کر لیا تو عضو یا ٹکڑے کا کھانا حلال نہیں ہو گا. اس مسئلے میں صحابہ کرامؓ سے کوئی اختلاف منقول نہیں ہے[۲]

۷۔ بسم اللہ پڑھنا۔ اس کے متعلق ہمیں حضرت ابن مسعودؓ سے کوئی روایت نہیں ملی سوائے اس روایت کے جو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ آپ نابالغ کا ذبیحہ کھا لینے کی اجازت دیتے تھے جبکہ وہ بسم اللہ کہنے کی سمجھ رکھتا ہو۔

۸۔ ہدی کا حرم میں ذبح ہونا (دیکھئے لفظ حج. فقرہ۔ ب)

ذکاۃ. ذبح کرنا

شرعی طریقے سے جانور ذبح کرنا ذکاۃ کہلاتا ہے اس سے گوشت کھانا حلال ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے لفظ ذبح)

ذکر اللہ. اللہ کی یاد

دیکھئے لفظ دعاء

ذمہ:

(ذمہ داری. ذمی ہونا. غیر مسلم شہری سے اسلامی حکومت کا کیا ہوا معاہدہ)

۱۔ یہاں ذمہ سے مراد وہ معاہدہ ہے جو اہل کتاب اور ان ہی جیسے اور لوگوں سے کیا جاتا ہے جس کی بنا پر انہیں اسلامی حکومت کا شہری تصور کر لیا جاتا ہے۔

ذمی کے خلاف کیا ہوا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ۴ جز۔ ب)

ذمی کی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ۲. جز۔ ب. فقرہ ۲. جز۔ د)

۲۔ نیز ذمہ سے ہماری مراد انسان کی ذات کا وہ معنوی خانہ ہے جس میں انسان پر عائد شدہ فرائض، دیون وغیرہ کی ذمہ داریوں کا احساس مستقر ہوتا ہے۔ (دیکھئے لفظ دین)

ذنب۔ گناہ

۱۔ تعریف:

شریعت کی مخالفت کو ذنب کہتے ہیں جس کی وجہ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملے گی

۲۔ گناہوں کی قسمیں: گناہوں کی دو قسمیں ہیں۔ کبائر اور صغائر

الف۔ کبائر (یعنی بڑے بڑے گناہ) کی پھر دو قسمیں ہیں۔ کبائر اور اکبرالکبائر

۱) کبائر یعنی بڑے بڑے گناہ جن میں سے بعض کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ النساء میں تیسویں آیت تک کیا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "کبائر کا ذکر سورہ النساء کی ابتدا سے لے کر تیسویں آیت تک ہے" پھر یہ آیت تلاوت کی (ان تجتنبوا کبائر ماتنھون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم ۔ اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے بچتے رہو گے تو ہم تمہاری چھوٹی موٹی برائیوں کو تمہارے حساب سے ساقط کر دیں گے) [۱۳]

۲) اکبرالکبائر (بڑے بڑے گناہوں میں سب سے بڑے گناہ) حضرت ابن مسعودؓ نے ان میں سے چار کی نشاندہی کی ہے۔آپ نے فرمایا: "بڑے بڑے گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانا، اللہ کی تدبیر سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھنا، اللہ کی رحمت سے قنوطیت (ہر دم نا امیدی کی کیفیت طاری رہنا اور ہمیشہ تاریک پہلو سامنے ہونا) اور اللہ کی رحمت سے مایوسی [۱۴]

صحیحین (بخاری اور مسلم شریف) میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "اللہ کے رسول! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟" ارشاد ہوا: "اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا" عرض کیا: "اس کے بعد کون سا؟" ارشاد ہوا: "اس خوف سے اپنے بچے کی جان لے لینا کہ وہ تمہارے ساتھ کھانے میں شریک ہو گا" عرض کیا: "اس کے بعد کون سا؟" ارشاد ہوا: "اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ منہ کالا کرنا" [۱۵]

ب۔ صغائر یعنی چھوٹے گناہ وہ ہیں جو کبائر کے علاوہ ہیں۔ شاید ان میں وہ گناہ شامل ہیں جو کبائر کے لئے زمین ہموار کرتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ارشاد باری (الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم۔ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے رہتے ہیں مگر ہاں یہ کہ ہلکے ہلکے گناہ ہو جائیں) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "آنکھوں کی زنا کاری نظر بازی ہے، لبوں کی زنا کاری بوسہ بازی ہے، ہاتھوں کی زنا کاری ہاتھ لگانا اور ٹانگوں کی زنا کاری چل کر جانا ہے۔ پھر شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب، اگر شرمگاہ کے ذریعے اقدام کر لیا تو زانی قرار پائے گا ورنہ یہ لمم (ہلکا گناہ) ہو گا" ؎

کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کو معمولی سمجھے کیونکہ ان کی کثرت اسے جہنم کی آگ میں دھکیلنے کی ذمہ دار ہوگی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "معمولی سمجھے جانے والے گناہوں کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو کسی بے آب و گیاہ سرزمین میں ڈیرے ڈال لیں، ان کے پاس خوراک ہو جسے آگ پر پکایا جا سکتا ہو، پھر یہ لوگ بکھر جائیں، کوئی خشک گوبر لے آئے، کوئی ہڈی اور کوئی لکڑی لے آئے، اور یہ ساری چیزیں جمع کرنے کے بعد کھانا پکا لیں۔ یہی حالت چھوٹے موٹے گناہوں کو حقیر سمجھنے والے شخص کی ہے۔ وہ جھوٹ بولتا ہے اور گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور اپنے گناہوں کی تعداد میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے، حتیٰ کہ ایک مقام ایسا آ جاتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اسے ان گناہوں کی سزا میں اوندھے منہ جہنم کی آگ میں گرا دے۔ ؎ صحیحین میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: "مومن اپنے گناہوں کو پہاڑ کی جڑ میں دیکھتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں ان گناہوں کی شامت کے طور پر پہاڑ اس پر نہ آ گرے اور فاجر اپنے گناہوں کو ناک پر آ کر بیٹھ جانے والی مکھی کی طرح سمجھتا ہے اور اسے ہاتھ کی حرکت سے اڑا دیتا ہے"

۳۔ گناہوں کا کفارہ:

بعض گناہ ایسے ہیں جن سے چھٹکارہ صرف ان کفارات کے ذریعے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کئے ہیں (دیکھئے لفظ کفارہ) کبیرہ گناہوں سے نجات اللہ کی راہ میں جان دے کر یا اللہ

سے خالص توبہ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ (دیکھئے لفظ توبہ) اور لفظ (شہادۃ، فقرہ ۳) جب کہ صغیرہ گناہ اعمال صالحہ مثلاً نماز وغیرہ کے ذریعے معاف ہو جاتے ہیں (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱، جز۔ ب)

۴۔ گناہ کی پردہ پوشی (دیکھئے لفظ تستّر، فقرہ ۲، جز۔ الف)

ذھب: سونا

سونے کی زکاۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۵)

حوالہ جات

حرف الذال

۱۔ المغنی ص ۵۶۷ جلد ہشتم۔ المحلی ص ۴۵۵ جلد ہفتم
۲۔ المغنی ص ۵۷۰ جلد ہشتم
۳۔ عبدالرزاق ص ۴۸۷ جلد چہارم۔ ص ۱۱۸ جلد ششم
۴۔ عبدالرزاق ص ۴۸۴ جلد چہارم
۵۔ المغنی ص ۴۴۵ جلد دوم
۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۹ جلد اول
۷۔ المحلی ص ۴۱۹ جلد ہفتم
۸۔ المحلی ص ۴۴ جلد ہفتم
۹۔ المجموع ص ۱۳۱ جلد نہم۔ المغنی ص ۵۶۶ جلد ہشتم
۱۰۔ مصنف عبدالرزاق ص ۴۶۴ جلد چہارم۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸۔ ب جلد اول۔ المحلی ص ۴۴۷ جلد ہفتم
۱۱۔ سنن بیہقی ص ۲۴۷ جلد نہم
۱۲۔ المحلی ص ۴۴۷ جلد نہم
۱۳۔ تفسیر ابن کثیر ص ۴۸۵ جلد اول۔ منہاج القاصدین ص ۲۷۶
۱۴۔ عبدالرزاق ص ۴۵۹ جلد دہم۔ تفسیر ابن کثیر ص ۴۸۴ جلد اول۔ نیز ص ۴۸۵ جلد اول۔ منہاج القاصدین ص ۲۷۶
۱۵۔ بخاری شریف تفسیر سورہ البقرہ۔ مسلم کتاب الایمان
۱۶۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۵۶ جلد چہارم
۱۷۔ عبدالرزاق ص ۱۸۴ جلد گیارہ

حرف الراء
ر

راس : سر

محرم کے لئے سر ڈھانپنا ممنوع ہے (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ٦، جز۔ د، فقرہ ۱)

ذبح کرتے وقت جانور کا سر اس کے دھڑ سے الگ کر دینا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ٦، جز۔ الف)

رؤیا : خواب

۱۔ تعریف :

نائم اپنی نیند کے دوران جو خواب دیکھتا ہے اسے رؤیا کہتے ہیں ۔

۲۔ رؤیا پر عقیدے کی بنیاد رکھنا اور عملی اقدامات کرنا

حضرت ابن مسعودؓ کا مسلک یہ تھا کہ رؤیا پر عقیدے کی بنیاد رکھنا یا عملی قدم اٹھانا جائز نہیں ہے،ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ جس شخص نے گذشتہ رات مسجد میں نماز پڑھی وہ جنت میں داخل ہو گیا، اس کی اطلاع جب حضرت ابن مسعودؓ کو ہوئی تو آپ یہ کہتے ہوئے مسجد سے باہر تشریف لے گئے کہ : "لوگو مسجد سے باہر آ جاؤ، کہیں تم پر عذاب نہ آ جائے، اس شخص نے جو خواب بیان کیا ہے یہ شیطان کا منتر ہے" ۱۔

ربا : سود

۱۔ تعریف :

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دوسرے بہت سے صحابہ کرام مثلاً حضرت عمرؓ ، حضرت عائشہؓ وغیرھم کی طرح ربا کا اطلاق ہر حرام بیع پر کرتے تھے، آپ سے یہ منقول ہے: "ایک سودے

میں دو سودے کرنا رہا ہے" ۲۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس ایک شخص نے اپنا گھوڑا رہن کے طور پر رکھا تھا. میں نے اس پر سواری کر لی. آپ نے سن کر فرمایا: "اس گھوڑے کی پشت تم نے جس قدر استعمال کی ہے وہ ربا ہے۔ ۳۔ یعنی وہ حرام ہے۔ اس لئے کہ اس نے گھوڑے کے مالک کی اجازت کے بغیر ایسا کیا۔ فقہاء نے ربا کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ہر وہ بڑھوتری جو جائز عوض کے بالمقابل نہ ہو اور جس کی سودا کرتے وقت شرط لگا دی گئی ہو" یہ تعریف ربا کی دونوں قسموں ,ربا الفضل, اور ربا النسیہ' کو شامل ہے۔ ہم انشاء اللہ حضرت ابن مسعودؓ کے مسلک کے مطابق اس تعریف کی حدود میں ربا پر تفصیلی بحث کریں گے۔

۲۔ سود کی حرمت:

سود نص قرآنی سے حرام ہے۔ ارشاد باری ہے۔ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۔ اے ایمان والو. اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو باقی رہ گیا ہے اسے ترک کر دو اگر تم مومن ہو) سود میں ملوث شخص پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے لعنت بھیجی گئی ہے۔آپؐ کا ارشاد ہے (سود کھانے والے کھلانے والے اس کی تحریر لکھنے والے اور گواہ بننے والے سب پر اللہ کی لعنت ہے. یہ سب یکساں گنہگار ہیں) حضرت ابن مسعودؓ ہر موقعہ پر اس حقیقت کا تکرار کرتے اور فرماتے: "سود کھانے والا. کھلانے والا. تحریر لکھنے والا اور گواہ بشرطیکہ انہیں اس کا علم ہو. قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے لعنت کے سزاوار ٹھہریں گے" ۴؎ نیز آپ کا قول ہے: "سود کے گناہ کے تہتر دروازے ہیں ان میں سب سے ہلکا دروازہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرے" ۵؎ سود کی حرمت سود میں ملوث انسان کے ساتھ لین دین کرنے والے دوسرے لوگوں تک متعدی نہیں ہوتی بشرطیکہ وہ اس کا سودی مال جائز طریقے سے لیں۔ اس لئے کہ حرام دو شخصوں تک متعدی نہیں ہوتا۔ ذر بن عبداللہ کہتے ہیں: "ایک شخص ابن مسعودؓ کے پاس آکر کہنے لگا کہ میرا ایک پڑوسی ہے جو سود میں ملوث ہے اور وہ مجھے ہمیشہ کھانے کی دعوت دیتا رہتا ہے" آپ نے فرمایا: "یہ تمہارے لئے مزیدار دعوت ہے جاؤ کھاؤ. باقی رہا اس کمائی کا گناہ تو وہ اس کے سر ہو گا" ٦؎

۳۔ ربا کی قسمیں:

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اس کی دو قسمیں ہیں، ربا الفضل اور ربا النسیہ

ا۔ ربا النسیہ: (ادھار کا سود) اس کی کئی صورتیں ہیں:

۱) پہلی صورت یہ ہے کہ قرض دیتے وقت کوئی شخص مدت کے بالمقابل دی ہوئی رقم سے زائد رقم کی واپسی کی شرط لگا دے۔ اسی لئے حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے: "جس شخص نے کسی سے کوئی رقم یا چیز ادھار لی ہو تو وہ اس سے زائد یا بہتر چیز کی واپسی کی شرط نہ لگائے خواہ یہ ایک مٹھی بھر چارہ ہی کیوں نہ ہو، شرط کی صورت میں یہ سود ہو گا" ے ایک شخص آپ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے فلاں شخص سے پانچ سو درہم اس شرط پر ادھار لئے ہیں کہ میں اسے اپنا گھوڑا سواری کے لئے دے دونگا۔ آپ نے فرمایا: "گھوڑے سے وہ جس قدر کام لے گا وہ سب سود ہو گا" ۸ اسی لئے حضرت ابن مسعودؓ نے قرض کی وصولی کو کسی اور سکے میں جو قرض میں دی ہوئی رقم کے سکے کے علاوہ ہو، مکروہ سمجھا ہے اس لئے کہ اس میں احتمال ہے کہ وصولی میں زائد رقم آ جائے اور وہ سود بن جائے۔ سعد بن کدام کا کہنا ہے: "مجھ سے معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعودؓ نے حلفیہ بیان کیا کہ انہوں نے اپنے دادا حضرت ابن مسعودؓ کے ہاتھ کی تحریر دیکھی ہے جس میں لکھا تھا: "ہم اس بات سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں کہ درہم دے کر دینار لیں یا دینار دے کر درہم لیں" ۹ (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ا، جز۔ ج)

۲) سونے چاندی کی بیع میں ایک بدل کا دوسرے بدل کے عوض فوراً قبضے میں نہ لینا بلکہ ایک بدل کے قبضے کو موخر کر دینا (اس مسئلے میں صحابہ کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں)

۳) اگر قرض لینے والا شرط کے بغیر واپسی کے وقت لی ہوئی چیز سے بہتر چیز واپس کر دے تو یہ سود نہیں ہوتا (دیکھئے لفظ قرض، فقرہ ۲، جز۔ ب)

ب۔ ربا الفضل: ایک چیز کو اس کی ہم جنس چیز کے بدلے کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا ربا الفضل ہے۔ المجموع میں نووی نے کہا ہے: "اگر تفاضل کے ساتھ ادھار بھی شامل ہو جائے تو اس کی تحریم پر پوری امت کا اتفاق ہے" ۱۰ یعنی اگر کوئی ایک من گندم کی فروخت دو من گندم کے بدلے ایک ماہ کے ادھار پر کرے تو یہ بیع ناجائز ہو گی۔

لیکن اگر ایک چیز کا اس کی جنس کے بدلے نقد سودا ہو تو حضرت ابن مسعودؓ دوسرے بہت سے صحابہ مثلاً ابن عمر، ابن عباس، اسامہ بن زید، عبداللہ بن زبیر، زید بن ارقم اور تابعین مثلاً سعید بن المسیّب اور عروہ بن الزبیر (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی طرح اس میں کمی بیشی کے جواز کے قائل تھے [۱۱] اس لئے کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اسامہ بن زیدؓ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ادھار میں سود ہوتا ہے" امام مسلمؒ نے ابن عباسؓ کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: "جو لین دین ہاتھوں ہاتھ ہو اس میں سود نہیں ہوتا"

لیکن حضرت ابن مسعودؓ نے جلد ہی حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی طرح نووی کے بقول اس رائے سے رجوع کر لیا۔ آپ کا قول ہے: "چاندی کی خرید و فروخت چاندی کے بدلے اسی وقت جائز ہے جب دونوں عوض ہم وزن ہوں" [۱۲] آپ کا یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے تھا کہ (سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گندم کے بدلے گندم، جو کے بدلے جو، خرما کے بدلے خرما، نمک کے بدلے نمک، برابر برابر اور دست بدست۔ پس جس نے اضافہ کیا یا زائد کا مطالبہ کیا اس نے سود کھایا، اس میں لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں) [۱۳] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے ربا الفضل (کمی بیشی کی وجہ سے سود) کو ان ہی چھ جنسوں میں محدود نہیں رکھا جن کا مذکورہ بالا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا گیا ہے۔ بلکہ آپ نے ان پر دوسرے اجناس مثلاً چنا، مسور [۱۴] اور گوشت کو بھی قیاس کیا [۱۵] یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ ایسی چیزوں کو جن کا رنگ اور مزہ یکساں ہو انہیں ایک جنس شمار کرتے ہیں، یعنی ایسی چیزوں کو ایک دوسرے کے بدلے کمی بیشی کر کے فروخت کرنا جائز نہیں [۱۶]

ربح: منافع

منافع لے کر فروخت کرنے کی صورت میں اخراجات پر منافع لینا درست نہیں (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز - ب)

ربیبۃ : بیوی کی بیٹی

بیوی کی بیٹی سے نکاح کی حرمت (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز ۔ الف، فقرہ ا، جز ۔ ب)

رجعۃ : رجوع کرنا

۱ ۔ تعریف :

شوہر کا طلاق رجعی کو منسوخ کر کے اپنی بیوی کو عدت طلاق کے اندر بسا لینا رجعت ہے۔

۲ ۔ رجعت کی شرطیں :

شوہر کو اپنی بیوی کو عدت کے اندر دوبارہ بسا لینے کا حق درج ذیل شرطوں کے ساتھ مشروط ہے:

ا ۔ شوہر کی دی ہوئی طلاق، طلاق رجعی ہو۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ اگر طلاق بائن ہو گی تو شوہر کا اسے دوبارہ بسانے کے لئے نئے سرے سے عقد نکاح کرنا ہو گا اور مہر کی رقم بھی مقرر کرنی ہو گی۔

ب ۔ مطلقہ عورت تیسرے حیض سے فراغت کے بعد غسل نہ کر چکی ہو، اگر غسل کر چکی ہو گی تو مرد کا اسے بسا لینے کا حق جاتا رہے گا، البتہ نئے سرے سے عقد نکاح کر کے اور نیا مہر دیکر وہ ایسا کر سکتا ہے۔ [۱] ایک عورت اور اس کا شوہر حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت ابن مسعودؓ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ عورت کہنے لگی: "امیر المومنین میرے شوہر نے مجھے طلاق رجعی دی تھی۔ تین حیض گزرنے کے بعد وہ میرے پاس اس وقت آیا جب میں حیض سے پاک ہونے کی خاطر غسل کے لئے پانی رکھ چکی تھی اور دروازہ بند کر کے اپنے کپڑے اتار چکی تھی، آ کر کہنے لگا کہ "میں رجوع کرتا ہوں" حضرت عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ سے ان کی رائے پوچھی آپ نے جواب دیا: "میرے خیال میں یہ اس کی اس وقت تک بیوی ہے جب تک اس کے لئے نماز حلال نہ ہو جاتی" حضرت عمرؓ نے سن کر فرمایا: "میری بھی یہی رائے ہے" [۹]

ج ۔ رجوع پر گواہ قائم کرنا، گواہ قائم کرنے کی بات دو حالتوں میں واجب ہوتی ہے:

۱) پہلی حالت، شوہر نے بیوی کو علانیہ طلاق دی ہو اگر اس نے اسے خفیہ طلاق دی ہو اور پھر

گواہ قائم کئے بغیر رجوع کر لے اور بیوی حاضر ہو تو ایسا کرنا جائز ہو گا اور رجعت ہو جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر شوہر نے خفیہ طور پر طلاق دی اور خفیہ طور پر رجوع کر لیا تو یہ رجوع ہی ہو گا۔ اگر ہم بستری کر لی تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر اس نے علانیہ طلاق دی ہو اور پھر رجوع کرے تو اسے اپنے اس رجوع پر گواہ قائم کرنے چاہئیں" [۱۹]

۲) دوسری حالت: اگر اس نے علانیہ یا خفیہ طور پر طلاق دی ہو اور پھر رجوع ایسے وقت کیا جب وہ موجود نہیں تھی تو ایسی صورت میں گواہ قائم کرنا ضروری ہو گا کیونکہ اگر عدم موجودگی کی صورت میں اس کی عدت ختم ہو جائے تو پھر شوہر کا یہ دعویٰ گواہوں کے بغیر قابل قبول نہیں ہو گا کہ اس نے رجوع کر لیا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر عدت گزرنے کے بعد وہ یہ کہے کہ میں نے رجوع کر لیا تھا تو اس کا دعویٰ گواہوں کے بغیر سچ نہیں مانا جائے گا" [۲۰]

۳) ایلاء کی صورت میں رجوع کرنا (دیکھئے لفظ ایلاء، فقرہ ۴)

رجل: پاؤں

وضو میں پیروں کا دھونا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۲، جز۔ ب)

پیروں کو نقصان پہنچانے والے جرم کی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز۔ ب، فقرہ ۲، جز۔ ج)

رجم: سنگسار کرنا

سنگسار کرنا زانی محصن کی سزا ہے (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۳، جز۔ الف) اور (لفظ احصان)

رجوع: رجوع کرنا

تبرع کے عقد میں تبرع سے رجوع کرنا (دیکھئے لفظ تبرع، فقرہ ۴)

تہائی سے زائد وصیت یا کسی وارث کے لئے وصیت کی اجازت سے رجوع کر لینا (دیکھئے لفظ وصیۃ، فقرہ ۴ جز۔ ب)

رحم: ولادت کی بنا پر قرابت داری کو رحم کہتے ہیں۔

وراثت میں ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو ذوی الفروض اور عصبات کے علاوہ ہوتے ہیں۔

۲۔ صلہ رحمی واجب ہے:

حضرت ابن مسعودؓ صلہ رحمی کے وجوب کے قائل تھے۔ قطع رحمی اللہ کے غضب اور دعا کی عدم قبولیت کی موجب ہے۔ اسی بنا پر جب صبح کی نماز کے بعد آپ ایک حلقہ میں تشریف فرما تھے تو فرمایا: ''قطع رحمی کرنے والے کو میں اللہ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ وہ یہاں سے اُٹھ کر چلا جائے۔ کیونکہ ہم اللہ سے دعا کرنا چاہتے ہیں اور قاطع رحم کے ورے آسمان کے تمام دروازے بند ہوتے ہیں'' [۱۲]

۳۔ رشتہ داروں کی قسمیں:

رشتہ داری کی دو قسمیں ہیں۔ محرم اور غیر محرم۔ ان دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔

محرم رشتہ دار سے نکاح کی حرمت (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، فقرہ ۱، جز۔ الف)

ایسی دو عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا حرام ہے جن میں سے ایک دوسری کی محرم رشتہ دار ہو (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ ا، فقرہ ۲، جز۔ ا) اور تسری، فقرہ ۲، جز۔ ح)

ایسی دو عورتوں کو بیک وقت نکاح میں نہ رکھنا مستحب ہے جن میں سے ایک دوسری کی غیر محرم رشتہ دار ہو (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ ح، فقرہ ۲)

ایسی عورت کے ساتھ تنہائی جائز ہے جو محرم رشتہ دار ہو (دیکھئے لفظ خلوۃ)

عورت اپنے محرم رشتہ دار کے سامنے اپنی لمبی چادر اتار سکتی ہے، کسی اور کے سامنے نہیں (دیکھئے لفظ حجاب، فقرہ ۱)

رقیق (غلام یا لونڈی) کا آزاد ہو جانا جب وہ کسی محرم رشتہ دار کی ملکیت میں پہنچ جائے (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۷، جز۔ ب، فقرہ ۲)

ذوی الارحام کی میراث (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۸)
محرم اور غیر محرم رشتہ دار کے پاس اجازت لے کر جانا (دیکھئے لفظ استیئذان)
اپنے غریب رشتہ دار کے لئے زکوٰۃ اپنے شہر سے دوسرے شہر میں لے جانا (دیکھئے لفظ زکوٰۃ. فقرہ ۱۳)

رخصت. اجازت، رخصت

۱۔ تعریف:

عذر کی بنا پر کسی کام کا مباح ہو جانا رخصت کہلاتا ہے۔

۲۔ رخصت پر عمل کرنے کا حکم

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ اس رائے کے حامل تھے کہ شریعت کی طرف سے دی گئی رخصتوں پر عمل نہ کرنا مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی عطا کردہ رخصتوں سے فائدہ اٹھایا جائے جس طرح اسے یہ بات پسند ہے کہ اس کے عائد کردہ فرائض پر عمل کیا جائے۔ اس بنا پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:
"حلال کو حرام سمجھنے والا حرام کو حلال سمجھنے والے کی طرح ہے" [۲۲]

نماز کے اندر رکوع کی حالت میں گھٹنوں کو پکڑے رکھنے کی رخصت (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۹. جز۔ ح. فقرہ ۴)
مشقت کی بنا پر جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کی رخصت (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۴. جز۔ الف. فقرہ ۴)

رد. لوٹا دینا

ترکہ میں ذوی الفروض کو ان کے حصے تقسیم کرنے کے بعد باقیماندہ ترکہ کو ان کے حصوں کی نسبت سے ان پر لوٹا دینا رد کہتا ہے (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۷)

ردۃ. ارتداد

۱۔ تعریف:

مسلمان کا کوئی ایسا فعل کرنا جو اسے اسلام سے خارج کر دے ردۃ کہلاتا ہے۔

۲۔ اسلام سے خارج کر دینے والی باتیں:

اگر مسلمان ضروریات دین میں سے کسی ایک کا منکر ہو جائے تو وہ خارج از اسلام ہو کر کافر اور مرتد شمار ہو گا۔ مثلاً وہ قرآن کا انکار کر دے یا اس کے کسی جز کا منکر ہو جائے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جس شخص نے قرآن کے ایک حرف کا انکار کیا اس نے پورے قرآن کا انکار کر دیا" [۲۳] اسی طرح زکوۃ کا انکار ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "تارک زکوۃ۔ جبکہ وہ اس کا منکر ہو..... مسلمان نہیں ہوتا" [۲۴] (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۲) اور (لفظ صلاۃ، فقرہ ۱، جز۔ الف) اور (صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ الف) اسی طرح ایک مسلمان اللہ یا اللہ کے رسولؐ کو سب وشتم کر کے یا ان کی شان گھٹانے والے کلمات کہہ کر خارج از اسلام ہو جاتا ہے۔

جادو اور جادو کی تصدیق سے مرتد ہو جانا (دیکھئے لفظ سحر)

۳۔ مرتد ہو جانے کے اثرات:

ارتداد پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

ا۔ مرتد کو توبہ کی ترغیب دینا: حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "مرتد کو توبہ کر کے رجوع الی الاسلام کی ترغیب دی جائے گی۔ اگر وہ رجوع کرنے پر آمادہ نہیں ہو گا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ [۲۵]

ب۔ حد قائم کرنا: ارتداد کی حد قتل ہے۔ حد کا نفاذ رجوع الی الاسلام کی ترغیب اور اس کی طرف سے ارتداد پر اصرار کے بعد ہو گا۔ حارثہ بن مضرب کہتے ہیں: "میں نے صبح کی نماز حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ پڑھی، ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرا گزر بنی حنیفہ کی مسجد جو عبداللہ بن النواحہ کی مسجد کہلاتی ہے سے ہوا تو میں نے موذن کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنا "اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان مسیلمۃ الکذاب رسول اللہ" ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے مزید کہا وہ قرآن کی تلاوت میں ایسے الفاظ اور فقرے ادا کرتے تھے جو سرے سے نازل ہی نہیں ہوئے۔ مثلاً الطاحنات طحنا العاجنات عجناً الخابزات خبزاً الا قمات لقما وغیرہ وغیرہ۔ یہ سن کر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "کون آگے آتا ہے؟" کچھ لوگ آگے بڑھے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ ابن النواحہ اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ کر میرے پاس

لے آؤ، چنانچہ وہ لائے گئے۔ آپ نے ابن النواحہ سے پوچھا کہ قرآن کے وہ الفاظ کون سے ہیں جو تو پڑھتا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ میں اس کے ذریعے آپ لوگوں کی گرفت سے بچنا چاہتا تھا. آپ نے اسے توبہ کرنے کا حکم دیا اس نے توبہ سے انکار کر دیا. آپ نے قرظہ بن کعب انصاری کو حکم دیا کہ اسے بازار میں لے جاکر اس کی گردن اڑا دو. حارثہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص ابن النواحہ کو بازار میں قتل ہوتا دیکھنا چاہے، جاکر دیکھ سکتا ہے'' میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اسے جاکر دیکھا اس کی گردن کٹ چکی تھی۔

پھر حضرت ابن مسعودؓ نے اس کے ساتھیوں کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا۔ عدی بن حاتم نے ان کی گردنیں اڑا دینے کا مشورہ دیا، لیکن جریر اور اشعث نے اٹھ کر عرض کیا کہ ان سے توبہ کرنے کے لئے کہئے اور انہیں ان کے قبیلوں کے حوالے کر دیجئے، چنانچہ ان لوگوں نے توبہ کر لی اور انہیں ان کے قبیلوں کے حوالے کر دیا گیا۔ [۲۶]

ج ۔ مرتد اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی، اس لئے کہ مرتد مشرک کی طرح ہوتا ہے اور اہل اسلام اور اہل شرک کے درمیان شادیاں نہیں ہوتیں۔

د ۔ اگر مرتد قتل ہو جائے تو اس کی بیوی عدت وفات یعنی چار ماہ دس دن گزارے گی، بشرطیکہ حاملہ نہ ہو'' [۲۷] (حاملہ ہونے کی صورت میں وضع حمل اس کی عدت ہو گی۔ مترجم)

ھ ۔ مرتد کا چھوڑا ہوا ترکہ اس کے مسلمان وارثوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا۔ (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ الف، فقرہ ۳)

رشوۃ . رشوت

۱ ۔ تعریف:

رشوت وہ نقد یا جنس ہے جو کسی حق کو باطل کرنے یا کسی باطل کو حق ثابت کرنے کے لئے خرچ ہو۔

۲ ۔ رشوت کا حکم:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رشوت کو ''سحت'' کا درجہ دیتے تھے جس کی وجہ سے اللہ نے قرآن

مجید میں یہودیوں کی مذمت کی ہے کیونکہ یہ لوگ سُحت (مال حرام) کھاتے تھے۔ ارشاد باری ہے: "سماعون للکذب اکالون للسحت ۔ یہ جھوٹی باتیں خوب سنتے اور مال حرام خوب کھاتے ہیں) حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "سُحت سے مراد رشوت ہے" ۲۸؎

۳۔ رشوت کی صورتیں:

ا۔ ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی شخص کی مٹھی اس خاطر گرم کر دے کہ وہ حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کر دے (یہ رشوت کی وہ صورت ہے جو دنیا میں عام طور پر پائی جاتی ہے۔ مترجم)

ب۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ کوئی شخص کسی کی مٹھی اس خاطر گرم کر دے کہ وہ حاکم کے پاس جاکر اس کا حق دلائے۔ اگرچہ کسی کو اس کا حق دلانے میں اس کی مدد کرنا واجب ہے لیکن اس کے معاوضہ میں کچھ لینا حلال نہیں ہے۔ اس بنا پر اس کا یہ لیا ہوا مال سُحت (مال حرام) شمار ہو گا۔ مسروق نے کہا: "میں نے حضرت ابن مسعودؓ سے سُحت کے متعلق سوال کیا کہ آیا یہ حکم یعنی فیصلہ کرنے میں رشوت لینے کا نام ہے؟" آپ نے نفی میں جواب دیتے ہوئے۔ یہ آیت تلاوت کی (ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون ..... الظالمون ..... الفاسقون، جو لوگ اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں ..... وہ ظالم ہیں ..... وہ فاسق ہیں) پھر فرمایا: "سُحت یہ ہے کہ کوئی شخص تم سے اپنی حق تلفی کی دادرسی کی خاطر مدد لے اور پھر (کام ہو جانے پر) وہ تمہیں تحفہ پیش کرے، اسے ہرگز قبول نہ کرنا" ۲۹؎ یعنی اس کا یہ تحفہ ہرگز قبول نہ کرنا۔ آپ نے اس قسم کے تحفے لینے سے منع فرمایا کیونکہ یہ سُحت ہے۔ عبدالرزاق نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: "ہمارے علاقے کا ایک آدمی مسروق کے پاس آیا اور ان سے ابن زیاد (حاکم کوفہ و بصرہ) کے پاس جاکر کسی حق تلفی میں دادرسی کی خاطر مدد چاہی۔ مسروق نے اس کی مدد کر دی۔ (اور اس کا کام ہو گیا) اس کے بعد اس شخص نے مسروق کی خدمت میں ایک لونڈی پیش کی۔ مسروق نے اسے قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے سنا ہے کہ یہ سُحت ہے" ۳۰؎ مسروق سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو حاکم کے پاس جاکر کسی کی

سفارش کرتا ہے اور اس سفارش پر اس سے تحفہ وصول کرتا ہے. تو آپ نے فرمایا: "یہی قابل مذمت چیز ہے (یعنی سُحت) ہے" [۳۱]

ج۔ اگر کوئی شخص کسی ظالم سے اپنا حق لینے کے لئے اس ظالم کو کچھ دے دیتا ہے تو رشوت کے ضمن میں نہیں آتا۔ لینے والا گنہگار ہوتا ہے لیکن دینے والے پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ بیہقی نے قاسم بن عبدالرحمٰن سے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ جب ابن مسعودؓ حبشہ گئے تو آپ کو ناحق کسی معاملے میں پکڑ لیا گیا۔ آپ نے دو دینار دے کر اپنی جان چھڑائی [۳۲]

رضاع: رضاعت

۱۔ تعریف:

پستان سے دودھ چوسنے کو رضاع کہتے ہیں۔

۲۔ جس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اس میں دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

الف۔ پہلی شرط: بچے کی عمر کے پہلے دو سالوں کے دوران رضاعت کا عمل ہونا چاہئے۔ اگر دو سالوں کے بعد یہ عمل وقوع پذیر ہوا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ صرف اسی رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جو ابتدائی دو سالوں کے دوران عمل میں آئی ہو۔ [۳۳] ایک شخص نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے کہا: "میں نے ایک عورت کے پستان سے دودھ چوسا تھا اور میرا خیال ہے کہ دودھ کے قطرے میرے پیٹ میں پہنچ گئے تھے" حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا: "میرے خیال میں تو وہ تم پر حرام ہو گئی" یہ سن کر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "دیکھو تم یہ کیسا فتویٰ دے رہے ہو" اس پر حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا: "پھر آپ کیا کہتے ہیں؟" حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "رضاعت صرف دو سالوں کے دوران ہوتی ہے" ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "رضاعت صرف وہی ہوتی ہے جو ہڈی اور گوشت پیدا کرے" یہ سن کر حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا: "جب تک یہ عالم تمہارے درمیان ہے مجھ سے کوئی مسئلہ نہ پوچھو" [۳۴]

ب۔ دوسری شرط: دوسری شرط یہ ہے کہ دودھ پیٹ میں پہنچ جائے خواہ اس کی مقدار ایک

قطرہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ دودھ اسی وقت ہڈی اور گوشت بنا سکتا ہے جب وہ معدہ میں پہنچ جائے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ رضاعت وہ ہے جس سے ہڈی اور گوشت بنے۔ آپ کا یہ بھی قول ہے: "رضاعت کی تھوڑی اور زیادہ دونوں مقداروں سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے" [۳۵]

۳۔ رضاعت کے اثرات:

اگر درج بالا دونوں شرطوں کے مطابق رضاعت عمل میں آ جائے تو اس کے درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

ا۔ حرمت نکاح۔ نکاح کی حرمت صرف مل کر دودودھ پینے والے بچوں تک محدود نہیں ہوتی اور نہ ہی دودھ پینے والے اور دودھ پلانے والی تک، بلکہ یہ حرمت ان کے اقارب تک پہنچ جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق "رضاعت کی وجہ سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے جو اس نسب کی وجہ سے حرام ہیں"۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "میں حلال نہیں سمجھتا کہ تم اپنی رضاعی پھوپھی یا خالہ سے نکاح کرو" [۳۶] جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اس پر اس کی بیوی کی رضاعی ماں حرام ہو جائے گی" [۳۷]

جس طرح کسی شخص کے لئے اپنے رضاعی محرموں سے نکاح حرام ہو جاتا ہے اسی طرح کسی رضاعی محرم خاتون سے تسری بھی حرام ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ تسری، فقرہ ۲، جز۔ ھ)

ب۔ حضرت ابن مسعودؓ نے رضاعی محارم کی بیع کی بھی اجازت نہیں دی ہے مثلاً رضاعی بھائی وغیرہ، اسی طرح کسی ایسے فرد کی فروخت بھی ممنوع قرار دی ہے جس کے ساتھ رضاعت کی وجہ سے حرمت والی قرابت پیدا ہو گئی ہو مثلاً رضاعی ام ولد (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۱، جز۔ ب فقرہ ۲) اور (لفظ رق، فقرہ ۶، جز۔ ب)

رق: غلامی

حضرت ابن مسعودؓ سے منقول روایات کی روشنی میں ہم اس موضوع پر درج ذیل نکات کے تحت بحث کریں گے:

۱۔ تعریف
۲۔ غلامی ثابت کرنے والے اسباب
۳۔ قن
۴۔ مدبر
۵۔ مکاتب
۶۔ ام ولد
۷۔ آزاد کرنا
۸۔ غلامی کے عمومی احکام

۱۔ تعریف :

رق عجز حکمی (سلب حقوق و اختیار) کی صورت میں ایک سزا ہے جو فی الاصل جرم "حرب مع الکفر" (کافر ہوتے ہوئے مسلمانوں سے جنگ کرنے) کی بنا پر عائد کی گئی ہے

۲۔ وہ اسباب جن سے غلامی ثابت ہو جاتی ہے :

غلامی دو اسباب میں سے کسی ایک سبب سے لاحق ہوتی ہے۔ تیسرا سبب کوئی نہیں۔ اول امام المسلمین جنگی قیدیوں اور جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ آنے والے کافروں پر معاملہ بالمثل (دشمن تمہارے آدمیوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھے وہی سلوک تم بھی اس کے آدمیوں کے ساتھ کرو) کے اصول کے تحت غلامی عائد کر دے۔ دوم۔ غلام ماں کے پیٹ میں جنم لینا اس لئے کہ بچہ غلامی اور آزادی میں اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے۔[۳۸]

غلامی کے تحت آنے والے افراد یہ ہیں :۔ قن، مدبر، مکاتب اور ام ولد۔ ان میں سے ہر ایک کے الگ الگ احکام ہیں جن پر ہم درج ذیل سطور میں بحث کریں گے :

۳۔ قن : خالص غلام

قن خالص غلام کو کہتے ہیں جس میں غلامی کی صفت مکمل طور پر بایں معنی پائی جاتی ہے کہ وہ مکاتب ہوتا ہے نہ مدبر اور نہ ہی ام ولد۔ ایسا غلام دراصل بر سر پیکار کافر ہوتا ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ آ جاتا ہے اور اس پر امیر المومنین غلامی عائد کر دیتا ہے۔ یا وہ خالص لونڈی (جس میں غلامی کی صفت مکمل طور پر پائی جاتی ہے) کا ولد ہوتا ہے۔ ایسی لونڈی کی اولاد اپنی ماں کے آقا کی غلام ہوتی ہے۔[۳۹]

۴۔ مدبر :

الف۔ تعریف :

مدبر وہ غلام ہے جسے اس کے آقا نے کہہ دیا ہو کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے۔

ب۔ مدبر کی حیثیت:

مدبر غلام ہوتا ہے اس کے آقا کو اس پر اسے مکاتب بنانے، فروخت کر دینے اور آزاد کر دینے کے وہی حقوق حاصل ہوتے ہیں جو ایک قن پر حاصل ہوتے ہیں۔ اگر آقا نے اسے ایک متعین رقم کے بدلے مکاتب بنا دیا اور اس نے اس کا کچھ حصہ ادا بھی کر دیا ہو کہ اسی دوران آقا کی موت واقع ہو جائے تو ایسی صورت میں باقیماندہ رقم کی ادائیگی ساقط ہو جائے گی اس لئے کہ آقا کی موت کے ساتھ مدبر ہونے کی وجہ سے اس کا وہ حصہ بھی آزاد ہو جائے گا جس کی رقم اس نے ابھی بدل کتابت کے طور پر ادا نہیں کی ہو گی۔ ابن المنذر کی "کتاب الاشراف" میں نخعی نے اپنے دادا کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو اپنی موت کے بعد آزاد کرنے کا اعلان کر دیا، لیکن جب اس کی زندگی بڑی طویل ہو گئی تو اس نے اسے مکاتب بنا دیا۔ اس شخص کی موت کے بعد اس کے ورثاء اس غلام کا جھگڑا حضرت ابن مسعودؓ کے پاس لے گئے، آپ نے فیصلہ دیا:

"تمہارے مورث یعنی مرنے والے نے اپنی زندگی میں اس غلام سے بدل کتابت کے طور پر جتنی رقم لے لی وہ اس کی ہے۔ اور جو رقم باقی رہ گئی ہے، تو تمہارے مورث کی وفات کے بعد اس میں تمہارا کوئی حصہ نہیں" [۸۰]

شعرانی کی کتاب "کشف الغمہ" میں درج ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے سامنے ایک شخص کا معاملہ پیش ہوا جس نے اپنے غلام کو پہلے مدبر قرار دیا اور بعد میں اسے مکاتب بنا دیا۔ غلام نے بدل کتابت کا کچھ حصہ ادا کر دیا اور کچھ ابھی باقی تھا کہ اس شخص کی وفات ہو گئی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فیصلہ دیا کہ اس شخص نے اپنی زندگی میں بدل کتابت کا جو حصہ لے لیا تھا وہ اس کا ہوا اور باقیماندہ حصے میں تمہارا یعنی مرنے والے کے ورثاء کا کوئی حصہ نہیں۔ [۸۱]

ج۔ مدبرہ کا بچہ:

اگر لونڈی حاملہ ہو جائے اور اس کا آقا اسے مدبرہ قرار دے تو بچہ بھی مدبر شمار ہو گا اور ماں کی آزادی کے ساتھ اسے بھی آزادی مل جائے گی۔ کیونکہ وہ اپنی ماں کے ایک عضو کی طرح ہے، لیکن اگر ماں کے مدبرہ ہونے کی حیثیت اس کی فروخت وغیرہ کی وجہ سے ختم

ہو جائے تو بچے کی یہ حیثیت ختم نہیں ہو گی۔ اگر لونڈی مدبرہ قرار دیئے جانے کے بعد حاملہ ہوئی تو بچہ ماں کے حکم میں ہو گا۔ ماں کی آزادی کے ساتھ اسے آزادی مل جائے گی اور ماں کی مدبرہ ہونے کی حیثیت کے خاتمہ کے ساتھ اس کی مدبرہ ہونے کی حیثیت بھی ختم ہو جائے گی۔ [۴۲]

د۔ مدبر بنانے کو وصیت قرار نہیں دیا جائے گا بلکہ اس کی حیثیت دین یعنی قرض کی ہو گی۔ گویا مدبر کو اپنے آقا کی زندگی میں آزادی مل گئی تھی اور اسے آزاد کرنا مرنے والے کے ذمہ تھا۔ جس کا نفاذ اس کی موت کے بعد ہوتا۔ اس لئے مدبر مرنے والے کے کل ترکہ سے آزاد ہو گا نہ کہ اس کے تہائی حصے سے [۴۳]

۵۔ مکاتب:

الف۔ تعریف:

مکاتب وہ غلام ہے جس کے ساتھ اس کے آقا نے یہ طے کر لیا ہو کہ اگر وہ اسے ایک متعین رقم ادا کر دے تو آقا اسے آزاد کر دے گا۔

ب۔ اگر غلام مطالبہ کرے تو اسے مکاتب بنانا واجب ہے: بظاہر حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر غلام مطالبہ کرے تو آقا پر اسے مکاتب بنا دینا واجب ہے۔ اس لئے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں جلیل القدر صحابہ کا واضح فتویٰ اس کے متعلق یہی ہے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ سے اس بارے میں کوئی اختلاف رائے منقول نہیں۔ اگر آپ کو اس کے متعلق ان دونوں حضرات کی رائے سے کوئی اختلاف ہوتا تو آپ اس کا اظہار ضرور کرتے اس لئے کہ حق بات کہنے سے خاموشی اختیار کر لینے والا گونگا شیطان ہوتا ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کی ذات اس سے بہت بلند تھی [۴۴]

ج۔ مکاتب کب آزاد ہو گا: اس مقدار کے متعلق کہ جس کی ادائیگی اگر مکاتب کر دے تو دوبارہ غلامی کی طرف نہیں لوٹ سکتا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایات مختلف ہیں۔

۱) ایک روایت میں ہے کہ اگر مکاتب مقررہ رقم کا چوتھا حصہ ادا کر دے تو اسے دوبارہ غلام نہیں بنایا جا سکتا بلکہ باقیماندہ رقم کے لئے مقروض تصور کیا جائے گا۔ جس کی وصولی کے لئے اس کا پیچھا کیا جائے گا۔ [۴۵]

۲) دوسری روایت میں ہے کہ جب وہ تہائی حصہ ادا کر دے گا تو باقیماندہ رقم کے لئے اسے مقروض تصور کیا جائے گا۔ [۴۶]

۳) تیسری روایت یہ ہے کہ تہائی یا چوتھائی ادا کرنے پر باقیماندہ رقم کے لئے وہ مقروض تصور ہو گا۔ [۴۷]

۴) چوتھی روایت جو کہ حضرت عمرؓ سے منقول دو روایتوں میں سے ایک ہے، یہ ہے کہ مکاتب جب نصف رقم ادا کر دے گا تو وہ باقیماندہ رقم کے لئے مقروض تصور ہو گا۔ [۴۸] البتہ حضرت عمرؓ کے نزدیک نصف سے مراد بدل کتابت کا نصف ہے جب کہ حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک غلام کی قیمت کا نصف ہے۔

۵) پانچویں روایت جو کہ حضرت عمرؓ سے منقول صحیح روایت سے مطابقت رکھتی ہے، یہ ہے کہ جب مکاتب اپنی قیمت ادا کر دے تو وہ آزاد ہو جائے گا [۴۹] حضرت عمرؓ بدل کتابت کو قیمت کا عوض تصور کرتے تھے۔

د۔ مکاتب اگر بدل کتابت ادا کرنے سے پہلے وفات پا جائے تو حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک اس سے کتابت کا طے شدہ معاملہ ختم نہیں ہو گا، بلکہ اس کی موت کے بعد بھی باقی رہے گا۔ اسی لئے آپ نے یہ فرمایا کہ اگر مکاتب کوئی مال چھوڑ کر مرے تو سب سے پہلے مکاتبت کی باقیماندہ رقم ادا کی جائے گی۔ اور جو بچ رہے گا اس کی آزاد اولاد کو مل جائے گا اگر آزاد اولاد ہو [۵۰] یا پھر اس کے ورثاء کو مل جائے گا (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ب، فقرہ ۳)

۶۔ ام ولد:

ا۔ تعریف: ام ولد وہ لونڈی ہے جس کے بطن سے اس کے آقا کا بچہ پیدا ہو۔

ب۔ ام ولد کی حیثیت: حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ ام ولد اپنے آقا کی لونڈی ہے۔ آقا کو اسے فروخت کر دینے کا حق ہے لیکن آپ اس بات کو ناپسند کرتے تھے۔ [۵۱] زید بن وہب کہتے ہیں: ''ہمارا ایک آدمی وفات پا گیا اس کی ایک ام ولد رہ گئی، ولید بن عقبہ (حاکم علاقہ) نے اسے میت کے قرض کی ادائیگی کی خاطر فروخت کرنا چاہا۔ ہم حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آئے وہ اس وقت نماز میں مصروف تھے، ہم انتظار کرتے رہے جب

آپ فارغ ہوئے تو ہم نے آپ سے مسئلہ پوچھا، آپ نے فرمایا: "اگر تمہیں ایسا کرنا ہی ہے تو اسے اس کے بیٹے کے حصے میں کر دو" ۵۲ یعنی بیٹے کی میراث میں کر دو۔ آپ نے انہیں اس کی فروخت سے منع نہیں کیا لیکن انہیں اس کا بہترین حل بتا دیا۔

اگرچہ ام ولد کی حیثیت لونڈی کی ہے تاہم اپنے آقا کی موت کے بعد آزاد نہیں ہو گی بلکہ اس کی ملکیت اس کے بیٹے کو اپنے باپ سے وراثت کے طور پر منتقل ہو جائے گی۔ اس طرح جب وہ اپنے بیٹے کی ملکیت میں آ جائے گی تو آزاد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ ذو رحم کا جب اس کے محارم میں سے کوئی مالک ہو جاتا ہے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ زید بن وہب کہتے ہیں: "میں نے ابن مسعودؓ سے پوچھا کہ آیا ام ولد آزاد ہو جاتی ہے؟" آپ نے جواب دیا "وہ اپنے بیٹے کے حصے میں سے آزاد ہو جاتی ہے"۔ ۵۳

ج۔ ام ولد کی فروخت کی کراہت: ام ولد کی فروخت کی کراہت صرف نسبی ام ولد تک محدود نہیں ہوتی بلکہ رضاعی ام ولد کی فروخت بھی مکروہ ہے۔ علقمہ کہتے ہیں: "ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے سوال کیا کہ میری لونڈی نے میری بیٹی کو دودھ پلایا ہے، کیا میں اسے فروخت کر سکتا ہوں؟ حضرت ابن مسعودؓ نے جواباً فرمایا: "میری تمنا تو یہ ہے کہ تم اسے بازار میں لے جاتے اور وہاں آواز لگاتے کہ کوئی ہے جو مجھ سے میری ام ولد کو خرید لے" ۵۴ (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۱، جز۔ ب، فقرہ ۲)

د۔ ام ولد کا ارتکاب زنا: اس بنا پر کہ ام ولد پر غلامی موجود ہوتی ہے، اس پر حدود کا اسی طرح نفاذ ہو گا جس طرح غلاموں اور لونڈیوں پر ہوتا ہے۔ اس لئے اگر وہ زنا کا ارتکاب کرے گی تو اسے سنگسار نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں صفت احصان نہیں پائی جاتی، البتہ اسے پچاس کوڑے لگائے جائیں گے اور اس کے بعد جلا وطن کر دیا جائے گا۔ ارشاد باری ہے (فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب: ان لونڈیوں پر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں کے لئے مقرر ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے: "ام ولد اگر بدکاری کرے تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور جلا وطن کر دیا جائے گا" ۵۵ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ام ولد کو جب اس کے آقا نے آزاد کر دیا ہو یا وہ فوت ہو گیا ہو، پھر اس نے زنا کا ارتکاب کر لیا ہو تو

ایسی صورت میں اسے کوڑے لگیں گے اور جلاوطن کر دیا جائے گا اور اسے سنگسار نہیں کیا جائے گا ۵۶ اس لئے کہ آقا کی ہم بستری سے اس میں احصان کی صفت نہیں پیدا ہوتی ہے۔

ھ۔ ام ولد کی عدت: ام ولد اگر حاملہ ہو تو اپنے آقا کی وفات پر وضع حمل تک عدت گزارے گی۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اگر حاملہ نہ ہو اور اسے حیض آتا ہو تو وہ تین حیض تک عدت گزارے گی۔ اگر اسے حیض آنا بند ہو چکا ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "ام ولد کے آقا کی موت پر اس کی عدت تین حیض ہو گی" ۵۷

۷۔ عتاق یعنی آزاد کر دینا:

ا۔ تعریف: آزاد کر کے غلامی کے بندھن کھول دینا عتاق کہلاتا ہے۔

ب۔ آزادی کس طرح دی جاتی ہے؟ آزادی دو طریقوں سے دی جاتی ہے:

۱) بذریعہ اعتاق: آزاد کر دینا

۱) اعتاق کے ذریعے غلام آزاد ہو جاتا ہے خواہ اس کے پورے جسد کو آزاد کر دیا جائے. مثلاً یوں کہے "انت حرٌّ، تو آزاد ہے یا اس کے کسی ایسے جز کو جسے بول کر محاورہ میں کل مراد لیا جاتا ہو مثلاً یوں کہے "فرجک حر" تیری شرمگاہ آزاد ہے ۵۸ یا اس کے کسی غیر منقسم حصے کو مثلاً یوں کہے "ثلثک حر تیرا تہائی حصہ آزاد ہے۔ اگر کسی نے اپنی صحت کے زمانے میں اپنے غلام کا ایک حصہ آزاد کر دیا تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا اور اگر اپنی بیماری کے زمانے میں ایسا کیا تو اس کا تہائی حصہ آزاد ہو جائے گا۔ اگر اس کا اس غلام کے سوا اور کوئی مال نہ ہو جو یہ بوجھ برداشت کر سکے تو غلام سے اس کی قیمت کی وصولی کے لئے محنت مزدوری کرائی جائے گی۔ ۵۹ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے مرض الموت میں ایک لونڈی خریدی اور موت کے قریب اسے آزاد کر دیا جبکہ ابھی اس کی قیمت کی ادائیگی نہیں کی تھی، جن لوگوں نے لونڈی فروخت کی تھی وہ اس کی قیمت کی وصولی کے لئے آ گئے. لیکن انہیں اس کا کوئی مال نہیں ملا۔ وہ یہ جھگڑا حضرت ابن مسعودؓ کے پاس لے گئے۔ آپ نے لونڈی سے کہا: "اپنی

قیمت کے لئے محنت مزدوری کرو" ایک شخص نے اپنی موت کے قریب اپنا غلام آزاد کر دیا اس کا اس کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا جبکہ اس کے ذمہ قرض بھی تھا، حضرت ابن مسعودؓ نے فیصلہ دیا کہ یہ غلام اپنی قیمت کے لئے محنت مزدوری کرے گا۔ ۶۰ مشترک غلام میں اپنے حصے کو آزاد کر دینے سے بھی غلام آزاد ہو جاتا ہے۔ اگر آزاد کرنے والا خوشحال ہو تو وہ اپنے شریک کو اس کی قیمت ادا کرے گا اور اگر تنگ دست ہو تو شریک کے حصے کی قیمت کی خاطر غلام سے محنت مزدوری کرائی جائے گی ۶۱

اگر آقا اپنی حاملہ لونڈی کو آزاد کر دے لیکن حمل کو آزادی سے مستثنیٰ رکھے تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ یہ فتویٰ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیا تھا اور صحابہ سے اس کے متعلق کوئی اختلاف منقول نہیں ہے۔ ۶۲

آقا کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ اپنے غلام یا لونڈی کو اس شرط پر آزادی دے دے کہ آزادی ملنے کے بعد یہ اس کی خدمت کرتا رہے گا۔ سعد بن اخرم کہتے ہیں: "ایک شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے اپنی یہ لونڈی اس شرط پر آزاد کر دی تھی کہ وہ ہم بستری کے سوا میرا وہ تمام کام کرے گی جو ایک لونڈی اپنے آقا کے لئے کرتی ہے، لیکن جب اس لونڈی کی گردن ذرا موٹی ہو گئی تو کہنے لگی میں تو آزاد ہوں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ سن کر فرمایا: "اسے یہ حق حاصل نہیں ہے۔ اسے گردن سے پکڑ کر لے جاؤ، تم نے جو شرط لگائی تھی اسی کے مطابق اس سے خدمت لو" ۶۳

ب) اعتاق کبھی کسی معاوضہ کے بغیر ہوتا ہے اور اس کا مقصد صرف اللہ کی رضا جوئی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں کہا جاتا ہے کہ یہ "عتق سائبہ" ہے۔ اس قسم کے اعتاق میں اگرچہ آزاد کرنے والا اپنے آزاد کردہ غلام کے ہر حق سے دست بردار ہو جاتا ہے لیکن حضرت ابن مسعودؓ اس پر حق ولاء اور اس کے تحت وراثت کا حق قائم رکھتے تھے۔ آپ حقوق سے کامل دست برداری کو زمانہ جاہلیت کی بات تصور کرتے تھے۔ (دیکھئے لفظ ولاء)

کبھی یہ اعتاق کسی معاوضہ کے بدلے ہوتا ہے جیسا کہ مکاتب کی صورت ہے (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۵)

۲) بذریعہ انعتاق (خود آزاد ہو جانا) : مثلاً کوئی شخص اپنے محرم قرابت دار کا ہو جائے ایسی صورت میں ملکیت میں آتے ہی وہ آزاد ہو جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جو شخص اپنے کسی محرم کا مالک ہو گا تو ملکیت میں آنے والا آزاد ہو جائے گا" [۶۴] مستورد بن احنف کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے چچا نے میرا نکاح اپنی ایک لونڈی سے کر دیا تھا اور اب وہ میرے بچے کو غلام بنانا چاہتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ سن کر فرمایا: "اسے ایسا کرنے کا حق نہیں ہے" [۶۵] عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کے چچا کے لئے اس کی اولاد کو غلام بنانا اس لئے جائز قرار نہیں دیا کہ یہ اس کے بھتیجے کی اولاد تھی جو محرم رشتہ دار ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہی آزاد ہو جاتی۔

یہ معاملہ صرف یہیں پہنچ کر بس نہیں ہو جاتا بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کسی کے متعلق اگر قرابت داری کا ذرا شبہ بھی ہوتا تو فوراً اس کی آزادی کا حکم دے دیتے۔ مثلاً قیدیوں میں کوئی حاملہ عورت بطور لونڈی کسی کے حوالے ہو جاتی اور آقا بھی اس کے ساتھ ہم بستری کر کے اپنا پانی دوسرے کی کھیتی کو پلا دیتا۔ تو ایسی صورت میں صحابہ کرام اس آقا کو حکم دیتے کہ وہ حمل کو آزاد کر دے۔ ابن حزم نے کہا ہے: "عبداللہ بن عمروؓ بن العاص نے ایک دفعہ فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنا پانی دوسرے کے بچے کو نہ پلائے۔ اگر اس نے ایسا کر لیا اور بدبختی اس پر غالب آ گئی تو وہ حمل کو آزاد کر دے" اس کے بعد ابن حزم کہتے ہیں کہ صحابہ میں کسی نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کے اس قول کی مخالفت نہیں کی [۶۶]۔

اس کی ایک صورت وہ ہے جس کا فتویٰ حضرت ابن مسعودؓ نے دیا تھا۔ اگر کوئی شخص مر جائے اور اپنا غلام باپ چھوڑ جائے تو آپ نے فرمایا کہ اس مرنے والے کا باپ اس کے چھوڑے ہوئے ترکہ سے خریدا جائے گا۔ پھر وہ آزاد ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس کے باقیماندہ مال کا وہ وارث قرار پائے گا۔ [۶۷] (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ب)

ب) اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی لونڈی سے زنا بالجبر کرے۔ اس صورت میں

یہ جبراً زنا کرنے والا اس لونڈی کے آقا کو لونڈی کا تاوان ادا کرے گا اور لونڈی کو آزادی مل جائے گی (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۳، جزد)

ج) اگر شادی شدہ لونڈی کو آزادی مل جائے تو اسے اختیار مل جاتا ہے کہ وہ چاہے تو اپنے شوہر کے ساتھ ازدواجی تعلق کو قائم رکھے اور چاہے تو اس سے علیحدگی اختیار کر لے (دیکھئے لفظ خیار، فقرہ ۲، جز۔ الف)

۸۔ غلامی سے متعلق عمومی احکام:

ا۔ غلام کے لئے مال کی ملکیت۔ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ رقیق (غلام یا لونڈی) کو کسی مال کی ملکیت حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وہ اپنی ذات کا بھی مالک نہیں ہوتا۔ اگر کسی طرح سے کوئی مال اس کے قبضے میں آئے گا تو وہ اس کے آقا کا ہو جائے گا[۶۸] عمران بن عمیر نے اپنے باپ عمیر سے جو حضرت ابن مسعودؓ کے غلام تھے۔ روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے انہیں آزاد کر کے فرمایا: "تیرا جتنا مال تھا وہ میرا تھا لیکن اب وہ تیرا ہے[۶۹]

ب۔ شادی شدہ لونڈی کو فروخت کر دینا اس کے لئے طلاق ہے۔ عبدالرزاق نے حضرت ابن مسعودؓ سے اس لونڈی کے متعلق روایت کی ہے جس کا شوہر تھا اور پھر اسے فروخت کر دیا گیا، آپ نے فرمایا "اس کی فروخت اسکی طلاق ہے"[۷۰] (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ۔ ۲ جز۔ الف فقرہ۔ ۳)

ج۔ رقیق کے حق میں حدود کی تنصیف۔ ارشاد باری ہے (فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب پھر اگر یہ بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان کی سزا خاندانی عورتوں کی سزا کی بہ نسبت آدھی ہے) اس آیت نے رقیق کے حق میں سزا کی تنصیف کے اصول کی توثیق کر دی۔ حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول کہ "لونڈی کو آدھی سزا ملے گی"[۷۱] بھی اسی اصول کی توثیق ہے۔ (دیکھئے لفظ حد، فقرہ۔ ۸) اور (لفظ زنا، فقرہ۔ ۲ جز۔ الف) البتہ حد قذف میں یہ اصول نہیں ہے (دیکھئے لفظ قذف، فقرہ۔ ۳)

آقا کا اپنے غلام پر حد جاری کرنا (دیکھئے لفظ حد، فقرہ۔ ۴ جز۔ ب)

رقیق کا محصن ہونا (دیکھئے لفظ احصان، فقرہ۔ ۲ جز۔ ھ)

رکاز : دفینہ جسے بر آمد کیا جائے

رکاز کی زکوۃ (دیکھئے لفظ زکوٰۃ . فقرہ ۔ ۸)

رکبہ : گھٹنا

رکوع میں گھٹنے کو پکڑ رکھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ . فقرہ ۔ ۹. جز ۔ ج. فقرہ ۔ ۴)

سجدے میں جاتے وقت زمین پر گھٹنوں کے رکھنے کی ترتیب (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۔ ۹. جز ط. فقرہ ۔ ۱)

رکوع : جھکنا رکوع کرنا

پشت کو اس قدر جھکا لینا کہ جھکنے والے کا ہاتھ اس کے گھٹنوں تک پہنچ جائے رکوع کہلاتا ہے ۔ بیٹھ کر رکوع کرنے میں انسان اتنا جھکے کہ اس کی پیشانی اس کے گھٹنوں کی سیدھ میں آ جائے ۔

نماز میں رکوع کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۔ ۹. جز ۔ ج)

رمضان : رمضان شریف

رمضان کے روزوں کی فرضیت (دیکھئے لفظ صیام)

لیلۃ القدر کا ماہ رمضان میں آنا (دیکھئے لفظ لیلۃ القدر)

نماز تراویح کے ذریعے قیام رمضان کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۔ ۱۹. جز ۔ ز)

حرمت رمضان کی خلاف ورزی کرنے والے کی تعزیر (دیکھئے لفظ اشربہ فقرہ ۔ ۵)

رمل : رمل کرنا

کندھے ہلاتے ہوئے تیز چلنے کو رمل کہتے ہیں

طواف قدوم میں رمل کرنا (دیکھئے لفظ حج. فقرہ ۔ ۷. جز ۔ الف)

طواف افاضہ میں رمل نہیں ہوتا (دیکھئے لفظ حج. فقرہ ۔ ۱۴)

رھن : رہن رکھنا

۱ ۔ تعریف :

کسی عین یعنی موجود چیز کے ذریعے دین یعنی قرض کی توثیق کو رہن کہتے ہیں ۔

۲۔ رھن سے فائدہ اٹھانا:

حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک رہن رکھی ہوئی چیز سے مرتہن (جس کے پاس رہن رکھی جائے) کا ہر قسم کا فائدہ اٹھانا ربا یعنی سود ہے۔ کیونکہ ہر منفعت کے بالمقابل مال ہوتا ہے۔ اس لئے مرتہن نے رہن کو استعمال کر کے یا اس سے فائدہ اٹھا کر گویا اپنے حق (قرض) سے زیادہ لے لیا اور یہی سود ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے کہا کہ ایک شخص نے میرے پاس اپنا گھوڑا رہن رکھ دیا۔ میں نے اس گھوڑے پر سواری کر لی۔ آپ نے جواب میں فرمایا: "گھوڑے کی پشت سے تمہارا اٹھایا ہوا فائدہ ربا یعنی سود ہے"[۴۲] یہ صورت اس وقت ہوگی جب کہ راہن (رہن رکھنے والا) گھوڑے کو خود چارہ وغیرہ کھلاتا ہو، لیکن اگر مرتہن اپنے ذاتی مال سے اسے چارہ کھلاتا ہو تو حضرت ابن مسعودؓ اور دوسرے صحابہ کے نزدیک وہ اس پر سواری کر سکتا ہے۔ اس کی یہ سواری اس چارے کے بالمقابل ہو جائے گی جو وہ گھوڑے کو ڈالتا ہے۔ابن حزم نے المحلّٰی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو ھریرہؓ نے فرمایا: "رہن میں رکھے ہوئے گھوڑے یا دودھ دینے والے جانور کو چارہ کھلانے کے بدلے اس پر سواری کی جا سکتی ہے یا اس کا دودھ استعمال میں لایا جا سکتا ہے" پھر ابن حزم نے کہا کہ حضرت ابو ھریرہؓ کے اس قول سے صحابہ کرام کا کوئی اختلاف ہم تک منقول نہیں ہے[۴۳]

روث: گوبر

گوبر سے استنجاء نہ کرنا (دیکھئے لفظ استنجاء، فقرہ ۔ ۲)

حوالہ جات

حرف الراء

۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۸ جلد دوم
۲۔ عبدالرزاق ص ۱۳۹ جلد ہشتم، المغنی ص ۲۳۴ جلد چہارم، کنزالعمال ۱۰۰۳۲، المجموع ص ۲۱ جلد دہم
۳۔ عبدالرزاق ص ۲۴۵ جلد ہشتم سنن بیہقی ص ۳۹ جلد ششم
۴۔ عبدالرزاق ص ۲۶۹ جلد ششم
۵۔ ابن ماجہ باب الربا، کنزالعمال ۱۰۱۳۵
۶۔ عبدالرزاق ص ۱۵۰ جلد ہشتم
۷۔ موطا امام مالک ص ۶۸۲ جلد دوم
۸۔ سنن بیہقی ص ۲۵۰، ۲۵۱ جلد پنجم، عبدالرزاق ص ۱۴۵ جلد ہشتم
۹۔ المحلی ص ۵۰۵ جلد ہشتم، المغنی ص ۴۷ جلد چہارم
۱۰۔ المجموع ص ۲۲ جلد دہم
۱۱۔ نیل الاوطار ص ۲۹۸ جلد پنجم، المجموع ص ۲۲ جلد دہم، المحلی ص ۴۸۷، ۴۹۲ جلد ہشتم
۱۲۔ المجموع ص ۲۴، ۴۲ جلد دہم
۱۳۔ مسلم شریف باب الربا
۱۴۔ المحلی ص ۴۶۹ جلد ہشتم
۱۵۔ المغنی ص ۳۲ جلد چہارم
۱۶۔ المحلی ص ۴۶۹ جلد ہشتم
۱۷۔ المغنی ص ۲۸۰، ۴۵۶ جلد ہفتم، المحلی ص ۲۵۹ جلد دہم
۱۸۔ عبدالرزاق ص ۳۱۶ جلد ششم، سنن بیہقی ص ۴۱۷ جلد ہفتم، المحلی ص ۲۵۸ جلد دہم آثار ابی یوسف رقم ۶۱۱، سنن سعید بن منصور ص ۲۹۰، ۲۹۲ جز اول، جلد سوم
۱۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۵۷۔ ب جلد اول
۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۷ جلد اول
۲۱۔ عبدالرزاق ص ۱۷۴ جلد گیارہ
۲۲۔ عبدالرزاق ص ۲۹۲ جلد گیارہ
۲۳۔ عبدالرزاق ص ۲۷۴ جلد ہشتم
۲۴۔ المغنی ص ۵۴۴ جلد دوم

۲۵۔ عبدالرزاق ص ۱۰۵ جلد دوم
۲۶۔ سنن بیہقی ص ۲۰۶ جلد ہشتم. المغنی ص ۱۲۷ جلد ہشتم. المغنی ص ۱۲۷ جلد ہشتم. عبدالرزاق ص ۱۶۸. ۱۶۹ جلد دہم
۲۷۔ عبدالرزاق ص ۱۰۵ جلد ششم
۲۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۶۰ جلد دوم. سنن بیہقی ص ۱۳۹ جلد دہم. عبدالرزاق ص ۱۴۷ جلد ہشتم. کنزالعمال ۱۴۴۹۴. کشف المحلی ص ۱۹۹ جلد دوم
۲۹۔ المغنی ص ۸۷ جلد نہم. کشف المحلی ص ۱۹۹ جلد دوم. المحلی ص ۱۵۸ جلد نہم
۳۰۔ عبدالرزاق ص ۱۴۸ جلد ہشتم
۳۱۔ کشف الغمہ ص ۱۹۹ جلد دوم
۳۲۔ سنن بیہقی ص ۱۳۹ جلد دہم
۳۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۲ جلد اول. سنن بیہقی ص ۴۶۲ جلد ہفتم. تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۳ جلد اول. المغنی ص ۵۴۲ جلد ہفتم. المحلی ص ۱۹ جلد دہم الناسخ والمنسوخ ص ۱۸۷
۳۴۔ موطاامام مالک ص ۶۷ جلد دوم. عبدالرزاق ص ۴۶۳ جلد ہفتم. المحلی ص ۱۸ جلد دہم. سنن بیہقی ص ۴۶۱ جلد ہفتم ابن ابی شیبہ ص ۲۲۲ جلد دوم. سعید بن منصور ص ۱۳۷ جزاول جلد سوم
۳۵۔ عبدالرزاق ص ۴۶۹ جلد ہفتم. ابن ابی شیبہ ص ۲۲۲ جلد دوم. سنن بیہقی ص ۴۵۸ جلد ہفتم. المحلی ص ۱۲ جلد دہم. کنزالعمال رقم ۱۵۶۹۶. اخبار القضاۃ ص ۲۰۴ جلد دوم
۳۶۔ عبدالرزاق ص ۲۶۲ جلد ششم اور ص ۲۷۳
۳۷۔ المغنی ص ۵۶۹ جلد ششم
۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۸۔ ب جلد دوم. عبدالرزاق ص ۴۰ جلد نہم. کنزالعمال ۱۵۷۹۲
۳۹۔ المحلی ص ۲۰۳ جلد نہم. ابن ابی شیبہ ص ۲۷۲ جلد اول. آثار ابی یوسف رقم ۷۵۳. عبدالرزاق ص ۱۸۴ جلد نہم
۴۰۔ الاشراف ص ۱۱۹ جلد دوم
۴۱۔ کشف الغمہ ص ۱۹۶ جلد دوم. المغنی ص ۴۰۹ جلد نہم
۴۲۔ المغنی ص ۳۹۸ جلد نہم. المحلی ص ۳۹ جلد نہم
۴۳۔ المغنی ص ۳۸۷ جلد نہم. سعید بن منصور ص ۱۱۵ جزاول جلد سوم
۴۴۔ المحلی ص ۲۲۴ جلد نہم
۴۵۔ المحلی ص ۳۳ جلد نہم
۴۶۔ المحلی ص ۳۳. ۲۲۹ جلد نہم. عبدالرزاق ص ۴۰۶ جلد ہشتم
۴۷۔ سنن بیہقی ص ۳۲۶ جلد دہم. المغنی ص ۲۶۸ جلد ششم
۴۸۔ المغنی ص ۲۶۸ جلد نہم. ص ۴۲۰ جلد نہم. موسوعہ فقہ عمر. لفظ رق. فقرہ ۳. جزء د
۴۹۔ المحلی ص ۲۳۰ جلد نہم. عبدالرزاق ص ۴۰۶ جلد ہشتم. آثار ابی یوسف رقم ۸۶۱
۵۰۔ عبدالرزاق ص ۳۹۱ جلد ہشتم. المحلی ص ۲۳۸ جلد نہم. المغنی ص ۲۶۸ جلد ششم. ص ۴۲۰ جلد نہم

۵۱۔ المحلی ص ۲۲۰ جلد نہم
۵۲۔ عبدالرزاق ص ۲۸۹ جلد ہفتم. سعید بن منصور ص ۲۲ جز دوم جلد سوم، الام ص ۱۷۶ جلد ہفتم
۵۳۔ سنن بیہقی ص ۳۴۸ جلد دہم. المحلی ص ۲۱۸ جلد نہم، عبدالرزاق ص ۲۸۹ جلد ہفتم
۵۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۶۔ ب جلد دوم. عبدالرزاق ص ۱۸۴ جلد نہم. المحلی ۲۰۳ جلد نہم
۵۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ ب جلد دوم
۵۶۔ عبدالرزاق ص ۳۱۲ جلد ہفتم
۵۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۹ جلد اول. المغنی ص ۵۰۱ جلد ہفتم. تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۵ جلد اول. سعید بن منصور ص ۳۰۴ جز اول جلد سوم
۵۸۔ المحلی ص ۱۹۰ جلد نہم
۵۹۔ المحلی ص ۲۰۰ جلد نہم
۶۰۔ عبدالرزاق ص ۱۶۱ جلد نہم
۶۱۔ المحلی ص ۱۹۴ جلد نہم
۶۲۔ المحلی ص ۴۰۰ جلد ہشتم اور ص ۱۸۹ جلد نہم
۶۳۔ المحلی ص ۱۸۶ جلد نہم
۶۴۔ المحلی ص ۲۰۴ جلد نہم. تفسیر قر ص ۶ جلد سوم
۶۵۔ المحلی ص ۲۰۳ جلد نہم. سنن بیہقی ص ۲۹۰ جلد دہم. عبدالرزاق ص ۱۸۴ جلد نہم. ابن ابی شیبہ ص ۲۷۲۔ ب جلد اول. آثار ابی یوسف رقم ۷۵۳
۶۶۔ المحلی ص ۲۱۶ جلد نہم
۶۷۔ سنن سعید بن منصور ص ۵۵ جز اول جلد سو
۶۸۔ المغنی ص ۳۷۴ جلد نہم
۶۹۔ عبدالرزاق ص ۱۳۴ جلد ہشتم. المحلی ص ۲۱۴ جلد نہم. آثار ابی یوسف رقم ۷۷۲، المغنی ص ۳۷۴ جلد نہم
۷۰۔ عبدالرزاق ص ۲۸۰ جلد ہفتم. سنن سعید بن منصور ص ۳۸ جز دوم جلد سوم. اعلام الموقعین ص ۲۱۸ جلد دوم
۷۱۔ عبدالرزاق ص ۲۲۲ جلد ہفتم
۷۲۔ عبدالرزاق ص ۲۴۵ جلد ہشتم. سنن بیہقی ص ۳۹ جلد ششم
۷۳۔ المحلی ص ۹۱ جلد ہشتم

حرف الزاء
ز

زرع : کھیتی

زمینی پیداوار کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ـ ۷)

جہاد میں کھیتوں کو تباہ کرنے کی ممانعت (دیکھئے لفظ جہاد، فقرہ ـ ۲)

زکاۃ : زکوٰۃ

اس موضوع پر ہم درج ذیل نکات کے تحت بحث کریں گے :

۱ـ تعریف ۲ـ فرضیت زکوٰۃ ۳ـ زکوٰۃ ادا کرنے والا ۴ـ مال میں زکوٰۃ عائد ہونے کی شرط ۵ـ سونے کی زکوٰۃ ۶ـ مویشیوں کی زکوٰۃ (الف وجوب کی شرط ب ـ اونٹوں کی زکوٰۃ ج ـ بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ) ۷ـ زمینی پیداوار کی زکوٰۃ ۸ـ رکاز (دفینوں) کی زکوٰۃ ۹ـ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا ۱۰ـ زکوٰۃ کی وصولی ۱۱ـ زکوٰۃ کے مصارف ۱۲ـ زکوٰۃ کی رقم ایک شہر سے دوسرے شہر لے جانا

۱ ـ تعریف :

زکوٰۃ مال کا وہ مقررہ حصہ ہے جس کا نیت زکوٰۃ کے ساتھ ادا کرنا صاحب نصاب پر واجب ہوتا ہے تاکہ اسے اس کے متعین مصارف میں خرچ کیا جا سکے ـ

۲ ـ زکوٰۃ کی فرضیت :

امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس مالدار پر زکوٰۃ واجب ہو جائے اس پر اس کا ادا کرنا فرض ہوتا ہے ـ زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے ـ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی اقوال کی روشنی میں اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ـ آپ کا قول ہے " زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرنے والا مسلمان نہیں

ہے اور ایسے شخص کی نماز بھی نہیں ہوتی" ۱۔ (دیکھئے لفظ ردة. فقرہ۔ ۲) آپ کا ایک قول ہے:
"صدقہ یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی سے منھ موڑنے والا قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے لعنت کا سزاوار ہوگا" ۲۔ آپ نے مزید فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو مال کو کنز بناتا ہے اس طرح عذاب نہیں دے گا کہ ایک درہم دوسرے درہم کو اور ایک دینار دوسرے دینار کو مس کرے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی کھال اس قدر پھیلا دے گا کہ اس میں ہر درہم و دینار کو علیحدہ علیحدہ رکھ دیا جائے گا" ۳۔ مال کو کنز بنانے والا شخص وہ ہوتا ہے جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ اس کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جب یہ آیت (والذین یکنزون الذھب والفضہ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم. وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجئے) نازل ہوئی تو مسلمانوں کو بڑی فکر لاحق ہو گئی۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کی فکرمندی دور کرتا ہوں، یہ کہہ کر آپ حضور صلی اللہ علی وسلم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: "اللہ کے رسولؐ، اس آیت سے آپ کے صحابہ کو بڑی فکرمندی لاحق ہو گئی ہے" یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی فرضیت اس لئے کی ہے کہ اس کے ذریعے وہ تمہارے باقیماندہ مال کو پاک کر دے جس طرح میراث کی فرضیت اس لئے ہوئی ہے کہ تمہارا مال تمہارے بعد آنے والوں کو مل جائے) یہ سن کر حضرت عمرؓ نے خوشی سے اللہ اکبر کہا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (عمر میں تمہیں کسی انسان کے بہترین خزانے کے نشاندہی نہ کروں؟ بہترین خزانہ نیکو کار بیوی ہے کہ جب شوہر اسے دیکھے، اس کا دل خوش ہو جائے. جب اسے کوئی کام کہے تو کر لے اور جب وہ اس کے پاس موجود نہ ہو تو اس کی غیر حاضری میں اس کے مال اور اپنی آبرو کی حفاظت کرے) ۴۔

۳۔ زکوٰۃ ادا کرنے والا:

زکوٰۃ کے وجوب کے لئے مال کے مالک میں درج ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

ا۔ اسلام۔ کافر پر بالا جماع زکوٰۃ نہیں اس لئے کہ زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور اسلام میں داخل ہوئے بغیر کسی پر کوئی عبادت واجب نہیں ہوتی۔

ب۔ آزاد ہونا۔ پہلے گذر چکا ہے کہ غلام کسی مال کا مالک نہیں ہوتا (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۸

جز۔ الف) بلکہ جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے وہ اس کے آقا کا ہوتا ہے اس لئے آقا پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔

ج۔ زکوٰۃ ایک مالی محصول ہے اسلئے جب مال نصاب کی مقدار میں جمع ہو جائے گا اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی قطع نظر اس سے کہ اس مال کا مسلمان مالک عاقل ہے یا دیوانہ، نابالغ ہے یا بالغ۔ اسی بنا پر حضرت ابن مسعودؓ نے نابالغ کے مال میں زکوٰۃ واجب کر دی تھی، لیکن دوسری طرف زکوٰۃ تبرعات (اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کی خاطر نیکی کا کوئی کام کرنا یا نیکی کے راستے میں خرچ کرنا) میں سے ہے اور تبرعات سے مال کو نقصان پہنچتا ہے جن کی بنا پر ولی (کسی نابالغ یا دیوانے کے سرپرست) کو اپنے زیر کفالت نابالغ کے مال میں ہر ایسے تصرف سے روک دیا گیا ہے جس سے اس کے مال کو نقصان پہنچے اس لئے حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ ہے کہ ولی نابالغ یا دیوانے کے مال میں عائد ہونے والی زکوٰۃ کا حساب تو رکھے گا لیکن زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا یہاں تک کہ جب نابالغ سن رشد کو پہنچ جائے گا یا دیوانے کو افاقہ ہو جائے گا تو اسے اس پر عائد شدہ زکوٰۃ کی رقم سے آگاہ کر دے گا۔ پھر اگر وہ چاہے ادا کر دے گا ورنہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اس کے متعلق فرمایا: "یتیم کے مال میں عائد ہونے والی زکوٰۃ کا حساب رکھو، پھر جب وہ بالغ ہو جائے اور سن رشد کو پہنچ جائے تو اسے بتادو، پھر اس کی مرضی ہو گی کہ چاہے زکوٰۃ ادا کرے یا نہ کرے" [۵]

۴۔ (وجوب زکوٰۃ کے لئے مال میں شرطیں)

یہ شرطیں درج ذیل ہیں:

الف۔ مال نصاب زکوٰۃ کو پہنچ گیا ہو اور وہ دین یعنی قرض سے خالی ہو۔ ہر قسم کے مال کے نصاب کے متعلق بحث آگے آرہی ہے۔ باقی رہا نصاب کا دین سے خالی ہونا تو اس کا فتویٰ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ ھم نے دیا ہے اور صحابہؓ میں سے کسی نے ان سے اختلاف نہیں کیا [۶]

ب۔ مال میں افزائش ہو سکتی ہو، ایسے مال کو مال نامی کہا جاتا ہے۔ اگر مال میں نمو یعنی افزائش نہ ہو سکتی ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی، البتہ سونا چاندی اور دوسرے نقود اپنی

اصلیت کے لحاظ سے مال نامی شمار ہوتے ہیں کیونکہ ان کی تخلیق اسی لئے ہوئی ہے،اس لئے ان میں زکوٰۃ واجب ہو گی خواہ واقعۃً ان میں افزائش ہو رہی ہو یا نہ ہو رہی ہو۔

مویشیوں میں اسی وقت زکوٰۃ واجب ہو گی جب انہیں افزائش کی خاطر پالا گیا ہو، کام لینے کی خاطر نہ پالا گیا ہو۔

ج ۔ حضرت ابن مسعودؓ زکوٰۃ کے وجوب کی ابتدا کے لئے سال گذرنے کی شرط نہیں لگاتے تھے بلکہ نصاب کی مقدار پوری ہونے کے ساتھ ہی اس مال پر زکوٰۃ واجب کر دیتے تھے۔ پھر اگر اس نصاب پر سال گذر جاتا تو اس پر دوسری مرتبہ زکوٰۃ واجب ہو جاتی ۷ اسی لئے آپ جب مستحقین میں وظائف تقسیم کرتے تو اسی وقت ان سے دی گئی رقموں کی زکوٰۃ وصول کر لیتے۔ آپ سے منقول ہے کہ آپ ایک شخص کو اس کا وظیفہ دے دیتے اور پھر اس سے زکوٰۃ کی وصولی کر لیتے ۸

تاہم ابو عبیدہ نے کتاب الاموال میں آپ سے یہ نقل کیا ہے کہ "جس شخص کو کوئی مال ہاتھ لگے تو اس پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی جب تک سال نہیں گذر جائے گا" ۹ لیکن پہلی روایت حضرت ابن مسعودؓ سے محفوظ روایت ہے۔

د ۔ مویشیوں میں وجوب زکوٰۃ کے لئے سرکاری چراگاہ میں چرنے کی شرط اگرچہ مشہور و معروف ہے جس کے لئے حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ کے صریح الفاظ موجود ہیں، تاہم ہمیں اس سلسلے میں حضرت ابن مسعودؓ کی کوئی نص ہاتھ نہیں آئی۔ ہو سکتا ہے کہ اس شرط کی شہرت کی وجہ سے آپ نے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہ کی ہو۔

۵ ۔ سونے چاندی کی زکوٰۃ :

الف۔ صحابہ کرامؓ کے درمیان سونے چاندی میں جبکہ نصاب کو پہنچ جائیں، وجوب زکوٰۃ کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضرات صحابہ کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے اور اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور سونے کا نصاب بیس مثقال ہے۔ اس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں ۱۰ دوسو درہم پر زکوٰۃ پانچ درہم ہے اور بیس دینار پر

نصف دینار ہے اگر دینار کا وزن ایک مثقال (ڈیڑھ درہم کے ہم وزن یا ۴½ ماشے تقریباً) ہو ــــ سونے چاندی کے نصاب سے زائد مقدار میں اسی حساب سے زکوٰۃ ادا ہو گی [۱۱]

ب۔ زیورات کی زکوٰۃ :- حضرت ابن مسعودؓ زیورات میں بھی زکوٰۃ کے وجوب کے قائل تھے۔ جبکہ نصاب کو پہنچ جائیں [۱۲] ایک عورت آکر آپ سے کہنے لگی میرے پاس کچھ زیورات ہیں۔آپ نے پوچھا کیا دو سو درہم کے مساوی ہیں؟ اگر دو سو درہم کے برابر ہیں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے۔ [۱۳]

۶۔ مویشیوں کی زکوٰۃ :

مویشیوں سے مراد اونٹ، بھیڑ، بکریاں اور گائے بیل ہیں۔

الف ۔ مویشیوں میں وجوب زکوٰۃ کی شرطیں۔ درج ذیل شرطوں کے تحت مویشوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے :

۱۔ نصاب کو پہنچ جائیں۔

۲۔ چراگاہ میں چرنے والے ہوں۔

۳۔ نصاب پر پورا سال گزر جائے۔

۴۔ انہیں کام لینے کے لئے نہ رکھا گیا ہو۔ کیونکہ کام کرنے والے مویشیوں پر زکوٰۃ نہیں ہوتی [۱۴]

۵۔ انہیں تجارت کی خاطر نہ پالا گیا ہو ایسی صورت میں ان پر مال تجارت کی زکاۃ واجب ہو گی نہ کہ مویتیوں کی۔

ب۔ اونٹوں کی زکوٰۃ

۱) اگر اونٹوں اونٹنیوں کی تعداد پانچ ہو جائے تو ان پر زکوٰۃ واجب ہو گی جو کہ ایک بکری ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "پانچ سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ نہیں" [۱۵] جب ان کی تعداد دس ہو جائے تو دو بکریاں واجب ہوں گی۔ اور جب پندرہ ہو جائیں تو تین بکریاں اور بیس پر چار بکریاں۔ جب پچّیس ہو جائے تو ایک بنت مخاض واجب ہو گی۔ بنت مخاض اونٹنی کے اس مادہ بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال پورا کر کے دوسرے سال میں ہو۔ جب

اونٹوں کی تعداد چھتیس ہو جائے تو ایک بنت لبون (اونٹنی کا مادہ بچہ جو تیسرے سال میں ہو) اور جب چھیالیس ہو جائیاں تو ایک حقہ (اونٹنی جو چوتھے سال میں ہو)، جب تعداد اکسٹھ ہو جائے تو ایک جذعہ (اونٹنی جو پانچویں سال میں ہو) اور جب تعداد چھہتر ہو جائے تو دو بنت لبون واجب ہوں گی۔ جب تعداد اکانوے ہو جائے تو دو حقے اور جب ایک سو بیس ہو جائے تو دو جذعہ واجب ہوں گی۔ اس کے بعد زکوٰۃ کا حساب نئے سرے سے ہوگا یعنی پانچ اونٹ پر ایک بکری، دس پر دو اور پندرہ پر تین .... الخ [۶]

۲) اگر زکوٰۃ وصول کرنے والا آئے اور اونٹوں کے مالک کے پاس مطلوبہ عمروں کے جانور موجود نہ ہوں تو وہ ان سے کم عمر جانور اور دس درہم وصول کرے گا۔ اگر اس نے مطلوبہ عمروں سے زائد کے جانور بطور زکوٰۃ وصول کئے تو وہ اونٹوں کے مالک کو دس درہم لوٹا دے گا۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سب کا یہی قول ہے اور صحابہؓ سے اس قول کے خلاف کوئی روایت منقول نہیں ہے [۷]

ج۔ بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ:

۱) چالیس بھیڑ بکریوں پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: "ہر چالیس بھیڑ بکریوں پر ایک بکری واجب ہے یہاں تک کہ ان کی تعدا ایک سو بیس ہو جائے۔ ایک سو بیس سے زائد پر دو سو تک دو بکریاں واجب ہوں گی۔ دو سو سے زائد سے تین سو تک تین بکریاں واجب ہوں گی۔ اور تین سو سے زائد پر چار سو تک چار بکریاں واجب ہوں گی" پھر اسی حساب سے زکوٰۃ واجب ہو گی [۸] (یعنی ہر سو پر ایک بکری واجب ہو گی۔ مترجم)

۲) چھوٹی بھیڑ بکریوں کا شمار بڑی بھیڑ بکریوں کے ساتھ کیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے اور آپ کے بعد حضرت علیؓ نے بھی اس کا حکم دیا تھا اور کسی صحابی نے ان دونوں حضرات سے اس کے متعلق کوئی اختلاف نہیں کیا۔ [۹]

۷۔ زرعی پیداوار کی زکوٰۃ:

الف۔ حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے تھے کہ ایسی فصلیں جن کی آبپاشی میں مشقت اور کلفت

پیش آتی ہے۔ ان کی زکوۃ بیسواں حصہ ہے۔ اور جن فصلوں کی آبپاشی بغیر مشقت اور کلفت کے ہوتی ہے ان کی زکوٰۃ دسواں حصہ ہے۔ آپ فرمایا کرتے: ”جس زمین کی آب پاشی نہر یا چشمہ سے ہو یا بارانی زمین ہو تو اس کی زکوۃ پیداوار کا دسواں حصہ ہے۔ اور جس زمین کی آب پاشی کنوؤں سے نکالے ہوئے یا اونٹوں کے ذریعے لائے ہوئے پانی سے ہو اس کی زکوٰۃ پیداوار کا بیسواں حصہ ہے [۲۰]

ب۔ اگر کوئی زمین خراجی ہو اور زمین کا مالک مسلمان ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی اور زکوٰۃ خراج کو ساقط کر دے گی کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے میں ایک مسلمان پر خراج اور عشر دونوں بیک وقت لگائے نہیں جا سکتے [۲۱] (دیکھئے لفظ ارض، فقرہ ۲، جزء ج)

۸۔ رکاز کی زکوٰۃ:

ا۔ غیر مسلموں کے دفینوں میں سے اگر کوئی دفینہ بر آمد کر لیا جائے تو اسے رکاز کہیں گے۔

ب۔ رکاز پر واجب ہونے والی زکوٰۃ: رکاز میں پانچواں حصہ واجب ہوتا ہے، ایک شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے سو درہم ملے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: ”میں نہیں سمجھتا کسی مسلمان کا اتنا مال ہو سکتا ہے یہ لامحالہ رکاز ہے اس کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کر دو اور باقی ماندہ تمہارا ہے“ [۲۲]

۹۔ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا:

زکوٰۃ سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے کسی حصے سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: ”متفرق کو جمع اور مجتمع کو متفرق نہیں کیا جائے گا“ [۲۳] امام مالکؒ نے اس قول کی تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس جملے کے پہلے حصے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً تین اشخاص ہوں۔ ہر ایک کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہوں اور اس طرح ہر ایک پر زکوٰۃ واجب ہو چکی ہو، لیکن جب زکوٰۃ وصول کرنے والا آئے تو یہ تمام بکریوں کو یکجا کر دیں اور اس طرح زکوۃ میں صرف ایک بکری دیں۔ فقرے کے دوسرے حصے کی تفسیر یہ ہے کہ مثلاً دو شریکوں میں سے ہر ایک کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں۔ جب زکوٰۃ کی وصولی

کا محصل آتا ہے تو یہ دونوں اپنی بکریاں علیحدہ کر لیتے ہیں اور اس طرح ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک بکری دینی پڑتی ہے جبکہ پہلی صورت میں ان کو تین بکریاں دینی پڑتی تھیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کے فقرے کا مطلب یہی ہے"۔ [۲۴]

۱۰۔ زکوٰۃ کی وصولی:

ا۔ جب زکوٰۃ کی وصولی کرنے والا آئے گا تو وہ چھوٹے بڑے تمام جانوروں کو ملا کر شمار کرے گا۔ اور ان پر عائد شدہ زکوٰۃ کا حساب نکال کر اس کی وصولی کرے گا۔ جیسا کہ ہم نے فقرہ ۶، جزء ج فقرہ ۲ میں ذکر کیا ہے۔

ب۔ مصدق یا محصل زکوٰۃ میں گھٹیا جانور نہیں لے گا، نہ ہی ایک نوع کی بجائے دوسری نوع وصول کرے گا۔ مثلاً وہ بھیڑ کے بچے کے بدلے بکری کا بچہ نہیں لے گا، البتہ اس میں مصلحت ہو تو وہ ایسا کر سکے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "مصدق کے لئے درست نہیں کہ وہ زکوٰۃ میں بوڑھا یا کانا جانور لے اور نہ ہی بھیڑ کے بچے کی جگہ بکری کا بچہ لے، البتہ اس میں کوئی فائدہ نظر آتا ہو تو وہ ایسا کر سکتا ہے" [۲۵]

ج۔ زرعی پیداوار کی زکوٰۃ وصول کرنے والے کے ذمہ ہے کہ وہ ان فصلوں کے مالکوں کے لئے ان کی خوراک کی مقدار فصل چھوڑ دے اور اس پر زکوٰۃ نہ لے، یہ تمام توجیہات حضرت عمرؓ نے کی تھیں اور صحابہؓ میں سے کسی نے ان سے اختلاف نہیں کیا، نہ ہی ابن مسعودؓ نے اور نہ ہی کسی اور نے [۲۶]۔

۱۱۔ زکوٰۃ کے مصارف:

الف۔ اللہ تعالیٰ سورۃ توبہ میں زکوٰۃ کے مصارف کا ذکر فرماتے ہیں۔ ارشاد باری ہے (انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغرمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم۔ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لئے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافر نوازی میں استعمال کے لئے ہیں۔ ایک فریضہ ہے جو اللہ کی

طرف سے ہے۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے)

ب۔ جس شخص کے پاس پچاس درہم ہوتے حضرت ابن مسعودؓ اسے اغنیاء میں شمار کرتے جسے زکوٰۃ دینا جائز نہ ہوتا۔ آپ کہا کرتے: "اس شخص کو زکوٰۃ دینا حلال نہیں جو پچاس درہم یا اس کے مساوی سونے کا مالک ہو" [۲۷]

ج۔ ماں باپ اور اولاد کے سوا دوسرے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے والے کے کنبے میں شامل نہ ہوں۔ مثلاً بھائی یا بہن کی اولاد۔ حضرت ابن مسعودؓ کی زوجہ محترمہ نے آپ سے پوچھا کہ وہ زیورات کی زکوٰۃ اپنے بھتیجوں کو جو ان کی کفالت میں تھے دے سکتی ہے؟ تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا تھا۔ [۲۸]

د۔ زکوٰۃ آل رسولؐ کو نہیں دی جا سکتی نہ ہی ان کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں خزانچی تھے۔ آپ کے پاس حضورؐ کی آل میں سے کچھ لوگ آئے اور اپنے حصے کے عطیات کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ان کو جواب دے دیا اور فرمایا: "میرے پاس آپ لوگوں کے لئے کوئی عطیہ یا وظیفہ نہیں ہے، آپ لوگوں کے وظائف فیئ (زکوٰۃ کے ماسوا جزیہ، خراج اور مال غنیمت وغیرہ) اور جزیہ سے دیئے جائیں گے اور صدقہ یعنی زکوٰۃ ان لوگوں کے لئے ہے جو اس کے مستحق ہیں" جب ان حضرات نے بار بار تقاضا کیا تو حضرت ابن مسعودؓ بیت المال کی چابیاں لے کر حضرت عثمانؓ کے پاس چلے گئے اور ان کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: "میں خزانچی کا کام نہیں کر سکتا" [۲۹]

۱۲۔ زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا:

حضرت ابن مسعودؓ اس پر اصرار کرتے تھے کہ زکوٰۃ اسی شہر میں صرف کی جائے جس شہر کے رہنے والوں کے مال سے نکالی گئی ہو۔ اور اسے دوسرے شہر لے جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے، البتہ اگر اس شہر میں فقراء نہ ملتے یا زکوٰۃ دینے والوں کے محتاج رشتہ دار دوسروں شہروں میں ہوتے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ کی منتقلی کی اجازت دیتے۔ آپ کا قول ہے: "زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر نہ لے جائی جائے، ہاں اگر دوسرے شہر میں (محتاج) رشتہ دار ہوں تو ان کے لئے لے جا سکتے ہیں" [۳۰]

زکاۃ الفطر. صدقہ فطر

(دیکھئے لفظ صدقہ فطر)

زنا. زنا

۱۔ تعریف:

کسی مکلّف کا اپنے اختیار سے اور تحریم کا علم رکھتے ہوئے کسی ایسے فرج میں عمل جنسی کرنا جو اس کی اپنی ملکیت سے باہر ہو نیز اس میں ملکیت کا شبہ بھی موجود نہ ہو زنا کہلاتا ہے۔

۲۔ زنا کار مرد اور زنا کار عورت:

ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے کہ حد صرف اس پر ہی جاری کی جائے گی جس میں یہ چار شرطیں پائی جائیں گی۔ یعنی عقل، بلوغت، اختیار اور تحریم فعل کا علم (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵) اگر حد زنا کی صورت میں ہو تو درج بالا شرطوں کے ساتھ ایک اور شرط کا بھی اضافہ کیا جائے گا۔ اور وہ یہ کہ زنا کار مرد کو اس عورت پر جس کے ساتھ یہ فعل بد کیا گیا ہے کوئی ملکیت حاصل نہ ہو اور ملکیت کا شبہ پیدا کرنے والی بھی کوئی صورت نہ ہو۔ اگر عمل جنسی کرنے والا ایسی عورت کے کسی جز کا مالک ہو تو اسے حد نہیں لگے گی مثلاً کوئی شخص ایسی لونڈی کے ساتھ ہم بستری کرے جو اس کے اور غیر کے درمیان مشترک ہو۔ ملکیت کے شبہ کی یہ صورت ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کی لونڈی سے ہم بستری کرے۔ اب اس میں شبہ کی صورت یہ ہے کہ جب اپنی بیوی کے فرج میں تمتع کا حق حاصل ہے تو اس کا احتمال ہے کہ بیوی جس کی مالک ہو اس سے بھی اس قسم کے تمتع کا حق حاصل ہو۔ اس شبہ کی بنا پر حضرت ابن مسعودؓ نے اس شخص کو حد کی سزا معاف کر دی تھی جس نے اپنی بیوی کی لونڈی سے ہم بستری کر لی تھی۔ نخعیؒ کہتے ہیں: "ابن مسعودؓ کے پاس ایک شخص آ کر کہنے لگا میں نے اپنی بیوی کی لونڈی سے مجامعت کر لی ہے۔آپ نے فرمایا: "اللہ نے تجھ پر پردہ ڈال دیا ہے تو بھی پردہ رکھ" [۳۱] ایک اور شخص آیا جس نے اپنی بیوی کی لونڈی کے ساتھ منہ کالا کر لیا تھا۔آپ نے اس کی پٹائی کی، اور سنگسار نہیں کیا۔ [۳۲]

۳۔ زنا کے اثرات:

الف۔ وجوب حد: اگر کوئی آزاد اور کنوارا شخص زنا کرے تو اسے حد کے طور پر سو کوڑے لگانا

واجب ہو گا اور ایک سال کے لئے جلاوطنی یا شہر بدری ہو گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کنوارے مرد اور عورت کے متعلق جنہوں نے منہ کالا کیا ہو، فرمایا: "انہیں سو کوڑے لگائے جائیں گے اور جلاوطن کر دیا جائے گا" ۳۳؎ اگر آزاد اور ثیب (شادی شدہ) اس فعل کا ارتکاب کرے گا تو اسے سنگسار کر دیا جائے گا اس پر سب کا اجماع ہے۔

رقیق (غلام یا لونڈی) کو کسی صورت میں بھی سنگسار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ وہ محصن نہیں ہوتا اور سنگسار صرف محصن کو کیا جاتا ہے (دیکھئے لفظ احصان) بلکہ اسے حر یعنی آزاد انسان کی حد کا نصف پچاس کوڑے لگیں گے اور جلاوطن کر دیا جائے گا۔ معقل بن مقرن نے حضرت ابن مسعودؓ کو اطلاع دی کہ اس کی ایک لونڈی نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے پچاس کوڑے لگاؤ، اس نے کہا کہ وہ شوہر والی یعنی محصن نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "اس لونڈی کا اسلام ہی اس کے لئے احصان ہے" ۳۴؎ ام ولد کی بھی وہی سزا ہے جو لونڈی کی ہے کیونکہ ابن مسعودؓ کے نزدیک ام ولد بھی لونڈی ہوتی ہے (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۶، جز د) رہی رقیق کی جلاوطنی تو اس سلسلے میں ابراہیم نخعیؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے درمیان بد کاری کا ارتکاب کرنے والی ام ولد کے متعلق اختلاف رائے تھا، حضرت علیؓ کا خیال تھا کہ اسے کوڑے لگیں گے اور جلاوطن نہیں ہو گی جبکہ حضرت ابن مسعودؓ کا کہنا تھا کہ اسے دونوں سزائیں ملیں گی ۳۵؎ (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۶، جز د)

ثیب اگر اس فعل کا ارتکاب کرے تو اسے اس کی حد میں سنگسار کر دیا جائے گا۔ اس سزا کے لئے احصان کی صفت کا پایا جانا شرط ہے (دیکھئے لفظ احصان) اس صفت کی عدم موجودگی میں رجم ساقط ہو جائے گا اور اس کی بجائے کوڑے لگائے جائیں گے۔

ب۔ جب تک زنا کار مرد اور عورت توبہ نہ کر لیں اس وقت تک ان کا آپس میں نکاح حرام ہے۔ سالم بن الجعد نے اپنے والد اور انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اس شخص کے متعلق جس نے کسی عورت سے بد کاری کی اور پھر اس سے نکاح کر لیا، فرمایا: "یہ دونوں ابھی تک حالت زنا میں ہیں" ۳۶؎ اگر اسی حالت میں ان کی شادی ہو گئی تو ان دونوں کو علیحدہ کر دیا جائے گا ۳۷؎ حضرت ابن مسعودؓ

کے اس کلام کو اس معنی پر محمول کرنا ضروری ہے کہ اگر دونوں نے توبہ سے پہلے شادی کر لی تو اس کا حکم وہ ہو گا جو اوپر بیان ہوا۔ اگر توبہ کرنے کے بعد وہ ایسا کر لیں تو یہ جائز ہو گا اس کی دلیل وہ روایت ہے جو عبدالرزاق نے اپنی سند سے حضرت ابن مسعودؓ سے بیان کی ہے۔ آپ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو کسی عورت کے ساتھ فعل بد کرتا ہے اور پھر اس سے نکاح کر لیتا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا: "جب تک وہ تعلق زن و شو پر قائم رہیں گے زنا کے مرتکب بنے رہیں گے" آپ سے پوچھا گیا: "اگر وہ دونوں توبہ کر لیں تو پھر آپ کیا کہیں گے؟ اس پر آپ نے یہ آیت پڑھی (وھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیات۔ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور خطائیں معاف کرتا ہے) حضرت ابن مسعودؓ اس آیت کی مسلسل تکرار کرتے رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ سمجھ لیا کہ آپ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ ۳۸ حکم بن ابان کہتے ہیں کہ انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے یہی مسئلہ پوچھا تھا. سالم نے کہا کہ حضرت ابن مسعودؓ سے یہی مسئلہ پوچھا گیا تھا تو آپ نے یہ آیت پڑھی تھی (وھوالذی یقبل التوبہ عن عبادہ) ۳۹ حضرت ابن مسعودؓ سے ایک دفعہ ایک شخص کے متعلق مسئلہ پوچھا گیا جس نے کسی عورت کے ساتھ بدکاری کی تھی. پھر دونوں نے توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لی تھی. آیا اس کے بعد وہ دونوں آپس میں شادی کر سکتے ہیں تو آپ نے یہ آیت تلاوت کی (ثم ان ربک للذین عملوا السوء بجھالۃ ثم تابوا من بعد ذلک واصلحوا ان ربک لغفور رحیم۔ پھر تیرا پروردگار ان لوگوں کو جنہوں نے نادانی کی بنا پر برے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لی. بیشک تیرا پروردگار بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) آپ یہ آیت مسلسل دہراتے رہے حتیٰ کہ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ آپ نے ایسا کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ ۴۰ ہم ان روایات میں دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے توبہ کا ذکر تسلسل کے ساتھ کیا ہے تاکہ آپ یہ باور کرا دیں کہ ایسا نکاح توبہ کے ساتھ مشروط ہے۔ یہ تو ہمارا اجتہاد ہے جو ہم نے حضرت ابن مسعودؓ سے منقول روایات کے متعلق کیا ہے۔

لیکن ابن القیم کی رائے یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک ایسے شخص کا نکاح اس عورت سے حلال ہی نہیں ہے. وہ عورت اس مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی

ہے۔ [۴۱]

۲) اگر بیوی شوہر کی زوجیت میں رہتے ہوئے زنا کا ارتکاب کر لے تو شوہر کے لئے ضروری ہے وہ اس سے علیحدہ رہے۔ حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے اور ساتھ ہی ساتھ استبراء رحم بھی کرے۔ [۴۲] (دیکھئے لفظ استبراء، فقرہ ۲)

ج۔ حرمت مصاھرت کا ثابت ہو جانا۔ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ زنا کی وجہ سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ اس لئے جو شخص کسی عورت کے ساتھ زنا کرتا ہے اس پر اس عورت کی اصل اور فرع حرام ہو جاتی ہے۔ آپ فرمایا کرتے۔ "جب حلال اور حرام کا اجتماع ہو جائے تو حرام حلال پر غالب آ جاتا ہے" [۴۳]

د۔ اس لونڈی کا تاوان جس کے ساتھ فعل بد کیا جائے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا خیال تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کی لونڈی کے ساتھ منہ کالا کرے تو وہ بہرصورت اس کا تاوان ادا کرے گا۔ اگر لونڈی نے بخوشی اس کے ساتھ یہ فعل بد کیا ہو گا تو وہ اس کا مالک بن جائے گا اور اگر اس شخص نے لونڈی کو مجبور کیا ہو گا تو لونڈی آزاد ہو جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ سے یہی مسئلہ پوچھا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا۔ "اگر مرد نے اس فعل بد پر اسے مجبور کیا ہے تو لونڈی آزاد ہو جائے گی اور اس کی قیمت کا تاوان وہ اپنی بیوی کو ادا کرے گا اور اگر لونڈی کی رضامندی سے ایسا ہوا ہے تو وہ اسے رکھ لے گا اور اپنی بیوی کو اس کا تاوان ادا کرے گا" [۴۴]

ھ۔ زانی بیوی یا لونڈی کا استبراء۔ جب بیوی زنا کا ارتکاب کر لے تو جب تک استبراء رحم نہ ہو اس وقت تک شوہر کے لئے ہم بستری کرنا جائز نہیں ہو گا۔ امام شافعی نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپ یہ مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے ہم بستری کرے جبکہ وہ زنا کی مرتکب ہو گئی ہو، یہاں تک کہ وہ استبراء رحم نہ کر لے [۴۵] یعنی آپ نے استبراء رحم تک اس سے ہم بستری کو مکروہ سمجھا ہے (دیکھئے لفظ تسری، فقرہ ۲، جزج) اور استبراء، فقرہ ۲)

و۔ زانی عورت کے ہاں پیدا ہونے والے بچے کا نسب ماں سے چلے گا نہ کہ باپ سے اور ماں ہی اس کی عصبہ قرار پائے گی (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۶، جزا، فقرہ ۱، جزا)

۴۔ بیوی پر زنا کی تہمت لگانا: (دیکھئے لفظ لعان)

کسی غیر عورت پر زنا کی تہمت لگانا (دیکھئے لفظ قذف)

زنا کی تعریض کرنا (دیکھئے لفظ تعریض، فقرہ ۲)

زوج: شوہر

میراث میں شوہر کے احوال (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵، جز۔ د)

نیز نکاح، طلاق، ایلاء، خلع، اور عورت کے ابحاث ملاحظہ کیجئے۔

زوجہ: بیوی

میراث میں بیوی کے احوال (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵، جز۔ ھ)

طلاق رجعی حاصل کرنے والی عورت اپنے شوہر کی بیوی ہوتی ہے (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۳، جز۔ ب) اور (لفظ عدۃ، فقرہ ۳، جز۔ ح) اور (لفظ لعان، فقرہ ۲، جز۔ الف)

بیوی پر زنا کی تہمت لگانا اور اس پر عائد ہونے والی سزا (دیکھئے لفظ قذف، فقرہ ۲، جز۔ الف) اور (لفظ لعان)

بیوی کی اصل اور فرع کی حرمت (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، فقرہ ۱، جز۔ ب)

بیوی کو اس کی ممانعت کہ وہ شوہر کو کچھ بطور تبرع کے دیدے جب تک کہ بیوی کا بچہ پیدا نہ ہو جائے یا شادی کو ایک سال نہ گزر جائے (دیکھئے لفظ حجر، فقرہ ۲، جز۔ ج)

بیوی کی لونڈی سے ہم بستری کرنا (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۲) اور (زنا، فقرہ ۳، جز۔ د)

زور: جھوٹ

جھوٹی گواہی کا حکم اور اس پر عائد ہونے والی سزا (دیکھئے لفظ تزویر)

زیارۃ: زیارت کرنا، ملاقات کرنا

زیارت کعبہ (دیکھئے لفظ عمرہ)

رشتہ داروں کی ملاقات (دیکھئے لفظ رحم، فقرہ ۲)

بیت المقدس کی زیارت (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۱)

زینۃ : بناؤ سنگھار

۱۔ تعریف :

زینت : کسی چیز کو حسین بنا دینا

۲۔ بناؤ سنگھار کے سلسلے میں حرام باتیں :

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس بناؤ سنگھار کی حرمت کے بڑے سختی سے قائل تھے۔ جس میں اللہ کی پیدا کی ہوئی فطری صورت کو بگاڑنا پایا جاتا اور اس سے مقصود صرف بناؤ سنگھار ہی ہوتا۔ آپ فرمایا کرتے : "اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو بناؤ سنگھار کے لئے گودتی ہیں یا گودنے کے لئے کہتی ہیں، جو اپنے جسم کے چھوٹے چھوٹے بالوں کو اکھیڑ دیتی اور دانتوں کے درمیان فاصلے پیدا کرتی ہیں اور اپنے اس طرز عمل سے تخلیق خداوندی کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہیں" ایک دفعہ آپ کی یہ بات بنی اسد کی ایک عورت کو جس کا نام ام یعقوب تھا، پہنچ گئی وہ آکر آپ سے کہنے لگی کہ مجھے معلوم ہوا ہے آپ نے فلاں فلاں قسم کی عورتوں پر لعنت کی ہے ؟ آپ نے جواب دیا : "میں ایسی عورتوں پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے اور جن کا ذکر اللہ کی کتاب میں ہے" عورت کہنے لگی : "میں نے اللہ کی کتاب پوری پڑھی ہے، مجھے اس میں وہ بات نہیں ملی جو آپ کہتے ہیں۔" آپ نے جواب دیا : "اگر تم نے اللہ کی کتاب پڑھی ہوتی تو تمہیں وہ بات مل جاتی" اچھا تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی (ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا جو بات تمہیں رسول کہیں اسے اختیار کر لو اور جس بات سے روکیں اس سے باز رہو) کہنے لگی : "میں نے پڑھی ہے" آپ نے فرمایا : "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ان حرکات سے منع فرمایا ہے" کہنے لگی : "میرا خیال ہے کہ آپ کے اہل خانہ ایسا کرتے ہیں" اس پر آپ نے فرمایا : "جاؤ جا کر دیکھ لو" یہ سن کر وہ عورت آپ کے گھر کے اندر چلی گئی لیکن وہاں ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی۔ اس موقعہ پر آپ نے فرمایا : "اگر وہ (میری بیوی) ایسی ہوتی تو میرا اس کا کبھی ساتھ نہ ہوتا" [۱۹]

۳۔ زیورات کے ذریعہ بناؤ سنگھار کرنا (دیکھئے لفظ حلی)

۴۔ بناؤ سنگھار میں سے کون سی چیزوں کو ظاہر کیا جا سکتا ہے۔

الف۔ بناؤ سنگھار کو ظاہر کرنا جائز ہے اگر وہ جسم کے کسی عضو سے چپکا ہوا نہ ہو مثلاً کنگن، بالیاں وغیرہ

ب۔ اگر لباس کے نیچے ہو تو اس کے کسی بھی حصے کا ظاہر ہونا ناجائز ہے۔ نہ انگوٹھی، نہ سرمہ اور نہ ہی پازیب۔ حضرت ابن مسعودؓ اس آیت قرآنی (ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا۔ اور نہ ظاہر کریں اپنا بناؤ سنگھار مگر وہ جو خود ظاہر ہو جائے) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے تھے۔ کہ اس سے مراد پہنے ہوئے کپڑے ہیں [۱۷] (دیکھئے لفظ حجاب. فقرہ ۲)

۲ ۔ جمعہ کی نماز کے لئے آرائش کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۵، جز۔ و)

نسخہ قرآن کی آرائش (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۴، جز۔ الف)

حوالہ جات

حرف الزاء

۱۔ فقہ الملوک و مفتاح الرتاج ص ۵۳۲ جلد اول، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۱ جلد اول (روایت کا صرف پہلا حصہ) خراج ابی یوسف ص ۸۰ (مطبوعہ المطبعۃ السلفیۃ)

۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۱ جلد اول

۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۰ جلد اول، تفسیر ابن کثیر ص ۳۵۲ جلد دوم

۴۔ ابو داؤد شریف، کتاب الزکواۃ باب حقوق المال رقم ۱۶۶۴

۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۴۔ ب جلد اول، عبدالرزاق ص ۷۰ جلد چہارم، سنن بیہقی ص ۱۰۸ جلد چہارم، الاموال ص ۴۵۲، المحلی ص ۲۰۸ جلد پنجم، المجموع ص ۲۹۷ جلد پنجم، المغنی ص ۶۲۲ جلد دوم، بدائع الصنائع ص ۴، جلد دوم، الام ص ۱۸۹ جلد ہفتم

۶۔ المغنی ص ۴۱ جلد دوم

۷۔ المجموع ص ۳۲۴ جلد پنجم، المغنی ص ۶۲۶ جلد دوم

۸۔ عبدالرزاق ص ۸۷ جلد چہارم، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۷ جلد اول، الاموال ص ۴۱۲، المحلی ص ۸۴ جلد ششم، المغنی ص ۶۲۶ جلد دوم، الام ص ۱۸۹ جلد ہفتم

۹۔ الاموال ص ۴۱۲

۱۰۔ المحلی ص ۸۳ص جلد ششم

۱۱۔ المحلی ص ۶۵ جلد ششم، ص ۷ جلد سوم

۱۲۔ المغنی ص ۹ جلد سوم، المجموع ص ۳۱، ۴۳، ۷۵ جلد ششم، احکام القرآن حصاص رازی ص ۳۲ جلد سوم

۱۳۔ عبدالرزاق ص ۸۳ جلد چہارم، الاموال ص ۴۴۰

۱۴۔ المحلی ص ۴۵ جلد نہم

۱۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۲ جلد اول

۱۶۔ المغنی ص ۵۸۴ جلد دوم، نیل الاوطار ص ۱۳۶ جلد چہارم

۱۷۔ المحلی ص ۲۴ جلد ششم

۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۳ جلد اول

۱۹۔ المغنی ص ۶۰۲ جلد دوم

۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۴ جلد اول

۲۱۔ کشف الغمہ ص ۱۸۲ جلد اول

۲۲ ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۱ جلد اول
۲۳ ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۳ جلد اول
۲۴ ـ الموطا ص ۲۶۴ جلد اول
۲۵ ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۳ جلد اول
۲۶ ـ المحلی ص ۲۶۰ جلد پنجم
۲۷ ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۷ جلد اول، المحلی ص ۱۵۳ جلد ششم، المغنی ص ۶۶۱ جلد دوم
۲۸ ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۸ جلد اول، الاموال ص ۵۸۱، سنن بیہقی ص ۱۳۹ جلد چہارم
۲۹ ـ عبدالرزاق ص ۵۳ جلد چہارم
۳۰ ـ سنن بیہقی ص ۱۰ جلد ہفتم
۳۱ ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۰ جلد دوم، سنن سعید بن منصور ص ۱۱۳، جز دوم جلد سوم
۳۲ ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۹ جلد دوم، عبدالرزاق ص ۳۴۳ جلد ہفتم
۳۳ ـ عبدالرزاق ص ۳۱۲ جلد ہفتم، المحلی ص ۱۸۴ جلد گیارہ کنزالعمال ۱۳۴۹۰، المغنی ص ۱۶۷ جلد ہشتم
۳۴ ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ ـ ب جلد دوم
۳۵ ـ سنن بیہقی ص ۱۵۶ جلد ہفتم
۳۶ ـ المحلی ص ۴۷۸ جلد نہم. ابن ابی شیبہ ص ۲۱۹ جلد دوم، عبدالرزاق ص ۲۵۰ جلد ہفتم، الام ص ۱۷۴ جلد ہفتم.
۳۷ ـ سنن بیہقی ص ۱۵۶ جلد ہفتم
۳۸ ـ عبدالرزاق ص ۲۰۵ جلد ہفتم
۳۹ ـ المحلی ص ۴۷۵ جلد نہم
۴۰ ـ سنن بیہقی ص ۱۵۶ جلد ہفتم
۴۱ ـ اعلام الموقعین ص ۲۱۸ جلد دوم
۴۲ ـ الام ص ۱۷۵ جلد ہفتم
۴۳ ـ عبدالرزاق ص ۱۹۹ جلد ہفتم
۴۴ ـ عبدالرزاق ص ۳۴۳ جلد ہفتم. ابن ابی شیبہ ص ۱۳۰ جلد دوم. المغنی ص ۱۸۶ جلد ہشتم، کنزالعمال ۱۳۵۲۷ سنن سعید بن منصور ص ۱۱۳ جز دوم جلد سوم
۴۵ ـ الام ص ۱۷۵ جلد ہفتم
۴۶ ـ بخاری شریف. کتاب التفسیر، سورہ الحشر، مسلم شریف کتاب اللباس والزینہ تفسیر ابن کثیر ص ۳۳۶ جلد اول
۴۷ ـ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۲ جلد دوم، تفسیر ابن کثیر، سورہ النور کی آیت نمبر ۳۱

حرف السین
س

سبب : سبب

دیکھئے لفظ تسبب

ستر: پردہ

دیکھئے لفظ تستر

سترہ : آڑ

۱ ۔ تعریف :

سترہ اس آڑ کو کہتے ہیں جو نماز پڑھنے والے کے آگے کھڑی کر دی جاتی ہے۔

۲ ۔ نمازی کا سترہ کھڑا کرنا :

اگر نماز پڑھنے والے کے سامنے کوئی ایسی آڑ نہ ہو جو اس کے لئے سترہ کا کام دے مثلاً دیوار، ستون وغیرہ تو اس کے لئے یہ مسنون ہو گا کہ اپنے سامنے کوئی سترہ قائم کرے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱، جز۔ الف)

سجن : قید کرنا، قید خانہ

دیکھئے لفظ حبس

سجود : سجدہ، سجدہ کرنا

۱ ۔ تعریف :

زمین پر پیشانی کو بمعہ ناک رکھنا سجود کہلاتا ہے۔

۲ ۔ نماز کا سجدہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز ۔ ط)

امام ابھی سجدے کی حالت میں ہو کہ مقتدی کا سجدے سے سر اٹھا لینا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز د، فقرہ ۹)

۳۔ سجدہ سہو (دیکھئے لفظ سہو)

۴۔ سجدہ تلاوت

الف۔ قرآن مجید سجدہ تلاوت کے مقامات (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۱)

ب۔ ۱) جو شخص قرآن مجید میں سجدے کی آیت تلاوت کرے اس کے لئے سجدہ کرنا حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک سنت ہے۔ آپ جب چلتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور سجدہ کی آیت آ جاتی تو ایک کنارے ہو کر سجدہ کر لیتے ۱۔ بعض دفعہ آپ چلتے چلتے قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور آیت سجدہ آنے پر اللہ اکبر کہتے، اشارے سے سجدہ کرتے اور سلام پھیر لیتے ۲۔

اگر کسی نے نماز کے اندر آیت سجدہ کی قرآت کی اور یہ آیت اس کی قرات کی آخری آیت ہو تو پھر اسے اختیار ہو گا چاہئے تو فوراً سجدہ میں چلا جائے اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو اور رکوع کر لے۔ اور چاہے تو سجدے میں نہ جائے رکوع میں چلا جائے۔ یہ رکوع اس کے سجدہ تلاوت کا کام دے دے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر سجدہ سورت کے آخر پر ہو تو اگر چاہو تو رکوع کر لو اور چاہو تو سجدے میں چلے جاؤ۔ اس لئے کہ سجدہ رکعت کے ساتھ ہو جاتا ہے" ۳۔

۲) آیت سجدہ کو سننے والے پر دو شرطوں کے ساتھ سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ سننے والا قرآن کی تلاوت سننے کے لئے بیٹھا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ ایک قصّہ گو کے پاس سے گزرے۔ اس نے ایک آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدے میں چلا گیا، حضرت ابن مسعودؓ نے اس کے ساتھ سجدہ نہیں کیا اور فرمایا: "ہم یہ آیت سجدہ سننے کے لئے نہیں بیٹھے تھے" ۴۔ دوسری شرط یہ ہے کہ آیت سجدہ پڑھنے والا خود بھی سجدہ کرے، اس لئے کہ وہ سننے والے کے لئے امام کی حیثیت رکھتا ہے۔ سلمان بنی حنظلہ کہتے ہیں: "میں نے حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آیت سجدہ تلاوت کی اور آپ کی طرف دیکھا، آپ نے فرمایا: "کیا دیکھتے ہو، تلاوت تم نے کی ہے۔ اگر تم سجدہ کرو گے تو ہم بھی کریں

گے" ۵

ج۔ سجدہ تلاوت میں کیا پڑھنا چاہئے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے سجدہ میں یہ پڑھا" لبیک وسعدیک والخیر بین یدیک. حاضر ہوا میں، بار بار حاضر ہوا، اور تمام بھلائی تیرے سامنے ہے" ۶

۵ ۔ سجدہ شکر:

سجدہ شکر کے متعلق ہمیں حضرت ابن مسعودؓ سے کوئی روایت نہیں ملی لیکن ابن حزم کا کہنا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے فتح یمامہ (جس میں مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کا قلع قمع کیا گیا تھا) کی خبر سن کر سجدہ شکر ادا کیا تھا، اسی طرح حضرت علیؓ نے ذوالثدیہ کی لاش کو جنگ میں ہلاک ہونے والے خارجیوں کی لاشوں میں پاکر سجدہ شکر ادا کیا تھا۔ کیونکہ ذوالثدیہ کی ہلاکت سے حضرت علیؓ کو اپنے حق پر ہونے کا یقین ہو گیا تھا۔ (یہ واقعہ جنگ نہروان میں پیش آیا تھا جس میں حضرت علیؓ نے خارجیوں کو زبردست شکست دی تھی) نیز کعبؓ بن مالک نے سجدہ شکر ادا کیا تھا جب آپ کی توبہ قبول ہوئی تھی (آپ جنگ تبوک میں سستی کی بنا پر شریک نہیں ہوئے، پھر اللہ نے آپ کی اور آپ کے دو ساتھیوں کی توبہ قبول کی جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے) ان تینوں حضرات کے اس فعل کی کسی صحابی کی طرف سے مخالفت نہیں کی گئی۔

سحر: جادو

حضرت ابن مسعودؓ یہ جملہ بار بار دہراتے کہ "جو شخص کسی جادوگر یا غیب کا حال بتانے والے یا قیافہ شناس کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو گویا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب اللہ کا انکار کر دیا" ۷

سحور: سحری کھانا

۱ ۔ تعریف:

سحر کے وقت کھانا سحور ہے اور سحر کا وقت رات کا آخری حصہ ہے جو صبح سے کچھ پہلے ہوتا ہے۔

۲ ۔ سحری کا وقت:

روزہ رکھنے کے ارادے سے سحری کھانے والے کے لئے سحری میں تاخیر مستحب ہے۔ حضرت ابن

مسعودؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ مطر شیبانی کہتے ہیں۔ "ہم نے حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر مسجد میں آئے تو نماز کی اقامت ہو گئی۔" ۵ لیکن اتنی بھی تاخیر نہیں ہونی چاہئے کہ وہ روشنی ظاہر ہو جائے جس میں رنگوں کے درمیان امتیاز کیا جا سکتا ہو۔ یہ روشنی طلوع فجر کے کچھ بعد نمودار ہوتی ہے۔ اگر کسی نے سحری کھانے میں اتنی تاخیر کر دی کہ یہ روشنی ظاہر ہو گئی تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا، اور اس پر قضا لازم ہو گی (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۵، جز۔ ج) اور صیام، فقرہ ۸)

سِرّ: راز

دیکھئے لفظ اسرار

خفیہ طور سے طلاق دینا اور خفیہ طور سے رجوع کر لینا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۹) اور (رجعۃ، فقرہ ۲، جز۔ ج)

سرایہ: سرایت کر جانا

قصاص کے اثرات کا جسم میں سرایت کر جانا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز۔ الف، فقرہ ۴)

سرقہ: چوری

۱۔ تعریف:

سرقہ، کسی مکلف کا محفوظ جگہ سے خفیہ طور پر ایسی چیز اٹھا لے جانا جس میں اس کا کوئی حق نہ ہو اور وہ چیز حد سرقہ کے نصاب کو پہنچتی ہو۔ اس بنا پر اچکا چور نہیں ہوتا اور اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ۹

۲۔ چور:

چور پر حد جاری نہیں ہوتی مگر اس وقت جب وہ عاقل، بالغ، اختیار والا اور حرمت سرقہ کا علم رکھنے والا ہو (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵) حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ایک لڑکی لائی گئی جس نے چوری کر لی تھی لیکن ابھی تک اسے حیض نہیں آیا تھا۔ آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم نہیں دیا اس لئے کہ وہ ابھی بالغ نہیں ہوئی تھی (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵، جز۔ ب)

۳۔ جس کی چوری ہو جائے:

اگر غلام اپنے آقا کا مال چرا لے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اس لئے کہ غلام بھی اس کا مال ہے، اور اس کے پاس جو کچھ ہو گا وہ اس کے آقا کا ہو گا۔ معقل بن مقرن حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ میرے غلام نے میری قبا چرالی ہے اس کا ہاتھ کاٹ دیجئے۔ آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا: "تمہارے مال کا ایک حصہ تمہارے ہی مال کے ایک حصے کے پاس چلا گیا" [۱۰]

۴۔ مال مسروقہ:

ا۔ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ چوری میں اس وقت تک ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جب تک چرایا ہوا مال نصاب کو نہ پہنچ جائے۔ نصاب کی مقدار ڈھال یا چمڑے کی ڈھال کی قیمت کی مقدار ہے۔ آپ کا قول ہے: "صرف ڈھال یا چمڑے کی ڈھال میں ہاتھ کاٹا جائے گا" [۱۱] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کے مطابق. پانچ درہم چرانے پر ہاتھ کاٹ دیا تھا [۱۲] لیکن بعد میں درہم کی قیمت گر گئی۔ اس لئے حضرت ابن مسعودؓ دس درہم یا ایک دینار چرانے پر ہاتھ کاٹا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: "ہاتھ صرف ایک دینار یا دس درہم چرانے پر کاٹا جائے گا" [۱۳]

ب۔ آپ کی یہ بھی رائے تھی کہ ایسی چیز چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جس میں چور کا بھی حق ہو مثلاً دو حصہ دار ہوں اور ایک حصہ دار شراکت کے مال میں چوری کر لے۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان بیت المال میں چوری کر لے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کوفہ میں ایک شخص نے بیت المال میں چوری کی. حضرت ابن مسعودؓ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کر لیا، حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی تو آپ نے انہیں لکھا: "اس چور کا ہاتھ نہ کاٹو کیونکہ بیت المال میں اس کا بھی حق ہے" [۱۴] حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت عمرؓ کی مخالفت نہیں کی بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر عمل پیرا ہو گئے۔

ج۔ حد سرقہ جاری کرنے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ چوری حرز یعنی محفوظ جگہ سے کی گئی ہو۔ اس بنا پر اگر کسی نے پبلک حمام سے کوئی چیز چرالی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ حضرت ابوؓ الدرداء نے یہی فیصلہ دیا تھا اور کسی صحابی کی طرف سے اس سے اختلاف نہیں

کیا گیا تھا ۵ؔ

۵۔ چوری کی سزا :

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ چور کا دایاں ہاتھ پہنچے سے کاٹا جائے گا ۶ؔ حضرت ابن مسعودؓ ارشاد باری : (والسارق والسارقہ فاقطعوا ایدیھما ۔ اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو) کی تلاوت کرتے ہوئے اس طرح پڑھتے (والسارق والسارقہ فاقطعوا ایمانھما) یعنی ان کے دائیں ہاتھ کاٹ دو. یہ شاذ قرائت ہے۔ ۷ؔ یا یوں کہہ لیجئے کہ آپ نے اس کے ذریعے آیت کی تفسیر کی ہے۔

سعی بین الصفا والمروۃ : صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا

دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۸، اور لفظ عمرہ، فقرہ ۴

سفر : سفر، سفر کرنا

۱۔ تعریف :

شہر اقامت کی آبادی سے ایسی جگہ جانے کے ارادے سے نکلنا جو اتنی مسافت پر ہو کہ جس کی وجہ سے نماز میں قصر یعنی چہار گانہ دوگانہ ہو جائے، سفر کہلاتا ہے۔

۲۔ بیت المقدس کا سفر :

حضرت عمرؓ کی طرح حضرت ابن مسعودؓ بھی بیت المقدس کی زیارت کے لئے سفر کو مکروہ سمجھتے تھے، تاکہ اس کے زائر کی بیت اللہ کی طرف عمرہ کے ارادے سے آنے والوں کے ساتھ تشبّہ نہ ہو جائے آپ فرمایا کرتے : "اگر بیت المقدس مجھ سے دو فرسخ (چھ میل) کے فاصلے پر ہوتا تو بھی میں اس کی زیارت کو نہ جاتا ۸ؔ

۳۔ وہ سفر جس کی وجہ سے فقہی احکام مرتب ہوتے ہیں :

اس سفر کی مسافت کے متعلق جس پر فقہی احکام مرتب ہوتے ہیں، حضرت ابن مسعودؓ سے منقول روایات میں بہت اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے، کہ آپ نے چار فرسخ کی مسافت پر جو کہ بارہ میل کے مساوی ہے قصر کیا۔ میسرہ بن عمران بن عمیر اپنے دادا عمیر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک

دفعہ وہ حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ ایک خچر پر سوار ہو کر چار فرسخ کی مسافت پر گئے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ظہر اور عصر دونوں نمازیں قصر پڑھیں۔ [۱۹]

ایک اور روایت میں ہے کہ تین دن کی مسافت سے کم پر قصر جائز نہیں [۲۰] تیسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "تمہارا یہ سواد کا علاقہ نماز کے متعلق (یعنی نماز میں اتمام اور قصر کے متعلق) تمہیں دھوکے میں نہ رکھے، یہ تمہارے شہر کا ہی حصہ ہے" [۲۱] ایک دفعہ آپ نے فرمایا: "اپنی تجارتوں اور اپنے غلاموں اور بازاری لوگوں کی وجہ سے دھوکا نہ کھاؤ کہ سواد کے سرے تک جانے کے لئے نکلو تو کہنے لگو کہ ہم مسافر ہو گئے، مسافر وہ ہوتا ہے جو ایک افق سے دوسرے افق تک سفر کا ارادہ کرتا ہے" [۲۲] (یعنی طویل مسافت طے کرنے کے ارادے سے نکلتا ہے) یاد رہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے مسکن کوفہ اور سواد کے درمیان تیں فرسخ کا فاصلہ تھا۔

۴۔ سفر کی رخصتیں یعنی تخفیفی احکام:

چونکہ سفر میں عام طور پر مشقتوں کا سامنا ہوتا ہے اس لئے سفر کے ساتھ بہت سے تخفیفی احکام متعلق کر دیے گئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

الف۔ نماز میں قصر:

۱) حضرت ابن مسعودؓ صرف واجب سفر میں قصر صلوۃ کے قائل تھے مثلاً حج اور جہاد وغیرہ کے لئے سفر، آپ فرمایا کرتے: "نماز میں قصر صرف حج یا جہاد کے سفر میں ہوتی ہے" [۲۳] ایک روایت میں ہے کہ نماز میں قصر صرف واجب سفر میں ہوتی ہے" [۲۴] اس لئے کہ واجب کو صرف واجب کی بنا پر ہی ترک کیا جا سکتا ہے۔

۲) اس قصر کے وجوب کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ سے منقول روایتوں میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ مسافر کے لئے نمازیں قصر کرنا لازمی ہے اگر پوری نماز پڑھے گا تو اس پر اعادہ واجب ہو گا۔ آپ کا قول: "جس نے سفر میں چار رکعتیں پڑھیں وہ اپنی نماز لوٹائے" [۲۵] ایک اور روایت میں ہے کہ مسافر کو پوری نماز پڑھنے یا قصر کرنے کا اختیار ہے لیکن قصر افضل ہے۔ [۲۶] حضرت عثمان بن عفانؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں حج کے دوران منیٰ میں چار رکعتیں پڑھیں اور قصر نہیں کی۔ حضرت ابن مسعودؓ کو جب

اس کی اطلاع ملی تو آپ نے اظہار افسوس کرتے ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اقتدا میں دو رکعتیں پڑھی ہیں. پھر تمہارے راستے مختلف ہو گئے، میری تمنا ہے کہ مجھے چار میں سے صرف دو رکعتیں ہی نصیب ہو جائیں جو بارگاہ ایزدی میں قبولیت کا درجہ رکھتی ہوں" پھر آپ حضرت عثمانؓ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے لئے تیار ہو گئے۔ دوستوں نے کہا کہ ابھی تو آپ اظہار تاسف کرتے ہوئے انا للہ پڑھ رہے تھے اور اب ان کے پیچھے چہار گانہ پڑھنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں. یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اختلاف میں شر و فساد ہوتا ہے" [۲۷]

ب۔ سفر میں نماز میں تخفیف: حضرت ابن مسعودؓ سفر میں تخفیف کرتے تھے۔ سفر میں آپ نے فجر کی نماز پڑھی اور سورہ بنی اسرائیل کی آخری آیت کی قرات کر کے رکوع میں چلے گئے۔ [۲۸]

ج۔ سفر میں نماز جمعہ: حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے: "مسلمانوں پر سفر میں جمعہ کی نماز نہیں" [۲۹]

د۔ سفر میں روزے کی رخصت: حضرت ابن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ سفر میں آنحضورؐ روزے رکھ بھی لیتے ہیں اور نہیں بھی رکھتے۔ [۳۰] اسی لئے آپ مسافر کو اس کے حسب منشا روزے رکھنے یا نہ رکھنے کی اجازت دیتے تھے۔

ھ۔ سفر میں دو نمازیں بیک وقت پڑھنا: حضرت ابن مسعودؓ سفر میں دو نمازیں ایک ساتھ پڑھنے کو انتہائی ناپسند کرتے تھے. صرف دو موقعوں پر دو نمازیں اکٹھی پڑھی جا سکتی تھیں، یعنی حج کے موقع پر عرفات اور مزدلفہ میں۔ آپ فرمایا کرتے: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز اس کے وقت کے سوا کسی اور وقت میں پڑھی ہو. البتہ آپ نے عرفات میں ظہر اور عصر اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھی تھی" [۳۱]

ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ صرف عرفات میں ظہر اور عصر اکٹھی پڑھی جائیں گی [۳۲] جہاں تک مزدلفہ میں جمع بین الصلاتین کا تعلق ہے تو اس کے متعلق

ابن حزم نے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں: ''میں نے ابن مسعودؓ کے ساتھ مزدلفہ میں مغرب کی نماز اذان اور اقامت کے ساتھ ادا کی پھر رات کا کھانا لایا گیا، کھانے سے فراغت کے بعد آپ نے ہمیں اذان اور اقامت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھائی'' ۳۳؎

و۔ سفر میں ترک نوافل و سنت موکدہ: حضرت ابن مسعودؓ سفر میں نوافل اور سنن موکدہ پڑھا کرتے تھے۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سفر میں فرض نماز سے پہلے اور کے بعد نوافل پڑھا کرتے تھے۔ ۳۴؎

ز۔ ایک شخص حالت اقامت میں ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کرے گا لیکن حالت سفر میں اس کی مدت تین دن اور تین راتیں ہیں۔ (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۲، جزد)

۵۔ مسافر کی مقیم کی اقتدا میں نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز۔ د، فقرہ ۱۰)

عدت گزارنے والی عورت کا سفر حج و عمرہ (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۴، جز۔ د، فقرہ ۔ الف)

سفر کی دعائیں (دیکھئے لفظ دعاء فقرہ ۳، جز۔ ط)

شہر میں داخلے کے وقت مسافر کی دعا (دیکھئے لفظ دعاء،، فقرہ، جزو)

سکر: نشہ

سکر اس حالت کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص مشروب کے استعمال کے نتیجے میں ذہن کے اندر تمام امور گڈ مڈ ہو جاتے ہیں اور عقل ان کی ادراک سے عاجز ہو جاتی ہے۔

نشہ باز کی پردہ پوشی (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۴) اور تستر، فقرہ ۲) اور حد فقرہ ۳)

سکر کی سزا (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۵)

نشہ میں مست انسان پر اس کے نقصان دہ تصرفات کی ذمہ داری (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۲، جز۔ ب)

سکنی: سکونت

طلاق یافتہ عدت گزارنے والی عورت کی سکونت (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۳، جز۔ د) یا شوہر کی وفات پر عدت گزارنے والی بیوی کی سکونت (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۴، جز د، فقرہ ۱)

سکوت : خاموشی

نماز فجر کے بعد خاموشی، البتہ ذکر الٰہی کیا جا سکتا ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۱)

جس عورت کو شوہر کی طرف سے طلاق کا اختیار مل جائے اس کی خاموشی شوہر پر رضامندی کی دلیل ہے۔ (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۲، جز۔ الف، فقرہ ۲، جز۔ ب)

سلام : السلام علیکم کہنا، سلام پھیرنا

۱۔ تعریف :

السلام علیکم کے لفظ کے ساتھ کسی کو سلام کرنا، سلام کہلاتا ہے۔

۲۔ نماز کے اختتام پر سلام پھیرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز ع)

۳۔ نماز میں مصروف انسان کو سلام کہنا

حضرت ابن مسعودؓ اور دوسرے صحابہؓ کرام کی رائے تھی کہ نماز میں مصروف انسان کے لئے دوسرے کو سلام کہنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ نماز کی مشغولیت ایسے امور سے انسان کو بے نیاز کر دیتی ہے۔ اسی طرح کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ نماز میں مصروف انسان کو سلام کہے۔ اس لئے کہ نمازی اللہ سے مناجات میں مصروف ہوتا ہے اس مناجات کو قطع کرنا درست نہیں ہے[۲۵] لیکن اگر کوئی شخص نمازی کو سلام کر بیٹھے تو آیا اسے سلام کا جواب دینا چاہئے یا نہیں؟ حضرت ابن مسعودؓ نماز کی حالت میں سر کے ہلکے سے اشارے سے کلام کئے بغیر سلام کا جواب دے دیتے تھے[۲۶]۔ ابن جریج نے کہا ہے کہ مجھے بتایا گیا ہے حضرت ابن مسعودؓ نماز کی حالت میں سر کے اشارے سے سلام کا جواب دے دیتے تھے۔

۴۔ کافر کو سلام کہنا :

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کافر کو سلام کرنے میں پہل کرے، البتہ اگر اس کے ساتھ جا رہا ہو اور پھر اس سے جدا ہو جائے تو سلام کہہ سکتا ہے۔ علقمہ کہتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ تھے، کچھ اہل کتاب سفر میں ساتھ ہو گئے۔ جب وہ لوگ جدا ہونے لگے تو آپ نے پوچھا، "کہاں کا ارادہ ہے"؟ انہوں نے منزل کی نشاندہی کی، آپ نے انہیں سلام کہا اور ان کے پیچھے پیچھے خود بھی چل پڑے[۲۷] امام ابو یوسفؒ نے کتاب

الآثار میں ذکر کیا ہے کہ ایک عیسائی حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ ہولیا، پھر آگے چل کر الگ ہو گیا تو آپ نے اسے سلام کہا. آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: "حق صحبت ادا کرنے کے لئے میں نے ایسا کیا" ۴۸۹

سلم : بیع سلم

بیع سلم یہ ہے کہ قیمت کی فوری ادائیگی کی شرط پر کسی ایسی چیز کی فروخت جس کی حوالگی کی ذمہ داری اٹھائی جائے اور اس چیز کی نوعیت و صفات کی بھی وضاحت کر دی جائے۔ (دیکھئے لفظ بیع. فقرہ ۵. جز۔ الف)

سماع : سننا

آیت سجدہ سننے والے پر کیا واجب ہوتا ہے؟ (دیکھئے لفظ سجود. فقرہ ۴. جز۔ ب، فقرہ ۲)

سمحاق : ہڈی کی جھلی تک پہنچ جانے والا زخم

سمحاق زخم کی تعریف اور اس کی وجہ سے عائد ہونے والا جرمانہ (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲. جز۔ الف. فقرہ ۳)

سمر. رات کے وقت قصہ گوئی

ہم یہاں سمر سے مراد لیتے ہیں نماز عشاء کے بعد بیدار رہ کر باتیں کرنا۔ معروف تو یہی ہے کہ عشاء کے بعد جاگتے رہنا اور باتیں کرتے رہنا مذموم امر ہے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ لوگوں کی اس کوتاہی پر تادیب کرتے تھے ۴۹۰ لیکن سمر کی مذموم صورت وہ ہے جب کوئی طلب علم یا مسلمانوں کی بھلائی کے کام کے سوا کسی اور کام میں مشغول رہے۔ یہ منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ علمی مذاکرے میں ساری رات گزاری۔ یہ بھی منقول ہے کہ حضرت حذیفۃ بن الیمانؓ. حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ولید بن عقبہؓ کی مجلس میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے سلسلے میں رات کے وقت مذاکرات کئے۔ ابن عبدالبر نے الاستذکار میں لکھا ہے کہ "حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابو مسعود بدریؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حاکم کوفہ ولید بن عقبہ کے پاس سے رات گئے دیر تک گفتگو کر کے نکلے اور پھر مسجد کوفہ کے برآمدے میں آکر بیٹھ گئے اور صبح تک گفتگو کرتے رہے۔ ابن

عبدالبر نے کہا ہے: "میرے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ جب اہل کوفہ کی حاکم کوفہ ولید کے خلاف شکائتیں بہت بڑھ گئیں اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ پر تنقید کی بھی ابتداء ہو گئی تو حالات کو سدھارنے کی ضرورت نے ان حضرات کو گفتگو میں رات گزارنے پر مجبور کر دیا تھا" ۔؎

سن : دانت

دانت کو نقصان پہنچانے والے جرم کی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز- ب، فقرہ ۲، جز- ج)

دانت سے ذبح کرنا حلال نہیں ہوتا۔ (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۴)

سنہ : سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

شرعی احکام کے لئے دوسرا مصدر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۲، جز- د، فقرہ ۱)

سہر: شب بیداری

دیکھئے لفظ سہر

سھم : حصہ، تیر

چھٹا حصہ ایک سہم ہے۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ فلاں کو ایک سہم دے گا یا اس نے کسی کے لئے ایک سہم کی وصیت کی تو یہ چھٹا حصہ ہو گا اس لئے کہ چھٹا حصہ سب سے کم حصہ ہے جو کسی وارث کو ملتا ہے اس بنا پر وصیت کی مقدار بھی یہی چھٹا حصہ ہو گا۔ ؎ (دیکھئے لفظ وصیہ، فقرہ ۴، جز- ج)

سہو : بھول، بھول جانا

۱- نماز میں سہو:

الف- سہو میں مقتدی امام کی متابعت کرے گا۔ اگر امام نماز میں بھول جائے تو مقتدی اسے تسبیح یعنی سبحان اللہ کہہ کر خبردار کر دے۔ اگر امام کے لئے اس بھول کی تلافی ممکن ہو تو اس کی تلافی کر لے۔ مثلاً قیام کی جگہ قعود کر لیا تو اس کے بعد سجدہ سہو کر لے۔ اگر اس بھول کی تلافی ممکن نہ ہو مثلاً قعود کی جگہ قیام کر لیا تو مقتدی کے لئے اس کی متابعت لازم

ہے،پھر امام اور اس کے ساتھ مقتدی سجدہ سہو کریں گے۔ ۴۲؎ حضرت ابن مسعودؓ نے نماز پڑھائی۔ قعدہ اولیٰ کرنا بھول گئے، لوگوں نے سبحان اللہ کہہ کر آپ کو خبردار کیا لیکن آپ نے اشارے سے انہیں قیام کے لئے کہا۔ چنانچہ تمام مقتدی قیام کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ۴۳؎

ب۔ کن حالات میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے؟ سجدہ سہو درج ذیل حالات میں واجب ہوتا ہے:

۱) نماز میں کسی فعل کا اضافہ کر دینا بشرطیکہ یہ فعل نماز کی جنس سے ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ظہر کی نماز پانچ رکعتیں پڑھائیں، مقتدیوں نے خبردار کیا تو آپ نے سجدہ سہو کر لیا۔ ۴۴؎ ایک دفعہ آپ نے نماز پڑھائی۔ دو رکعتوں کے بعد بھول کر سلام پھیر دیا، پھر کھڑے ہو گئے، نماز مکمل کی اور پھر سجدہ سہو کے دو سجدے کر لئے۔ ۴۵؎

۲) فرض کو اس کے اصل مقام سے مؤخر کر دینا، مثلاً قعود کی جگہ قیام کر لیا یا قیام کی جگہ قعود کر لیا اور پھر فوت شدہ رکن یا فعل کو ادا کر لیا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب نمازی قعود کی جگہ قیام کر لے یا قیام کی جگہ قعود کر لے یا دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر لے تو نماز پوری کرنے کے بعد وہ سجدہ سہو کرے گا اور تشہد بھی پڑھے گا ۴۶؎ اس لئے کہ جب اس نے قیام کی جگہ قعود کر لیا تو اس نے قیام کو اس کی جگہ سے مؤخر کر دیا اور جب اس نے چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر لیا تو اس نے تیسری رکعت کے لئے قیام کو اس کی جگہ سے مؤخر کر دیا۔

۳) نماز میں شک، اگر نمازی کو نماز کی کسی شے کے متعلق شک ہو جائے اور اس کا ایک پہلو کے متعلق غالب گمان ہو تو وہ اس غالب گمان پر اپنی نماز کی بنا کرے گا (یعنی اس کو نقطہ آغاز بنا کر اپنی نماز جاری رکھے گا) اگر کسی پہلو پر اس کا غالب گمان نہ ہو تو اس پہلو پر بنا کرے گا جو سب سے زیادہ مبنی بر احتیاط ہو گا اگر اسے یہ شک ہو گیا کہ آیا اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور کسی ایک گمان کو ترجیح بھی نہیں دے سکتا ہو تو ایسی صورت میں وہ اپنی نماز کی بنا تین رکعتوں پر کرے گا۔ اور پھر بہر صورت سجدہ سہو کرے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اسے پتہ نہ

ہو کہ تین رکعت پڑھی ہیں یا چار، تو درست بات کی جستجو کر لے. اگر اس کی رائے کا رجحان اس طرف ہو جائے کہ اس نے تین پڑھی ہیں تو وہ چوتھی رکعت پڑھ لے گا اور اگر اس کی رائے کا رجحان اس طرف ہو جائے کہ اس نے چار پڑھ لی ہیں تو وہ نماز ختم کر لے گا اور سجدہ سہو کر کے تشہد پڑھے گا اور سلام پھیر لے گا" [۴۷] آپ نے یہ بھی فرمایا: "جب کسی شخص کو اپنی نماز کے متعلق شک ہو جائے کہ آیا تین رکعت پڑھی ہیں یا دو تو ان دونوں میں سے جو زیادہ پر اعتماد بات ہو اس پر اپنی نماز کی بنا کرے پھر سہو کے دو سجدے کر لے" [۴۸]

ج۔ سجدہ سہو کی کیفیت: جب کسی پر سجدہ سہو واجب ہو جائے تو تشہد اور درود پڑھ کر اپنی نماز پوری کرے گا پھر دائیں طرف سلام پھیرے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرتے تھے [۴۹] پھر دو سجدے کرے گا۔ یہ دو سجدے نماز کے عام سجدوں کی طرح ہیں۔ پھر قعدہ کرے گا تشہد پڑھے گا اور سلام پھیر لے گا۔ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے سلام پھیرنے کے بعد تشہد پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ آپ خود سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھتے تھے۔

بھول کر کلام کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جزء ج، فقرہ ۱)

سوار: کنگن

عورت اپنی کلائی پر پہنے ہوئے کنگن کو پوشیدہ رکھے۔ (دیکھئے لفظ حجاب، فقرہ ۲)

سوط: کوڑا

سوط اس آلہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کوڑے لگائے جاتے ہیں۔

اس کوڑے کا بیان جو حد لگانے کے لئے استعمال کیا جائے۔ (دیکھئے لفظ جلد، فقرہ ۲۰)

سوم: چرنا

مویشیوں پر زکوۃ کے وجوب کے لئے چراگاہ میں چرنے کی شرط (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۶، جزء الف)

حوالہ جات

حرف (سین)

۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳۔ ب جلد اول
۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ جلد اول
۳۔ عبدالرزاق ص ۳۴۷ جلد سوم. کشف الغمہ ص ۱۲۳ جلد اول. المغنی ص ۶۲۶ جلد اول. ابن ابی شیبہ ص ۶۵۔ ب جلد اول
۴۔ المغنی ص ۶۲۴ جلد اول
۵۔ عبدالرزاق ص ۳۴۴ جلد سوم
۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۲ جلد اول
۷۔ سنن بیہقی
۸۔ عبدالرزاق ص ۲۳۴ جلد چہارم. ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ جلد اول. المحلی ص ۲۳۲ جلد ششم. تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۲ جلد اول
۹۔ سنن بیہقی ص ۲۱۶ جلد سوم. المحلی ص ۱۹۷. ۲۴۰ جلد ششم اور ص ۳۲۴ جلد گیارہ
۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۰ جلد دوم. سنن بیہقی ص ۲۴۳. ۲۸۱ جلد ہشتم. عبدالرزاق ص ۲۱۱ جلد دہم. خراج ابی یوسف ص ۲۰۵. المغنی ص ۶۴۹ جلد دوم. ص ۲۷۵ جلد ہشتم
۱۱۔ عبدالرزاق ص ۲۴۴ جلد دہم
۱۲۔ کنزالعمال رقم ۱۳۹۴۸
۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۴ جلد دوم. سنن بیہقی ص ۲۶۰ جلد ہشتم. کتاب الخراج ص ۲۰۱. اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ ص ۱۵۵. تفسیر ابن کثیر ص ۵۶ جلد دوم
۱۴۔ عبدالرزاق ص ۲۱۲ جلد دہم. المحلی ص ۳۲۸ جلد ۱۱
۱۵۔ المحلی ص ۳۲۹ جلد گیارہ
۱۶۔ المغنی ص ۲۵۹ جلد ہشتم
۱۷۔ تفسیر ابن کثیر ص ۵۵ جلد دوم
۱۸۔ عبدالرزاق ص ۱۳۴ جلد پنجم
۱۹۔ المحلی ص ۸ جلد پنجم اور ص ۲۴۴ جلد ششم
۲۰۔ المجموع ص ۲۱۵ جلد چہارم. المغنی ص ۲۵۶ جلد دوم. نیل الاوطار ص ۲۵۲ جلد سوم
۲۱۔ المحلی ص ۳ جلد پنجم. ابن ابی شیبہ ص ۱۱۲ جلد اول

۲۲۔ عبدالرزاق ص ۵۲۲ جلد دوم. ابن ابی شیبہ ص ۱۱۲ جلد اول

۲۳۔ عبدالرزاق ص ۵۲۱ جلد دوم. المجموع ص ۲۲۷ جلد چہارم. المحلی ص ۲۶۸ جلد چہارم. کشف الغمہ ص ۱۳۸ جلد اول. المغنی ص ۲۶۱ جلد دوم

۲۴۔ المجموع ص ۲۲۷ جلد چہارم

۲۵۔ عبدالرزاق ص ۵۶۲ جلد دوم

۲۶۔ المجموع ص ۲۲۳ جلد چہارم. المغنی ص ۲۶۷، ۲۶۹، ۲۷۰ جلد دوم

۲۷۔ عبدالرزاق ص ۵۱۶ جلد دوم. آثار ابی یوسف رقم ۱۴۷، کشف الغمہ ص ۱۳۹ جلد اول. المغنی ص ۲۷۰ جلد دوم

۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۶ جلد اول

۲۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۷۔ ب جلد اول

۳۰۔ شرح معانی الاثار ص ۳۳۳ جلد اول

۳۱۔ عبدالرزاق ص ۵۵۱ جلد دوم

۳۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ جلد اول. کشف الغمہ ص ۱۳۹ جلد اول

۳۳۔ المحلی ص ۱۲۷ جلد ہفتم

۳۴۔ عبدالرزاق ص ۵۵۹ جلد دوم. المغنی ص ۲۹۴ جلد دوم

۳۵۔ کشف الغمہ ص ۸۹ جلد اول

۳۶۔ عبدالرزاق ص ۱۲ جلد ششم

۳۷۔ آثار ابی یوسف رقم ۹۳۹

۳۸۔ حوالہ ندارد

۳۹۔ موسوعہ فقہ عمر بن الخطاب. لفظ سمر

۴۰۔ الاستذکار ص ۶۷ جلد اول. ابن ابی شیبہ ص ۹۷ جلد اول

۴۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۷ جلد اول. عبدالرزاق ص ۳۱۴ جلد دوم

۴۲۔ المغنی ص ۲۴، ۲۵ جلد دوم

۴۳۔ عبدالرزاق ص ۳۱۱ جلد دوم

۴۴۔ کشف الغمہ ص ۱۲۵ جلد اول. کنزالعمال رقم ۲۲۲۷۵

۴۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۸ جلد اول

۴۶۔ عبدالرزاق ص ۳۱۳ جلد دوم. کشف الغمہ ص ۱۲۵ جلد اول. المغنی ص ۲۳ جلد دوم

۴۷۔ آثار ابی یوسف رقم ۱۸۰. المجموع ص ۴۲ جلد چہارم. المغنی ص ۱۵ اور ۲۲ جلد دوم

۴۸۔ عبدالرزاق ص ۳۰۶ جلد دوم. ابن ابی شیبہ ص ۴۲۔ ب جلد اول. شرح معانی الآثار ص ۲۵۳ جلد اول (مطبوعہ مجتبائی پریس ہند)

۴۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۷ جلد اول. شرح معانی الآثار ص ۲۵۶ جلد اول. المجموع ص ۱۷ جلد چہارم

حرف الشین
ش

شارع : راستہ، سڑک

سڑک پر پڑی ہوئی مٹی پاک ہے (دیکھئے لفظ نجاسۃ، فقرہ ۲، جز۔ ب، فقرہ ٦)

شبہ عمد : ایسی صورت جو عمد کے مشابہ ہو

شبہ عمد جرم، کی تعریف (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۵، جز۔ ب) اور اس پر واجب ہونے والی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ فقرہ ٦، جز ب، فقرہ ۲، جز۔ الف)

شبہ : شبہ

شبہ وہ ہے جو کسی اصلیت رکھنے والی شے کے مشابہ ہوتا ہے اور خود کوئی اصلیت نہیں رکھتا۔ شبہ کی بنا پر حد کا ساقط ہو جانا (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۷، جز۔ ج) اور (لفظ زنا، فقرہ ۲)

شرب : پانی گھاٹ، پانی کی باری، پینے کا پانی

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پانی پینے کے حق کی ترتیب و تنظیم کے متعلق فرمایا کرتے تھے:

"پانی کے بہاؤ کی جانب یعنی چشمے یا نہر کے نشیب میں رہنے والے اس کے فراز یعنی بالائی حصے کے امیر ہیں ا ۔ (آپ کے اس قول کا مقصد یہ تھا کہ چشمے یا نہر وغیرہ کے نشیب میں رہنے والوں کو اس پانی کے استعمال کا اتنا ہی حق پہنچتا ہے جتنا کہ بالائی حصے میں رہنے والوں کو۔ مترجم)

شرط : شرط

کسی ایک چیز کے وجود کو کسی دوسری چیز کے وجود کے ساتھ معلق کر دینے کو شرط کہتے ہیں۔

عقود میں شرط کے اثرات (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۴) اور (لفظ بیع، فقرہ ۵، جز۔ ج)

قرض میں فائدے کی شرط (دیکھئے لفظ قرض، فقرہ ٦، جز۔ ج)

غلام کی فروخت لیکن اس سے خدمت لیتے رہنے کی شرط (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۷، جز۔ ب، فقرہ ۱۰) شروط صلوٰۃ میں سے کسی ایک شرط کے ترک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ۔ فقرہ ۷، جز۔ الف، فقرہ ۱۰)

حج یا عمرہ کو کسی شرط کے ساتھ مشروط کرنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۳) اور (دیکھئے لفظ عمرۃ، فقرہ ۳، جز۔ الف)

شرک : شرک

مشرک عورت سے نکاح کی حرمت (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، فقرہ ۲، جز۔ ھ)

مشرک لونڈی سے تسری کرنا (دیکھئے لفظ تسری، فقرہ ۲، جز۔ د)

تعویذوں پر اعتقاد رکھنا شرک ہے (دیکھئے لفظ تمیم)

شرکۃ: شراکت، کمپنی

۱۔ شرکت مضاربت :

الف۔ تعریف : مضاربت اسے کہتے ہیں کہ ایک پارٹی کا سرمایہ ہو اور دوسری پارٹی کی کارکردگی ہو اور منافع آپس میں طے شدہ شرط کے مطابق تقسیم ہو جائے اور خسارہ کا بوجھ سرمایہ پر پڑے۔

ب۔ مضاربت کی مشروعیت : شرکت مضاربت مشروع ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ خود مضاربت کرتے تھے۔ آپ نے زیدؓ بن جنیدہ کو مضاربت کے طور پر رقم دی تھی۔[۲]

۲۔ شرکت ابدان :

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ شرکت ابدان (افرادی شراکت) کو درست تسلیم کرتے تھے، آپ نے اپنے متعلق واقعہ سنایا کہ جنگ بدر کے دن میں، سعدؓ اور عمارؓ اکٹھے ہو گئے، مجھے اور عمار کو کچھ ہاتھ نہیں لگا لیکن سعدؓ کے ہاتھ دو قیدی لگے۔[۳]

۳۔ قربانی کے جانور میں شرکت :

(دیکھئے لفظ اضحیہ، فقرہ ۳) اور ہدی میں شرکت (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۳، جز۔ ب، فقرہ ۲)

شعر: شعر و شاعری

۱۔ تعریف:

شعر اس موزوں اور مقفیٰ کلام کو کہتے ہیں جسے سن کر یا پڑھ کر طبیعت میں ایک خاص احساس پیدا ہوتا ہے

۲۔ شعر و شاعری کا بہت زیادہ شغل مکروہ ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اسے ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنی توانائیاں ایسے اشعار حفظ کرنے میں صرف کر دے جو انسان کے سفلی جذبات کو ابھارتے ہیں۔ آپ فرماتے: "انسان کا پیٹ پیپ سے بھر جائے بہتر ہے اس سے کہ وہ اشعار سے پر ہو جائے" [۴] ایسے اشعار جو عظمتوں اور سربلندیوں کے آئینہ دار ہوں اور اللہ کی راہ میں قربانی اور فداکاری کا درس دیتے ہوں تو انہیں پڑھنے اور یاد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ حضرت ابن مسعودؓ ایسے اشعار پڑھا کرتے لیکن ان سے زیادہ شغل رکھتے۔ اس لئے کہ یہ چیز قرآن کریم اور احادیث رسول سے بے رغبتی پیدا کر دیتی ہے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ بعض مواقع پر حسب موقعہ زمانہ جاہلیت میں لڑی گئی جنگوں کے متعلق کہے گئے اشعار میں سے کوئی شعر پڑھ دیتے۔ [۵]

شعر: بال

باریک اور چھوٹے بالوں کو زیب و زینت کی خاطر اکھیڑنا منع ہے (دیکھئے لفظ "نمص"، فقرہ ۲)

نماز میں بالوں کی چوٹی بنانا یا گوندھنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاہ، فقرہ ۲، جز۔ ر)

محرم کو بال مونڈنا ممنوع ہے (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۲، جز۔ د، فقرہ ۲)

حج یا عمرہ کرنے والے کا احرام بال مونڈنے کے ساتھ کھل جاتا ہے۔ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۴ جز۔ ج)

موئے زیر ناف کا اگ آنا بلوغت کی علامت ہے (دیکھئے لفظ بلوغ، فقرہ ۲، جز۔ الف)

شفاعہ۔ سفارش

۱۔ تعریف:

شفاعت حقدار تک اس غرض سے رسائی کرنے کا نام ہے کہ وہ اپنے اس حق سے دست بردار

ہوجائے جو اس شخص پر ہے۔ جس کی سفارش کی جارہی ہے۔

۲۔ حدود میں سفارش:

اللہ کے حدود میں سے کسی حد کو ساقط کرنے کے لئے سفارش بالا جماع ناجائز ہے۔ اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول ہے جو آپ نے مخزومی عورت کو چوری کی سزا دینے کے متعلق فرمایا تھا، حضرت اسامہؓ بن زید نے سزا کی معافی کی درخواست کی تھی جسے سن کر آپ نے ارشاد فرمایا: (اسامہ کیا تم اللہ کے حدود میں سے ایک حد کے متعلق سفارش کرتے ہو) اس قول سے آپ نے حضرت اسامہؓ کی اس حرکت پر انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا جسے سن کر حضرت اسامہؓ فوراً بول اٹھے: "اے اللہ کے رسول میرے لئے اللہ سے معافی کی دعا کیجئے" [۱] البتہ حدود کے سوا دوسری باتوں کے لئے سفارش جائز ہے۔ (بشرطیکہ جائز سفارش کی جاری ہو۔ مترجم)

۳۔ سفارش پر معاوضہ لینا:

حضرت ابن مسعودؓ سفارش پر معاوضہ لینے کے عدم جواز کے قائل تھے۔ اس لئے کہ جائز سفارش کا تعلق مسلمانوں کی تکلیفیں دور کرنے والے اعمال سے ہے جن کی ادائیگی واجب ہے۔ اس لئے کہ آپ نے اس شخص کے متعلق جس نے کسی حاکم کے پاس سفارش کر کے کسی کا حق دلوایا ہو اور پھر اپنی سفارش پر تحفہ بھی قبول کیا ہو فرمایا: "یہی ہے وہ بات جو ناپسندیدہ ہے" [۲] (دیکھئے لفظ رشوۃ، فقرہ ۳، جز۔ ب)

شفعہ:

۱۔ تعریف:

غیر منقولہ چیز یا جائداد کی ملکیت اس کے خریدار کو بیع میں دی ہوئی قیمت ادا کر کے زبردستی حاصل کر لینا شفعہ کہلاتا ہے۔

۲۔ سبب شفعہ:

دو اسباب میں سے ایک کی بنا پر شفعہ کا ثبوت ہو جاتا ہے:

اول، شراکت: اگر یہ غیر منقولہ چیز یا زمین دو شخصوں کے درمیان مشترک ہو اور ایک حصہ دار اپنا

حصہ دوسرے حصے دار کی بجائے کسی اور کو فروخت کر دے تو یہ حصہ دار فروخت شدہ چیز کو خریدار سے ادا شدہ قیمت دے کر لے سکتا ہے۔

دوم۔ پڑوس: پڑوس کی بنا پر حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔ پڑوسی فروخت شدہ غیر منقولہ چیز کا کسی غیر کے مقابلے میں زیادہ حقدار ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوس کے حق میں فیصلہ دیا تھا" [۵] یعنی آنحضورؐ نے پڑوس کی بنا پر حق شفعہ کا فیصلہ دیا تھا۔

شک۔ شک

۱۔ تعریف:

شک اسے کہتے ہیں کہ دو باتوں کے درمیان تردد ہو اور کوئی ایک بات دوسری پر ترجیح نہ پا سکے۔

۲۔ نماز میں شک اور اس کے ازالے کے لئے لازم آنے والی باتیں۔ (دیکھئے لفظ سہو، فقرہ ۱، جز۔ ب، فقرہ ۳) اور لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ الف، فقرہ ۲)

شک کے دن (کہ آیا رمضان کا چاند ہو گیا یا نہیں) روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ جز۔ الف)

وضو ٹوٹنے میں شک (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۵)

شکر۔ شکر کرنا

سجدہ شکر کی مشروعیت (دیکھئے لفظ سجود، فقرہ ۵)

شہادۃ۔ گواہی

۱۔ تعریف:

قاضی کے روبرو لفظ شہادت (گواہی) کے ذریعے کسی پر کسی کے حق کی عینی گواہی دینا شہادت ہے۔

۲۔ گواہ:

الف۔ کافر کی گواہی: کسی شخص کی گواہی اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوگی جب تک وہ مسلمان

اور فسق و فجور سے محفوظ نہ ہو، اس بنا پر کافر کی گواہی ناقابل قبول ہے۔ ارشاد باری ہے (واستشهدوا شهيدين من رجالكم۔ اور اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کو گواہی دینے کے لئے کہو)۔ ہاں اگر سفر کی حالت میں کوئی مسلمان موت کے قریب وصیت کرے اور اس جگہ گواہی کے لئے مسلمان نہ ملیں جو اس کی وصیت کے گواہ بن سکیں تو ایسی صورت میں وہ اپنی وصیت پر اہل کتاب میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنا سکتا ہے۔ پھر یہ دونوں جب گواہی دینے لگیں تو نماز کے بعد قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم نے نہ خیانت کی، نہ ہی کوئی بات چھپائی اور نہ ہی کوئی گناہ کمایا [۹]۔ اگر وصیت کے لئے مسلمان ملتے ہوں جو اس کی وصیت پر گواہ بن سکتے ہوں تو اس کے لئے کسی اور کو گواہ بنانا جائز نہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ سے اس آیت (شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ ۔ اے ایمان والو تمہارے درمیان گواہی کے لئے جب کہ تم میں سے کسی کی موت قریب ہو۔ وصیت کے وقت تم میں سے دو عادل آدمی ہوں یا تمہارے غیر میں سے دو افراد ہوں) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "کوئی شخص سفر میں ہو اور اس کے پاس مال ہو اور اس کی موت قریب ہو جائے تو اگر اسے دو مسلمان مل جائیں انہیں اپنا ترکہ حوالے کر دے گا اور ان دونوں پر دو مسلمان عادل آدمیوں کو گواہ مقرر کر دے گا" [۱۰] اس سے خود یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اگر دو مسلمان نہ ملیں تو اپنا مال کسی کتابی کے حوالے کر دے گا اور اس پر اہل کتاب میں سے دو آدمیوں کو گواہ مقرر کر دے گا۔

ب۔ فاسق کی گواہی جس طرح کافر کی گواہی ناقابل قبول ہے اسی طرح فاسق کی گواہی بھی قابل قبول نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک گویئے فاسق ہیں۔ آپ نے سورہ لقمان کی آیت (ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو لہو و لعب کی باتیں خریدتا ہے تاکہ اللہ کے راستے سے بھٹکائے) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں اس سے مراد گانا بجانا ہے" آپ نے یہ فقرہ تین دفعہ دہرایا [۱۱] نیز آپ کا قول ہے: "گانا بجانا دل میں نفاق بو دیتا ہے" [۱۲]

ج۔ فاسق کی توبہ: اگر کافر مسلمان ہو جائے اور فاسق توبہ کر لے تو اس کی گواہی قابل قبول ہو گی (دیکھئے لفظ توبہ)

د۔ مستور الحال (وہ شخص جس کے احوال پر پردہ پڑا ہو) کی گواہی: اگر کسی مسلمان کا فسق یا اس کی عدالت ظاہر نہ ہو تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی اس لئے کہ مسلمان اصل کے لحاظ سے عادل ہوتے ہیں اور ان کے حق میں فسق خلاف اصل ہوتا ہے جو ایک عارضی کیفیت ہوتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "ہر مسلمان عادل ہوتا ہے" [۱۳]

ھ۔ غلام کی گواہی: غلام کی گواہی رد کر دینے کے سلسلے میں ہمیں حضرت ابن مسعودؓ سے کوئی روایت نہیں ملی لیکن ابن حزم نے مجاہد سے بواسطہ منصور، یہ روایت کی ہے کہ اہل مکہ اور اہل مدینہ غلام کی گواہی کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ [۱۴]

۳۔ جھوٹی گواہی: دیکھئے لفظ تزویر

شہید: شہید

۱۔ تعریف:

شہید اس مسلمان کو کہتے ہیں جو ناحق قتل ہو جائے خواہ میدان جنگ میں یا کسی اور جگہ اور خون بہا کے طور پر مال واجب نہ ہو اور نہ ہی (زخمی ہونے کی صورت میں موت سے پہلے) علاج معالجہ میں وقت صرف ہوا ہو۔

۲۔ شہدا کی قسمیں:

شہدا کی دو قسمیں ہیں۔ شہید دنیا اور شہید آخرت

الف۔ شہید دنیا: وہ شخص جو میدان جنگ میں کام آئے یا وہاں زخمی ہو جائے پھر اسے وہاں سے اٹھالیا جائے اور علاج معالجہ میں وقت گزرے بغیر اس کی وفات ہو جائے۔

شہید دنیا اللہ کے ہاں اس صورت میں ثواب کا سزاوار ہوتا ہے جبکہ اس کی جنگ اللہ کے راستے میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے ہو۔ عبداللہ بن معقل کہتے ہیں: "ہم حضرت ابن مسعودؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے اطلاع دی کہ فلاں شخص نے شہادت کی موت پائی، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس نے شہادت کی موت پائی ہے، ایک شخص غصے میں آ کر جنگ کرتا ہے، کبھی غیرت کے تحت

ایسا کرتا ہے اور کبھی محض دکھلاوا ہوتا ہے۔ یاد رکھو، شہید صرف وہ ہوتا ہے جو اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی خاطر لڑتا ہوا جان دے دیتا ہے" [۱۵]

ب۔ شہید آخرت: وہ شخص ہے جو طبعی موت نہیں مرتا اور خون بہا کے طور پر کوئی مال بھی واجب نہیں ہوتا مثلاً ڈوب کر مرنے والا، یا پہاڑ وغیرہ سے لڑھک کر ہلاک ہونے والا وغیرہ وغیرہ۔ طارق بن شہاب کہتے ہیں؛ "حضرت ابن مسعودؓ کے سامنے شہداء کا ذکر ہوا، لوگوں نے کہا کہ شہادت تو قتل ہو کر حاصل ہوتی ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "تو پھر تمہارے شہداء کی تعداد بہت کم ہو گی" پھر فرمایا: "جو شخص ڈوب جاتا ہے یا پہاڑ سے لڑھک جاتا ہے۔ یا جسے درندے کھا جاتے ہیں وہ بھی قیامت کے دن اللہ کے ہاں شہید ٹھہرے گا" [۱۶]

۳۔ شہادت جن گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے:

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "شہادت ہر گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے مگر امانت کی عدم ادائیگی کا کفارہ نہیں بنتی۔ قیامت میں ایک شخص کو لایا جائے گا جو اگر چہ راہ خدا میں جان قربان کر چکا ہو گا لیکن اس سے کہا جائے گا کہ امانت واپس کرو۔ وہ کہے گا: "میں کیسے ادا کروں جبکہ دنیا ہی ختم ہو گئی ہے" اس پر وہ امانت جہنم کی گہرائی میں نمودار ہو گی، وہ شخص دوڑتا ہوا وہاں جائے گا اور امانت کو اپنی گردن پر سوار کر لے گا، لیکن امانت اس کی گردن سے اتر کر بھاگ کھڑی ہو گی اور یہ اس کے پیچھے ابدالاباد تک بھاگتا رہے گا" [۱۷]

حوالہ جات

(حرف شین)

۱۔ خراج یحییٰ بن آدم ص ۱۰۱
۲۔ اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ ص ۳۳، المغنی ص ۲۳ جلد پنجم
۳۔ المغنی ص ۳ جلد پنجم
۴۔ عبدالرزاق ص ۳۷۳ جلد چہارم
۵۔ عبدالرزاق ص ۲۶۵ جلد گیارہ
۶۔ بخاری شریف، کتاب الانبیاء، مسلم شریف کتاب الحدود باب حد السرقہ
۷۔ کشف الغمہ
۸۔ کنزالعمال ۱۷۷۲۵
۹۔ المغنی ص ۱۸۲ جلد نہم
۱۰۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۱ جلد دوم (ابن کثیر نے کہا ہے کہ حاتم نے اس کی روایت کی ہے)
۱۱۔ تفسیر طبری
۱۲۔ المغنی ص ۱۷۵ جلد نہم
۱۳۔ کشف الغمہ ص ۲۰۳ جلد دوم
۱۴۔ المحلی ص ۴۱۲ جلد نہم
۱۵۔ سنن سعید بن منصور ص ۲۲۷، جز دوم جلد سوم
۱۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۲۵۴، جز دوم جلد سوم، عبدالرزاق ص ۲۶۹ جلد پنجم
۱۷۔ تفسیر ابن کثیر ص ۵۱۵ جلد اول

حرف الصاد
ص

صبح : صبح

سنت صبح کے بعد گفتگو کرنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ ی)

نماز صبح کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ب)

صبح کی سنت موکدہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ د)

صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ی، فقرہ ۳)

صبح کی نماز میں طویل قرائت کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز و، فقرہ ۴)

صبی : بچہ

دیکھئے لفظ صغیر

صحبۃ: صحبت، مصاحبت

ساتھ چلنے والے کافر کو سلام کہنا (دیکھئے لفظ سلام، فقرہ ۴)

صدقۃ : صدقہ

۱۔ تعریف :

اللہ تعالیٰ کے تقرب کے خاطر کسی محتاج کو اپنی زندگی میں بغیر کسی معاوضہ کے کسی چیز کا مالک بنا دینا صدقہ کہلاتا ہے۔

۲۔ مالداروں کی طرف سے محتاجوں کی کفالت :

اسلام کے مسلمات (تسلیم شدہ امور) میں ایک یہ ہے کہ محتاجوں کی ضروریات پوری کرنا مالداروں کی ذمہ داری ہے۔ اگر محتاج بھوکے یا ننگے رہیں تو یہ صورت مالداروں کے ظالمانہ رویئے

کی وجہ سے پیدا ہو گی۔ محاذ شام کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراحؓ سے جن کی معیت میں تین سو سے زائد صحابہ کرامؓ تھے۔ یہ صحیح روایت منقول ہے کہ لوگوں کے پاس کھانے پینے کی چیزیں ختم ہونے لگیں تو آپ نے بچا کھچا توشہ تمام لوگوں سے منگوا کر دو توشہ دانوں میں رکھ لیا اور پھر سب کو ان میں سے مساوی طور پر اشیائے خوردنی تقسیم کرتے رہے۔ ۂ آپ کے اس طرز عمل پر کسی صحابی نے نہ حضرت ابن مسعودؓ نے اور نہ کسی اور نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

۳۔ صدقہ کسے دیا جائے ؟

الف۔ آل رسولؐ کے لئے صدقہ : کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ آل رسولؐ میں سے کسی کو کسی قسم کا صدقہ دے۔ نہ ہی آل رسولؐ کے کسی فرد کے لئے صدقہ لینا حلال ہے۔ آل رسولؐ نے حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آکر جبکہ آپ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بیت المال کے خزانچی تھے۔ بیت المال سے اپنے عطیات کا مطالبہ کیا تو آپ نے انہیں بیت المال میں سے کچھ دینے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا: ''کہ آپ لوگوں کے عطیات فئے (جزیہ، خراج، مال غنیمت وغیرہ) اور جزیہ سے ادا کئے جائیں گے اور صدقات مستحقین کے لئے ہیں۔ جب حضرات آل رسولؐ نے بار بار تقاضا کیا تو حضرت ابن مسعودؓ نے بیت المال کی چابیاں حضرت عثمانؓ کو واپس کرتے ہوئے کہا کہ مجھ سے خزانچی کا کام نہیں ہو سکتا [۲]

ب۔ صدقات پرہیز گار لوگوں کو دینا چاہئے۔ اگر کسی کے پاس صدقہ ہے اور اسے دو فقیر مل جائیں ایک ان میں سے نیک اور پرہیز گار ہو اور دوسرا ایسا نہ ہو تو اس شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنا صدقہ پرہیز گار فقیر کو دے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا (اے مسلمانو! اپنا کھانا پرہیز گاروں اور نیکو کار اہل ایمان کو کھلاؤ) [۳]

ج۔ مال اور ترکہ کی تقسیم کے موقعہ پر موجود فقراء کو صدقہ دینا : حضرت ابن مسعودؓ کی اس کے متعلق رائے یہ تھی کہ اغنیا پر واجب ہے کہ اگر تقسیم کی مجلس میں فقراء حاضر ہوں تو باوجودیکہ ان کا حصہ مقرر نہیں ہے انہیں اتنا کچھ دیں جس سے وہ خوش ہو جائیں۔ آپ نے قرآن کی آیت (واذا حضر القسمۃ اولوا القربیٰ والیتامیٰ والمساکین فارزقوہم منہ وقولوا لھم

قولاً معروفاً۔ اور جب تقسیم ترکہ کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار، یتیم، اور مساکین آ جائیں تو انہیں بھی اس میں سے (بطور صدقہ) حصہ دو اور ان سے اچھی بات کہو) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "میراث والوں پر برضاور غبت صدقہ کرنا واجب ہے" ؎

۴۔ عقد صدقہ:

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے یہ تھی کہ صدقے کا مال علیحدہ کر دینے کے ساتھ عقد صدقہ لازم ہو جاتا ہے اگرچہ وہ فقیر کے قبضے میں نہ بھی پہنچا ہو۔ اسی طرح منہ سے کہہ دینے سے بھی لازم ہو جاتا ہے اگرچہ اسے دوسرے مال سے علیحدہ نہ بھی کیا ہو۔ مثلاً یوں کہے: "میرے مال میں سے ہزار روپے صدقہ کے ہیں"۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب صدقہ معلوم ہو جائے، یعنی زبان سے کہہ دیا جائے تو جائز یعنی لازم ہو جاتا ہے خواہ اس پر قبضہ نہ بھی ہو"

۵۔ صدقہ خفیہ رکھنا:

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ چھپا کر کیا گیا صدقہ علانیہ کئے جانے والے صدقہ سے بہتر ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں ریاکاری کا کم سے کم شائبہ ہوتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے: "رات کے نوافل کی فضیلت دن کے نوافل پہ اسی طرح ہے جس طرح چھپا کر کئے گئے صدقہ کی فضیلت علانیہ صدقہ پر ہے"

۶۔ قربانی کے جانور کے کتنے حصے کا صدقہ کیا جائے (دیکھئے لفظ اضحیہ، فقرہ ۳)

صدقۃ الفطر۔ صدقہ فطر

۱۔ تعریف:

مالدار کا رمضان کے مہینے میں نیت صدقہ کے ساتھ اپنے مال کا ایک مقررہ حصہ فقیر کو دے دینا صدقہ فطر کہلاتا ہے۔

۲۔ صدقہ فطر کن لوگوں پر واجب ہوتا ہے؟

صدقہ فطر مالدار پر واجب ہوتا ہے۔ وہ یہ صدقہ اپنی طرف سے اپنے اہل و عیال اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کی طرف سے ادا کرے گا۔ اگر اس کے ایسے غلام ہوں جنہیں صرف زمین پر کام کے لئے خاص کر دیا گیا ہو تو ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہ غلام بمنزلہ

زرعی آلات اور جانوروں کے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "زرعی زمین پر کام کرنے والوں اور چرواہوں پر صدقہ فطر واجب نہیں ہوتا"

۳۔ صدقہ فطر کی مقدار:

صدقہ فطر کی مقدار فی کس دو مد گندم (اہل عراق کے نزدیک مد دو رطل کا اور اہل حجاز کے نزدیک ۱-۱/۳ رطل کا ہوتا ہے جبکہ ایک رطل بارہ اوقیہ یعنی چالیس تولے کا ہوتا ہے) یا ایک صاع خرما یا جو ہے (ایک صاع ساڑھے تین سیر کے مساوی ہوتا ہے)۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "صدقہ فطر کی مقدار دو مد گندم یا ایک صاع خرما یا جو ہے"

۴۔ اس کی ادائیگی کا وقت:

صدقہ فطر نماز عید سے قبل ادا کیا جائے گا۔ اس امید پر کہ اس کی برکت سے رمضان کے روزے قبول ہو جائیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر تم سے ہو سکے تو عیدالفطر کی نماز سے پہلے صدقہ فطر نکال دو" ۵ "اگر تم سے ہو سکے" کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اگر کسی نے صدقہ فطر علیحدہ کر دیا ہو لیکن اسے کوئی فقیر نہ ملے یا فقیر موجود نہ ہو اور اس نے اس کے لئے اسے محفوظ کر لیا ہو تو ایسا کرنا جائز ہے، لیکن اگر فقیر موجود ہو تو عید کی نماز سے پہلے اسے پہنچانا واجب ہے۔

صرف۔ خرچ کرنا، صرافہ کا کام کرنا

بیع صرف (نقود یعنی سونے چاندی کی فروخت) (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۱، جز۔ ج)

صغیر۔ نابالغ

نابالغ کو نماز کی تعلیم دینا اور اس کی محافظت کی تلقین کرنا (صلاۃ، فقرہ ۱ جز۔ د)

نماز میں نابالغ کی امامت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز۔ ج، فقرہ ۱)

نابالغ کے مال میں وجوب زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۳ جز۔ ج)

زکوٰۃ میں چھوٹے جانوروں کو بڑے جانوروں کے ساتھ ملا کر شمار کرنا (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۶ جز۔ ج فقرہ ۲)

نابالغ کا ذبیحہ (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۳، جز۔ ب)

نابالغ کے تصرفات پر پابندی (دیکھئے لفظ حجر، فقرہ ۲ جز۔ الف)
نابالغ کی وصیت (دیکھئے لفظ وصیہ، فقرہ ۲)
نابالغ پر حد قائم نہیں کی جاتی (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵، جز۔ ب)
جہاد میں نابالغ کو قتل نہ کرنا (دیکھئے لفظ جہاد، فقرہ ۲)

صغیرہ : گناہ صغیرہ

(دیکھئے لفظ ذنب، فقرہ ۲، جز۔ ب)

صفا : کوہ صفا

حج اور عمرہ میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی ((دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۸، جز۔ الف) اور (عمرہ، فقرہ ۴)

صفی : مفتوحہ اراضی میں سے مخصوص کیا ہوا حصہ

(دیکھئے لفظ ارض، فقرہ ۱، جز۔ ج، فقرہ ۲)

صلاۃ : نماز

اس موضوع پر فقہ ابن مسعودؓ کی روشنی میں ہم مندرجہ ذیل نقاط کے تحت بحث کریں گے:

۱۔ اسلام میں نماز کا مرتبہ و مقام
۲۔ صلوٰۃ وسطیٰ
۳۔ سترہ قائم کرنا اور نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت
۴ نماز کی شرطیں
۵۔ نماز کا وقت
۶۔ نماز کے لئے مکروہ اور غیر مکروہ باتیں
۷۔ نماز کو فاسد کرنے والی اور فاسد نہ کرنے والی باتیں
۸۔ اذان اور اقامت
۹۔ نماز کے افعال
۱۰۔ نماز وتر
۱۱۔ سنت فجر کے بعد گفتگو کرنا
۱۲۔ سفر میں نماز
۱۳۔ مریض کی نماز
۱۴۔ نماز با جماعت
۱۵۔ نماز جمعہ
۱۶۔ نماز جنازہ
۱۷۔ نماز عید
۱۸۔ صلوٰۃ خوف

۱ـ اسلام میں نماز کا مرتبہ و مقام:

الف۔ تارک صلوٰۃ کا حکم: حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے: "کوئی مسلمان نماز نہیں چھوڑ سکتا" [۷] نیز آپ کا قول ہے جو نماز نہیں پڑھتا اس کا کوئی دین نہیں [۸] آپ سے نماز ترک کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "یہی کفر ہے"۔ مزید بحث (لفظ صلاۃ، فقرہ ۴) میں آئے گی۔

ب۔ نماز گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے: نماز تمام صغیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ کبیرہ گناہوں کے لئے خاص توبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "نمازیں ان گناہوں کا کفارہ بن جاتیں ہیں جو ان نمازوں کے درمیان سرزد ہوتے ہیں جب تک کبیرہ گناہوں سے اجتناب ہوتا رہے" [۸]

ج۔ نماز کا انتظار: اگر کوئی شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو اسے اسی قدر ثواب ملے گا جس قدر بالفعل نماز ادا کرنے کی بنا پر ملتا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "انسان نماز میں ہوتا ہے جب تک نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے" [۹]

د۔ نماز کی تعلیم واجب ہے: حضرت ابن مسعودؓ لوگوں کو تلقین کرتے تھے کہ وہ اپنی اولاد کو نماز پڑھنا سکھائیں اور انہیں نماز کی محافظت کا عادی بنائیں۔ اس لئے کہ نماز انسانوں کے لئے گناہوں سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ آپ فرماتے: "نماز کے معاملے میں تم اپنے بچوں کی نگرانی کرو" [۱۰] یعنی اپنے بچوں کو نماز کے اوقات سے آگاہ کرتے رہو، تاکہ وہ جاکر نماز ادا کریں اور انہیں اس کی عادت پڑ جائے۔

ھ۔ نماز کے لئے چل کر جانا: مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز کے لئے اطمینان اور وقار سے چل کر جائے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے: "نماز کے لئے چل کر جایا کرو، چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاؤ اور اللہ کا ذکر کرتے جاؤ" [۱۱] البتہ اگر امام کے ساتھ

تکبیر تحریمہ فوت ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں تیز قدم چل کر جایا جائے حضرت ابن مسعودؓ نے اقامت سنی تو تیز قدموں سے چل کر گئے [۱۲] سلمہ بن کہیل کہتے ہیں:

"حضرت ابن مسعود نماز کے لئے تیز قدم اٹھاتے ہوئے چلے" آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "جن کاموں کے لئے دوڑ دھوپ کر و کیا نماز ان میں سب سے بڑھ کر میری دوڑ دھوپ کی حق دار نہیں؟" [۱۳]

و۔ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے میں نماز روزے سے افضل ہے۔ اس لئے آپ کم روزے رکھتے تاکہ نماز کی ادائیگی کے لئے پوری قوت حاصل رہے جب آپ سے زیادہ نفلی روزے نہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا: "جب میں روزہ رکھوں گا تو نماز کی ادائیگی کے لئے کمزور ہو جاؤں گا اور مجھے نماز روزے سے زیادہ محبوب ہے" [۱۴]

۲۔ الصلوۃ الوسطی: درمیانی نماز

صلوۃ وسطی جس کی محافظت کا ذکر اس ارشاد باری میں آیا ہے (حافظو اعلی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی و قوموا للہ قانتین ۔ نمازوں کی اور خصوصاً صلوۃ وسطی کی محافظت کرو اور اللہ کے سامنے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ) حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک عصر کی نماز ہے [۱۵] ایک روایت میں ہے کہ یہ جمعہ کی نماز ہے۔ [۱۶]

۳۔ سترہ قائم کرنا اور نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت:

ا۔ سترہ (آڑ) قائم کرنا: حضرت ابن مسعودؓ یہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اس طرح نماز پڑھے کہ اس کے اور قبلہ کے درمیان خالی جگہ رہ جائے۔ آپ کی رائے تھی کہ نمازی کے آگے اگر کوئی دیوار ہو تو دیوار سے قریب ہو کر نماز پڑھے یا سترہ کھڑا کر دے مثلاً لاٹھی وغیرہ۔ آپ نے فرمایا: "اس حالت میں ہرگز نماز نہ پڑھو کہ تمہارے اور قبلے کے درمیان خالی جگہ رہ جائے۔ قبلے کی طرف آگے بڑھ جاؤ یا کسی ستون وغیرہ کے پیچھے ہو جاؤ" [۱۷] آپ نے فرمایا: "چار باتیں بڑی بھونڈی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ نمازی سترہ کھڑا کئے بغیر نماز پڑھنے لگ جائے" [۱۸]

ب۔ نمازی کے آگے سے گزرنا: سترہ کھڑا کرنے کا مقصد نمازی کے آگے سے گزرنے سے

روکنا ہے۔ اس لئے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے میں ایک لحاظ سے گزرنے والے کو گناہ ہوتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "تم میں سے جو کوئی ایسا کر سکتا ہو کہ جب وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے آگے سے کوئی نہ گزر سکے تو وہ ایسا ضرور کرے اس لئے کہ گزرنے والا اجر کے لحاظ سے اس شخص سے کم تر ہوتا ہے جس کے آگے سے وہ گزرا ہے" [۱۹] اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ نمازی کے اجر میں جس قدر کمی آ جاتی ہے گزرنے والے کو اس سے بڑھ کر گناہ ہوتا ہے۔ اور مسلمان کے لئے یہ بات ناپسندیدہ ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو گنہگار کر دے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے پر نمازی کے اجر میں بھی کمی آ جاتی ہے۔ اسی بنا پر نمازی کے لئے یہ مشروع ہے کہ وہ نماز کی حالت میں گزرنے والے کو گزرنے سے روک دے [۲۰] حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے: "جب کوئی شخص نماز کی حالت میں تمہارے آگے سے گزرنا چاہے تو اسے گزرنے نہ دو کیونکہ وہ تمہاری نصف نماز کا اجر منفی کر دیتا ہے" [۲۱]

اگر حضرت ابن مسعودؓ کے آگے سے نماز کی حالت میں کوئی گزرنے لگتا تو آپ اسے پکڑ کر واپس کر دیتے اور فرماتے: "کسی آدمی کا نمازی کے آگے سے گزرنا اس کی آدھی نماز کاٹ دیتا ہے" [۲۲]

۴۔ نماز کی شرطیں:

جب تک چند شرطیں نہ پائی جائیں نماز درست نہیں ہوتی۔ وہ شرطیں یہ ہیں:

الف۔ حدث سے پاک ہونا: جو شخص جنابت کی حالت میں یا وضوء کے بغیر نماز شروع کر دے تو اس کی کوئی نماز نہیں۔ اسی طرح اگر نماز کی حالت میں اس پر حدث لاحق ہو گیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جب تک وہ نماز میں ہوتا ہے جب تک اسے حدث لاحق نہیں ہوتا یا دائیں بائیں نہیں دیکھتا" [۲۳]

جنبی سے نماز کا ساقط ہو جانا جبکہ اسے پانی نہ ملے (دیکھئے لفظ تیمّم، فقرہ ۳، جز۔ الف)

ب۔ خبث یعنی نجاست سے پاک ہونا: اس میں کپڑے، جسم اور جگہ کی پاکی شامل ہے، البتہ

تھوڑی سی نجاست قابل معافی ہے جسے ہم آگے چل کر فقرہ ۷ میں نماز کو فاسد نہ کرنے والی باتوں میں بیان کریں گے۔

ج۔ قبلہ رو ہو: حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ نماز میں ہوتا ہے جب تک اسے حدث لاحق نہیں ہوتا یا دائیں بائیں نہیں دیکھتا۔ اس سے مراد قبلہ کی طرف سے چہرہ ہٹا کر دائیں بائیں دیکھنا ہے۔

د۔ ستر پوشی: نماز کی درستی کے لئے ستر پوشی شرط ہے اس پر سب کا اجماع ہے۔

ھ۔ نماز کی نیت: کیونکہ نیت ہی وہ چیز ہے جو عبادت کو عادت سے ممتاز کرتی ہے۔

و۔ وقت کا ہونا: اگلی سطروں میں ہم اس شرط پر روشنی ڈالیں گے۔

۵۔ نماز کا وقت:

الف۔ ہر نماز کا ایک وقت ہے: ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وقت کی نگہداشت کرے اور وقت کے اندر نماز ادا کرے اور وقت مقررہ سے نماز کو مؤخر نہ کرے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز کا کثرت سے ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً ارشاد باری ہے۔ (الذین ھم عن صلاتھم ساھون ۔ وہ لوگ جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں) عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَآئِمُونَ اپنی نمازوں پر دائم یعنی قائم رہتے ہیں) یا (علی صلاتھم یحافظون اپنی نمازوں کی نگہداشت کرتے ہیں)۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "نمازوں کے اوقات کی محافظت کرتے ہیں" لوگوں نے عرض کیا: "ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ ان آیات میں ترک صلوٰۃ نہ کرنے کی تاکید ہے" آپ نے فرمایا: "ترک صلوٰۃ تو کفر ہے" [۲۴] آپ نے فرمایا: "نماز کا اسی طرح ایک وقت ہے جس طرح حج کا ایک وقت ہے اس لئے تم نماز اس کے وقت میں پڑھا کرو" [۲۵] بلکہ حضرت ابن مسعودؓ نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کر کے پڑھنے کو برائی کی نشانی، بدبختی کی گھنٹی اور فتنے کی علامت سمجھتے تھے۔ ایک دن آپ نے فرمایا: "میرے دوست، اللہ کی ہدایت تمہیں حاصل ہو، تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے اچھوں کے ساتھ دھوکا کیا جائے گا۔ تمہارے نوجوان اور شرارت پسندوں کو تم پر حاکم مقرر کیا جائے گا اور نمازیں غیر اوقات میں پڑھی جائیں گی" مخاطب نے جواب دیا: "مجھے نہیں معلوم، آپ نے فرمایا: "ایسے

برے وقت میں نہ سرکاری ٹیکس یا زکوٰۃ و صدقات جمع کرنے والے بنو، نہ ہی نقیب بنو، نہ سپاہی اور نہ ہی ڈاکیہ (یعنی کوئی سرکاری عہدہ یا کام قبول نہ کرو) اور نماز اپنے وقت پر پڑھا کرو"[۲۶]

ب۔ صبح کی نماز کا وقت: صبح کی نماز کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے۔ اب صبح کی نماز میں تغلیس (منہ اندھیرے) افضل ہے یا اسفار (جب اجالا پھیل جائے) ایک روایت میں ہے کہ تغلیس افضل ہے[۲۷] عبدالرزاق نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ کے ایک بیٹے کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ عبداللہ بن مسعودؓ صبح کی نماز میں تغلیس کرتے تھے جس طرح عبداللہ بن الزبیر کرتے تھے۔ [۲۸] دوسری روایت یہ ہے کہ صبح کی نماز میں اسفار افضل ہے [۲۹] اور حضرت ابن مسعودؓ صبح کی نماز میں اسفار کرتے تھے [۳۰] میں سمجھتا ہوں ...... واللہ اعلم ... کہ ان دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ غلس یعنی اندھیرے میں صبح کی نماز شروع کرتے، اور نماز اتنی طویل کر دیتے کہ جب ختم کرتے تو صبح کی روشنی پھیل چکی ہوتی۔ شرح معانی الآثار میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ صبح کی نماز سے فراغت کے بعد اجالے میں واپس ہوتے [۳۱] عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: "ہم نے حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی ہم ادھر ادھر نظر دوڑاتے رہے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے، آپ نے پوچھا: "تمہیں کیا ہو گیا" ہم نے کہا: "ہم یہ دیکھ رہے تھے کہ آیا سورج طلوع ہو چکا ہے" اس پر آپ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہی اس نماز کا وقت ہے۔ ارشاد باری ہے (اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل، تم نماز قائم کرو قرب طلوع آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک) پس یہ ہے غروب آفتاب اور یہ ہے رات کا اندھیرا [۳۲]

عید کے دن صبح کی نماز میں تغلیس کرے گا اور غلس یعنی اندھیرے میں نماز سے فارغ ہو جائے گا۔ عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں: "میں حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ مکہ گیا آپ نے دسویں ذی الحجہ (یوم النحر) کو صبح کی نماز اس وقت پڑھ لی جب ابھی صبح کی روشنی

نمودار ہی ہوئی تھی پھر آپ نے فرمایا: "یہ دونوں نمازیں یعنی مغرب اور فجر اس جگہ اس گھڑی اپنے مقررہ اوقات سے ہٹا دی گئی ہیں" [۳۳]

ج۔ ظہر کی نماز کا وقت: ظہر کا وقت زوال کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ زوال کی مقدار یہ ہے کہ گرمیوں میں ایک سیدھے کھڑے ہوئے انسان کا سایہ تین قدموں سے پانچ قدموں تک اور سردیوں میں پانچ قدموں سے سات قدموں تک ہوتا ہے [۳۴]۔ ایک دفعہ حضرت ابن مسعودؓ نے اپنے رفقاء سے فرمایا: "میں تمہیں مواقیت صلوٰۃ بتانے میں کوتاہی نہیں کروں گا" پھر آپ نے انہیں سورج ڈھلنے پر ظہر کی نماز پڑھائی [۳۵] حضرت ابن مسعودؓ ابر والے دن ظہر کی تعجیل کو اور سورج والے دن میں ابراد کو یعنی ظہر ٹھنڈا کر کے پڑھنے کو پسند کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: "جب دن ابر آلود ہو تو ظہر میں تعجیل کرو اور عصر اور مغرب میں تاخیر" [۳۶]

د۔ جمعہ کی نماز کا وقت: حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ آپ جمعہ کی نماز زوال سے پہلے چاشت کے وقت پڑھ لیتے تھے۔ [۳۷] (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۰، جز۔ ج)

ھ۔ عصر کا وقت: حضرت ابن مسعودؓ عصر کی نماز میں تعجیل اور اول وقت میں اس کی ادائیگی کو مستحب سمجھتے تھے [۳۸] البتہ دن ابر آلود ہونے کی صورت میں آپ عصر کی نماز میں تاخیر کرتے [۳۹] اور فرماتے: "جب دن ابر آلود ہو تو ظہر میں تعجیل اور عصر میں تاخیر کرو" [۴۰]

و۔ مغرب کا وقت: غروب شمس کے ساتھ مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ مغرب میں تعجیل کو مستحب سمجھتے تھے۔ آپ غروب شمس کے ساتھ ہی مغرب کی نماز ادا کر لیتے اور فرماتے: "بخدا یہی اس نماز کا وقت ہے" [۴۱] البتہ ابر آلود دن میں مغرب کی نماز میں تاخیر کو مستحب قرار دیتے تھے تاکہ یہ بات یقینی ہو جائے کہ سورج غروب ہو چکا ہے۔ آپ فرماتے: "جب دن ابر آلود ہو تو ظہر میں تعجیل اور عصر اور مغرب میں تاخیر کرو" [۴۲]

ز۔ عشا کا وقت: حضرت ابن مسعودؓ عشاء کی نماز میں تاخیر کو مستحب قرار دیتے اور خود بھی تاخیر کر کے پڑھتے [۴۳]

ح۔ وتر کی نماز کا وقت: حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ وتر کا وقت عشاء اور فجر کی نمازوں کے درمیان محصور ہے۔ آپ فرماتے: "وتر ان دونوں نمازوں کے درمیان ہے" [۴۴] اس بنا پر آپ کے نزدیک طلوع فجر کے بعد بھی فجر کی نماز سے پہلے وتر پڑھنا جائز ہے۔ ایسا شخص وتر کو اپنے وقت میں پڑھنے والا شمار ہو گا۔ ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ وتر کی نماز طلوع فجر کے بعد پڑھتے تھے" [۴۵] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے: "میرے لئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مسجد میں فجر کی نماز کھڑی ہو اور میں وتر پڑھنے میں مصروف ہوں" [۴۶] آپ سے اذان فجر کے بعد وتر پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "پڑھ لو، بلکہ اقامت کے بعد بھی پڑھ سکتے ہو" [۴۷] وتر کو رات کے آخری حصے تک مؤخر کرنا افضل ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ جب رات کا اتنا حصہ باقی رہ جاتا جتنا کہ مغرب کی نماز سے فراغت کے وقت ہوتا ہے۔ تو آپ وتر کی نماز پڑھتے [۴۸]

ط۔ دو نمازیں اکٹھی پڑھنا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۴، جز۔ ھ)

ی۔ جن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے: چند اوقات ایسے ہیں جن میں حضرت ابن مسعودؓ نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ وہ اوقات یہ ہیں:

۱، ۲) طلوع اور غروب شمس کا وقت: حضرت ابن مسعودؓ فرماتے: "میں کسی کو دن یا رات کے کسی وقت نماز پڑھنے سے نہیں روکتا۔ وہ جس وقت چاہے نماز پڑھ سکتا ہے بس طلوع اور غروب کے وقت نماز کا قصد نہ کرے" [۴۹] آپ نے ایک شخص کو طلوع شمس کے وقت نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ نے ایک آدمی کے ذریعہ اسے ایسا کرنے سے روک دیا [۵۰]

۳) نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور نماز عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے کو آپ مکروہ سمجھتے تھے [۵۱] آپ نے فرمایا: "جب سورج میں زردی آ جائے، یعنی نماز عصر کے بعد، اور اس وقت کوئی شخص نماز پڑھے تو مجھے ایسی نماز دو ٹکے میں بھی منظور نہیں" [۵۲]

۴) آپ کے نزدیک یہ بات بھی کراہت کا درجہ رکھتی تھی کہ جب اقامت ہو رہی ہو تو اس

وقت کوئی شخص نفل نماز میں، خواہ وہ تحیۃ المسجد ہو یا کوئی اور مشغول ہو جائے [۵۳] بلکہ اسے چاہئے کہ وہ جماعت میں شریک ہو کر تکبیر تحریمہ میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے۔

۶۔ نمازی کے لئے مکروہ اور غیر مکروہ باتیں

نمازی کے لئے بہت سی باتیں مکروہ ہیں۔ ان میں کچھ کا تعلق با جماعت نماز ادا کرنے کے ساتھ ہے۔ خواہ امام ہو یا مقتدی ان امور پر ہم با جماعت نماز اور جمعہ کی نماز پر گفتگو کرتے وقت روشنی ڈالیں گے۔ اور کچھ باتوں کا تعلق نمازی کی اپنی ذات سے ہے خواہ تنہا پڑھ رہا ہو یا جماعت کے ساتھ۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

ا۔ ایسی ہیئت میں نماز ادا کرنا کہ اس کے اور قبلہ کے درمیان خالی جگہ ہو۔ ایسی صورت میں اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ قبلے کی سمت دیوار یا ستون یا اور چیز سے قریب تر ہو جائے اور اس کے اور قبلہ کے درمیان صرف سجدہ کرنے کی جگہ باقی رہ جائے تاکہ اس کے آگے سے کسی کو گزرنے کی گنجائش ہی نہ رہ جائے۔ اگر اس کے لئے ایسا کرنا مشکل ہو مثلاً وہ صحرا وغیرہ میں نماز ادا کر رہا ہو تو اپنے سامنے سترہ قائم کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اس کے لئے یہ بات مکروہ ہو گی (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۳)

ب۔ ایسی حالت میں نماز پڑھنا جبکہ اس کے سامنے کوئی شخص سو رہا ہو تاکہ ان کافروں کے ساتھ اس کی مشابہت نہ ہو جائے جو اللہ کو چھوڑ کر اپنے بادشاہوں اور عظماء کی پرستش کرتے ہیں [۵۴] اس صورت پر اس حالت کو بھی قیاس کیا جائے گا جس میں نمازی کے سامنے آگ یا صلیب ہو یا اسی قسم کو کوئی اور چیز ہو جس کی لوگ اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے ہوں۔ اس حکم میں قبر بھی داخل ہے۔ ابن حزم نے کہا ہے کہ تمام صحابہ کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ [۵۵]

ج۔ ایسے لوگوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا جو بیٹھے باتیں کر رہے ہوں تاکہ ان کی باتیں نمازی کی توجہ نماز سے نہ ہٹا دیں۔ اس پر ہر اس صورت کو قیاس کیا جائے گا جو نمازی کی توجہ ہٹانے والی اور خشوع و خضوع میں خلل پیدا کرنے والی ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک یہ بات مکروہ تھی کہ انسان ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھے جو بیٹھے باتیں کر رہے

ہوں [۵۶] یعنی ان کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھے۔

د۔ ایک کپڑے میں نماز ادا کرنا: حضرت ابن مسعودؓ خوشحال انسان کے لئے ایک کپڑے میں جو صرف اس کی ناف اور اس کے نیچے کے حصے کو ڈھانپے ہوئے ہو، نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے، البتہ تنگ دست آدمی اگر ایک کپڑے میں نماز ادا کر لے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے خواہ اس کپڑے میں اتنی وسعت ہو جتنی آسمان اور زمین کے درمیان ہے'' [۵۷]

حضرت ابو سعیدؓ خدریؓ فرماتے ہیں ''ابیؓ بن کعب اور عبد اللہؓ بن مسعود کے درمیان ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق اختلاف ہو گیا ہے'' حضرت ابیؓ بن کعب کا خیال تھا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ حضرت ابن مسعودؓ کا قول تھا کہ دو کپڑے ہونے چاہئیں۔ اسی دوران حضرت عمرؓ وہاں تشریف لے آئے اور آپ نے دونوں سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو شخصوں کا کسی ایک چیز کے متعلق اختلاف ہو جائے، ایسی صورت میں لوگ پھر کس کے فتویٰ پر عمل پیرا ہوں گے؟ ابن مسعودؓ کی بات میں اگرچہ کوئی کوتاہی نہیں ہے لیکن اصل بات وہی ہے جو ابیؓ بن کعب نے کہی ہے'' [۵۸] حضرت ابیؓ بن کعب کی دلیل یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز ادا کی ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کی دلیل یہ تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز ادا کی تھی اس وقت مسلمانوں میں فقر وفاقہ تھا۔ اور بہت لوگوں کے پاس پہننے کے لئے ایک سے زائد کپڑا نہ ہوتا تھا۔ جب لوگوں میں فراخی آ گئی تو ان پر نماز میں ادب واجب ہو گیا یعنی ناف سے اوپر کے حصہ جسم کو ڈھانپنا نماز کے ادب میں شامل ہو گیا۔ عبدالرزاق نے حسن سے روایت کی ہے کہ ابیؓ بن کعبؓ اور ابن مسعودؓ کے درمیان ایک کپڑے میں نماز کے جواز کے متعلق اختلاف ہو گیا، حضرت ابیؓ بن کعب نے فرمایا: ''ایک کپڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز ادا کی ہے، اس لئے ایک کپڑے میں نماز ہو جائے گی'' حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: ''یہ اس وقت کی بات تھی جب لوگوں کے پاس کپڑے

نہیں ہوتے تھے. جب کپڑے میسر آ گئے تو اب نماز دو کپڑوں میں ہو گی" ان دونوں کی گفتگو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر ارشاد فرمایا: "اصل بات وہی ہے جو ابی بن کعبؓ نے کہی ہے اور ابن مسعودؓ نے بھی کوتاہی نہیں کی" ۵۹

ھ۔ کافروں کے ساتھ مشابہت. حضرت ابن مسعودؓ نے نماز میں کافروں کے ساتھ مشابہت کو مکروہ سمجھا ہے۔ یہودی سدل ثوب کرتے تھے۔ اس لئے حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک نماز میں سدل ثوب کرنا مکروہ ہے ٦٠۔ سدل ثوب کی صورت یہ ہے کہ انسان کپڑے کا ایک کنارہ سر پر ڈال لے اور دو کناروں کو آپس میں ملائے بغیر جسم کے دونوں جانب چھوڑ دے ٦١۔

و۔ مستبد اور جابر لوگوں کے ساتھ مشابہت. حضرت ابن مسعودؓ نے نماز میں سرکشوں اور مستبدوں کے ساتھ مشابہت کو بھی مکروہ سمجھا ہے۔ یہ لوگ تکبر اور فخر کی بنا پر اپنے ازار اپنے قدموں سے نیچے لٹکا لیتے ہیں اس لئے آپ نے اس کی کراہت کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے: "نماز میں اپنی ازار کو قدموں کے نیچے تک لٹکا لینے والے کا اللہ سے کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں رہتا نہ حلال میں نہ حرام میں ٦٢۔ آپ نے دو شخصوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ایک نے ازار قدموں کے نیچے تک لٹکا رکھی تھی اور دوسرا رکوع و سجود پوری طرح نہیں کر رہا تھا. آپ ہنس پڑے. ہنسنے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: "ان دونوں کا معاملہ بھی عجیب ہے. ازار لٹکانے والے پر تو اللہ نظر نہیں ڈالے گا اور دوسرے کی نماز اللہ قبول نہیں کرے گا ٦٣۔

ز۔ نماز میں بالوں کو گوندھنا یا چوٹی بنانا آپ کے نزدیک مکروہ ہے۔ آپ مسجد میں داخل ہوئے دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے بال گندھے ہوئے ہیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا: "جب نماز پڑھنے لگو تو اپنے بالوں کی پونی نہ بناؤ اس لئے کہ بال بھی تمہارے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور تمہیں ہر بال کے بدلے ایک اجر ملتا ہے" اس شخص نے جواب میں عرض کیا: "مجھے خوف رہتا ہے کہ کہیں بالوں میں مٹی نہ لگ جائے" آپ نے فرمایا: "مٹی لگ جانا تمہارے لئے بہتر ہے" ٦٤

ح۔ نیند کے غلبہ کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ خدشہ ہوتا ہے کہ کہیں غلط سلط نماز نہ پڑھ لے. نیز ایسی صورت میں خشوع و خضوع کا بھی فقدان ہوتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے. "رات پر غالب آنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ تم اس پر غالب نہیں آ سکتے. اس لئے جب کسی پر اونگھ طاری ہو جائے اور وہ نماز میں ہو تو لوٹ جائے. اور بستر پر جا کر لیٹ جائے کیونکہ یہ بات اس کے لئے زیادہ سلامتی کی ضامن ہو گی" ۶۵

ط۔ ایسی حرکت بھی مکروہ ہے جس کا مقصد اصلاح نماز نہ ہو. حضرت ابن مسعودؓ کو یہ بات بہت پسند تھی کہ انسان نماز کی حالت میں سکون و اطمینان کا مجسمہ بن کر ادب سے اللہ کے سامنے کھڑا ہو جائے۔ آپ کہا کرتے تھے. "نماز میں سکون و قرار اختیار کرو" ۶۶ خود آپ کی یہ حالت تھی کہ نماز میں ذرا بھی حرکت نہ کرتے، یوں معلوم ہوتا جیسے کوئی پڑا ہوا کپڑا ہو ۶۷ آپ نے ایک شخص کو نماز کی حالت میں کنکریوں سے کھیلتے دیکھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: "جب تو نماز میں اپنے رب سے سوال کر رہا ہو تو اس حالت میں سوال نہ کر کہ تیرے ہاتھ میں پتھر ہو" ۶۸

ی۔ نمازی کا فراغت سے پہلے اپنی پیشانی سے مٹی جھاڑنا مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ ایسی حرکت ہے جس کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے۔ کیونکہ پیشانی پر مٹی لگے رہنے میں کوئی نقصان نہیں۔ اس میں ایک دوسرا پہلو بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو ایسی حالت میں دیکھنا پسند کرتا ہے کہ اس کی جبین اس کی رضا کی خاطر خاک آلود ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: "چار باتیں بہت بھونڈی ہیں، اول یہ کہ انسان سترہ کھڑا کئے بغیر نماز پڑھے، دوم یہ کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پیشانی سے مٹی جھاڑنا شروع کر دے، سوم یہ کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرے اور چہارم یہ کہ موذن کی آواز سنے اور اس کا جواب نہ دے" ۶۹

ک۔ نماز کی حالت میں آنکھیں آسمان کی طرف اٹھانا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ ادب کے منافی ہے، آپ نے فرمایا: "جو لوگ نماز کے اندر اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں وہ اپنی اس حرکت سے باز آئیں ورنہ ممکن ہے کہ ان کی آنکھیں ان کی طرف لوٹ کر نہ آئیں" ۷۰

ل ۔ نمازی حتی الامکان جمائی لینے، چھینک مارنے اور اونگھنے سے پرہیز کرے۔ اس لئے کہ جمائی لینا نیند کی دعوت دیتا اور چھینک مارنا خشوع و خضوع کو قطع کر دیتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نماز میں جمائی لینا اور چھینک مارنا شیطانی عمل ہے۔ اس سے اللہ کی پناہ مانگو" [۴۱] آپ نے یہ بھی فرمایا: "نماز میں اونگھنا شیطانی عمل ہے" [۴۲]

م ۔ نمازی کا نماز کی حالت میں پھونک مارنا مکروہ ہے [۴۳]۔

ن ۔ اگر جوتوں میں نجاست نہ لگی ہو تو نماز کے ارادے سے جوتے اتار دینا مکروہ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ جوتوں سمیت نماز پڑھا کرتے تھے۔ [۴۴] ابوالاحوص کہتے ہیں: "حضرت ابن مسعودؓ ابوموسیٰ اشعریؓ سے ان کے گھر ملنے آئے، نماز کا وقت ہو گیا، ابو موسیٰؓ نے حضرت ابن مسعودؓ سے نماز پڑھانے کے لئے کہا، حضرت ابن مسعودؓ نے ان سے کہا آپ پڑھائیں آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت ابو موسیٰؓ آگے بڑھے اور اپنے جوتے اتار دئے، حضرت ابن مسعودؓ نے ان سے کہا: "جوتے کیوں اتارتے ہو کیا تم وادی مقدس میں ہو؟" [۴۵] (اس فقرہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ وادی مقدس "طویٰ" پہنچے تو اللہ کی طرف سے جوتے اتارنے کا حکم ہوا۔ مترجم)

س ۔ اونی ٹاٹ پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اونی کپڑے یا ٹاٹ پر نماز پڑھی ہے [۴۶] اور اس پر سجدہ کیا ہے۔ اگرچہ مٹی پر سجدہ کرنا افضل ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے بعض رفقاء کا یہ خیال ہے کہ آپ ہمیشہ مٹی پر سجدہ کرتے تھے۔ ابو عبیدہؓ نے کہا: "حضرت ابن مسعودؓ زمین (مٹی) پر ہی سجدہ کیا کرتے تھے" [۴۷] ایک روایت میں ہے کہ آپ زمین پر ہی نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے [۴۸]

ع ۔ نماز کی حالت میں استفسار کرنے والے کو قرآنی آیت کے ساتھ جواب دینا مکروہ نہیں ہے۔ عطاء بن السائب کہتے ہیں کہ ہم نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے جب کہ وہ نماز میں تھے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے قرآنی آیت (ادخلوا مصر ان شاء اللہ آمنین۔ مصر میں مشیت ایزدی کے ساتھ امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ) کے ذریعے

جواب دیا۔ ہم نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: "ہم نے بھی حضرت ابن مسعودؓ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تھی جبکہ وہ نماز میں تھے، انہوں نے بھی ہمیں یہی آیت پڑھ کر جواب دیا تھا" [۴۹]۔

ف۔ نماز میں تبسم مکروہ نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "نماز میں تبسم سے کچھ نہیں ہوتا" [۵۰]

۷۔ جن باتوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور جن سے نہیں ہوتی:

أ۔ ۱) نماز کی کسی شرط کو ترک کرنے یا اسے توڑ دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۴)

اس لئے جس شخص کو نماز میں حدث لاحق ہو جائے یا وہ قبلے کی طرف سے منہ موڑ لے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "بندہ جب تک نماز میں ہوتا ہے اللہ اس کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک اسے حدث لاحق نہ ہو یا قبلے سے منہ نہ مڑے" [۵۱]

۲) اگر نمازی کو یہ وہم ہو جائے کہ اس کا وضوء ٹوٹ گیا ہے تو محض اس وہم کی بنا پر اس کی نماز باطل نہیں ہو گی بلکہ یہ ضروری ہے کہ اسے اس کا یقین ہو جائے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی نماز میں ہوتا ہے تو شیطان اس کے پاس اس کے عضو تناسل کی طرف سے آتا ہے یہاں تک کہ نمازی کو یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ اسے حدث لاحق ہو گیا ہے۔ اسی طرح شیطان پیچھے سے آکر اس سے مقعد پر ہاتھ مارتا ہے اور اسے یہ باور کراتا ہے کہ اسے حدث لاحق ہو گیا ہے۔ اس لئے تم نماز نہ چھوڑو جب تک کہ تمہیں بدبو محسوس نہ ہو یا تری معلوم نہ ہو" [۵۲]

۳) جب انسان کو نماز میں حدث لاحق ہو جائے تو وہ اپنی نماز قطع کر دے، پھر وضوء کرے اور نئے سرے سے نماز پڑھے۔ اس کے لئے یہ بھی روا ہے کہ نماز چھوڑ دے اور نماز کو فاسد کرنے والی باتوں مثلاً گفتگو وغیرہ سے بچتے ہوئے وضو کرے، پھر واپس آئے اور جہاں سے نماز چھوڑی تھی وہیں سے شروع کر کے نماز پوری کر لے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب کسی شخص کو نماز میں حدث لاحق ہو جائے پھر وہ گفتگو کئے بغیر

وضو کر لے تو اپنی باقیماندہ نماز پوری کر لے۔ اگر اس نے بات کر لی تو نئے سرے سے نماز ادا کرے" [۵۳] آپ نے یہ بھی فرمایا: "اگر نماز میں نکسیر پھوٹ جائے تو ناک کا خون جھٹک دے اور وضوء کر کے بقیہ نماز پوری کر لے بشرطیکہ اس نے بات نہ کی ہو" [۵۴]

۴) جمہور صحابہ اس خیال کے حامی ہیں کہ تھوڑی سی نجاست قابل معافی ہے اس لئے کہ اس کے ساتھ نماز ہو جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ سے منقول یہ روایت بھی اسی قبیل سے ہے کہ آپ نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ آپ کے بطن پر گوبر اور خون لگا ہوا تھا اور آپ نے نماز نہیں لوٹائی [۵۵]

ب۔ نماز کے کسی رکن کے ترک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مثلاً رکوع یا سجدہ وغیرہ۔ حضرت ابن مسعودؓ نے دو شخصوں کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ ایک نے اپنا تہبند قدموں کے نیچے تک لٹکایا ہوا تھا اور دوسرا رکوع اور سجود پوری طرح نہیں کر رہا تھا۔ آپ کو ہنسی آ گئی۔ وجہ پوچھنے پر آپ نے فرمایا: "ان دونوں کا معاملہ بھی عجیب ہے جس نے ازار پاؤں تک لٹکا رکھی ہے۔ اللہ اس کی طرف نظر بھی نہیں کرے گا اور جو رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کر رہا ہے اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرے گا" [۵۶]

ج۔ اگر نمازی قصداً اور جان بوجھ کر کوئی ایسا کام کرے گا جو نماز سے باہر لوگ کرتے ہیں تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً:

۱) جان بوجھ کر بات کر لینا. اگر بھول کر بات کر لی تو نماز باطل نہیں ہو گی۔ [۵۷]

۲) قہقہہ مار کر ہنسنا اس لئے کہ قہقہہ نماز کو باطل کر دیتا ہے اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ [۵۸]

۳) بہت زیادہ ادھر ادھر دیکھنا۔ حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ نماز میں ہوتا ہے جب تک اسے حدث لاحق نہ ہو یا ادھر ادھر ملتفت نہ ہو۔

۸۔ نماز کے لئے اذان و اقامت (دیکھئے لفظ اذان اور لفظ اقامہ)

۹۔ نماز کے افعال:

الف۔ تکبیر تحریمہ: حضرت ابن مسعودؓ نماز کی ابتدا میں تکبیر تحریمہ کو فرض سمجھتے تھے جس کا ترک کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ تکبیر تحریمہ ہی نماز سے قبل کی حالت اور نماز میں دخول کے درمیان حد فاصل ہے۔ آپ فرمایا کرتے: "نماز کا تحریمہ تکبیر ہے" [89]

ب۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین کرنا۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت نمازی اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے گا اس کے بعد کی تکبیرات میں جو تکبیرات انتقال کہلاتی ہیں رفع یدین نہیں کرے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ آپ نماز کے افتتاح کے لئے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رفع یدین کرتے اور اس کے بعد پھر پوری نماز میں کہیں ہاتھ اوپر نہ اٹھاتے" [90]

ج۔ قیام: تکبیر تحریمہ کہہ کر قیام کرے گا تاکہ ثناء پڑھے پھر قرآن کریم کی قرائت کرے۔ قیام کی کیفیت یہ ہے کہ وہ سیدھا کھڑا ہو گا اور دونوں ٹانگوں کے درمیان اتنا فاصلہ رکھے گا کہ جس میں اسے راحت محسوس ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ کا گزر ایک نمازی کے پاس سے ہوا جس نے اپنی دونوں ٹانگوں کو ایک دوسرے سے ملا رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: "یہ سنت کی راہ سے بھٹک گیا ہے۔ اگر دونوں ٹانگیں کھلی رکھتا تو مجھے زیادہ پسند ہوتا" [91]

د۔ دعاء استفتاح (ثنا) تکبیر تحریمہ کے بعد نمازی اپنی نماز کی ابتدا دعائے استفتاح (ثنا) سے کرے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ ثناء اس طرح پڑھتے تھے: سبحانک اللّٰھم و تبارک اسمک و تعالی جدک و لا الہ غیرک۔ (پاک ہے تیری ذات اے میرے اللہ، اور تیری تعریفوں کے ساتھ، اور تیرا نام بڑا بابرکت ہے، اور تیرا مقام بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں) [92] ایک دفعہ حضرت ابن مسعودؓ نے ان الفاظ میں ثناء پڑھی: اللہ اکبر کبیراً و سبحان اللہ و بحمدہ بکرۃً و اصیلاً اللّٰھم اجعل احب شی الی اخشی شی عندی (اللہ سب سے بڑا، بہت بڑا ہے، اللہ کی ذات پاک ہے اور اس کی تعریفیں صبح شام ہیں، اے میرے اللہ میری سب سے پسندیدہ چیز کو میرے لئے سب سے زیادہ ڈر کی چیز بنا دے) [93]

ھ۔ بسملہ (بسم اللہ پڑھنا) اس کے بعد نمازی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زیر لب پڑھے گا۔ خواہ یہ سری نماز ہو یا جہری، حضرت ابن مسعودؓ اعوذ باللہ اور

بسم اللہ نماز میں زیر لب پڑھتے تھے [۹۴] آپ فرماتے : "اونچی آواز میں بسم اللہ پڑھنا بدویت ہے" [۹۵] اس مسئلے میں امام اور مقتدی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "امام تین چیزیں زیر لب پڑھے گا اعوذ باللہ، بسم اللہ اور آمین" [۹۶]

د۔ قرآئت: سے سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی اور سورت کی قرآئت مراد ہے۔

۱) یہ قرآئت رات کی نمازوں یعنی فجر، مغرب اور عشاء میں پہلی دو رکعتوں میں اونچی آواز سے ہو گی اور قیام اللیل (تہجد) کی تمام رکعتوں میں بھی جہری قرآئت ہو گی۔ مصنف عبدالرزاق اور دوسری کتابوں میں ہے کہ رات کے وقت حضرت ابن مسعودؓ کی قرآئت گھر والوں کو سنائی دیتی تھی [۹۷] محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابن مسعودؓ کی قرائت اپنے گھر میں سنتے تھے [۹۸] دن کی نمازوں میں تمام رکعتوں میں زیر لب، یعنی سری قرآئت ہو گی۔ علقمہ بن قیس نخعیؒ کہتے ہیں: "میں نے حضرت ابن مسعودؓ کے پہلو میں نماز پڑھی، مجھے پتہ نہیں چل سکا کہ آپ نے کیا قرآئت کی یہاں تک کہ آپ آیت (رب زدنی علما اے میرے پرودگار میرے علم میں اضافہ کر) پڑھی تو مجھے پتہ چلا کہ آپ نے سورہ طٰہٰ کی قرآئت کی ہے" [۹۹] زیر لب پڑھنے کی حد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو بھی نہ سنائے. حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جس نے اپنے آپ کو سنا دیا اس نے سری قرآئت نہیں کی" [۱۰۰]

۲) قرآئت فاتحہ: نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کی قرآئت کرے گا۔ فرض کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ نہ پڑھنا بھی جائز ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "پہلی دو رکعتوں میں قرآئت کرو اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح پڑھو" [۱۰۱]

جب قرآئت فاتحہ سے فارغ ہو گا تو زیر لب آمین کہے گا (دیکھئے لفظ تامین، فقرہ ۲)

۳) قرآئت فاتحہ کے ساتھ فرض کی پہلی دو رکعتوں اور وتر اور نوافل کی تمام رکعتوں میں سورت بھی ملائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ حسب توفیق آیتیں بھی ملاتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ

پڑھتے تھے ۱۰۲ؔ

۴) حضرت ابن مسعودؓ صبح کی نماز میں طویل قرآئت کرتے تھے ایک مرتبہ آپ نے صحابہ کرام کو صبح کی نماز پڑھائی۔ پہلی رکعت میں سورہ آل عمران کی سو آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں باقیماندہ سورت ۱۰۳ؔ آپ نے ایک دفعہ دو سورتیں پڑھیں جن میں دوسری صورت سورہ بنی اسرائیل تھی۔ ۱۰۴ؔ ابراہیم التیمی نے اپنے والد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: "ہم صبح کی نماز پڑھتے ہمارے امام صاحب سو آیتوں والی کوئی سورت پڑھتے۔ ہم (سردی سے بچنے کی خاطر) کپڑے اوڑھے ہوتے۔ پھر ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تو آپ ابھی نماز میں ہوتے" ۱۰۵ؔ

○ عشاء کی نماز میں آپ کی قرآئت کے متعلق عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے ہماری امامت کی۔آپ نے سورہ انفال پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ آیت (فاعلموا ان اللہ مولاکم۔ نعم المولی و نعم النصیر۔ جان لو کہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔ وہ کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے) تک پہنچ گئے اور رکوع میں چلے گئے پھر دوسری رکعت میں ایک سورت پڑھی ۱۰۶ؔ ایک روایت میں ہے کہ سورہ انفال کی چالیس آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں مفصل (سورہ ق یا سورہ الحجرات سے لے کر آخر قرآن تک) کی کوئی سورت پڑھی ۱۰۷ؔ

○ حضرت ابن مسعودؓ یہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت سعید بن جنید ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے لیکن حضرت ابن مسعودؓ اس بات کو ناپسند کرتے تھے" ۱۰۸ؔ

۵) آپ کو یہ بات پسند تھی کہ انسان قرآن کو اسی ترتیب سے پڑھے جس ترتیب سے وہ مصحف میں ہے اس ترتیب کی الٹ پھیر کو آپ ناپسند کرتے تھے آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص قرآن کی مصحفی ترتیب کو الٹ پھیر کر پڑھتا ہے تو آپ نے فرمایا: "اس کا دل الٹ گیا ہے" ۱۰۹ؔ

۶) اگر کوئی آیات قرآنی کے درمیان کوئی دعا پڑھ لے تو آپ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے آپ فرماتے: "جب تم نماز میں جہنم کے ذکر سے گزرو تو جہنم کی آگ سے اللہ کی پناہ مانگو اور جب جنت کے ذکر سے گزرو تو اللہ سے جنت مانگو" ۱۱۰ؔ

ز۔ تکبیرات انتقال: پھر رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہے گا، اسی طرح ہر ایسے رکن سے جس میں جسم حرکت کرے دوسرے رکن کی طرف جانے کے لئے تکبیر کہے گا۔ اس لئے رکوع یا سجدہ میں جانے، سجدے سے سر اٹھانے اور کھڑے ہونے کے لئے تکبیر کہے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ پوری تکبیر کہتے تھے، یعنی جب رکوع یا سجدے میں جاتے، سجدے سے سر اٹھاتے یا سجدے سے سیدھے ہوتے تو تکبیر کہتے [1] رکوع سے سیدھے کھڑے ہو کر (سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہے گا خواہ امام ہو یا تنہا پڑھ رہا ہو۔ المحلیٰ میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ جب رکوع سے اٹھتے تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد" کہتے [2] البتہ سمع اللہ لمن حمدہ اونچی آواز میں کہے گا اور دوسرا فقرہ زیر لب کہے گا [3] مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ اعوذ باللہ، بسم اللہ اور ربنا ولک الحمد زیر لب پڑھتے [4] اسی لئے آپ سے بعض نے یہ روایت کی ہے کہ امام اور منفرد (تنہا پڑھنے والا) صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہیں گے اور مقتدی صرف ربنا ولک الحمد کہے گا [5] آپ فرماتے: "جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو اس کے مقتدی ربنا ولک الحمد کہیں" [6] مقتدی کے لئے جائز ہے کہ ربنا ولک الحمد کے مفہوم پر اور زیادہ زور دینے کی خاطر اسی قسم کے جتنے الفاظ چاہے زبان پر لا سکتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ جب امام رکوع سے اٹھتا تو آپ یہ دعا پڑھتے:"اللھم ربنا لک الحمد مل السماوات و ملئ الارض و ملئ ماشئت من شی بعد" [7] (اے میرے اللہ اے ہمارے رب آسمانوں اور زمینوں اور ان کے بعد جو چیز بھی تو چاہئے اس کی مقدار بھر تعریفیں صرف تیرے لئے ہیں)۔

ح۔ رکوع:

۱) رکوع کے لئے کم سے کم مقدار یہ ہے کہ رکوع کرنے والے کے دونوں ہاتھ اس کے دونوں گھٹنوں پر ٹک جائیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب انسان کے دونوں ہاتھ اس کے دونوں گھٹنوں پر ٹک جائیں تو رکوع کے لئے یہی کافی ہے" [8]

۲) حضرت ابن مسعودؓ طویل رکوع کرتے اور رکوع سے اٹھنے کے بعد دیر تک قیام کرتے۔ علقمہ کے بیان سے ہمیں حضرت ابن مسعودؓ کے رکوع کی طوالت کا اندازہ لگ سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں: "میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ابن مسعودؓ نماز پڑھ رہے ہیں، آپ

رکوع میں چلے گئے۔ میں نے سورہ اعراف پڑھنا شروع کیا اور آپ کے سجدے میں جانے سے پہلے میں یہ سورت ختم کر چکا تھا" [۱۱۹] (واضح رہے کہ سورہ اعراف کی دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں۔ مترجم)

۳) حضرت ابن مسعودؓ رکوع میں تین یا اس سے زائد دفعہ [۱۲۰] سبحان ربی العظیم کہتے. ایک مرتبہ سجدے میں رب اغفرلی. کہا [۱۲۱]

۴) رکوع کی کیفیت: رکوع کی کیفیت یہ ہے کہ اپنے دونوں کف دست کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر اور انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسا کر اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھے گا۔ علقمہ اور اسود کہتے ہیں: "ہم نے حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ نماز پڑھی. جب آپ رکوع میں گئے تو دونوں کف دست ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھ لئے. آپ نے ہمارے ہاتھوں کو ٹھو نکا تو ہم نے بھی اپنے ہاتھ آپ کی طرح کر لئے. پھر ہم حضرت عمرؓ سے ملے ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور رکوع میں حضرت ابن مسعودؓ کے طریقے پر تطبیق کی یعنی کف دست جوڑ کر گھٹنوں کے درمیان رکھ لئے. جب نماز سے فارغ ہوئے تو عمرؓ نے پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا. ہم نے بتایا کہ ہمیں ابن مسعودؓ نے بتایا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: "ایسا پہلے ہوتا تھا۔ پھر یہ طریقہ متروک ہو گیا" [۱۲۲] علماء کہتے ہیں کہ تطبیق یعنی دونوں کف دست جوڑ کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھ لینا. پہلے اس کی مشروعیت تھی۔ لیکن بعدازاں اس مشہور حدیث کی وجہ سے منسوخ ہو گیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنے کا حکم دیا تھا۔ البتہ حضرت ابن مسعودؓ کو اس حدیث کا پتہ نہ چل سکا۔ اسی کے متعلق ابن حزم کہتے ہیں: "صحابہ کرام نماز میں گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنے کے قائل ہیں لیکن یہ بات حضرت ابن مسعودؓ کے علم میں نہ آ سکی" [۱۲۳]

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ یہ چیز حضرت ابن مسعودؓ سے مخفی رہ گئی ہو جبکہ آپ کو ایک طرف سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر تھی تو دوسری طرف آپ صحابہ کرامؓ کے درمیان رہتے تھے۔ درحقیقت یہ چیز آپ سے مخفی نہیں تھی بلکہ یہ آپ کی رائے تھی۔ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

نماز میں بہت تناسب تھا، سجدہ کی مقدار اتنی ہوتی تھی جتنی رکوع کی مقدار اور قیام کی مقدار بھی ان کے قریب قریب تھی. اس بنا پر رکوع کی حالت میں دونوں کف دست جوڑ کر گھٹنوں کے درمیان دیر تک رکھنا صحابہ کرام کے لئے دشوار ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنے کی اجازت دے دی۔ چونکہ یہ حکم ایک رخصت کا درجہ رکھتا تھا اور حضرت ابن مسعودؓ اپنے اندر اتنی قوت محسوس کرتے تھے کہ دیر تک دونوں کف دست جوڑ کر گھٹنوں کے درمیان رکھ سکیں، اس لئے آپ کی رائے یہ ہو گئی تھی کہ رخصت پر عمل کرنے کی بجائے عزیمت (اصل حکم) پر عمل کرنا بہتر ہے۔ امام سرخسی نے اپنی کتاب اصول سرخسی، میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: "اگر یہ کہا جائے کہ کیا ابن مسعودؓ نماز میں رکوع کے اندر تطبیق نہیں کرتے تھے جبکہ اس کا منسوخ ہونا اس مشہور حدیث سے ثابت ہو گیا تھا جس میں گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنے کا حکم دیا گیا تھا اور پھر اس کا علم ابن مسعودؓ کو نہیں ہو سکا تھا جس کی بنا پر آپ نے اپنے عمل کو گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنے کے حکم والی حدیث کی منسوخی کی دلیل نہیں بنایا یا پھر یہ صورت تھی کہ گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنے کا حکم نماز میں عین نہ ہو؟ ہم کہیں گے کہ گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنے والی حدیث حضرت ابن مسعودؓ سے مخفی نہیں تھی، بلکہ یہ حکم ان کے نزدیک رخصت کے طور پر تھا، کیونکہ صحابہ کرامؓ کے لئے تطبیق کی صورت رکوع کی طوالت کی وجہ سے مشقت کا باعث تھی اس لئے کہ انہیں خوف رہتا تھا کہ کہیں زمین پر گر نہ پڑیں، اس لئے انہیں گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنے کا حکم دیا گیا۔ یہ حکم ان کے لئے آسانی پیدا کرنے کی غرض سے دیا گیا تھا نہ کہ یہ صورت ان کے لئے متعین کر دی گئی تھی"[۱۲۴]

۵) پھر نمازی اپنا سر رکوع سے اٹھائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے "اللھم لک الحمد ملءَ السماوات و ملءَ الارض و ملءَ ماشئت من شئ بعد"[۱۲۵]

ط۔ سجدہ:

۱) سجدے کی کیفیت: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب سجدے میں جاتے تو سب سے پہلے آپ کے دونوں گھٹنے زمین سے لگتے، پھر اپنے دونوں کف دست زمین پر رکھتے[۱۲۶] اور اپنی

کہنیوں کو گھٹنوں پر ٹکا دیتے۔ آپ نے فرمایا: "ابن آدم کی ہڈیوں کی ساخت سجدے کے لئے ہوئی ہے۔ اس لئے تم کہنیوں کے ساتھ سجدہ کرو" [۱۲۷] یعنی سجدے میں کہنیوں کو گھٹنوں پر رکھو۔پھر نمازی اپنی پیشانی زمین پر رکھے گا۔ کوئی سجدہ اس وقت تک پورا نہیں ہو گا جب تک پیشانی زمین پر نہ رکھی جائے [۱۲۸]

اگر نمازی گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ سکے تو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ سجدے کی جگہ میں کوئی کپڑا وغیرہ رکھ کر اس پر سجدہ کرے [۱۲۹] اگر بیماری کی وجہ سے وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھنے سے عاجز ہو تو اشارے سے سجدہ کرے. حضرت ابن مسعودؓ اپنے بھائی عتبہ کی عیادت کے لئے گئے, آپ نے دیکھا کہ ان کے سامنے سجدہ کرنے کی غرض سے ایک لکڑی رکھ دی گئی ہے. آپ نے وہ لکڑی اٹھا کر پھینک دی اور فرمایا کہ اس چیز کے ذریعے شیطان کی پیشی ہوتی ہے. اپنی پیشانی زمین پر رکھو, اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اشارے سے سجدہ کرو [۱۳۰] (دیکھئے لفظ صلاۃ, فقرہ ۱۳)

۲) سجدے کی تسبیح: حضرت ابن مسعودؓ سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ, تین بار یا اس سے زائد دفعہ پڑھتے [۱۳۱] بعض دفعہ سبحانک ولا رب غیرک, پڑھتے اور بعض دفعہ سبحانک لا الہ الا انت, کی تسبیح کرتے۔ اسود اور شداد بن الازمع کہتے ہیں: "ہمارے درمیان اختلاف ہو گیا, اسود کا کہنا تھا کہ حضرت ابن مسعودؓ سجدے میں سبحانک لا رب غیرک, پڑھتے تھے اور شداد کا کہنا تھا کہ آپ سبحانک لا الہ الا انت, پڑھتے تھے" [۱۳۲]

ی۔ دوسرے سجدے کے بعد قیام کرنا.

۱) جب نمازی دوسرا سجدہ مکمل کر لے تو اللہ اکبر کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے. سجدے کے بعد نہ بیٹھے یعنی جلسہ استراحت نہ کرے [۱۳۳] حضرت ابن مسعود پہلی اور تیسری رکعت کے بعد بیٹھے بغیر سیدھے کھڑے ہو جاتے [۱۳۴]

آپ نے فرمایا: "دو باتیں بدعت ہیں۔ اول یہ کہ ایک شخص نماز سے فراغت کے بعد کھڑا ہو جائے اور قبلہ رخ ہو کر دعائیں مانگے۔ دوم یہ کہ نمازی دوسرے سجدے کے بعد یہ خیال کرے کہ قیام سے پہلے زمین سے چپک کر بیٹھ جانا اس کے لئے ضروری ہے" [۱۳۵]

۲) نمازی اپنے قدموں کے اگلے حصوں کے بل زمین سے اٹھے گا اور ہاتھ کا سہارا نہیں لے گا [۱۳۶] عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں: "میں ابن مسعودؓ کو نماز پڑھتے دیکھتا رہا۔ میں نے آپ کو اٹھتے دیکھا، آپ بیٹھے نہیں تھے، آپ پہلی اور تیسری رکعت میں اپنے قدموں کے اگلے حصوں کے بل کھڑے ہوئے تھے" [۱۳۷]

ک۔ قعدہ: نمازی کے لئے ضروری ہے کہ مسنون طریقے سے قعدہ کرے۔ اس کے لئے چار زانو ہو کر بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے: "دو گرم پتھروں پر بیٹھ جانا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں نماز میں چار زانوں ہو کر بیٹھوں" [۱۳۸] البتہ عذر کی بنا پر نماز میں چار زانو بیٹھ سکتا ہے۔ مثلاً بیمار ہو اور نماز بیٹھ کر پڑھے تو تشہد کے لئے چار زانو ہو کر بیٹھ سکتا ہے۔ [۱۳۹]

ل۔ تشہد:

۱) تشہد: حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "تشہد کے تعین سے پہلے ہم یوں کہا کرتے تھے: السلام علی اللہ قبل عبادہ السلام علی جبریل، السلام علی میکائیل" [۱۴۰] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ اس طرح نہ کیا کرو بلکہ یوں کہو "التحیات للہ والصلوات والطیبات، السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین، اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمداً عبدہ ورسولہ [۱۴۱] (تمام لسانی، تمام جسمانی اور تمام مالی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں۔ اے نبی آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علی وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۲) تشہد کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے ایک شخص کو تشہد کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھتے سنا تو آپ نے فرمایا کہ کھانے کی ابتدا میں اس طرح پڑھا جاتا ہے۔ [۱۴۲]

۳) تشہد زیر لب پڑھے گا۔ اونچی آواز میں نہیں پڑھے گا [۱۴۳]

م۔ تیسری رکعت کے لئے اٹھنا: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب چار رکعتوں والی نماز میں

تشہد ختم کر لیتے تو فوراً تیسری رکعت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے اور اس میں اتنی تیزی دکھاتے گویا کہ گرم پتھر پر بیٹھے ہوں [۱۴۴]

ن۔ درود ابراہیمی: قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود ابراہیمی پڑھے گا۔ امام نووی نے نقل کیا ہے کہ قعدہ آخیرہ میں درود ابراہیمی پڑھنا ابن مسعودؓ کے نزدیک فرض ہے [۱۴۵] حضرت ابن مسعودؓ کو یہ بات پسند تھی کہ نمازی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز میں اچھے طریقے سے درود بھیجے۔ آپ کہا کرتے: "جب تم نماز پڑھو تو اپنے نبی پر اچھے طریقے سے درود بھیجو" [۱۴۶] حضرت ابن مسعودؓ درود ابراہیمی اس طرح پڑھتے تھے:

اللهم اجعل صلَواتك ورحمتَك وبركتَك على سيد المرسلين وإمام المتقين وخاتم النبيين محمد عبدك ورسولك ، إمام الخير قائد الخير ، ورسول الرحمةْ ، اللهم ابعثه مقاماً محموداً يغبطه به الأولون والآخرون ، اللهم صل على محمد وعلى آل محمد ، كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم ، إنك حميد مجيد ، اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد [۱۴۷]

(اے میرے اللہ اپنے درود، اپنی رحمتیں اور اپنی برکتیں نبیوں کے سردار، پرہیزگاروں کے امام اور آخری نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھیج جو تیرے بندے اور رسول ہیں، جو نیکی کے امام اور قائد ہیں اور رسول رحمت ہیں، اے میرے اللہ آپ کو مقام محمود پر فائز کر کہ جس کی وجہ سے اگلوں اور پچھلوں کو رشک آئے، اے میرے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمتیں نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم (علیہ السلام) پر نازل کی تھیں، بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے، اے میرے اللہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر برکتیں نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم (علیہ السلام) پر برکتیں نازل کی تھیں، بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے)

س درود ابراہیمی کے بعد دعا: حضرت ابن مسعودؓ کو یہ بات پسند تھی کہ نمازی درود ابراہیمی پڑھنے کے بعد اپنی حاجات کے لئے دعا مانگے۔ آپ نے فرمایا: "نمازی تشہد پڑھے گا، پھر درود بھیجے گا اور پھر اپنے لئے دعا کرے گا" [۱۴۸]

آپ نے یہ بھی فرمایا: "اپنی ضروریات فرض نماز پر لاد دو" [۱۴۹] یعنی فرض نماز میں اپنی ضروریات خدا سے مانگو، نیز فرمایا: "اپنی نمازوں میں اہم ترین ضروریات کے لئے دعا مانگو" [۱۵۰] نماز میں آپ کی دعاؤں کے کچھ نمونے ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں (دیکھئے لفظ دعاء، فقرہ ۳، جز۔ الف)

ع۔ سلام پھیرنا: سلام پھیرنا فرض ہے جس کا ترک جائز نہیں [۱۵۱] حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "نماز کا تحریمہ تکبیر ہے اور سلام پھیرنا اس سے باہر آنے کا ذریعہ ہے" [۱۵۲] نمازی کے لئے دونوں طرف سلام پھیرنا اور ہر دفعہ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہنا مستحب ہے۔ پہلے دائیں طرف سلام پھیرے گا اور پھر بائیں طرف اور اونچی آواز سے السلام علیکم کہے گا، ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہتے اور پھر بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے یہی الفاظ دہراتے اور دونوں مرتبہ اونچی آواز میں یہ الفاظ ادا کرتے [۱۵۳] نیز اپنا چہرہ اتنا موڑتے کہ آپ کے رخسار کی سفیدی نظر آ جاتی [۱۵۴]

ف۔ نماز سے فراغت اور دعا: جب نمازی سلام پھیر لے گا تو نماز سے فارغ ہو جائے گا، پھر یا تو اس جگہ سے اٹھ کھڑا ہو گا یا وہاں سے ہٹ کر بیٹھ جائے گا، حضرت ابن مسعودؓ ایسا ہی کرتے تھے [۱۵۵] پھر بیٹھ کر اللہ سے دعا کرے گا۔ اس کے لئے کھڑے ہو کر دعا کرنا مکروہ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "دو باتیں بدعت ہیں۔ اول یہ کہ انسان نماز سے فارغ ہو کر کھڑا ہو جائے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگے۔ دوم یہ کہ دوسرے سجدے کے بعد یہ سمجھے کہ قیام سے پہلے اس کے لئے زمین سے چپک کر بیٹھ جانا ضروری ہے" [۱۵۶] آپ کو اطلاع ملی کہ کچھ لوگ کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں، آپ ان کے پاس گئے اور فرمایا کہ یہ نیا طریقہ کیسا ہے؟ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (فاذکروا اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبکم۔ تم اللہ کو یاد کرو کھڑے ہو کر، بیٹھ کر اور

پہلوؤں پر) آپ نے یہ سن کر فرمایا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھے" ۱۵۷؎

نماز سے فراغت کے بعد حضرت ابن مسعودؓ کی دعائیں (دیکھئے لفظ دعاء فقرہ ۳، جز ۔ ب) اور (دعاء، فقرہ ۲ جز ۔ ھ)

ص۔ نماز سے فارغ ہو کر مڑنا: جب نمازی اپنی نماز ختم کر لے یا دعا سے فارغ ہو جائے اور مڑنا چاہے تو جس طرف مڑ کر بیٹھنا چاہے بیٹھ سکتا ہے۔ خواہ دائیں جانب یا بائیں جانب۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اپنی ذات سے شیطان کو حصہ نہ دے یعنی وہ یہ خیال نہ کرے کہ اسے صرف دائیں جانب مڑ کر بیٹھنا ضروری ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر بائیں جانب مڑتے ہوئے دیکھا ہے" ۱۵۸؎ حضرت ابن مسعودؓ کی عادت تھی کہ اگر دائیں جانب مڑنے کی ضرورت ہوتی تو دائیں جانب مڑ جاتے اور اگر بائیں جانب مڑنے کی ضرورت ہوتی تو بائیں جانب مڑ جاتے ۱۵۹؎

ق۔ نماز میں طول قیام: طول قیام سے ہماری مراد قرائت اور رکوع کی طوالت اور اطمینان وغیرہ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے میں نماز میں طول قیام کثرت رکعات سے افضل ہے۔ مرہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "جب تک تم نماز میں ہوتے ہو، بادشاہ کے دروازے پر دستک دے رہے ہوتے ہو اور جو شخص دیر تک بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا رہے گا اس کے لئے بالآخر دروازہ کھل ہی جائے گا" ۱۶۰؎

ر۔ صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا: حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ ۱۶۱؎ آپ خود صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ ۱۶۲؎ آپ کا خیال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا جو منقول ہے وہ وقتی تھا۔ آنحضورؐ نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھی تھی جس میں قبیلہ عصیہ اور ذکوان پر بد دعائیں کرتے رہے، پھر جب آپؐ کو ان پر فتح حاصل ہو گئی تو آپؐ نے قنوت پڑھنا ترک کر دی۔ ۱۶۳؎

۱۰۔ وتر کی نماز:

الف۔ وتر کا حکم: حضرت ابن مسعودؓ وتر کی فرضیت کے قائل نہیں تھے لیکن آپ ترک وتر کو حلال نہیں سمجھتے تھے۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرمایا:
"حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وتر کی نماز پر ابھارتے تھے لیکن مجبور نہیں کرتے تھے، آنحضورؐ فرماتے: "وتر ایک واجب حق ہے اس لئے اے حاملین قرآن وتر پڑھا کرو" [۱۶۴]

ب۔ وتر کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ح)

ج۔ وتر کی رکعتیں: حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ وتر کی تین رکعات ہیں جن کے درمیان سلام پھیرنا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "وتر کی نماز مغرب کی طرح تین رکعتیں ہیں" [۱۶۵] آپ خود اس طرح وتر ادا کرتے تھے۔ وتر کی تین رکعتیں پڑھتے ہر رکعت میں مفصل (سورہ حجرات یا سورہ ق سے لیکر آخر قرآن تک) کے آخر سے سورتیں پڑھتے [۱۶۶]

اگر کوئی تین رکعت سے زائد وتر پڑھ لے تو جائز ہے۔ ابو عبیدہؓ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ وتر میں تین اور اس سے زائد رکعتیں پڑھتے تھے [۱۶۷] لیکن یہ جائز نہیں ہے کہ وتر تین رکعتوں سے کم پڑھی جائے، البتہ ضرورت کی بنا پر ایک رکعت بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک رکعت وتر پڑھی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے آپ پر اس کی وجہ سے تنقید کی [۱۶۸] اس لئے کہ حضرت سعدؓ کو ایسا کرنے کے لئے کوئی عذر درپیش نہیں تھا۔ اگر کوئی عذر موجود ہوتا تو حضرت ابن مسعودؓ ہرگز تنقید نہ کرتے کیونکہ خود آپ نے بحالت مجبوری ایک رکعت وتر پڑھی تھی، روایت ہے کہ آپ اور حضرت حذیفۃ بن الیمان رات گئے دیر تک ولید بن عقبہ (حاکم کوفہ) سے باتیں کرتے رہے۔ پھر اس کے پاس سے اٹھ کر باتوں میں مصروف رہے یہاں تک کہ سپیدۂ سحر نمودار ہونے لگا۔ دونوں نے ایک رکعت وتر ادا کی [۱۶۹]۔

د۔ قنوت وتر:

۱) حضرت ابن مسعودؓ وتر کے سوا کسی اور نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے [۱۷۰]۔ اور وتر میں سارا سال قنوت پڑھتے [۱۷۱]۔ نووی نے حضرت ابن مسعودؓ سے یہ روایت کر کے کہ

آپ صرف رمضان کے نصف آخر میں قنوت پڑھنا مستحب سمجھتے تھے [۶۲]۔ بڑی دلچسپ بات کہی ہے ، تاہم اس کی تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے مقصد یہ تھا کہ آپ رمضان کے نصف آخر میں قنوت پڑھنا زیادہ لازم سمجھتے تھے۔

۲) وتر میں قنوت پڑھنے کی جگہ تیسری رکعت میں قرائت سے فارغ ہو کر رکوع سے پہلے ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ جب قنوت پڑھنا چاہتے تو پہلے اللہ اکبر کہتے پھر قنوت پڑھتے۔ قنوت سے فارغ ہونے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے جاتے [۶۳]۔ نووی نے یہاں بھی عجیب روایت کی ہے کہ ابن مسعودؓ کے نزدیک وتر میں قنوت رکوع کے بعد پڑھی جاتی ہے [۶۴]۔

۳) قنوت کی تکبیر میں رفع یدین کرے گا۔ اور دعائے قنوت پڑھنے کے لئے اپنے ہاتھوں کو سینے تک بلند کرے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ تکبیر قنوت کے لئے رفع یدین کرتے تھے [۶۵]۔

۴) دعائے قنوت جس کی حضرت ابن مسعودؓ اپنے رفقاء کو تعلیم دیتے تھے وہ یہ ہے:

اللهم إنا نستعينك ونستغفرك ونثني عليك الخير ولا نكفرك ، ونخلع ونترك من يفجرك ، اللهم إياك نعبد ، ولك نصلي ونسجد ، وإليك نسعى ونحفد ، نرجو رحمتك ونخشى عذابك ، إن عذابك الجدّ بالكفار ملحق [۶۶]

(اے میرے اللہ ہم تجھ سے مدد مانگتے اور تجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں۔ ہم تیری اچھی ثنا کرتے اور تیرا انکار نہیں کرتے ہیں۔ ہم ان لوگوں سے اپنا قطع تعلق کرتے اور انہیں چھوڑتے ہیں جو تیرے احکام کی خلاف ورزی کرنے والے ہیں۔ اے میرے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے، تیرے لئے نماز پڑھتے اور تیرے ہی آگے جھکتے ہیں۔ ہم تیری ہی طرف رواں دواں ہیں۔ ہم تیری رحمت کے امیدوار اور تیرے

عذاب سے خوفزدہ ہیں۔ بے شک تیرا سچ مچ کا عذاب کافروں کو چمٹ جانے والا ہے۔)

ھ۔ وتر کا اعادہ: حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ جس کسی نے رات کے اول حصے میں وتر کی نماز پڑھ لی پھر رات کو اٹھ کر تہجد کے نوافل بھی پڑھے تو اس کا وتر ٹوٹ جائے گا، اس پر لازمی ہو گا کہ مزید ایک رکعت ادا کر کے اپنے پڑھے ہوئے وتر کو چار رکعتیں بنا دے، پھر جس قدر چاہے دو دو رکعتیں کر کے تہجد ادا کرے۔ پھر تہجد کے آخر پر نئے سرے سے وتر پڑھے [۱۶۷]۔ حضرت ابن مسعودؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے (وتر کو اپنی رات کی نمازوں کی آخری نماز بنا دو) [۱۶۸]

۱۱۔ فجر کی سنتوں کے بعد کلام کرنا:

حضرت ابن مسعودؓ فجر کی سنتوں کے بعد جماعت کھڑی ہونے تک ذکر اللہ کے سوا کوئی اور گفتگو مکروہ سمجھتے تھے، آپ نے ایک شخص کو فجر کی سنتوں کے بعد گفتگو کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: "یا تو اللہ کا ذکر کرو یا پھر چپ بیٹھے رہو" [۱۶۹]۔

۱۲۔ سفر میں نماز:

(دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۴، جز۔ الف، فقرہ ۲، جز۔ ج)

۱۳۔ مریض کی نماز:

اگر مریض کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بیٹھ کر پڑھے اگر رکوع اور سجود سے عاجز ہو تو اشارے سے نماز پڑھے، اور سجدے کے اشارے میں رکوع کے اشارے سے زیادہ جھکے اور اپنے چہرے کے سامنے کوئی چیز سجدہ کرنے کی خاطر بلند نہ کرے۔ حضرت ابن مسعودؓ اپنے بھائی عتبہ کی عیادت کو گئے، دیکھا کہ ایک مسواک ہے جو ان کے چہرے کی طرف بلند کر دی جاتی ہے جس پر وہ سجدہ کرتے ہیں۔ آپ نے اسے اٹھا کر پھینک دیا اور فرمایا: "اشارے سے نماز پڑھو، اور رکوع کا اشارہ سجدے کے اشارے سے بلند رکھو" [۱۷۰]

۱۴۔ نماز با جماعت:

الف۔ نماز با جماعت کا حکم:

۱) حضرت ابن مسعودؓ کا خیال تھا کہ پانچوں نمازوں کی با جماعت ادائیگی سنت ہے [۱۷۱]۔ آپ

کے نزدیک اس کے مسنون ہونے کی دلیل آپ کا یہ قول ہے: "چار باتیں بڑی بھونڈی ہیں.......... پھر آپ نے ان میں ایک کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا: "کوئی شخص موذن کی آواز سنے اور اس کا جواب نہ دے"[۱۸۲]۔ اور جفاء یعنی بھونڈا پن ترک سنت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ باقی رہا آپ کا یہ قول کہ "جس شخص نے موذن کی آواز سنی اور کسی عذر کے بغیر اس کا جواب نہیں دیا (یعنی جماعت میں شامل ہو کر نماز ادا نہیں کی) تو ایسے آدمی کی نماز نہیں ہوتی"[۱۸۳] تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کی نماز کامل نہیں ہوتی۔ اسی بناء پر آپ کا یہ قول ہے: "اگر تم تین ہو تو تم میں سے ایک نماز کی امامت کرے"[۱۸۴]۔

۲) مسجد میں نماز با جماعت مردوں کے لئے سنت ہے، عورتوں کے لئے نہیں۔ مردوں کے لئے اس کے مسنون ہونے پر آپ کا یہ قول دلالت کرتا ہے: "ان پانچوں نمازوں کی نگہداشت کرو جب ان کی اذان ہو، اس لئے کہ یہ سنن ہدی میں سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہماری حالت یہ ہوتی تھی کہ نماز با جماعت سے صرف وہی شخص پیچھے رہ جاتا تھا جو پکا منافق ہوتا۔ میرے تصور میں وہ جھلک بھی آرہی ہے۔ جماعت میں شمولیت کے لئے ایک شخص دو آدمیوں کا سہارا لے کر آتا اور اسے پکڑ کر صف میں کھڑا کیا جاتا۔ تم میں سے ہر شخص کے گھر میں مسجد یعنی نماز گاہ بنی ہوئی ہے۔ اگر تم اپنے گھروں میں نمازیں پڑھو گے اور مسجد میں آنا بند کر دو گے تو تم اپنے نبیؐ کی سنت کے تارک ٹھہرو گے۔ اور اگر تم اپنے نبی کی سنت کے تارک بن گئے تو تم کافر ہو جاؤ گے" ایک روایت میں ہے کہ "تم گمراہ ہو جاؤ گے"[۱۸۵]۔

آپ کا یہ قول کہ "نماز با جماعت سے پیچھے وہی رہ جاتا تھا جو منافق ہوتا" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں با جماعت نماز نہ پڑھنے پر اصرار صرف وہی شخص کرتا ہے جو منافق ہوتا ہے، اس لئے کہ ترک سنت پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح آپ کا یہ قول کہ "اگر تم اپنے نبیؐ کی سنت چھوڑ دو گے تو کافر ہو جاؤ گے" تو اس سے وہ کفر مراد نہیں جو انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے، بلکہ اس سے مراد گمراہی ہے اس مفہوم کی وضاحت دوسری روایت سے ہو جاتی ہے (جس میں گمراہی کا لفظ استعمال ہوا ہے) وجہ

اس کی یہ ہے کہ خود حضرت ابن مسعودؓ نے ایک سے زائد مرتبہ بلا کسی عذر کے گھر پر نماز پڑھی ہے۔ اس لئے اگر با جماعت نماز پڑھنا فرض ہوتا تو حضرت ابن مسعودؓ اس فرض کو کبھی نہ چھوڑتے۔ ابو الاحوص کہتے ہیں: "حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے گھر پر ان سے ملے۔ اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا، حضرت ابن مسعودؓ کو ابو موسیٰؓ نے نماز پڑھانے کے لئے کہا جس کے جواب میں حضرت ابن مسعودؓ نے انہیں آگے بڑھنے کے لئے کہا کیونکہ وہ اس کے زیادہ حقدار تھے، چنانچہ حضرت ابو موسیٰؓ آگے بڑھے اور اپنا جوتا اتار دیا۔ اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے تفنن کے طور پر ان سے کہا کہ "آیا تم وادی مقدس میں ہو (کہ جوتے اتار دئے) [۱۸۶]۔

یہ سنت ساقط ہو جاتی ہے اگر مسجد میں جا کر با جماعت نماز پڑھنے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے، مثلاً بارش، کیچڑ یا سخت سردی وغیرہ۔ ایسی صورت میں موذن سے کہا جائے گا کہ وہ یہ اعلان کر دے کہ "لوگو اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو" یہ مسئلہ حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ سے مروی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ایسا کیا گیا اور ہمیں صحابہ کرام میں سے کسی کے اس سے اختلاف کا پتہ نہیں چلا [۱۸۷]۔

۳) عورت کے لئے سنت یہی ہے کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھے، اس لئے عورتوں کا عمومی انداز میں اپنے گھروں سے نکلنا بہت فتنوں کا باعث بن سکتا ہے۔ اسی بنا پر مردوں کے برعکس عورت کی گھر کے اندر نماز مسجد میں جا کر ادا کی ہوئی نماز سے افضل ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "عورت کی اپنے گھر میں نماز کسی اور جگہ جا کر ادا کی ہوئی نماز سے بہتر ہے۔" پھر فرمایا: "عورت جب اپنے گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تانک جھانک کرتا ہے" [۱۸۸]۔

اس قاعدے سے ایسی بوڑھی عورت مستثنیٰ ہے جس کے باہر نکلنے میں کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو، اس کے لئے جائز ہے کہ وہ مسجد میں جا کر با جماعت نماز ادا کرے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "عورت کی کوئی نماز اس نماز سے افضل نہیں ہوتی جو وہ اپنے گھر میں ادا کرتی ہے، الا یہ کہ وہ مسجد حرام میں نماز ادا کرے، البتہ اس سے بوڑھی عورت

مستثنیٰ ہے جو نقاب اوڑھے ہوئے ہو" [۱۸۹]

اگر کسی کی جماعت سے نماز رہ جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ مسجد میں یا گھر میں با جماعت نماز ادا کرے۔ یہ دونوں صورتیں اس کے لئے یکساں ہیں۔ مسجد میں با جماعت نماز کی ادائیگی تو اس کے متعلق ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابن مسعودؓ مسجد میں آئے تو جماعت ہو چکی تھی. آپ نے علقمہ. مسروق اور اسود کو ساتھ ملا کر جماعت کرائی [۱۹۰]۔ گھر میں با جماعت نماز کے متعلق عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ علقمہ اور اسود مسجد کی طرف نماز کے لئے چلے. اس وقت لوگ نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے نکل رہے تھے. حضرت ابن مسعودؓ ان دونوں کو لے کر گھر واپس آئے۔ پھر آپ نے ایک کو اپنی دائیں جانب اور دوسرے کو بائیں جانب کھڑا کر کے نماز پڑھائی [۱۹۱]۔ امام مسلم اور دوسرے محدثین نے اسود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: "میں اور علقمہ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آپ کے گھر آئے. آپ نے دریافت کیا کہ نماز پڑھ چکے ہو، ہم نے نفی میں جواب دیا. فرمایا کہ آؤ نماز پڑھیں. ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہونے لگے تو آپ نے ہمارے ہاتھ پکڑ لئے۔ ایک کو اپنی دائیں جانب اور دوسرے کو بائیں جانب کھڑا کر کے اذان و اقامت کے بغیر نماز پڑھائی [۱۹۲]۔

ب ـ اگر کسی نے اپنی نماز پڑھ لی ہو اور ابھی مسجد میں ہو کہ جماعت کھڑی ہو جائے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ جماعت میں شامل ہو کر نماز ادا کرے خواہ اس نے اپنی نماز جماعت سے پڑھی ہو یا تنہا [۱۹۳]

ج ـ با جماعت نماز کا امام

۱) امام کے لئے شرطیں: امام کی امامت کی صحت کے لئے اس کا بالغ ہونا شرط ہے۔ بالغ کے لئے نابالغ کی اقتدا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "لڑکا اس وقت امام نہیں بن سکتا جب تک اس پر حدود واجب نہیں ہو جاتے" [۱۹۴] یعنی جب تک وہ بالغ نہیں ہو جاتا۔ اس لئے کہ بالغ ہونے سے پہلے حدود واجب نہیں ہوتے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ بینا ہو حضرت ابن مسعودؓ نابینا کی امامت میں بیناؤں کی اقتدار کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے: "مجھے پسند نہیں کہ

نابینالوگ تمہارے موٴذن ہوں " راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا:
"اور تمہارے قاری یعنی امام ہوں "۱۹۵

۲) بدوی امامت جائز ہے۔ حضرت ابن مسعود نے حج کے دوران ایک بدو کے پیچھے نماز پڑھی۔ اسی طرح غلام کی امامت بھی جائز ہے (حضرت ابن مسعود نے ابو اسید کے آزاد کردہ غلام ابو سعید کے پیچھے جبکہ وہ ابھی غلام تھے، نماز پڑھی تھی) ابو سعید کہتے ہیں: "میں ابھی غلام تھا کہ میں نے شادی کی۔ ولیمہ پر میں نے اصحابہ رسول اللہ علیہ وسلم میں سے چند حضرات کو بلایا انہوں نے میری دعوت قبول کر لی۔ ان میں حضرت ابو ذر حضرت ابن مسعود اور حضرت حذیفہ بن الیمان تھے۔ یہ حضرات ابھی میرے گھر میں تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت ابو ذر نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے۔ لوگوں نے آپ کو پیچھے ہٹ آنے کے لئے کہا۔ حضرت ابو ذر نے حضرت ابن مسعود کی طرف مڑ کر پوچھا: "ابو عبدالرحمن! کیا ایسا ہی ہے؟" حضرت ابن مسعود نے اثبات میں جواب دیا پھر انہوں نے مجھے آگے کر دیا، حالانکہ میں غلام تھا، پھر میں نے نماز پڑھائی " ۱۹۶

۳) امامت کا سب سے بڑھ کر حقدار کون ہے؟ امامت پر مامور شخص کسی دوسرے کی بہ نسبت امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ حضرت ابن مسعود جب کسی مسجد میں جاتے اور لوگ آپ سے نماز پڑھانے کو کہتے تو آپ انکار کرتے ہوئے فرماتے: "تمہارا امام زیادہ بہتر ہے " ۱۹۷

گھر کا مالک دوسروں کے مقابلے میں امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ ابھی سطور بالا میں گذرا ہے کہ ابو اسیدؓ کے غلام ابو سعیدؒ نے صحابہ کرام کی امامت کی جبکہ ان میں حضرت ابن مسعود بھی موجود تھے اور یہ حضرات ابو سعید سے بڑھ کر عالم اور فقیہ تھے، وجہ یہ تھی کہ ابو سعید مالک مکان تھے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز ا، فقرہ ۲)

۴) امام کو جن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے:

الف۔ حضرت ابن مسعود اسے مکروہ سمجھتے تھے کہ امام مسجد میں قبلہ رخ بنے ہوئے طاق (محراب) میں داخل ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائے، آپ فرمایا کرتے: "ان محرابوں سے بچو " ۱۹۸

ب) آپ نے یہ بھی ناپسند کیا ہے کہ امام مقتدیوں سے زیادہ اونچی جگہ کھڑا ہو ہزیل بن شرجیل کہتے ہیں: "ابن مسعود ہماری مسجد میں آئے. نماز کی اقامت ہونے لگی تو لوگوں نے آپ سے نماز پڑھانے کو کہا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا امام نماز پڑھائے گا۔ کہا گیا کہ امام صاحب یہاں موجود نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا کوئی آدمی نماز پڑھا دے۔ ایک شخص آگے بڑھا اس نے اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر امامت کرنی چاہی تو حضرت ابن مسعود نے منع کیا" [۱۹۹]

حضرت حذیفہؓ نے لوگوں کو مدائن میں اونچی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ ابن مسعود نے انہیں قمیص سے پکڑ کر کھینچا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت حذیفہؓ سے فرمایا: "تمہیں نہیں معلوم کہ لوگوں کو اس چیز سے روکا جاتا تھا" حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا: "مجھے معلوم ہے جس وقت آپ نے مجھے کھینچا تھا اسی وقت مجھے یہ بات یاد آ گئی تھی" [۲۰۰]

قاسم کہتے ہیں: "شاذروان (اونچی جگہ یا تخت) پر امام کھڑا ہو کر نماز پڑھایا کرتا تھا، حضرت ابن مسعود نے اسے ناپسند کیا اور اسے توڑ دینے کا حکم دیا" [۲۰۱]

ج) امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز میں اعوذ باللہ، بسم اللہ، سورہ فاتحہ کے بعد آمین اور سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ربنا لک الحمد زیر لب پڑھے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "امام تین چیزیں زیر لب پڑھے گا، اعوذ باللہ، بسم اللہ اور آمین" [۲۰۲] حضرت ابن مسعودؓ اعوذ باللہ، بسم اللہ اور ربنا لک الحمد زیر لب پڑھتے تھے [۲۰۳] اور جہری نمازوں میں باقیماندہ چیزیں اونچی آواز میں پڑھتے تھے۔ (دیکھئے لفظ جہر) اسی طرح تکبیرات انتقال اور تکبیر تحریمہ بھی اونچی آواز میں کہتے تھے۔

د) امام کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ سلام پھیرنے کے فوراً بعد اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو یا وہاں سے ہٹ جائے تاکہ بعد میں آنے والا اسے نماز میں نہ سمجھ بیٹھے اور اس کی اقتدا میں نماز شروع کر دے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب امام سلام پھیر دے تو وہاں سے اٹھ کھڑا ہو ورنہ کم از کم اپنی جگہ سے ہٹ جائے" راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: "آیا اس کے لئے جائز ہو گا کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر قبلہ رخ ہی رہے؟" تو آپ نے فرمایا: "نہیں، انحراف یعنی ہٹ جانے کا مطلب یہ ہے کہ مغربی سمت یا مشرقی سمت کسی ایک طرف ہو جائے" [۲۰۴]

ھ) امام اور غیر امام دونوں کے لئے جائز ہے کہ جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے اسی جگہ نوافل بھی پڑھ لیں۔ حضرت ابن مسعودؓ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس نے فرض نماز پڑھ لی ہو۔ آیا اسی جگہ نفل بھی پڑھ سکتا ہے؟ تو آپ نے اثبات میں جواب دیا اور غیر امام اور امام میں کوئی فرق نہیں رکھا[۲۰۵]

و) نماز میں امام کا سہو کرنا (دیکھئے لفظ سہو، فقرہ ۱، جز۔ ۱)

ز) امام کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کو صفیں سیدھی کرنے کے لئے کہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کہا کرتے تھے: "لوگو! اپنی صفیں سیدھی کر لو" [۲۰۶]

د۔ نماز با جماعت میں مقتدی:

۱) عورت کی گھر کے اندر نماز مسجد میں با جماعت نماز سے افضل ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز۔ ۱، فقرہ ۳)

۲) اگر امام کے آنے میں کچھ تاخیر ہو جائے تو مقتدیوں کو اس کا انتظار کر لینا چاہئے۔ اگر نماز ایسی ہو جس میں تعجیل مسنون ہو تو اسے تاخیر سے پڑھنے کی صورت میں ترک سنت کا گناہ امیر یا حاکم کو ہو گا جسے وقت پر آکر امامت کرانی چاہئے تھی۔ حضرت ابن مسعودؓ امیر یا حاکم کے ساتھ ہی نماز با جماعت پڑھتے جبکہ امیر یا حاکم دیر کر کے نماز پڑھانے آتے، آپ کے نزدیک اس کا گناہ اس امیر یا حاکم کو ہوتا[۲۰۷]

اگر امام کی آمد میں بہت تاخیر ہو جائے اور مقتدیوں میں کوئی ایسا موجود ہو جسے اتنی طاقت اور حمایت حاصل ہو کہ امیر یا حاکم کا غضب اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتا ہو تو وہ نماز پڑھا دے۔ ایک دفعہ حاکم کوفہ ولید بن عقبہ نے نماز مؤخر کر دی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور پھر خود جماعت کرا دی، ولید نے باز پرس کی اور پوچھا کہ "آیا امیر المومنین کا کوئی حکم نامہ پہنچا ہے یا آپ نے یہ کام از خود کیا ہے؟" حضرت ابن مسعودؓ نے جواب میں فرمایا کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی بات نہیں ہوئی۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول نے یہ ناپسند کیا کہ ہم تو نماز کے لئے انتظار کرتے رہیں اور تم اپنے کام میں مصروف رہو"[۲۰۸]۔ اور اگر امیر یا حاکم کی گزند کا خوف ہو تو نماز مستحب وقت میں ادا کر لے گا اور بعد

میں امیر کے ساتھ بھی با جماعت بطور نفل پڑھ لے گا۔ اور اس سے امیر یہ سمجھ لے گا کہ اس نے میرے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ ابو الاحوص کہتے ہیں: "ایک مرتبہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "لوگو! تم جس زمانے سے گزر رہے ہو اس میں خطیبوں کی تعداد کم اور اہل علم کی تعداد زیادہ ہے جو طویل نمازیں پڑھتے اور مختصر خطبہ دیتے ہیں۔ تم پر ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے جس میں اہل علم کی تعداد بہت کم ہوگی لیکن خطیبوں کی تعداد بہت ہوگی جو طویل خطبے دیں گے اور مختصر نمازیں پڑھیں گے۔ یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا کہ یہ تو مردوں کی جانکنی ہے" میں نے عرض کیا: "مردوں کی جانکنی کا کیا مطلب ہے؟" آپ نے فرمایا: "اس کا مطلب ہے کہ سورج انتہائی زرد ہو جائے، اس لئے جو شخص ایسے زمانے میں ہو وہ نماز اس کے صحیح وقت میں پڑھ لے، اگر اسے رکنا پڑ جائے تو لوگوں کے ساتھ بھی پڑھ لے، اپنی پڑھی ہوئی نماز کو فرض قرار دے اور لوگوں کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کو نفل تصور کر لے"[۲۰۹]

۳) امام کے کھڑے ہونے کی جگہ: حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ اگر تین آدمی ہوں اور ان میں سے ایک امام بن جائے تو تینوں ایک صف میں کھڑے ہوں گے اور امام دونوں کے درمیان کھڑا ہو گا۔ آپ نے ایک موقعہ پر ایک جانب علقمہ اور دوسری جانب اسود کو اپنے ساتھ کھڑا کر کے نماز پڑھائی تھی[۲۱۰] (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز۔ الف، فقرہ ۴)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا[۲۱۱]۔

بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ ان دونوں کے ساتھ جگہ کی تنگی کی وجہ سے ایک صف میں کھڑے ہو گئے تھے اور بعض روایات میں جو یہ زائد الفاظ منقول ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا، درست نہیں ہے۔ علامہ کاسانی حنفی نے اپنی کتاب بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ اس روایت کے یہ زائد الفاظ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس طرح نماز پڑھائی تھی، عام روایات میں موجود نہیں ہے۔ اس لئے یہ ثابت نہیں ہیں۔ رہ گیا حضرت ابن مسعودؓ کا یہ اپنا فعل تو اسے جگہ کی تنگی پر محمول کیا جائے گا۔ ابراہیم

نخعی نے بھی یہی کہا ہے کیونکہ نخعی حضرت ابن مسعودؓ کے احوال اور مسلک کے سب سے بڑھ کر جاننے والے تھے. اگر یہ زائد الفاظ ثابت بھی ہو جائیں تو بھی انہیں جگہ کی تنگی پر محمول کیا جائے گا" [۲۱۲] میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ صورت حال وہ نہیں ہے جو علامہ کاسانی نے بیان کی ہے بلکہ امام دو مقتدیوں کی موجودگی میں دونوں کے درمیان کھڑا ہو گا خواہ جگہ تنگ ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ ہمیں حضرت ابن مسعودؓ سے عبدالرزاق کی روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "جب نمازیوں کی تعداد تین ہو تو سب ایک صف میں کھڑے ہوں گے اور تین سے زائد ہونے کی صورت میں امام ان سے آگے کھڑا ہو گا" [۲۱۳]۔

۴) مقتدیوں کے لئے یہ مکروہ ہے کہ وہ ستونوں کو درمیان میں رکھ کر صف بنائیں تاکہ ستونوں کی وجہ سے صف نہ ٹوٹے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ستونوں کو درمیان میں رکھ کر صفیں باندھنے سے منع کیا ہے۔ [۲۱۴]

۵) صفیں درست کرنا. صف اس وقت درست ہو گی جب ہر شخص دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہو گا۔ ابن حزم کے بیان کے مطابق اس پر صحابہؓ کا اجماع ہے [۲۱۵]۔

۶) صفوں کی ترتیب: پہلے مردوں کی صفیں ہوں گی پھر بچوں کی اور پھر عورتوں کی۔ حضرت ابن مسعودؓ یہ حکم دیتے تھے کہ امام کے پیچھے پہلی صف میں علماء کھڑے ہوں تاکہ اگر امام کو حدث وغیرہ کی بنا پر کسی کو اپنی جگہ کھڑا کرنا پڑے تو ان میں سے کسی کو کھڑا کر سکے۔ آپ کہا کرتے تھے: "میرے ساتھ متصل یعنی پہلی صف میں اہل علم و دانش کھڑے ہوں، اس کے بعد وہ لوگ جو ان کی جوڑ کے ہوں" [۲۱۶] عورتوں کی صفوں میں بوڑھی عورتیں سب سے پہلے ہوں گی اور جوان خواتین سب سے آخری صف میں۔ آپ فرمایا کرتے: "عورتوں کی صفوں میں سب سے آخری صف سب سے بہتر صف ہوتی ہے" [۲۱۷]

۷) قرائت خلف الامام: امام کے پیچھے مقتدی کی قرائت کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ سے روایات مختلف ہیں۔ مشہور روایت میں ہے کہ مقتدی کسی قسم کی قرائت نہیں کرے گا خواہ

یہ سری نماز ہو یا جہری۔ آپ کا قول ہے: "جو شخص امام کے پیچھے قرائت کرتا ہے کاش کہ اس کا منہ مٹی سے پر ہوتا" [۲۱۸] آپ نے فرمایا: "ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرائت کرتے تھے. آنحضورؐ نے فرمایا: "تم لوگوں نے میری قرائت کو گڈ مڈ کر دیا ہے" [۲۱۹]۔ ایک شخص نے آپ سے امام کے پیچھے قرائت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: "خاموشی سے قرآن کی قرائت سنو، نماز میں اور بھی مشغولیتیں ہوتی ہیں، امام کی قرائت تمہارے لئے کافی ہو جائے گی" [۲۲۰]

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عصر کی پہلی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ اور سورت کی قرائت کی [۲۲۱]۔ اس روایت سے نووی نے حکم میں تعمیم کر کے حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مقتدی سری اور جہری دونوں نمازوں میں امام کے پیچھے قرائت کرے گا [۲۲۲]۔ جبکہ ابن قدامہ نے آپ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ سری نمازوں میں امام کے پیچھے قرائت کرتے تھے، اس لئے کہ عصر کی نماز میں قرائت کرنے کی جو روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے وہ سری نماز سے تعلق رکھتی ہے [۲۲۳]

۸) امام کو لقمہ دینا: حضرت ابن مسعودؓ یہ مکروہ سمجھتے تھے کہ جب امام کو قرآئت میں التباس پیش آئے تو مقتدی اسے لقمہ دے [۲۲۴]۔ اس لئے کہ مقتدی کا یہ کلام نماز سے خارج یعنی غیر متعلق ہو گا۔ امام کے لئے ایسی صورت میں لازم ہو گا کہ اس کے تدارک کی خاطر رکوع میں چلا جائے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب امام قرائت سے عاجز آ جائے (یعنی بھول جائے یا متشابہ لگ جائے) تو اسے لقمہ نہ دیا جائے کیونکہ یہ لقمہ کلام ہو گا [۲۲۵] (جس کی نماز میں ممانعت ہے۔ مترجم) آپ سے امام کو لقمہ دینے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "یہ کلام ہو گا جو تم اس کی طرف چلاؤ گے" [۲۲۶] اگر یہ کلام ہو گا تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

۹) امام سے سبقت لے جانا: حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک یہ بات مکروہ تھی کہ مقتدی نماز کے کسی عمل میں امام سے سبقت لے جائے۔ اس لئے وہ رکوع میں امام سے پہلے جائے نہ اپنا سر پہلے اٹھائے [۲۲۷]۔ آپ فرمایا کرتے: "رکوع اور سجود میں اپنے اماموں سے سبقت نہ لے جاؤ. اگر تم میں سے کوئی اپنا سر اٹھالے جبکہ امام ابھی سجدے میں ہو تو دوبارہ

سجدے میں چلا جائے تاکہ جس قدر امام سے اس کی سبقت ہوئی تھی اتنی مقدار وہ سجدے کی حالت میں رہے "[۲۲۸]

آپ نے فرمایا: "امام کو امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، اس لئے جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو، اور جب وہ رکوع میں جائے تو تم رکوع میں جاؤ، اور جب وہ سجدے میں جائے تو تم سجدے میں جاؤ، امام سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھائے گا اور سجدے میں سر رکھے گا" [۲۲۹] آپ نے امام سے سبقت لے جانے والے سے فرمایا: "تو نے نہ تنہا ہی نماز پڑھی اور نہ ہی اپنے امام کی اقتدا کی" [۲۳۰] آپ نے یہ بھی فرمایا: "جب کوئی شخص امام سے پہلے اپنا سر اٹھا لے تو وہ اس بات سے اپنے آپ کو مامون نہ سمجھے کہ کہیں اس کا سر کتے کے سر کی طرح نہ ہو جائے" [۲۳۱] (یہ بات آپ نے زجر و توبیخ کی بنا پر کہی ہے تاکہ لوگ ایسی حرکت سے باز آ جائیں۔ مترجم)

اگر مقتدی سلام پھر جانے کے بعد امام سے پہلے مڑ جائے تو اس کا یہ مڑنا امام سے سبقت شمار نہیں ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب تم امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو تو جب تک وہ رکوع یا سجدہ نہ کرے تم رکوع یا سجدہ نہ کرو، اور سجدے سے اپنا سر پہلے نہ اٹھاؤ، جب امام فارغ ہو جائے اور جانے کے لئے کھڑا نہ ہو نہ ہی اپنی جگہ سے رخ پھیرے تو ایسی صورت میں اگر تمہیں کوئی کام ہو تو بے شک امام کو اس کے حال پر چھوڑ کر چلے جاؤ، کیونکہ نماز مکمل ہو چکی ہے" [۲۳۲]

۱۰) مسافر کی نماز مقیم کی اقتدا میں: اگر کوئی مسافر کسی مقیم کی اقتدا میں چار رکعتوں والی نماز ادا کرے گا تو وہ چار ہی رکعتیں پڑھے گا تاکہ جو صورت اس کے امام کے لئے لازم تھی اس کے لئے بھی لازم ہو جائے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب مسافر مقیم کی اقتدا کرے گا تو وہ مقیم کی نماز پڑھے گا" [۲۳۳] آپ نے یہ بھی فرمایا: "جب امام سلام پھیر لے تو تم اٹھ جاؤ اور جو جی میں آئے کرو" آپ یہ بھی فرماتے: "تم امام کے اٹھنے اور اپنی جگہ سے ہٹ جانے کا انتظار نہ کرو" [۲۳۴]

۱۱) نماز میں امام کا بھول جانا اور مقتدی کا اس کی متابعت کرنا (دیکھئے لفظ سہو، فقرہ ۱، جز۔ الف)

۱۲) اگلی صف میں جگہ لینے کے لئے گردنیں نہ پھلانگنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ ز)

ھ۔ مسبوق کی نماز: (مسبوق وہ مقتدی ہے جو شروع سے امام کے ساتھ جماعت میں شامل نہ ہو سکا ہو)

۱) حضرت ابن مسعودؓ مسلمانوں کو امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ میں شریک ہونے پر انگیخت کرتے رہتے۔ آپ فرماتے: "تم نماز کی دھار یعنی تکبیر اولیٰ (تکبیر تحریمہ) کو لازم پکڑو" ۲۳۵ے

۲) اگر مقتدی امام کو قعدہ اخیرہ میں جا کر مل جاتا ہے تو اسے با جماعت نماز کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "جس شخص کو (امام کے ساتھ) تشہد مل گیا اسے نماز (با جماعت) مل گئی" ۲۳۶ے ایک دفعہ آپ مسجد میں داخل ہوئے اور قعدہ اخیرہ میں لوگوں کے ساتھ شامل ہو گئے تو فرمایا: "اللہ چاہے میں نے نماز پالی ہے" ۲۳۷ے

۳) اگر ایک شخص مسجد میں داخل ہو اور امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر لے پھر نماز کی حالت میں چلتا ہوا صف میں جا ملے ایسی صورت میں اسے رکعت مل جائے گی۔ زید بن وھب کہتے ہیں: "میں حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ آپ کے گھر سے نکل کر مسجد کی طرف چل پڑا جب ہم مسجد کے درمیان پہنچے تو امام صاحب رکوع میں چلے گئے یہ دیکھ کر حضرت ابن مسعودؓ نے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی پھر رکوع میں چلے گئے میں نے بھی رکوع کر لیا پھر ہم رکوع کی حالت میں آگے چل پڑے حتیٰ کہ صف تک جا پہنچے، اس وقت تک لوگ اپنے اپنے سر اٹھا چکے تھے، جب امام صاحب نے نماز ختم کی تو میں اس خیال میں اٹھ کھڑا ہوا کہ میری رکعت رہ گئی ہے۔ اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بٹھا دیا اور فرمایا: "تمہاری رکعت ہو گئی ہے" ۲۳۸ے

۴) مسبوق اگر امام کو رکوع میں پالے تو اس کی رکعت ہو جائے گی اگر رکوع میں نہ مل سکا تو یہ رکعت نہیں ہو گی اگرچہ اس نے امام کے ساتھ اس رکعت کے سجدے کیوں نہ کر لئے ہوں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر رکوع نہ ملے تو سجدے کی کوئی حیثیت نہیں

ہو گی" ۲۳۹ے اگر امام کے سر اٹھانے سے پہلے یہ شخص رکوع میں اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دے گا تو اسے رکوع مل جائے گا (دوسرے الفاظ میں اسے رکعت مل جائے گی) حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جس شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا گیا اور امام کے سر اٹھانے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دئے تو اسے رکعت مل گئی" ۲۴۰ے۔

۵) مسبوق تکبیر تحریمہ کے لئے اللہ اکبر کہے گا۔ اگر امام رکوع میں ہو تو اس کی یہ تکبیر رکوع میں جانے کے لئے کہی جانے والی تکبیر کے لئے بھی کافی ہو گی ۲۴۱ے اگر امام سجدے میں ہو تو اسے سجدے میں جانے کے لئے پھر اللہ اکبر کہنا ہو گا۔ اگر امام قعدہ میں ہو تو اسے قعدہ میں جانے کے لئے پھر تکبیر کہنی پڑے گی، دوسری تکبیرات انتقال کا بھی یہی حکم ہے ابن جریج نے کہا: "ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تمہیں امام اور دوسرے مقتدی قعدہ اخیرہ میں بیٹھے ہوئے ملیں تو تم قیام کی حالت میں اللہ اکبر کہو اور پھر قعدہ کر لو لیکن قعدہ کے لئے پھر تکبیر کہو، اس طرح دو تکبیریں ہوں گی، پہلی تکبیر تو تم قیام کی حالت میں نماز شروع کرنے کے لئے کہو گے اور دوسری تکبیر بیٹھتے وقت کہو گے۔ کیونکہ یہ تکبیر سجدے کے لئے ہو گی۔ پھر کسی سے کلام نہیں کرو گے، تم پر نماز واجب ہو گئی اور تم نے نماز کی ابتدا بھی کر لی، لیکن اپنے اس قعدہ کو شمار مت کرنا اور قعدہ میں وہی کچھ پڑھنا جو لوگ پڑھتے ہیں"۲۴۲ے۔

۶) حضرت ابن مسعودؓ اس رائے کے حامل تھے کہ مسبوق امام کے ساتھ جتنی نماز ادا کرے گا وہ اس کی نماز کا آخری (حصہ) ہو گا۔ اور بعد میں جو حصہ وہ تنہا پڑھے گا وہ اس کی نماز کا ابتدائی حصہ ہو گا۔ اس بنا پر جتنا حصہ وہ تنہا ادا کرے گا اس میں اس پر قرائت واجب ہو گی، اگر وہ نماز کی پہلی دو رکعتیں ادا کرے گا۔ ابراہیم نخعی نے حضرت ابن مسعودؓ سے یہ قول نقل کیا ہے: "نماز کا جو حصہ تمہیں امام کے ساتھ مل جائے اسے تم اپنی نماز کا آخری حصہ شمار کرو"۲۴۳ے۔ ابن سیرین نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "اپنی نماز کے آخری حصے کو اول حصہ بنا لو" ۲۴۴ے عبدالرزاق نے حضرت ابن مسعودؓ سے جو روایت کی ہے اس سے درج بالا قول کی تائید ہوتی ہے۔ آپ

نے فرمایا: "ان رکعتوں میں قرائت کرو جو تم سے رہ گئی ہوں"[۲۴۵] ابراہیم نخعی کہتے ہیں: "جندب اور مسروق مسجد میں آئے تو اس وقت لوگ مغرب کی دو رکعتیں پڑھ چکے تھے۔ دونوں نماز میں شامل ہو گئے۔ جندب نے اس رکعت میں قرائت کی جس میں وہ امام کے ساتھ شامل ہوئے تھے جبکہ مسروق نے قرائت نہیں کی۔ جب امام نے سلام پھیرا تو دونوں دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ دونوں نے اس رکعت میں قرائت کی۔ پھر جندب دوسری رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے اور مسروق بیٹھ گئے، تیسری رکعت میں مسروق نے قرائت کی جبکہ جندب نے قرائت نہیں کی۔ جب دونوں نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آکر اس کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: "مسروق نے جس طرح بقیہ نماز ادا کی ہے اسی طرح ادا کرنی چاہیئے۔ جب تم مغرب کی ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ لو تو بقیہ دو رکعتوں میں ہر رکعت کے بعد قعدہ کرو"[۲۴۶]

۷) جب امام سلام پھیر لے گا تو مسبوق کھڑا ہو کر باقیماندہ نماز ادا کرے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب امام سلام پھیر لے تو تم کھڑے ہو جاؤ اور جس طرح چاہو کرو (یعنی بقیہ نماز ادا کرو) اور امام کے اٹھ جانے یا اپنی جگہ سے ہٹ جانے کا انتظار نہ کرو"[۲۴۷]۔

۱۵۔ نماز جمعہ:

الف۔ نماز جمعہ کے لئے غسل کرنا (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۲، جز۔ ب)

ب۔ اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت: ارشاد باری ہے، (یا ایہا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع، ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ اے ایمان والو، جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید و فروخت ترک کر دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جان سکو) صحابہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت پر عمل کرتے ہوئے، نماز جمعہ کی دوسری اذان پر خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے[۲۴۸]۔ اگر ایسا شخص جس پر جمعہ فرض ہو، جمعہ کی اذان پر کوئی خرید و فروخت کرے گا تو آیا اس کی یہ خرید و فروخت درست ہو گی یا باطل؟۔ حضرت ابن

مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جمعہ کے روز جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو ــــ تو خرید و فروخت درست نہیں ہوتی، البتہ جب جمعہ کی نماز ہو جائے تو خرید و فروخت کر سکتے ہو" [۲۴۹] ۔ اس بنا پر ایسی خریداری باطل قرار پائے گی۔ ابن حزم نے کہا ہے: "اس مسئلے میں حضرت ابن عباس سے کسی صحابی کا کوئی اختلاف معلوم نہیں ہوا ہے" [۲۵۰]

ج۔ نماز جمعہ کا وقت: حضرت ابن مسعودؓ کے خیال میں جمعہ کا وقت چاشت سے شروع ہو کر عصر کے وقت تک رہتا ہے۔ اسی لئے آپ سے منقول ہے کہ آپ نے جمعہ کی نماز چاشت کے وقت پڑھ لی تھی [۲۵۱] چاشت کے بعد بھی جمعہ کی ادائیگی آپ سے منقول ہے۔ عبداللہ بن سلمہ کہتے ہیں: "حضرت ابن مسعودؓ نے انہیں چاشت کے وقت جمعہ کی نماز پڑھا دی تھی، اور فرمایا تھا: "میں نے جلدی اس لئے پڑھائی کہ مجھے خوف تھا کہ کہیں تم لوگوں کو گرمی تنگ نہ کرنے لگے" [۲۵۲] زید بن وھب کہتے ہیں: "ہم حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ جمعہ پڑھ کر واپس لوٹتے اور پھر قیلولہ کرتے" [۲۵۳] ابن عبدالبر نے الاستذکار میں وہ تمام آثار نقل کرنے کے بعد جن سے زوال سے قبل جمعہ کی اباحت ثابت ہوتی ہے لکھا ہے: "ان آثار میں سے چند حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہیں، ان آثار کے فنی نقائص اور ان میں سے بعض کی اسناد کی کمزوری کی میں نے نشاندہی کر دی ہے، نیز یہ بھی کہ ایسی کوئی وجہ سامنے نہیں آئی جسے اس سبب کے لئے دلیل قرار دیا جائے جو ان آثار کی بنا پر نماز جمعہ کو مسلم اصولوں کی ڈگر سے ہٹا سکے" [۲۵۴]

د۔ جمعہ کا وجوب مردوں پر ہے نہ کہ عورتوں پر: جمعہ کی نماز مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں۔ مسجد میں جا کر عورتوں کی نماز جمعہ کی ادائیگی سے اگر کوئی فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو یا مردوں کے لئے جگہ کی قلت پیدا ہو جائے تو انہیں مسجد سے باہر بھیج دینا اور نماز کی ادائیگی کے لئے انہیں ان کے گھروں کو واپس کر دینا جائز ہے۔ اسی بنا پر حضرت ابن مسعودؓ عورتوں کو نماز جمعہ کے وقت مسجد سے باہر بھیج دیتے تھے۔ ابو عمرو الشیبانی کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ کو دیکھا تھا کہ آپ عورتوں کو مسجد سے باہر بھیج رہے تھے اور ان سے یہ فرما رہے تھے: "خواتین یہاں سے چلی جائیں، آپ کے لئے آپ کے گھر بہتر جگہیں ہیں۔" [۲۵۵] تاہم اگر کوئی عورت مسجد میں نماز جمعہ ادا کر لے تو اس سے ظہر کی

نماز ساقط ہو جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ عورتوں سے فرماتے: "اگر تم جمعہ کے دن امام کے ساتھ نماز پڑھو تو دو رکعتیں پڑھو اور اگر اپنے گھروں میں پڑھو تو پھر چار رکعتیں پڑھو" [۲۵۶]

ھ۔ نماز جمعہ کے لئے روانگی:

۱) جمعہ کی اذان سنتے ہی اس کے لئے روانگی واجب ہے، ارشاد باری ہے (اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ، جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف چل پڑو) یہاں سعی سے مراد قدموں سے چل کر جانا اور دل سے اس کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اسی طرح علماء نے اس آیت کی تفسیر کی ہے [۲۵۷]

حضرت ابن مسعودؓ آیت میں فاسعوا کی بجائے فامضوا کی قرائت کرتے تھے جس کے معنیٰ ہیں چل پڑو، آپ فرماتے: "اگر میں فاسعوا کی قرائت کرتا تو نماز جمعہ کے لئے اس قدر تیز دوڑتا کہ میری چادر جسم سے نیچے گر جاتی" [۲۵۸] (اس لئے کہ فاسعوا کے لفظی معنیٰ دوڑتے چلے جانا کے ہیں۔ مترجم)

۲) نماز جمعہ کے لئے سوار ہو کر جانے کی بجائے پیدل جانا مستحب ہے، تاکہ اس کے ذریعہ اللہ کے سامنے تواضع اور عاجزی کا اظہا ہو سکے۔ حضرت ابن مسعودؓ لوگوں کو نماز جمعہ کے لئے پیدل جانے کا حکم دیتے تھے۔ آپ فرماتے: "لوگو تم سے بہتر لوگ یعنی ابو بکرؓ، عمرؓ اور مہاجرین نماز جمعہ کے لئے پیدل جایا کرتے تھے" [۲۵۹]

و۔ نماز جمعہ کے لئے بن سنور کر اور اچھا لباس پہن کر نیز بالوں میں کنگھی کر کے جانا مستحب ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپ جمعہ کے دن مسجد میں سفید خوبصورت لباس پہن کر داخل ہوتے [۲۶۰]۔

ز۔ گردنیں نہ پھلانگنا: اگر کوئی شخص دیر سے پہنچے تو اگلی صف میں جگہ لینے کے لئے لوگوں کی گردنیں پھلانگنا مکروہ ہے، بلکہ اسے اس جگہ بیٹھ جانا چاہئے جہاں صفوں کی انتہا ہوئی ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوئے، آپ کو ایک جگہ نظر آئی جہاں بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ آپ وہیں بیٹھ گئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے نہیں گئے۔ [۲۶۱]

ح۔ جمعہ سے پہلے نماز: نماز جمعہ سے پہلے چار رکعتیں سنت غیر موکدہ کے طور پر پڑھی جائیں گی۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نماز جمعہ سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے[۲۶۲]۔

ط۔ خطبہ جمعہ:

۱) سنت یہ ہے کہ خطیب خطبہ مختصر دے اور نماز طویل پڑھے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے: "اس نماز کی ادائیگی عمدہ طریقے سے کرو اور خطبے مختصر دیا کرو"[۲۶۳] ابو الاحوص کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے تھے: "تم لوگ ایسے زمانے میں ہو جس میں خطباء تھوڑے اور علماء زیادہ ہیں جو نماز طویل پڑھتے اور خطبہ مختصر دیتے ہیں، لیکن عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جس میں علماء تھوڑے اور خطباء زیادہ ہوں گے جو طویل خطبہ دیں گے لیکن نماز مختصر پڑھیں گے حتیٰ کہ یہ کہا جائے گا کہ یہ مردوں کی جانکنی ہے" آپ سے پوچھا گیا شرق الموتیٰ یعنی مردوں کی جانکنی کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: "جب سورج انتہائی زرد ہو جائے"[۲۶۴]

۲) امام کے خطبہ کے دوران اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد شروع کر دے تو اس کے متعلق ہمیں حضرت ابن مسعودؓ سے کوئی روایت ہاتھ نہیں لگی، لیکن ابن حزم نے المحلّٰی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے اس وقت مروان بن الحکم خطبہ جمعہ دے رہا تھا۔آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھنی شروع کیں، لوگوں نے آپ کو بٹھا دیا، آپ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: "لوگو، تم مجھے تحیۃ المسجد پڑھنے سے روک رہے ہو حالانکہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسے پڑھا ہے۔ابن حزم نے مزید کہا: حضرت ابو سعید خدریؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور آپ کے بعد صحابہؓ کی موجودگی میں تحیۃ المسجد پڑھی، آپ کی کسی نے مخالفت کی نہ ہی تردید کی"[۲۶۵]

۳) جب خطیب منبر پر چلا جائے تو لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ خاموشی کے ساتھ پوری توجہ اور دھیان سے اس کا خطبہ سنیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "جب خطیب منبر پر چلا جائے تو اس کے بعد اگر تم اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے انسان کو خاموش رہنے

کے لئے کہو تو بھی لغو میں شمار ہونے کے لئے کافی ہو گا" [۲۶۶] آپ نے یہ بھی فرمایا: "جب تم خطبے کے دوران کسی کو بات کرتے ہوئے دیکھو تو اس کا سر لاٹھی سے کھٹکھٹاؤ" [۲۶۷] آپ کا مقصد اس سے صرف یہ ہے کہ اسے روک دو۔ جو شخص خطبے کے دوران بات کرے گا وہ جمعہ کا ثواب کھو دے گا۔ ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے خطبے کے دوران ایک آیت کے متعلق پوچھا، آپ خاموش رہے، جب نماز ہو چکی تو آپ نے اس سے فرمایا: "جمعہ کے ثواب میں تمہارا یہی حصہ ہے" [۲۶۸] یعنی تم نے اس کا ثواب کھو دیا۔

ی۔ مسبوق کی نماز جمعہ: اگر کسی کی ایک رکعت رہ جائے اور اسے امام کے ساتھ جمعہ کی صرف ایک رکعت ملے تو اس ایک کی بنا پر وہ جمعہ شمار ہو گا۔ اس لئے وہ ایک رکعت اس کے ساتھ ملا کر سلام پھیرے گا، لیکن اگر امام کے ساتھ کوئی رکعت نہ ملے تو اس کا یہ جمعہ شمار نہیں ہو گا۔ اس لئے وہ چار رکعتیں ظہر کی بنا پر پڑھے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جس نے ایک رکعت پالی اس نے جمعہ پا لیا، اور جسے ایک رکعت بھی نہیں ملی وہ چار رکعتیں پڑھے" [۲۶۹] ایک روایت میں ہے: "جس شخص کو جمعہ کی ایک رکعت ملی ہو تو اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملا لے، اور جسے ایک رکعت بھی نہیں ملی وہ ظہر کی چار رکعتیں پڑھے گا۔" [۲۷۰]

ک۔ فرض جمعہ کے بعد نماز: جب جمعہ کی دو فرض رکعتیں پڑھ لے تو اس کے بعد جمعہ کے بعد کی نیت کے ساتھ چار رکعتیں اور پڑھے گا۔ [۲۷۱]

ل۔ جن لوگوں سے جمعہ رہ جائے ان کا ظہر کی نماز با جماعت پڑھنا: اگر کسی شخص سے جمعہ رہ جائے تو وہ ظہر کی نماز با جماعت پڑھ سکتا ہے۔ [۲۷۲] ایک دفعہ حضرت ابن مسعودؓ اور آپ کے دونوں شاگردوں علقمہ اور اسود کو جمعہ کی نماز نہیں ملی، آپ نے ان دونوں کی امامت کی [۲۷۳] اور ان کے ساتھ ظہر پڑھی۔

۱۶۔ نماز جنازہ:

الف۔ کس میت کی نماز جنازہ ہوتی ہے؟ ہر مسلمان کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی جب وہ حالت اسلام میں فوت ہو، اور اگرچہ اس نے خودکشی ہی کیوں نہ کی ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ

سے خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ کے متعلق پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا، "اگر اس میں عقل ہوتی، تو خود کشی نہ کرتا[۲۷۴]۔" اگر میت کی نماز جنازہ ہو چکی ہو تو اس کی دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے خواہ اس کی تدفین کے بعد ہی کیوں نہ ہو، حضرت ابن مسعودؓ نے ایک شخص سے فرمایا! "اپنے ساتھیوں کو لے کر اپنے بھائی کا جنازہ پڑھ لو یعنی اس کی تدفین کے بعد اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ لو[۲۷۵]۔" حضرت ابن مسعودؓ نے دوسری دفعہ ایک شخص کی نماز پڑھی تھی[۲۷۶]۔

ب۔ جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار امیرالمومنین یا حاکم ہے اور اس کے بعد میت کے اولیاء کا حق ہے[۲۷۷]۔

ج۔ اگر میت مرد ہے تو امام اس کی کمر کے پاس[۲۷۸] اور اگر عورت ہے تو اس کے سینے کے پاس کھڑا ہو گا۔ اگر حضرت ابن مسعودؓ کوئی جنازہ پڑھاتے تو اس کی کمر کے پاس سے اور میت عورت ہونے کی صورت میں اس کے سینے کے پاس سے ذرا اوپر کی طرف کھڑے ہوتے[۲۷۹]۔

د۔ نماز جنازہ کی کیفیت

۱) اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر تکبیر تحریمہ کہے گا پھر ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اوپر اٹھائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ جنازے کی نماز میں چاروں تکبیروں کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے[۲۸۰] ابن حزم نے روایت کی ہے کہ آپ صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے[۲۸۱] لیکن غالباً ابن مسعودؓ سے پہلی روایت زیادہ صحیح ہے نیز یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلک کے مطابق بھی ہے[۲۸۲]۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں تکبیرات کی کوئی حد مقرر نہیں کرتے تھے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ سے ان کے متعلق مختلف کیفیات مروی ہیں۔ علقمہ کہتے ہیں: "میں نے حضرت ابن مسعودؓ سے عرض کیا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے رفقاء شام سے آئے ہیں اور وہ میت پر پانچ تکبیریں کہتے ہیں" حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "میت پر تکبیر کی کوئی تحدید نہیں ہے۔ جب تک امام تکبیر کہتا رہے تم بھی کہتے رہو

اور جب امام ختم کر دے تو تم بھی ختم کر دو" ۲۸۳ ابن قدامہ نے کہا ہے: "مجھے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی صحابی کے بارے میں کوئی روایت نہیں ملی جس میں کسی نے جنازہ میں سات تکبیرات سے زائد کہی ہوں" ۲۸۴ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک جنازہ پڑھایا اور پانچ تکبیریں کہیں ۲۸۵ تاہم جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو چار تکبیرات کہنے کا پابند کر دیا ۲۸۶ تو حضرت ابن مسعودؓ نے بھی اسے اختیار کر لیا حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: "ہم جنازے میں پانچ اور چھ تکبیریں کہا کرتے تھے لیکن پھر ہم نے چار تکبیروں کی پابندی کر لی ۲۸۷ آپ سے جنازے کی تکبیرات کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "تکبیرات کی تعداد مختلف رہی ہے۔ میں نے لوگوں کو چار کی پابندی کرتے پایا۔ اس لئے اب یہ چار تکبیریں ہیں اور اس میں نماز ختم کرنے کی تکبیر بھی شامل ہے ۲۸۸

۴) پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھے گا دوسری تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ اور تیسری کے بعد میت کے لئے دعائیں پڑھے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ جب دعا پڑھتے تو یوں فرماتے: " اللّٰھم اجعلہ فرطًا واجعل الجنۃ بیننا وبینہ موعدا اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تضلنا بعدہ"۔

اے میرے اللہ اسے ہمارے لئے اجر بنا دے جو ہم سے پہلے پہنچے اور جنت کو ہمارے اور اس کے ملنے کی جگہ بنا دے، اے میرے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر" ۲۸۹ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرے گا چوتھی تکبیر کے بعد کچھ نہیں پڑھے گا پھر ہلکی آواز میں سلام پھیرے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک جنازہ پڑھایا تو آپ نے ہلکی آواز میں صرف ایک سلام پھیرا ۲۹۰

۱۷۔ نماز عید:

ا۔ نماز عید کی کیفیت:

۱) عید کی نماز میں تکبیرات ہوتی ہیں جنہیں تکبیرات زائد کہا جاتا ہے۔ دراصل یہ تکبیرات نماز عید کے ماسوا دوسری نمازوں کی معروف تکبیرات سے زائد ہوتی ہیں اسی لئے انہیں تکبیرات زائد کا نام دیا جاتا ہے۔ ان کی تعداد نو ہے جن میں سے پہلی رکعت میں پانچ اور دوسری رکعت میں چار ہیں۔ پہلی رکعت میں یہ تکبیرات قرآئت سے پہلے کہی جاتی ہیں جبکہ

دوسری رکعت میں قرآئت کے بعد ہوتی ہیں[۲۹۱] امیر کوفہ سعید بن العاص یا غالبًا ولید بن مسعود، حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت عبداللہ بن قیس کو طلب کر کے ان سے پوچھا کہ عید آ گئی ہے اس کی ادائیگی کے متعلق آپ حضرات کی کیا رائے ہے سب نے حضرت ابن مسعودؓ کو جواب دینے کے لئے چن لیا۔ آپ نے فرمایا: "تم نو تکبیریں کہو گے، اول تکبیر تحریمہ، پھر چار تکبیریں اور اس کے بعد قرآت کرو گے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جاؤ گے پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاؤ گے پھر قرآئت کرو گے پھر چار تکبیریں کہو گے جن میں سے ایک کے ساتھ رکوع کرو گے"[۲۹۲] آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ ہر رکعت میں چار تکبیریں کہتے تھے[۲۹۳] نیز آپ سے تین تکبیریں بھی منقول ہیں[۲۹۴] آپ نے فرمایا: "جنازے کی نماز میں عید کی نماز کی طرح چار تکبیریں ہیں[۲۹۵] شاید حضرت ابن مسعود کی مراد اس سے یہ ہو کہ جنازے کی تکبیریں اپنی ہیت اور ادائیگی میں عیدین کی تکبیروں کی طرح ہیں نہ کہ تعداد میں۔

۲) ہر تکبیر کے ساتھ نمازی اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک بلند کرے گا اس لئے کہ حضرت ابن مسعود کا راجح قول یہ ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیروں میں جنازہ پڑھنے والا اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے گا۔

۳) تکبیرات زوائد میں ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ کا ذکر مستحب ہے[۲۹۶] حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "دو تکبیروں کے درمیان ایک کلمے کی مقدار (وقفہ) ہے"[۲۹۷]

۴) ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور مفصل (سورہ حجرات سے آخر قرآن تک) کی کسی سورت کی تلاوت کرے گا[۲۹۸]

ب۔ نماز پڑھ کر امام منبر پر جائے گا اور لوگوں کو خطبہ دے گا مقتدی کے لئے خطبہ سنے بغیر اپنی جگہ چھوڑنا حلال نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: "جو شخص ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہو تو وہ خطبہ سنے بغیر اپنی جگہ نہ چھوڑے"[۲۹۹]

ج۔ نماز عید سے رہ جانا: اگر کسی سے عید کی نماز رہ جائے تو وہ چار رکعتیں پڑھ لے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: "جس شخص سے عیدین کی نمازیں رہ جائیں تو وہ چار رکعتیں پڑھ

لے " ۳۰۰ؔ یہ چار رکعتیں چاشت کی نماز کی چار رکعتیں ہوں گی۔ حضرت ابن مسعود یہ
چار رکعتیں پڑھاکرتے تھے خواہ عید کی نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو شعبی کہتے ہیں:
" حضرت ابن مسعود جب عید پڑھ کر واپس آتے تو گھر میں چار رکعتیں پڑھتے "۳۰۱ؔ یہ
چار رکعتیں خصوصی طور سے اس شخص کو پڑھنے کا حکم دیا جس کی عید کی نماز رہ گئی ہو تاکہ
عید کی نماز کے ثواب سے محرومی کا کچھ نہ کچھ بدل ہو جائے۔

د۔ عید کی نماز سے پہلے نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز ھ)

۱۸۔ صلوۃ الخوف:

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: "ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنگ میں تھے،
نماز کا وقت ہو گیا تو آپ نے اپنے پیچھے ایک صف کھڑی کر دی اور ایک صف دشمن کے سامنے یہ
دونوں صف والے نماز کی حالت میں تھے۔ آپ نے تکبیر کہی تو سب نے تکبیر کہی۔ آپ نے اپنے
پیچھے صف کو ایک رکعت نماز پڑھائی پھر یہ صف دشمن کے سامنے چلی گئی اور دوسری صف اس کی
جگہ آ گئی۔ آپ نے اس صف کو دوسری رکعت پڑھائی، پھر یہ صف والے اٹھ کر اپنی جگہ پر صف
باندھ کر کھڑے ہو گئے (اور ایک رکعت نماز اور ادا کر لی) اس کے بعد یہ لوگ پہلے لوگوں کی
جگہوں پر چلے گئے، جنہوں نے ان کی جگہ آ کر اپنی بقیہ نماز یعنی ایک رکعت پڑھ لی " ۳۰۲ؔ

۱۹۔ نفل نماز:

ا۔ اس کی فضیلت: حضرت ابن مسعود نے نفل نماز کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "جب
شیطان کسی انسان کو سجدے میں دیکھتا ہے تو کف افسوس ملتے ہوئے کہتا ہے کہ ابن آدم
کو اللہ کی طرف سے سجدے کرنے کا حکم ملا اور اس پر جنت کی خوشخبری دی گئی، ابن آدم
حکم بجالایا، مجھے اللہ نے سجدے کرنے کا حکم دیا میں نے حکم عدولی کی، جس کی بنا پر میرے
لئے جہنم ہے "۳۰۳ؔ

ب۔ جس جگہ فرض ہو وہی نفل کی ادائیگی کا حکم: حضرت ابن مسعود کی رائے تھی کہ ایک شخص
اگر اسی جگہ نفل ادا کرے جہاں اس نے فرض نماز پڑھی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں آپ
سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ایسا کرنے کی اجازت دے دی ۳۰۴ؔ

ج۔ گھر پر نفل نماز کی ادائیگی: حضرت ابن مسعودؓ گھر پر نوافل کی ادائیگی کو مستحب سمجھتے تھے تاکہ گھر میں (کسی نماز کی عدم ادائیگی کی بنا پر) قبر کی سی ویرانی نہ ہو اور تاکہ (مسجد میں ادا کرنے کی صورت میں) کسی ناواقف کو دھوکا نہ لگ جائے اور وہ یہ سمجھ نہ بیٹھے کہ فرض نماز ادا کی جارہی ہے۔ مسروق بن الاجدع کہتے ہیں: "ہم حضرت ابن مسعودؓ کی مسجد سے روانگی کے بعد بھی وہاں بیٹھے رہتے اور لوگوں کی تلاوت قرآن کو پختہ کرتے رہے جب ہم واپسی کا ارادہ کرتے تو جاتے ہوئے دو رکعتیں پڑھ لیتے۔ یہ بات حضرت ابن مسعودؓ تک پہنچی تو آپ نے ہم سے فرمایا: "تم لوگوں کو ایسی بات پر مجبور کر رہے ہو جس پر اللہ نے انہیں مجبور نہیں کیا لوگ تمہیں نفل ادا کرتے دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ ان پر بھی واجب ہے اگر تمہیں نوافل پڑھنا ہی ہیں تو گھر پر پڑھو" ۴ؔ

سفر میں نوافل کی ادائیگی (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۴، جز۔ و)

د۔ سنن رواتب (سنن موکدہ)

ا) حضرت ابن مسعودؓ اس کا پورا اہتمام کرتے تھے کہ سنن موکدہ میں سے کوئی سنت ترک نہ کریں مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے وہ نوافل جن سے کبھی کمی نہ کرتے یہ تھے ظہر سے قبل چار رکعتیں اور بعد میں دو رکعتیں، مغرب کے بعد دو رکعتیں، عشا کے بعد دو رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں ۵ؔ

آپ فجر کی سنت کا سب سے زیادہ اہتمام کرتے ایک دفعہ آپ مسجد میں آئے، دیکھا کہ جماعت کھڑی ہو چکی ہے، آپ نے ایک طرف ہٹ کر ایک ستون کے پیچھے سنت پڑھی اور پھر جماعت میں شامل ہو گئے ۶ؔ۔۷ آپ فجر کی سنت کی پہلی رکعت میں قل یاایہا الکافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ احد کی قرآت کرتے ۸ؔ۔۳

اسی طرح ظہر سے پہلے کی چار سنتوں کا حضرت عبداللہ بن مسعود کے نزدیک بڑا مرتبہ اور بڑی فضیلت تھی، آپ ان کے متعلق فرماتے: "ان چار سنتوں کے سوا، دن کے نوافل سے کوئی نفل نماز رات کے نوافل (تہجد) کی ہمسری نہیں کر سکتی" ۹ؔ۔۳ آپ کی عادت تھی کہ جب سورج ڈھل جاتا تو چار رکعتیں پڑھتے جن میں مئین (قرآن مجید کی پہلی سات بڑی سورتوں کو چھوڑ کر سورہ الحجرات تک کی سورتیں) میں سے دو سورتوں کی قرآت

کرتے، پھر جب اذانیں ہونے لگتیں تو مزید کپڑے پہن کر مسجد میں ظہر کی نماز پڑھنے چلے جاتے[۲۱۰] آپ یہ چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ادا کرتے[۲۱۱]

جمعہ کے سنن مؤکدہ یہ ہیں۔ جمعہ سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ ح، فقرہ ۳)

ھ۔ عید کی نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نماز کی ادائیگی۔ حضرت ابن مسعودؓ سے منقول روایات کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ عید کی نماز سے پہلے نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے بلکہ لوگوں کو اس سے روکتے تھے۔ اور اگر عید کے دن عید گاہ میں امام کی آمد سے قبل کسی کو نماز پڑھتا دیکھ لیتے تو اسے بٹھا دیتے[۲۱۲]

عید کی نماز کے بعد بھی عید گاہ میں نماز کی ادائیگی کو آپ مکروہ سمجھتے تھے، البتہ اگر عید گاہ کے علاوہ کسی اور جگہ کوئی شخص نوافل پڑھ لیتا تو اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے[۲۱۳] آپ سے منقول ہے کہ آپ عید کی نماز کے بعد چار یا آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے لیکن عید کی نماز سے پہلے کچھ نہیں پڑھتے تھے[۲۱۴] آپ جب عید گاہ سے گھر واپس تشریف لاتے تو چار رکعتیں پڑھتے[۲۱۵]

و۔ چاشت کی نماز: امام عبد الرزاق صنعانی نے اپنی کتاب مصنف عبد الرزاق میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ چاشت کے نوافل نہیں پڑھتے تھے، قیس بن عبد کہتے ہیں:
"میں ایک سال تک حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آتا جاتا رہا لیکن میں نے کبھی آپ کو صلاۃ الضحیٰ یعنی چاشت کی نماز پڑھتے نہیں دیکھا"[۲۱۶] امام نووی نے المجموع میں حضرت ابن مسعودؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ چاشت کی نماز کو بدعت سمجھتے تھے[۲۱۷] تاہم جو روایتیں ہم نے آپ سے نقل کی ہیں کہ آپ عید کی نماز کے بعد چار یا آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے، نیز جب آپ عید کی نماز پڑھ کر گھر واپس تشریف لاتے تو چار رکعتیں پڑھتے، اسی طرح آپ کا یہ قول کہ جس شخص کی عید کی نماز رہ جائے وہ چار رکعتیں پڑھ لے۔ ان تمام روایات میں میرے نزدیک یہ چار رکعتیں چاشت کی رکعتوں کے سوا اور کچھ نہیں ہیں۔ اس لئے نفی کی روایات کی یہ تاویل کی جائے گی کہ آپ چاشت کی نماز پڑھتے تو تھے لیکن اس پر مداومت نہ کرتے، آپ کی رائے میں اس پر مدامت کرنا، یعنی ہمیشہ پڑھنا، بدعت

ہے۔ واللہ اعلم

ز۔ نماز تراویح: زید بن وھب کہتے ہیں: "حضرت ابن مسعودؓ ہمیں رمضان میں نماز یعنی تراویح پڑھاتے اور پھر رات کے وقت واپس چلے جاتے" [۳۱۸] اس روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نماز تراویح با جماعت ادا کرتے تھے۔

ح۔ تحیۃالمسجد کی نماز ۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "قیامت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ انسان مسجد سے گذرے گا لیکن دو رکعتیں نہیں پڑھے گا، [۳۱۹] آپ ایک دفعہ مسجد سے گذرے، آپ نے پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر مسجد سے باہر نکلے [۳۲۰]

ط۔ صلوٰۃ النکاح: حضرت ابن مسعودؓ نے ابو اسید کے آزاد کردہ غلام ابو سعید سے فرمایا: "جب تمہاری دلہن کو تمہارے پاس پہنچا دیا جائے تو دو رکعتیں پڑھو اور اللہ سے اس کی بھلائی مانگو اور اس کے شر سے پناہ طلب کرو، اس کے بعد اپنی دلہن کے قریب جاؤ" [۳۲۱] ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے عرض کیا: "میں نے شادی کی ہے، لیکن مجھے خوف ہے کہ کہیں میری دلہن مجھ سے نفرت نہ کرے" آپ نے جواب میں فرمایا: "الفت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور نفرت شیطان کی طرف سے تاکہ وہ اس نفرت کے ذریعے تمہاری بیوی کی، جسے اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دیا ہے، کراہت تمہارے دل میں پیدا کر دے، جب تمہاری بیوی تمہارے پاس پہنچائی جائے تو اسے اپنے پیچھے کھڑا کر کے اس کے ساتھ دو رکعتیں پڑھو اور پھر یہ دعا مانگو (اللھم بارک لی فی اھلی، وبارک ھم فی، وارزقنی منھم، وارزقھم منی، اللھم اجمع بیننا ماجمعت الی خیر، وفرق بیننا اذا فرقت الی خیر اے میرے اللہ میرے اہل میں مجھے برکت دے، اور میری ذات میں انہیں برکت دے، ان کے طفیل مجھے اور میرے طفیل انہیں رزق دے، اے میرے اللہ، جب تک تو ہمارے درمیان بنائے رکھے، خیر اور بھلائی پر بنائے رکھ اور جب تو ہمارے درمیان جدائی ڈالے خیر اور بھلائی کے لئے جدائی ڈال) [۳۲۲]

ی۔ طلوع فجر کے بعد نفل نماز ۔ حضرت ابن مسعودؓ سنت فجر کے بعد کلام کرنا مکروہ سمجھتے تھے [۳۲۳] طلوع فجر کے بعد آپ بہت کم گویا ہوتے، اگر لب کشائی کرتے تو صرف اللہ کے ذکر کے ساتھ [۳۲۴] اگر کوئی شخص زبان کھولنے پر مجبور ہو تو صرف اللہ کا ذکر کرے یا

دعائیں مانگے. اس لئے کہ وہ مسجد میں دعاؤں کے لئے ہی آیا ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابن مسعودؓ مسجد میں گئے۔ آپ کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو طلوع فجر کے بعد بیٹھے باتیں کر رہے تھے. آپ نے انہیں روکا اور فرمایا: "تم یہاں نماز کے لئے آئے ہو. اب یا تو نماز پڑھو یا خاموش بیٹھے رہو" ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا "یا تو اللہ کو یاد کرو یا خاموش بیٹھے رہو" [۲۲۵] اس روایت سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ صلوٰۃ سے مراد دعا ہے۔

ک۔ ظہر اور عصر کے مابین نوافل: حضرت ابن مسعودؓ ظہر اور عصر کے مابین نوافل پڑھا کرتے تھے[۲۲۶] اسود کہتے ہیں: "مجھے اور علقمہ کو ایک صحیفہ (کتابچہ یا تحریر) ملا، ہم اسے لے کر حضرت ابن مسعودؓ کے پاس پہنچے، ہم دروازے پر بیٹھ گئے اس وقت سورج ڈھل چکا تھا یا ڈھلنے کے قریب تھا. آپ کو جب ہمارا احساس ہوا تو لونڈی کو بھیجا کہ دیکھو تو دروازے پر کون ہے؟ لونڈی نے واپس جا کر اطلاع دی کہ علقمہ اور اسود آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں اندر بلا لو، جب ہم اندر گئے تو آپ نے ہم سے پوچھا کہ شاید کہ تم دونوں یہاں دیر سے بیٹھے ہو. جب ہم نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ اندر آنے کے لئے اجازت کیوں طلب نہیں کی، ہم نے عرض کیا کہ خیال تھا کہ آپ سو رہے ہوں گے اس پر آپ نے فرمایا کہ تمہیں میرے متعلق ایسا سوچنا نہیں چاہئے. بھلا یہ سونے کا وقت ہے۔ یہ تو وہ گھڑی ہے جس میں ادا کی ہوئی نماز کو ہم صلاۃ اللیل (تہجد) سے تشبیہ دیا کرتے تھے" [۲۲۷]

ل۔ مغرب اور عشا کے مابین نوافل (اوّابین کی نماز) حضرت ابن مسعودؓ مغرب اور عشا کے مابین نوافل کا بہت اہتمام کرتے تھے کیونکہ اس گھڑی میں اکثر لوگ نوافل کی ادائیگی سے غفلت برتتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن الاسود نے اپنے چچا سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: "ایک گھڑی ایسی ہے کہ جب کبھی میں اس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا میں نے آپ کو نماز میں ہی پایا. یعنی مغرب اور عشا کے مابین۔ آپ کہا کرتے تھے: "یہ غفلت کی گھڑی ہے" [۲۲۸]

م۔ قیام اللیل (تہجد) قیام اللیل کو ایک امتیازی فضیلت حاصل ہے۔ اس لئے کہ بندہ اپنے

آرام وراحت کو ترک کر کے اور اپنی بیوی کو چھوڑ کر اپنے رب سے مناجات کرتا اور اس سے ہم کلام ہوتا ہے حضرت ابن مسعودؓ نے اس کی فضیلت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے: "رات کے نوافل (تہجد) دن کے نوافل پر اسی طرح فضیلت رکھتے ہیں جس طرح چھپا کر صدقہ کرنا علانیہ صدقہ پر فضیلت رکھتا ہے"[۳۲۹] آپ فرمایا کرتے انسان کے لئے یہی شر کافی ہے کہ شیطان رات کے وقت اس کے کانوں میں پیشاب کر دے جس کے اثر سے وہ صبح تک سوتا رہے اور اسے اللہ کی یاد (تہجد) کی توفیق نہ ملے"[۳۳۰] جو شخص قیام لیل کرتا ہے یعنی تہجد کے نوافل پڑھتا ہے اس کی مثال اس شخص کی ہے جو بادشاہ کے دروازے پر پڑا رہے، ایسے شخص کے لئے کبھی نہ کبھی دروازہ ضرور بالضرور کھل جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص تہجد کی حالت میں دربار الٰہی میں کھڑا رہے گا۔ وہ ضرور بالضرور اللہ جل شانہ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب تک تم نماز میں ہوتے ہو گویا بادشاہ کے دروازے پر دستک دے رہے ہوتے ہو، جو شخص بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹائے گا جلد ہی اس کے لئے دروازہ کھل جائے گا"[۳۳۱] اس طرح تہجد کے ذریعے حضرت ابن مسعودؓ کو اللہ کے ساتھ خلوت خاصہ حاصل تھی اور آپ پورے اخلاص وانہماک کے ساتھ اللہ کی ذات کی طرف متوجہ رہتے، اس لئے جب لوگ نیند کے مزے لے رہے ہوتے تو آپ کی تلاوت اور دعا کی ایسی گنگناہٹ کی آواز سنائی دیتی جیسی کہ شہد کی مکھیوں کی ہوتی ہے اور یہ سلسلہ صبح ہونے تک جاری رہتا۔[۳۳۲] یہ گنگناہٹ دراصل حضرت ابن مسعودؓ کی تلاوت اور آپ کی تسبیح وتہلیل کی آواز ہوتی، اس سے قیس بن عبد کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ میں ایک سال تک ابن مسعودؓ کے پاس آتا جاتا رہا، میں نے کبھی آپ کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا اور نہ۔ رمضان کے ماسوائے، قیام اللیل کرتے دیکھا"[۳۳۳]

قیام اللیل کی دعا۔ (دیکھئے لفظ دعاء، فقرہ ۳، جز۔ ج)

۲۰۔ نماز کا اعادہ:

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "ایک نماز کے بعد اسی طرح کی نماز نہیں پڑھی جائے گی"[۳۳۴]

۲۱۔ نماز کے لئے اذان۔ (دیکھئے لفظ اذان)

نماز کے لئے اقامت (دیکھئے لفظ اقامۃ)

نماز کے لئے اقامت۔ (دیکھئے لفظ اقامۃ)

صلہ : تعلق، رشتہ

صلہ رحمی (دیکھئے لفظ رحم، فقرہ ۲)

صورۃ : تصویر، مجسمہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے جس میں کوئی تصویر ہوتی اور ایسے گھر کی دعوت بھی قبول نہ کرتے۔ آپ کو کھانے پر بلایا گیا، جب پتہ چلا کہ گھر میں تصویر ہے تو آپ نے اس وقت تک وہاں جانے سے انکار کر دیا جب تک تصویر ختم نہ کر دی جائے۔ ۳۳۵

صیام : روزہ

روزے کے متعلق ہم درج ذیل نقاط کے تحت بحث کریں گے:۔

۱ - تعریف
۲ - گفتگو کا روزہ
۳ - روزے کے احکام میں تدریج
۴ - روزے کی خبر دینا
۵ - روزے کا وقت
۶ - حیض یا نفاس والی عورت کا روزہ
۷ - سفر میں روزہ
۸ - سحری کھانا
۹ - نیت
۱۰ - روزے کو توڑ دینے والی چیزیں
۱۱ - جن باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا
۱۲ - روزہ نہ رکھنے کے سبب کے دور ہونے کے بعد ایسے شخص کا کچھ نہ کھانا
۱۳ - روزے کی قضا
۱۴ - نفلی روزے
۱۵ - کفارہ کے روزے

۱۔ تعریف :

طلوع فجر سے لے کر غروب شمس تک نیت کے ساتھ بطن اور فرج کی شہوتوں (کھانے، پینے، اور جماع کرنے) سے رکے رہنے کو صیام کہتے ہیں۔

۲۔ گفتگو کا روزہ :

روزے کا مفہوم یہ ہے کہ بطن اور فرج کی شہوتوں سے باز رہا جائے اس میں جائز گفتگو سے باز رہنا

داخل نہیں ہے۔ حارثہ بن مضرب کہتے ہیں: "میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دو آدمی آئے، ایک نے سلام کیا دوسرا چپ رہا۔ آپ نے وجہ پوچھی تو اس کے ساتھی نے بتایا کہ اس نے آج کسی انسان سے بات نہ کرنے کی نذر مان کر گفتگو کا روزہ رکھ لیا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "تم نے بہت برا کیا، کسی انسان سے بات نہ کرنے کی نذر تو حضرت مریمؑ نے مانی تھی، تاکہ لوگوں سے بات نہ کرنے کے لئے اسے عذر ٹھہرا سکیں کیونکہ ان لوگوں کو حضرت عیسیٰ کی ایسی عورت کے بطن سے پیدائش بہت بری لگی تھی جو نہ شادی شدہ تھی اور نہ بدکاری کی مرتکب۔ اس لئے تم لوگوں کو سلام کرو، نیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے" ۳۲۶

۳۔ روزے کے احکام میں تدریج:

ا۔ روزے کے احکام ایک ہی دفعہ نہیں دیئے گئے بلکہ لوگوں کی سہولت اور انہیں ان احکام کا عادی بنانے کی خاطر ان میں تدریج کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ پہلے انسان کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہوتا تھا خواہ وہ مقیم اور تندرست ہی کیوں نہ ہوتا، اگر روزہ نہ رکھتا تو ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔ لیکن جلد ہی یہ سہولت منسوخ ہو گئی اور معذوروں کے سوا تمام لوگوں کے لئے روزہ رکھنا ضروری قرار پایا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ تندرست مقیم آدمی کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہوتا، چاہتا تو روزہ رکھ لیتا اور چاہتا تو نہ رکھتا اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔ اگر ایک سے زائد مسکینوں کو کھانا کھلا دیتا تو افضل ہوتا، اور اگر روزہ رکھ لیتا تو یہ کھانا کھلانے سے افضل ہوتا۔ اسی بنا پر ارشاد باری ہے (وعلی الذین یطیقونہ فدیہ طعام مسکین فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ البقرہ - ۱۸۴) اور ان لوگوں پر جو اس کی طاقت رکھتے ہیں اور روزہ نہ رکھیں فدیہ یعنی ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے، اور جو شخص برضا و رغبت نیکی کرے گا وہ اس کے لئے بہتر ہو گا، اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں اس کا علم ہو۔ ۳۲۷

ب۔ اگر کسی عذر شرعی کے بغیر رمضان میں ایک دن بھی روزہ چھوڑے گا تو گنہ گار ہو گا اور قضا لازم آئے گی۔ لیکن قضا اس دن کے روزے کے ثواب کی قائم مقام نہیں بن سکے

گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جس شخص نے جان بوجھ کر سفر یا بیماری کے عذر کے بغیر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا تو وہ اس کی کبھی بھی قضا نہیں کر سکے گا خواہ ساری زندگی روزے میں گزار دے" ۳۳۸ ایک روایت میں ہے: "ساری زندگی کے روزے بھی اس ایک دن کے روزے کے لئے کافی نہیں ہونگے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں اس کی پیشی ہو جائے گی، پھر وہ چاہے گا تو اسے معاف کر دے گا اور چاہے گا تو سزا دے گا" ۳۳۹

۴۔ روزے کی خبر دینا:

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کے سامنے روزے کی حالت میں کھانا یا مشروب لایا جائے تو وہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں" ۳۴۰

۵۔ روزے کا وقت:

ا۔ جب رمضان کا چاند نظر آ جائے تو لوگ روزہ رکھیں۔ لیکن اگر شعبان کے انتیس دن گزر گئے ہوں اور بادل وغیرہ کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو ان کے لئے تیسویں شعبان کا روزہ رکھنا مکروہ ہو گا۔ بلکہ ان کے لئے اس دن روزہ نہ رکھنا ضروری ہو گا تاکہ شعبان کے تیس دن پورے ہو جائیں ایسے دن کو یوم الشک (شک کا دن) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر میں رمضان کے ایک دن کا روزہ نہ رکھوں اور پھر اس کی قضا کر لوں میرے لئے یہ صورت زیادہ پسندیدہ ہو گی بہ نسبت اس کے کہ میں رمضان کے دنوں میں ایک ایسے دن کا اضافہ کر دوں جو رمضان میں سے نہ ہو" ۳۴۱

ب۔ شوال کا چاند دیکھے بغیر رمضان کے روزے ختم کر دینا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے شوال کا چاند دن کے وقت دیکھ لیا، خواہ زوال سے پہلے یا زوال کے بعد، تو اس کے لئے اس دن روزہ ختم کر دینا درست نہیں ہو گا بلکہ اس دن کا روزہ پورا کرے گا پھر اگلے دن روزہ چھوڑے گا۔ ایک دفعہ شوال کا چاند دن کے وقت دیکھا گیا، حضرت ابن مسعودؓ نے روزہ نہیں توڑا اور اگلے دن عید کی نماز کے لئے عید گاہ کا رخ کیا۔ ۳۴۲

ج۔ جب صبح کے وقت اتنی روشنی ہو جائے کہ اس میں رنگوں کے درمیان امتیاز کیا جا سکے تو اس کے ساتھ ہی اس دن کے روزے کا وقت شروع ہو جائے گا۔ یہ روشنی فجر کے تھوڑی دیر بعد ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر مؤذن ایسے وقت اذان دیتا کہ میں اپنی بیوی سے ہم بستری میں مصروف ہوتا تو پھر بھی روزہ رکھ لیتا"۔ یا یوں فرمایا: "پھر بھی میں روزہ نہیں چھوڑتا" ۳۴۳؎ عامر بن مطر کہتے ہیں: "میں حضرت ابن مسعودؓ کے گھر آیا۔ آپ ہمارے سامنے باقیماندہ سحری لے آئے۔ ہم نے آپ کے ساتھ مل کر سحری کھائی، پھر نماز کی اقامت ہو گئی۔ ہم نکلے اور آپ کے ساتھ با جماعت نماز ادا کی" ۳۴۴؎ براء کہتے ہیں: "میں رمضان کے مہینے میں سحری کھا کر حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آیا، آپ نے مجھے مشروب دے کر پینے کے لئے کہا۔ میں نے بتایا کہ میں سحری سے فارغ ہو چکا ہوں لیکن آپ نے مجھے زور دے کر پلا دیا، پھر ہم نکل کر مسجد میں آئے تو لوگ نماز میں مصروف تھے" ۳۴۵؎ رہی بیہقی کی وہ روایت جس میں کہا گیا ہے کہ ایک شخص نے یہ سمجھ کر سحری کھائی کہ ابھی رات ہے جبکہ صبح ہو چکی تھی، آپ نے اس کے متعلق فرمایا: "جس نے دن کے اول حصے میں کھا لیا وہ اس کے آخری حصے میں بھی کھا لے" ۳۴۶؎ یعنی اس کا روزہ نہیں ہوا۔ تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس شخص نے طلوع فجر کے بعد سحری کھائی اور یہ سمجھتا رہا کہ ابھی رات ہے اور ابھی سیاہی شب کی دھاری سے سپیدہ صبح کی دھاری نمایاں نظر نہیں آئی ہے جبکہ صورت حال اس کے گمان کے خلاف ظاہر ہوئی ہو۔

روزہ دار غروب شمس پر یعنی مغرب کے وقت روزہ افطار کرے گا۔

۶۔ حیض یا نفاس والی عورت کا روزہ:

حیض یا نفاس والی عورت روزہ نہیں رکھے گی۔ اگر اس نے روزہ رکھ بھی لیا تو اس کے روزے کا نہ تو انعقاد ہی ہو گا اور نہ ہی درست ہو گا۔ ایسی عورت سے رمضان کے جتنے روزے رہ جائیں گے وہ انہیں رمضان گذر جانے کے بعد قضا کرے گی حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "حیض والی عورت روزے قضا کرے گی" ۳۴۷؎ (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۲، جز۔ ب)

۷۔ سفر میں روزہ رکھنا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۴، جز۔ د)

۸۔ سحری کھانا:

سحری میں تاخیر مستحب ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سحری کھانے میں تاخیر اور روزہ کھولنے میں تعجیل کرتے ۳۴۸ سحری کا آخری وقت کیا ہے؟ اس کی تفصیل ہم نے پہلے بیان کر دی ہے (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۵، جز۔ ج)

۹۔ نیت:

نیت کے بغیر روزہ درست نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ ایک عبادت ہے اور عبادات نیت کے بغیر عبادات نہیں قرار پاتیں۔ فرض روزہ، روزے کی قضا، نذر مطلق کا روزہ اور کفارے کا روزہ۔ ان تمام روزوں میں رات سے نیت کرنا واجب ہے ۳۴۹ ان کے علاوہ بقیہ روزوں میں رات سے نیت کرنا شرط نہیں ہے ۳۵۰ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص صبح کر لے اور پھر روزہ رکھنا چاہے تو وہ دو میں سے ایک بات اختیار کر سکتا ہے" ۳۵۱ (یعنی چاہے تو روزہ رکھ لے اور چاہے تو نہ رکھے) آپ سے ایک شخص نے کہا: "میں اپنے ایک قرضدار کے پیچھے جس کا تعلق قبیلہ مراد سے ہے، ظہر کے قریب تک لگا رہا، میں نے نہ ہی روزہ رکھنے کی نیت کی اور نہ ہی نہ رکھنے کی" آپ نے فرمایا: "اگر چاہو تو روزہ رکھ لو اور چاہو تو نہ رکھو" ۳۵۲

البتہ آپ سے اس بارے میں روایت میں اختلاف ہے کہ نیت کی صحت کا آخری وقت کونسا ہے نیل الاوطار، وغیرہ میں منقول ہے کہ آخری وقت غروب آفتاب تک رہتا ہے، اگر کسی نے غروب آفتاب سے تھوڑا پہلے روزے کی نیت کر لی تو اس کا روزہ درست ہو جائے گا۔ اس مسئلے کا استنباط حضرت ابن مسعودؓ کے اس قول سے کیا گیا ہے: "تم میں سے کوئی جب تک کھائے نہ پیئے اس وقت تک اسے دو میں سے ایک بات کا اختیار ہوتا ہے" ۳۵۳ (یعنی چاہے تو روزہ رکھ لے اور چاہے تو نہ رکھے)

حضرت ابن مسعود سے ایک صریح روایت کے مطابق نفلی روزے کی نیت اگر زوال سے پہلے کر لی جائے تو درست اور قابل قبول ہو گی۔ لیکن زوال کے بعد ہو تو درست نہیں ہو گی، عبد الرزاق نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "تمہیں نصف النہار تک اختیار ہے" ۳۵۴

۱۰۔ روزہ توڑنے والی باتیں۔

ا۔ روزہ دار اگر اپنے جوف یعنی معدے میں قصداً کوئی طعام یا مشروب یا کوئی اور چیز داخل کرلے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "روزہ کسی اندر جانے والی چیز سے ٹوٹتا ہے نہ کہ کسی باہر نکلنے والی چیز سے" ۳۵۵؎

ب۔ اگر روزہ دار شہوت کے تحت قصداً منی خارج کرے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح روزے کی حالت میں حیض یا نفاس کے آجانے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔

ج۔ ہم بستری سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس پر بھی سب کا اجماع ہے۔ شہوت کے تحت بوسہ لینے پر بھی حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے آپ نے اس شخص کے متعلق جس نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا تھا فرمایا: "اس کی جگہ وہ ایک روزہ قضا رکھے گا" ۳۵۶؎ ہزباز کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے روزہ دار کے بوسہ کے متعلق سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، یعنی وہ ایک روزہ قضا رکھے گا ۳۵۷؎۔ آپ سے جب روزہ دار کے بوسہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "تمہیں اس عورت (جس کا بوسہ لے رہے ہو) کے منھ کی بدلی ہوئی بو سے کیا حاصل ہو گا"؟ ۳۵۸؎ یہ بات آپ نے ڈانٹ کے طور پر فرمائی۔ گویا آپ نے سائل سے یہ فرمایا کہ عورت کے منہ کی بدلی ہوئی بو میں مرد کے لئے کوئی کشش نہیں ہوتی، اس لئے ایک ناگوار چیز یعنی منہ کی بو کی خاطر تم اپنا روزہ فاسد کرنے پر کس طرح آمادہ ہو جاتے ہو؟

۱۱۔ جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

ا۔ ہم کنار ہونا - اگر روزہ دار شہوت کے بغیر اپنی بیوی سے ہم کنار و ہم آغوش ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ عمرو بن شرحبیل کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ روزے کی حالت میں دوپہر کے وقت اپنی بیوی سے ہم کنار ہوتے تھے ۳۵۹؎۔

ب۔ قے کرنا - اگر روزہ دار قے کر دے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہو گا ۳۶۰؎۔ حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے کہ اندر جانے والی چیز سے روزہ ٹوٹتا ہے نہ کہ باہر نکلنے والی شے سے۔

ج۔ سینگی لگانا - سینگی یا پچھنے لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا نہ لگانے والے کا اور نہ ہی اس کا جس کے سینگی لگائی گئی ہو ۳۶۱؎ (دیکھئے لفظ حجامہ۔ فقرہ ۲)

د۔ ایسے جنبی کا روزہ درست ہوتا ہے جس نے طلوع فجر سے پہلے ہم بستری کی ہو اور شام تک جنابت کی حالت میں رہا ہو۔ اسی طرح حیض یا نفاس والی عورت اگر رات کے وقت پاک ہو جائے یعنی اس کا حیض یا نفاس بند ہو جائے تو وہ اگلے دن غسل کئے بغیر روزہ رکھ سکتی ہے۔ عبداللہ بن ادریس نے حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھا: "میں نے جنابت کی حالت میں صبح کی تھی، آیا میں اپنا روزہ پورا کر لوں" حضرت ابن مسعود نے جواب فرمایا: "تم نے جب صبح کی تو اس وقت تمہارے لئے نماز پڑھنا حلال تھا، اسی طرح روزہ رکھنا بھی حلال تھا، اس لئے غسل کر لو اور اپنا روزہ پورا کرو" ۳۶۲؎ ایک شخص نے آپ سے جنبی کے روزہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: "جنابت کی وجہ سے روزے کا کیا بگڑے گا" ۳۶۳؎ (دیکھئے لفظ جنابہ۔ فقرہ ۲، جز۔ ب)

۱۲۔ دن کے وقت روزہ چھوڑنے کا سبب زائل ہو جائے تو کیا ایسا شخص دن کے باقی حصے میں کچھ نہ کھائے پیئے؟

اگر کسی شخص نے کسی عذر شرعی کی بنا پر رمضان کا ایک دن کا روزہ نہیں رکھا پھر دن کے دوران وہ سبب زائل ہو گیا تو اس کے لئے دن کے آخر تک خورد و نوش سے باز رہنا ضروری نہیں۔ مثلاً کوئی بیمار تھا، پھر تندرست ہو گیا یا مسافر تھا پھر مقیم ہو گیا یا رمضان کے چاند کا اسے علم نہیں تھا پھر علم ہو گیا یا حیض یا نفاس والی عورت تھی پھر دن کے وقت اس کا حیض یا نفاس بند ہو گیا یا کافر تھا پھر مسلمان ہو گیا وغیرہ ذالکؒ۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "جس شخص نے دن کے اوّل حصے میں کھا لیا تو وہ آخری حصے میں بھی کھا لے" ۳۶۴؎

۱۳۔ روزے کی قضا۔

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ جس شخص نے رمضان کے کچھ روزے نہیں رکھے تو اس پر ان کی قضا لازم ہے اگر اس نے قضا کرنے میں اتنی تاخیر کر دی کہ اگلا رمضان آ گیا تو وہ اس اگلے رمضان کے روزے رکھے گا پھر فوت شدہ روزوں کی قضا کرے گا۔ اسے قضا کے ساتھ فدیہ دینے

کی کوئی ضرورت نہیں ۳۶۵ ۔

۱۴۔ نفلی روزے:

ا۔ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ نفلی نماز نفلی روزے سے افضل ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱، جز۔ و) بلکہ آپ کی رائے تو یہ تھی کہ تلاوت قرآن نفلی روزے سے افضل ہے آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نفلی روزے بہت کم رکھتے ہیں تو جواب میں فرمایا: "مجھے خوف رہتا ہے کہ کہیں نفلی روزے مجھے تلاوت قرآن سے روک نہ دیں اور تلاوت قرآن مجھے نفلی روزوں سے زیادہ محبوب ہے" ۳۶۶۔ قیس بن عبد کہتے ہیں: "میں ایک سال تک حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آتا جاتا رہا۔ میں نے کبھی آپ کو چاشت کے نوافل پڑھتے یا سوائے رمضان کے کبھی روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا" ۳۶۷

لیکن ابن ابی شیبہ کی روایت کہ حضرت ابن مسعودؓ سوموار اور جمعرات کے روزے رکھتے تھے ۳۶۸۔ اس روایت کی معارض ہے۔

نفلی روزے کی نیت (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۹)

ب۔ عاشوراء کا روزہ ــ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ عاشوراء یعنی دسویں محرم کا روزہ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے مشروع تھا، پھر منسوخ ہو گیا۔ اشعث بن قیس دسویں محرم کو حضرت ابن مسعودؓ کے پاس گئے، اس وقت آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے اشعث کو بھی کھانے میں شریک ہونے کی دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ میں تو روزے سے ہوں، یہ سن کر آپ نے فرمایا: "یہ روزہ نزول رمضان سے پہلے مشروع تھا" ۳۶۹۔ شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں عاشوراء کے دن حضرت ابن مسعودؓ کے پاس گیا اس وقت آپ کے پاس کھجوریں پڑی تھیں۔ آپ نے مجھے کھانے کے لئے کہا۔ میں نے جواب میں کہا کہ آج محرم کی دسویں تاریخ ہے اور میں روزے سے ہوں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا: "ہمیں اس دن روزہ رکھنے کا حکم اس وقت دیا گیا تھا جب ابھی رمضان کی فرضیت نازل نہیں ہوئی تھی" ۳۷۰۔

ج۔ صیام الدہر حضرت ابن مسعودؓ مسلسل روزہ رکھنے کو ناپسند کرتے تھے جس میں کسی دن بھی روزہ چھوڑا نہ جائے جب آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے اپنی

ناپسندیدگی کا اظہار کیا [۳۷۱]

۱۵۔ کفارہ کے روزے۔ (دیکھئے لفظ کفارۃ، فقرہ ۳، جزد)

صید: شکار

۱۔ تعریف:

ایسے وحشی جانور کو قتل کرنا صید کہلاتا ہے جس کا گوشت حلال ہو اور جس پر قدرت حاصل نہ ہو۔

۲۔ سمندر کا شکار:

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "مچھلی کے دونوں جبڑے الگ کر دینا اس کی ذبح ہے" [۳۷۲]

۳۔ خشکی کا شکار

ا۔ سدھائے ہوئے کتے کا شکار: سدھائے ہوئے شکاری جانور کا کیا ہوا شکار کھالینا درست ہے خواہ یہ شکاری جانور پرندہ ہو یا درندہ. اورخواہ اس نے شکار کے دوران شکار کو ہلاک کر دیا ہو [۳۷۳] اس پر سب کا اجماع ہے۔ البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ سدھایا ہوا شکاری جانور سدھائی ہوئی حالت پر رہے۔ اگر وہ مالک کی دی ہوئی تعلیم بھول جائے تو پھر حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک اس کا پکڑا ہوا شکار حلال نہیں ہو گا۔ تعلیم بھول جانے کی نشانی یہ ہے کہ شکار پکڑنے کے بعد وہ اس میں سے خود بھی کچھ کھا جائے. حضرت ابن مسعودؓ نے سدھائے ہوئے کتے کے متعلق جو شکار پکڑنے کے بعد اس میں سے خود کچھ کھا لے، فرمایا: "اس کا پکڑا ہوا شکار مت کھاؤ" [۳۷۴]

ب۔ سدھائے ہوئے جانور کے علاوہ کسی اور طریقے سے شکار کرنا۔

۱) جب کوئی شخص کسی تیز دھار دار آلے کے ذریعے خشکی کے کسی جانور کا شکار کرے اور اس آلے کے لگنے کی وجہ سے شکار کا کوئی عضو اس کے جسم سے جدا ہو جائے تو جدا شدہ عضو کا کھانا حلال نہیں ہو گا البتہ باقیماندہ شکار کا کھانا حلال ہو گا۔

۲) اگر شکاری شکار کو زخمی کرنے کے بعد اسے زندہ پکڑ لے تو اسے شرعی طریقے سے ذبح کرنا ضروری ہو گا اگر اس نے اسے ذبح نہ کیا اور وہ مر گیا تو اس کا گوشت حلال نہیں ہو گا۔ ایک شخص نے ایک گورخر کو نشانہ بنایا۔ جس سے اس کا ایک عضو کٹ گیا۔ حضرت ابن

مسعودؓ نے فرمایا: "جو حصہ کٹ کر جدا ہو گیا ہے اسے چھوڑ دو، باقیماندہ جانور کو ذبح کر کے کھالو" [۴۷۵]

۳) یہ یقین کر لینا ضروری ہو گا کہ شکار کی موت شکار کرنے کے عمل یا اس پر قابو پانے کے بعد شرعی طریقے سے ذبح کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اگر یہ احتمال ہو کہ اس کی موت میں شکار کے عمل کے علاوہ کسی اور چیز کا بھی دخل ہے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہو گا مثلاً کسی نے شکار کو تیر کا نشانہ بنایا، شکار زخمی ہو کر پانی میں گر گیا جو ایسے جانور کے لئے جان لیوا ہو سکتا ہو یا شکار پہاڑ سے لڑھکتا ہوا نیچے آ گیا ہو اور وہ ایسا جانور ہو جو لڑھکنے کی وجہ سے ہلاک ہو سکتا ہو تو ایسی صورت میں اس کا کھانا حلال نہیں ہو گا [۴۷۶] حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "جب کوئی کسی شکار کو تیر کا نشانہ بنائے اور وہ شکار پہاڑ سے لڑھک کر مر جائے تو اسے نہ کھاؤ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ اس کی ہلاکت لڑھکنے کی وجہ سے ہوئی ہے اگر وہ پانی میں گر کر مر جائے تو بھی اسے نہ کھاؤ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اس کی ہلاکت پانی کی وجہ سے ہوئی ہے" [۴۷۷]

۴۔ مجوسیوں وغیرہ کا شکار:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مسلمان یا اہل کتاب (یہودی یا نصرانی) کا کیا ہوا سمندر یا خشکی کا شکار دوسرے مسلمان کے لئے کھا لینا حلال ہے۔ بشرطیکہ شکار کی شرطیں ملحوظ رکھی گئی ہوں۔ اسی طرح غیر مسلم مثلاً مجوسی یا اہل کتاب کا کیا ہوا سمندر کا شکار بھی مسلمان کے لئے کھا لینا جائز ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: "میں نے ستر صحابہ کرامؓ کو مجوسیوں کی پکڑی ہوئی مچھلیاں کھاتے دیکھا ہے ان حضرات کے دلوں میں اس سے کوئی خلجان پیدا نہیں ہوا [۴۷۸]

البتہ خشکی کا شکار اگر کسی مسلمان یا کتابی (یہودی یا نصرانی) نے کیا ہو تو اس کا کھانا جائز ہو گا لیکن مجوسیوں کا کیا ہوا شکار کھانا بالاتفاق درست نہیں ہے۔

۵۔ محرم کے لئے شکار کی حرمت نیز حرم میں شکار کی ممانعت (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۶، جز۔ د، فقرہ ۴، ۵)

حوالہ جات

(باب الصاد)

۱۔ المحلی ص ۱۵۸ جلد ششم
۲۔ عبدالرزاق ص ۵۳ جلد چہارم
۳۔ کنزالعمال ۱۷۰۲۶
۴۔ تفسیر ابن کثیر ص ۴۵۵ جلد اول
۵۔ عبدالرزاق ص ۳۲۸ جلد سوم
۶۔ الاستذکار ص ۲۹۷ جلد اول
۷۔ المغنی ص ۴۴۵ جلد دوم
۸۔ عبدالرزاق ص ۴۸ جلد اول، کنزالعمال رقم ۲۱۶۴۴
۹۔ کنزالعمال رقم ۲۲۸۲۶
۱۰۔ عبدالرزاق ص ۱۵۴ جلد چہارم، ابن ابی شیبہ ص ۵۳۔ ب جلد اول
۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۴۔ ب جلد اول، المجموع ص ۱۰۴ جلد چہارم
۱۲۔ المجموع ص ۱۰۴، ۴۱۸ جلد چہارم
۱۳۔ عبدالرزاق ص ۲۹۰ جلد دوم
۱۴۔ کنزالعمال رقم ۲۱۶۴۱
۱۵۔ شرح التثریب ص ۱۷۳ جلد دوم، المجموع ص ۶۳ جلد سوم، تفسیر ابن کثیر ص ۳۹۱ جلد اول
۱۶۔ شرح معانی الآثار ص ۱۰۰ جلد اول
۱۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۳ جلد اول، عبدالرزاق ص ۱۶ جلد دوم
۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷، جلد اول
۱۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۴ جلد اول، عبدالرزاق ص ۲۴ جلد دوم
۲۰۔ المغنی ص ۲۴۵، ۲۴۷ جلد دوم
۲۱۔ عبدالرزاق ص ۲۵ جلد دوم
۲۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۳ جلد اول، المغنی ص ۲۴۷ جلد دوم
۲۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۸۔ ب جلد اول، المحلی ص ۷۸ جلد سوم
۲۴۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۷ جلد دوم، ابن ابی شیبہ ص ۴۸۔ ب جلد اول، المحلی ص ۲۴۰ جلد دوم
۲۵۔ عبدالرزاق ص ۵۳۵ جلد اول
۲۷۔ المغنی ص ۳۹۴ جلد اول، الاعتبار ص ۱۰۴ ۲۶۔ کنزالعمال رقم ۲۲۵۰۳
۲۸۔ عبدالرزاق ص ۵۶۹ جلد اول، الام ص ۱۸۴ جلد ہفتم ۲۹۔ المجموع ص ۵۴ جلد سوم

۳۰۔ عبدالرزاق ص ۵۲۸ جلد اول. الاستذکار ص ۵۱. ۵۴ جلد اول
۳۱۔ شرح معانی الآثار فقرہ ۱۰۵ جلد اول
۳۲۔ عبدالرزاق ص ۵۲۸ جلد اول
۳۳۔ شرح معانی الآثار ص ۱۰۵ جلد اول
۳۴۔ کشف الغمہ ص ۷۱ جلد اول. ابن ابی شیبہ ص ۵۰ جلد اول
۳۵۔ عبدالرزاق ص ۵۴۶ جلد اول. ابن ابی شیبہ ص ۵۰ جلد اول
۳۶۔ طرح التثریب ص ۱۵۴ جلد دوم. ابن ابی شیبہ ص ۹۲۔ ب جلد اول. المغنی ص ۳۹۱ جلد اول
۳۷۔ الاستذکار ص ۴۷ جلد اول. المغنی ص ۳۵۶ جلد دوم
۳۸۔ المغنی ص ۳۹۱ جلد اول
۳۹۔ عبدالرزاق ص ۵۵۱ جلد اول. ابن ابی شیبہ ص ۵۰ جلد اول. آثار ابی یوسف رقم ۹۴
۴۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۲ب جلد اول
۴۱۔ عبدالرزاق ص ۵۵۳ جلد اول. ابن ابی شیبہ ص ۵۱ب جلد اول
۴۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۲ب جلد اول. المغنی ص ۳۹۱ جلد اول
۴۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۱ جلد اول. المجموع ص ۵۹ جلد اول
۴۴۔ عبدالرزاق ص ۱۱ جلد سوم. ابن ابی شیبہ ص ۹۷ب جلد اول. المغنی ص ۱۶۲ جلد دوم
۴۵۔ طرح التثریب ص ۱۹۴ جلد دوم. عبدالرزاق ص ۱۹ جلد سوم. المغنی ص ۱۱۹ جلد دوم
۴۶۔ موطا امام مالک ص ۱۴۶ جلد اول
۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۷ب جلد اول
۴۸۔ عبدالرزاق ص ۱۷ جلد سوم. المجموع ص ۵۱۸ سوم
۴۹۔ الاستذکار ص ۱۴۶ جلد اول. طرح التثریب ص ۱۸۷ جلد دوم
۵۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۴ جلد اول
۵۱۔ طرح التثریب ص ۱۸۵ جلد دوم
۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۴ جلد اول. عبدالرزاق ص ۴۲۶ جلد دوم
۵۳۔ المجموع ص ۵۵۰ جلد سوم
۵۴۔ المغنی ص ۲۴۲ جلد دوم
۵۵۔ المحلی ص ۳۱ جلد چہارم
۵۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۴ب جلد اول
۵۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۸ جلد اول
۵۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۸ب جلد اول. کنزالعمال رقم ۲۱۶۶۳
۵۹۔ عبدالرزاق ص ۳۵۶ جلد اول
۶۰۔ عبدالرزاق ص ۳۶۴ جلد اول. المجموع ص ۱۸۴ جلد سوم. المغنی ص ۵۸۴ جلد اول

۶۱۔ المغنی ص ۵۸۴ جلد اول
۶۲۔ المحلی ص ۷۳ جلد چہارم
۶۳۔ عبدالرزاق ص ۳۶۹ جلد دوم. المحلی ص ۲۶۶ جلد سوم
۶۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۱ب جلد اول. عبدالرزاق ص ۱۸۵ جلد دوم
۶۵۔ عبدالرزاق ص ۵۰۰ جلد دوم. کنزالعمال ۲۳۴۰۸
۶۶۔ عبدالرزاق ص ۲۶۷ جلد دوم. ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ جلد اول. آثار ابی یوسف رقم ۲۵۶
۶۷۔ عبدالرزاق ص ۲۶۵ جلد دوم. ابن ابی شیبہ ص ۱۳۰ جلد اول
۶۸۔ عبدالرزاق ص ۲۶۷ جلد دوم
۶۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۱ جلد اول. المغنی ص ۱۱ جلد دوم
۷۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ جلد اول. المحلی ص ۱۶ جلد چہارم
۷۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۰۔ ب جلد اول
۷۲۔ عبدالرزاق ص ۴۹۹ جلد دوم. کنزالعمال ۲۲۴۴۲
۷۳۔ المجموع ص ۲۲ جلد چہارم. المغنی ص ۵۲ جلد دوم
۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۹۔ ب جلد اول. نیل الاوطار ص ۱۳۳ جلد دوم
۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۹ جلد اول. عبدالرزاق ص ۳۸۶ جلد اول
۷۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۱ جلد اول. عبدالرزاق ص ۳۹۶ جلد اول. المحلی ص ۸۳ جلد چہارم. المغنی ص ۷۷ جلد دوم
۷۷۔ عبدالرزاق ص ۳۹۷ جلد اول
۷۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۱ جلد اول. نیل الاوطار ص ۱۳۲ جلد دوم
۷۹۔ المغنی ص ۵۹ جلد دوم
۸۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۹ جلد اول
۸۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۸۔ ب جلد اول. المحلی ص ۷۸ جلد سوم
۸۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۱ جلد اول
۸۳۔ عبدالرزاق ص ۳۴۲ جلد دوم
۸۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸ جلد اول
۸۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۰ جلد اول. المغنی ص ۷۸ جلد دوم
۸۶۔ عبدالرزاق ص ۳۶۹ جلد دوم. المحلی ص ۲۶۶ جلد سوم
۸۷۔ المجموع ص ۱۷ جلد چہارم. الاعتبار ص ۷۵
۸۸۔ المحلی ص ۷ جلد چہارم
۸۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۶ جلد اول. المغنی ص ۳۶۰ جلد اول
۹۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۷ جلد اول. عبدالرزاق ص ۱۷ جلد دوم. شرح معانی الآثار ص ۱۳۳ جلد اول. المحلی ص ۸۸

جلد چہارم

۹۱۔ عبدالرزاق ص ۲۶۶ جلد دوم، ابن ابی شیبہ ص ۱۰۱ جلد اول، کنزالعمال ۲۲۰۹۱

۹۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۶ جلد اول، عبدالرزاق ص ۷۶ جلد دوم، کنزالعمال ۲۲۰۷۲، المغنی ص ۴۷۳ جلد اول، المجموع ص ۲۸۰ جلد سوم

۹۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۶۔ ب جلد اول

۹۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۲ب جلد اول، المجموع ص ۳۰۰ جلد سوم، المغنی ص ۴۷۸ جلد اول، الاعتبار ص ۸۱

۹۵۔ آثار ابی یوسف ص ۱۰۷

۹۶۔ المحلی ص ۲۴۹ جلد سوم

۹۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۶ جلد اول، عبدالرزاق ص ۴۹۷ جلد دوم

۹۸۔ آثار ابی یوسف رقم ۱۴۹

۹۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۶ جلد اول

۱۰۰۔ عبدالرزاق ص ۴۹۲ جلد دوم

۱۰۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۷ جلد اول

۱۰۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۶۔ ب جلد اول، المغنی ص ۵۷۶ جلد اول

۱۰۳۔ المحلی ص ۱۰۵ جلد اول، الام ص ۱۸۵ جلد ہفتم

۱۰۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۴۔ ب جلد اول

۱۰۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۹۔ ب جلد اول

۱۰۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۵ جلد اول، عبدالرزاق ص ۱۰۳ جلد دوم

۱۰۷۔ عبدالرزاق ص ۱۰۳ جلد دوم، ص ۱۱۱ جلد ششم

۱۰۸۔ المحلی ص ۵۴ جلد سوم

۱۰۹۔ المغنی ص ۴۹۵ جلد اول

۱۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۰ جلد اول

۱۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۷۔ ب جلد اول، المجموع ص ۳۶۳ جلد سوم، المغنی ص ۴۹۶ جلد اول

۱۱۲۔ المحلی ص ۲۶۳ جلد سوم

۱۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۲۔ ب جلد اول

۱۱۴۔ المجموع ص ۳۹۱ جلد سوم

۱۱۵۔ المغنی ص ۵۱۰ جلد اول، المجموع ص ۳۹۱ جلد سوم

۱۱۶۔ کنزالعمال ۲۲۲۱۸

۱۱۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۸۔ ب جلد اول

۱۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۹ جلد اول

۱۱۹۔ عبدالرزاق ص ۱۵۹ جلد اول

۱۲۰۔ عبدالرزاق ص ۱۵۶ جلد سوم ابن ابی شیبہ ص ۳۹ جلد اول کنزالعمال رقم ۲۲۶۷۵
۱۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۹ جلد اول
۱۲۲۔ عبدالرزاق ص ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۶۷ جلد دوم، ابن ابی شیبہ ص ۳۸ب جلد اول، کنزالعمال ۲۲۲۱۷، المحلی ص ۲۷۴ جلد سوم، ص ۴۹۱ جلد ہفتم، الام ص ۱۸۵ جلد ہفتم
۱۲۳۔ المحلی ص ۴۹۱ جلد ہفتم
۱۲۴۔ اصول السرخسی ص ۸ جلد دوم
۱۲۵۔ الام ص ۱۸۸ جلد ہفتم
۱۲۶۔ شرح معانی الآثار ص ۱۵۱ جلد اول
۱۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۰ جلد اول
۱۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۹۔ ب جلد اول
۱۲۹۔ کشف الغمہ ص ۱۰۵ جلد اول
۱۳۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۲۔ ب جلد اول
۱۳۱۔ عبدالرزاق ص ۱۵۶ جلد دوم، کنزالعمال رقم ۲۲۶۷۵، ابن ابی شیبہ ص ۳۹ جلد اول
۱۳۲۔ عبدالرزاق ص ۱۵۸ جلد دوم
۱۳۳۔ المغنی ص ۵۲۹ جلد اول، المجموع ص ۱۲۰ جلد سوم
۱۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۰ جلد اول
۱۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۶ جلد اول،
۱۳۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۰، کشف الغمہ ص ۱۰۶ جلد اول، المجموع ص ۴۲۲ جلد سوم
۱۳۷۔ عبدالرزاق ص ۱۷۸ جلد دوم
۱۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۰۔ ب جلد اول، عبدالرزاق ص ۱۹۶، ۴۶۸ جلد دوم، کنزالعمال ۲۲۹۲۲، الام ص ۱۸۸ جلد ہفتم
۱۳۹۔ عبدالرزاق ص ۴۶۸ جلد دوم
۱۴۰۔ المغنی ص ۵۴۰ جلد اول
۱۴۱۔ شرح معانی الآثار ص ۱۵۴ جلد اول
۱۴۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۶ جلد اول
۱۴۳۔ المغنی ص ۵۴۵ جلد اول
۱۴۴۔ کنزالعمال رقم ۲۲۳۲۶
۱۴۵۔ المجموع ص ۴۴۹ جلد سوم
۱۴۶۔ عبدالرزاق ص ۲۱۴ جلد دوم، کنزالعمال ۲۲۳۶۱
۱۴۷۔ تفسیر ابن کثیر ص ۵۰۹ جلد سوم، عبدالرزاق ص ۲۱۳ جلد دوم
۱۴۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۶ جلد اول

۱۴۹۔ عبدالرزاق ص ۴۴۹ جلد دوم، کنزالعمال ۲۱۶۴۳

۱۵۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۶ جلد اول

۱۵۱۔ المحلی ص ۲۷۶، ۲۷۹ جلد سوم، المجموع ص ۴۶۲ جلد سوم

۱۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۶ جلد اول، المحلی ص ۲۷۹ جلد سوم

۱۵۳۔ عبدالرزاق ص ۲۱۹ جلد دوم، ابن ابی شیبہ ص ۳۶۔ ب جلد اول، المحلی ص ۱۳۱ جلد چہارم، ص ۲۷۶ جلد سوم، شرح معانی الآثار ص ۱۶۰ جلد اول، المغنی ص ۵۵۲ جلد اول، کنزالعمال ۲۲۳۷۸

۱۵۴۔ المحلی ص ۲۷۶ جلد سوم

۱۵۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۶ جلد اول

۱۵۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۶ جلد اول

۱۵۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۶ جلد اول

۱۵۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۷ جلد اول، المغنی ص ۵۶۱ جلد اول، کنزالعمال ۲۲۸۰۹

۱۵۹۔ عبدالرزاق ص ۲۴۰ جلد دوم

۱۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۵ جلد اول

۱۶۱۔ المجموع ص ۴۸۴ جلد سوم، المغنی ص ۱۵۴ جلد دوم

۱۶۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۹ جلد اول، عبدالرزاق ص ۱۰۶، ۱۱۰ جلد سوم

۱۶۳۔ شرح معانی الآثار ص ۱۴۴ جلد اول، الاعتبار ص ۹۳، اختلاف ابی حنیفہ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۱۱۳

۱۶۴۔ کشف الغمہ ص ۱۱۴ جلد اول، ابوداؤد ــــ کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب الوتر

۱۶۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۸ جلد اول، عبدالرزاق ص ۱۹، ۲۰ جلد سوم، شرح معانی الآثار ص ۱۷۳ جلد اول، المغنی ص ۱۵۰ جلد دوم، المجموع ص ۵۱۸ جلد سوم

۱۶۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۸ جلد اول

۱۶۷۔ عبدالرزاق ص ۲۰ جلد سوم

۱۶۸۔ المغنی ص ۲۰۷ جلد ششم

۱۶۹۔ عبدالرزاق ص ۲۵ جلد سوم، المحلی ص ۴۸ جلد سوم

۱۷۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۹ جلد اول، شرح معانی الآثار ص ۱۴۹ جلد اول

۱۷۱۔ عبدالرزاق ص ۱۲۰ جلد سوم، ص ۲۶۰ جلد چہارم، المغنی ص ۱۵۱ جلد دوم

۱۷۲۔ المجموع ص ۵۲۰ جلد سوم

۱۷۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۹ جلد اول، آثار ابی یوسف ۲۴۶، شرح معانی الآثار ص ۱۳۵ جلد اول، المغنی ص ۱۵۲، ۱۶۵ جلد دوم

۱۷۴۔ المجموع ص ۵۲۰ جلد سوم

۱۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۹ جلد اول، عبدالرزاق ص ۲۶۵ جلد چہارم، المجموع ص ۴۸۰، ۴۸۷ جلد سوم، المغنی ص ۱۵۴ جلد دوم

۱۷۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۹ جلد اول

۱۷۷۔ المغنی ص ۱۶۳ جلد دوم، ص ۵۲۱ جلد سوم

۱۷۸۔ جامع الاصول ص ۳۶ جلد ششم میں ہے کہ اس حدیث کا حوالہ مؤطا کا دیا گیا ہے لیکن ہمیں وہاں یہ حدیث نہیں ملی، مسند شافعی ص ۴۸۱ جلد ہشتم

۱۷۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳۔ ب جلد اول

۱۸۰۔ عبدالرزاق ص ۴۷۸ جلد دوم، ابن ابی شیبہ ص ۴۲۔ ب جلد اول، المغنی ص ۱۴۸ جلد دوم

۱۸۱۔ المغنی ص ۱۷۶ جلد دوم

۱۸۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۱ جلد اول

۱۸۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۳ جلد اول، المغنی ص ۱۷۷ جلد دوم، المحلی ص ۱۹۴ جلد چہارم

۱۸۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۸ جلد اول

۱۸۵۔ المحلی ص ۱۹۴ جلد چہارم، کشف الغمہ ص ۱۲۶ جلد اول، کنزالعمال ۲۱۶۴۴

۱۸۶۔ ابن ابی شیبہ ۱۰۹ جلد اول، عبدالرزاق ص ۳۹۶ جلد اول، المحلی ص ۸۳ جلد دوم

۱۸۷۔ المحلی ص ۲۰۶ جلد چہارم

۱۸۸۔ عبدالرزاق ص ۱۵۰ جلد سوم، ابن ابی شیبہ ص ۱۰۷ جلد اول

۱۸۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۶۔ ب جلد اول

۱۹۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۱ جلد اول، المغنی ص ۱۸۰ جلد دوم

۱۹۱۔ عبدالرزاق ص ۴۰۹ جلد دوم

۱۹۲۔ صحیح مسلم کتاب المساجد حدیث نمبر ۲۶، صحیح ابن خزیمہ نمبر ۱۶۳۶، ابن ابی شیبہ ص ۳۴۔ ب جلد اول، ص ۳۸

۱۹۳۔ المجموع ص ۱۲۴ جلد چہارم

۱۹۴۔ کشف المحلی ص ۱۳۳ جلد اول، المغنی ص ۲۲۸ جلد دوم

۱۹۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۰ جلد اول

۱۹۶۔ المغنی ص ۱۹۳، ۲۰۵ جلد دوم، ص ۷۸ جلد پنجم، عبدالرزاق ص ۳۹۲ جلد دوم، ابن ابی شیبہ ص ۱۰۹ جلد اول، المحلی ص ۲۱۱ جلد چہارم

۱۹۷۔ کشف الغمہ ص ۱۳۱ جلد اول، عبدالرزاق ص ۴۱۴ جلد دوم

۱۹۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۰۔ ب جلد اول، المغنی ص ۲۲۰ جلد دوم

۱۹۹۔ عبدالرزاق ص ۴۱۴ جلد دوم، المغنی ۲۱۰ جلد دوم

۲۰۰۔ المغنی ص ۲۱۰ جلد دوم

۲۰۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۵ جلد اول

۲۰۲۔ المحلی ص ۲۶۴ جلد سوم

۲۰۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۰ب جلد اول

۲۰۴۔ عبدالرزاق ص ۲۴۲، ۲۴۳ جلد دوم
۲۰۵۔ المحلی ص ۲۶۱ جلد چہارم
۲۰۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۴ جلد اول
۲۰۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۶۔ ب جلد اول
۲۰۸۔ عبدالرزاق ص ۳۸۴ جلد دوم، کنزالعمال ۲۲۵۰۵
۲۰۹۔ عبدالرزاق ص ۳۸۲ جلد دوم، ابن ابی شیبہ ص ۳۸۔ ب جلداول
۲۱۰۔ مسلم ـــــ کتاب المساجد حدیث نمبر ۲۶، ابن خزیمہ رقم ۱۶۳۶، ابن ابی ص شیبہ ۳۴، ۳۸ جلداول، المحلی ص ۶۷ جلد چہارم، المغنی ص ۲۱۴ جلد دوم
۲۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۷۔ ب جلد اول، المغنی ص ۲۱۲ جلد دوم
۲۱۲۔ بدائع الصنائع ص ۴۲۹ جلد اول
۲۱۳۔ عبدالرزاق ص ۴۰۹ جلد دوم، الاعتبار ص ۱۰۸
۲۱۴۔ عبدالرزاق ص ۲۰ جلد دوم، کنزالعمال ۲۲۴۴۵، المغنی ۲۲۰ جلد دوم
۲۱۵۔ المحلی ص ۵۵ جلد چہارم
۲۱۶۔ عبدالرزاق ص ۵۳ جلد دوم
۲۱۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۷ جلد اول، البحرالرائق ص ۳۷۵ جلد اول
۲۱۸۔ عبدالرزاق ص ۱۳۸ جلد دوم، شرح معانی الآثار ص ۱۲۹ جلد اول
۲۱۹۔ کنزالعمال ۲۲۹۷۴
۲۲۰۔ عبدالرزاق ص ۱۳۷ جلد دوم، ابن ابی شیبہ ص ۵۷۔ ب جلد اول
۲۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۷ جلداول
۲۲۲۔ المجموع ص ۳۲۴ جلد سوم
۲۲۳۔ المغنی ص ۵۲۶ جلد اول
۲۲۴۔ المجموع ص ۱۳۸ جلد چہارم، المغنی ص ۵۵ جلد دوم
۲۲۵۔ عبدالرزاق ص ۱۴۲ جلد دوم
۲۲۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۷۔ ب جلد اول
۲۲۷۔ عبدالرزاق ص ۳۷۴ جلد دوم
۲۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹۔ ب جلد اول، عبدالرزاق ص ۳۷۴ جلد دوم، المحلی ص ۶۲ جلد چہارم
۲۲۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۱ ب جلد اول
۲۳۰۔ المغنی ص ۵۲۷ جلد اول
۲۳۱۔ عبدالرزاق ص ۳۷۳ جلد دوم، المحلی ص ۶۲ جلد چہارم
۲۳۲۔ عبدالرزاق ص ۲۴۳ جلد دوم
۲۳۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۸۔ جلد اول

۲۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۷۔ جلد اول

۲۳۵۔ حوالہ سابق

۲۳۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳، ۸۰ جلد اول

۲۳۷۔ عبدالرزاق ص ۲۸۵ جلد دوم، المحلی ص ۲۶۲ جلد چہارم

۲۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۰ جلد اول، عبدالرزاق ص ۲۸۳ جلد دوم، شرح معانی الآثار ص ۲۳۱ جلد اول، المحلی ص ۲۴۵، ۲۴۶ جلد سوم، المغنی ص ۲۳۴ جلد دوم، کنزالعمال ۲۳۰۳۴

۲۳۹۔ عبدالرزاق ص ۲۸۱ جلد دوم، ابن ابی شیبہ ص ۴۰ جلد اول، کنزالعمال ۲۳۰۳۳

۲۴۰۔ الاستذکار ص ۸۲ جلد اول

۲۴۱۔ المغنی ص ۵۰۵ جلد اول (یہ روایت حضرت زید بن ثابتؓ اور ابن عمرؓ سے ماثور ہے اور کسی صحابی کا اختلاف منقول نہیں)

۲۴۲۔ عبدالرزاق ص ۲۸۶ جلد دوم

۲۴۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۱ جلد اول

۲۴۴۔ حوالہ سابق

۲۴۵۔ عبدالرزاق ص ۲۲۶ جلد دوم

۲۴۶۔ المغنی ص ۴۰۹ جلد دوم

۲۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۷۔ ب جلد اول

۲۴۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۷ ۳۶ جلد چہارم

۲۴۹۔ المحلی ص ۸۱ جلد پنجم

۲۵۰۔ حوالہ سابق

۲۵۱۔ الاستذکار ص ۴۳ جلد اول، المغنی ص ۳۵۶ جلد دوم

۲۵۲۔ المحلی ص ۴۳ جلد پنجم

۲۵۳۔ عبدالرزاق ص ۱۷۷ جلد سوم

۲۵۴۔ الاستذکار ص ۴۳ جلد اول

۲۵۵۔ عبدالرزاق ص ۱۷۴ جلد سوم، ابن ابی شیبہ ص ۱۰۷ جلد اول، المغنی ص ۳۴۱ جلد دوم

۲۵۶۔ عبدالرزاق ص ۱۹۱ جلد سوم، ابن ابی شیبہ ص ۷۷۔ ب جلد اول

۲۵۷۔ تفسیر ابن کثیر ص ۳۶۶ جلد چہارم

۲۵۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۳ ب جلد اول

۲۵۹۔ کشف الغمہ ص ۱۴۵ جلد اول

۲۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۲ جلد اول ۲۶۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ جلد اول

۲۶۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۰۔ ب جلد اول، عبدالرزاق ص ۲۴۷ جلد سوم، المغنی ص ۳۶۵ جلد دوم

۲۶۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۸ جلد اول، المحلی ص ۲۰ جلد پنجم

۲۶۴۔ عبدالرزاق ص ۳۸۲ جلد دوم. ابن ابی شیبہ ص ۳۸۔ ب جلد اول. کنزالعمال رقم ۲۲۵۰۷. المحلی ص ۴ جلد دوم
۲۶۵۔ المحلی ص ۶۹ جلد پنجم
۲۶۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۹ جلد اول
۲۶۷۔ المغنی ص ۳۶۰ جلد دوم
۲۶۸۔ المحلی ص ۶۳ جلد پنجم
۲۶۹۔ عبدالرزاق ص ۲۲۶،۲۳۵ جلد سوم. ابن ابی شیبہ ص ۸۰ جلد اول. المحلی ص ۷۵ جلد پنجم.. المجموع ص ۴۳۴ جلد چہارم. المغنی ص ۳۱۲ جلد دوم
۲۷۰۔ الاستذکار ص ۷۹ جلد اول
۲۷۱۔ عبدالرزاق ص ۲۴۷ جلد دوم. المحلی ص ۳۹ جلد سوم. شرح معانی الآثار ص ۹۸ جلد اول. نیل الاوطار ص ۲۹۹ جلد سوم. المغنی ص ۳۶۳. ۳۶۵ جلد دوم
۲۷۲۔ المغنی ص ۳۴۵ جلد دوم
۲۷۳۔ عبدالرزاق ص ۱۳۱ جلد سوم. المغنی ص ۳۴۵ جلد دوم
۲۷۴۔ المحلی ص ۱۷۱ جلد پنجم
۲۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۳ جلد اول
۲۷۶۔ المحلی ص ۱۴۲ جلد پنجم
۲۷۷۔ المغنی ص ۴۸۲ جلد دوم
۲۷۸۔ المغنی ص ۵۱۸ جلد دوم
۲۷۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۹ جلد اول
۲۸۰۔ عبدالرزاق ص ۴۷۰ جلد سوم
۲۸۱۔ المحلی ص ۱۷۶ جلد پنجم
۲۸۲۔ موسوعہ فقہ عمر لفظ صلاۃ. فقرہ ۴. جز ۲ فقرہ۔ د
۲۸۳۔ سنن بیہقی ص ۷۳ جلد چہارم. المحلی ص ۱۲۶ جلد پنجم. المغنی ص ۵۱۵ جلد دوم
۲۸۴۔ المغنی ص ۵۱۵ جلد دوم
۲۸۵۔ المحلی ص ۱۲۷ جلد پنجم. الاعتبار ص ۱۲۴
۲۸۶۔ موسوعہ فقہ عمر. لفظ صلاۃ. فقرہ ۴ جز ۲. فقرہ۔ د
۲۸۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۷ جلد اول
۲۸۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۷ جلد اول شرح معانی الآثار ص ۲۸۷ جلد اول
۲۸۹۔ المحلی ص ۱۲۹ جلد پنجم. المغنی ص ۴۸۶ جلد دوم. عبدالرزاق ص ۴۹۲ جلد سوم
۲۹۰۔ عبدالرزاق ص ۴۹۳ جلد سوم
۲۹۱۔ المغنی ص ۳۷۹ جلد دوم

۲۹۲ـ ابن ابی شیبہ ص ۸۵ جلد اول۔ المغنی ص ۳۸۳ جلد دوم۔ عبدالرزاق ص ۲۹۳ جلد سوم۔ المحلی ص ۸۳ جلد پنجم۔ المجموع ص ۲۳ جلد پنجم۔ کشف الغمہ ص ۱۵۱ جلد اول

۲۹۳ـ المجموع ص ۲۳ جلد پنجم

۲۹۴ـ شرح معانی الآثار ص ۲۸۷ جلد اول

۲۹۵ـ شرح معانی الآثار ص ۲۸۷ جلد اول

۲۹۶ـ المجموع ص ۲۴ جلد پنجم

۲۹۷ـ عبدالرزاق ص ۲۹۷ جلد سوم

۲۹۸ـ المغنی ص ۳۷۹ جلد دوم

۲۹۹ـ المجموع ص ۲۵ جلد پنجم

۳۰۰ـ عبدالرزاق ص ۳۰۰ جلد سوم۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۶۔ ب جلد اول۔ فتاویٰ خانیہ (حاشیہ فتاویٰ ہندیہ) ص ۱۸۴ جلد اول

۳۰۱ـ ابن ابی شیبہ ۸۶ جلد اول

۳۰۲ـ کنزالعمال ۱۳۴۹۷

۳۰۳ـ عبدالرزاق ص ۷۳ جلد سوم

۳۰۴ـ عبدالرزاق ص ۴۱۹ جلد دوم۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۹۔ ب جلد اول

۳۰۵ـ عبدالرزاق ص ۷۱ جلد سوم

۳۰۶ـ عبدالرزاق ص ۶۶ جلد سوم۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸۔ ب جلد اول

۳۰۷ـ عبدالرزاق ص ۴۴۴ جلد دوم۔ المحلی ص ۱۰۵ جلد اول۔ المجموع ص ۱۱۰ جلد چہارم۔ المغنی ص ۴۵۶ جلد اوّل

۳۰۸ـ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ جلد اول

۳۰۹ـ کنزالعمال رقم ۲۱۷۵۹

۳۱۰ـ عبدالرزاق ص ۶۸ جلد سوم۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸۔ ب جلد اول

۳۱۱ـ ابن ابی شیبہ ص ۸۸۔ ب جلد اول۔ شرح معانی الآثار ص ۱۹۸ جلد اول

۳۱۲ـ عبدالرزاق ص ۲۷۳ جلد سوم

۳۱۳ـ المجموع ص ۱۶ جلد پنجم۔ المغنی ص ۳۸۷ جلد دوم

۳۱۴ـ عبدالرزاق ص ۲۸۶ جلد سوم

۳۱۵ـ ابن ابی شیبہ ص ۸۶ جلد اول

۳۱۶ـ عبدالرزاق ص ۸۰ جلد سوم

۳۱۷ـ المجموع ص ۵۳۱ جلد سوم

۳۱۸ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ جلد اول۔ عبدالرزاق ص ۲۶۴ جلد چہارم

۳۱۹ـ عبدالرزاق ص ۴۲۹ جلد اول۔ کشف الغمہ ص ۱۱۹ جلد اول

۳۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۲ جلد اول

۳۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۴۔ ب جلد دوم

۳۲۲۔ عبدالرزاق ص ۱۹۱ جلد ششم

۳۲۳۔ عبدالرزاق ص ۶۲ جلد سوم۔ نیل الاوطار ص ۲۹ جلد سوم

۳۲۴۔ عبدالرزاق ص ۶۲ جلد سوم

۳۲۵۔ عبدالرزاق ص ۶۰ جلد سوم۔ المحلی ص ۳۵ جلد سوم۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳۔ ب جلد اول

۳۲۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸ب جلد اول۔ عبدالرزاق ص ۸۰ جلد سوم

۳۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۱۔ ب جلد اول

۳۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸ جلد اول۔ عبدالرزاق ص ۴۴ جلد سوم

۳۲۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۶ جلد اول۔ عبدالرزاق ص ۴۷ جلد سوم

۳۳۰۔ کنزالعمال ۲۳۴۱۰

۳۳۱۔ عبدالرزاق ص ۴۷ جلد سوم

۳۳۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۶ جلد اول

۳۳۳۔ عبدالرزاق ص ۸۰ جلد سوم

۳۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۹ جلد اول

۳۳۵۔ المغنی ص ۶ جلد ہفتم

۳۳۶۔ سنن بیہقی ص ۷۶ جلد دہم

۳۳۷۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۱۴، ۲۱۵ جلد اول

۳۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۰۔ ب، ۱۶۱ جلد اول۔ المجموع ص ۳۷۴، جلد ششم۔ المحلی ص ۱۸۴ جلد ششم

۳۳۹۔ سنن بیہقی ص ۲۲۸ جلد چہارم

۳۴۰۔ عبدالرزاق ص ۲۰۰ جلد چہارم۔ المغنی ص ۱۵ جلد ہفتم

۳۴۱۔ سنن بیہقی ص ۲۰۹ جلد چہارم۔ المحلی ص ۲۳ جلد ہفتم۔ المجموع ص ۴۶۲ جلد ششم

۳۴۲۔ عبدالرزاق ص ۱۶۶ جلد چہارم۔ المجموع ص ۳۰۰ جلد ششم۔ المغنی ص ۱۶۸ جلد سوم

۳۴۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۸ جلد اول

۳۴۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ جلد اول۔ عبدالرزاق ص ۲۳۴ جلد چہارم۔ تفسیر طبری (تفسیر آیت حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر)۔ ا ص ۲۳۳ جلد ششم

۳۴۵۔ تفسیر طبری (تفسیر آیت سابقہ) تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۲ جلد اول۔ المغنی ص ۸۶ جلد سوم۔ المجموع ص ۳۴۲ جلد ششم

۳۴۶۔ سنن بیہقی ص ۲۱۶ جلد چہارم

۳۴۷۔ عبدالرزاق ص ۳۳۲ جلد اول ۳۴۸۔ نیل الاوطار ص ۲۰۸ جلد چہارم

۳۴۹۔ حوالہ سابق
۳۵۰۔ حوالہ سابق
۳۵۱۔ شرح معانی الآثار ص ۳۲۶ جلد اول، المغنی ص ۹۶، ۱۵۲ جلد سوم
۳۵۲۔ شرح معانی الآثار ص ۳۲۶ جلد اول۔ سنن بیہقی ص ۲۷۷ جلد چہارم
۳۵۳۔ المحلی ص ۱۷۱ جلد ششم، المغنی ص ۹۶ جلد سوم، کشف الغمہ ص ۱۹۹ جلد اول، سنن بیہقی ص ۲۰۴ جلد چہارم
۳۵۴۔ عبدالرزاق ص ۲۷۵ جلد چہارم، المجموع ص ۳۳۹ جلد ششم
۳۵۵۔ عبدالرزاق ص ۱۷۰ جلد اول، المحلی ص ۲۱۶ جلد ششم
۳۵۶۔ عبدالرزاق ص ۱۸۶ جلد چہارم، المحلی ص ۲۱۰ جلد ششم، شرح معانی الآثار ص ۳۴۴ جلد اول
۳۵۷۔ سنن بیہقی ص ۲۳۴ جلد چہارم
۳۵۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۶۔ ب جلد اول
۳۵۹۔ عبدالرزاق ص ۱۹۱ جلد چہارم، شرح معانی الآثار ص ۳۴۴ جلد اول، المحلی ص ۲۱۲ جلد ششم، سنن بیہقی ص ۲۳۴ جلد پنجم
۳۶۰۔ المغنی ص ۱۱۷ جلد سوم، المجموع ص ۳۶۱ جلد ششم
۳۶۱۔ المجموع ص ۴۰۲ جلد ششم
۳۶۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۸ ب جلد اول، المغنی ص ۱۳۷ جلد سوم، المجموع ص ۳۴۵ جلد ششم
۳۶۳۔ آثار ابی یوسف ص ۸۲۵
۳۶۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۶ جلد اول، المحلی ص ۱۷۶، ۲۴۲ جلد ششم، المغنی ص ۱۳۴ جلد سوم
۳۶۵۔ المحلی ص ۲۶۱ جلد ششم
۳۶۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۱۔ ب جلد اول
۳۶۷۔ عبدالرزاق ص ۸۰ جلد سوم
۳۶۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۵۔ جلد اول
۳۶۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۶ جلد اول، سنن بیہقی ص ۶۸ جلد ہفتم
۳۷۰۔ شرح معانی الآثار ص ۳۳۶ جلد اول
۳۷۱۔ المحلی ص ۱۲ جلد ہفتم
۳۷۲۔ عبدالرزاق ص ۵۰۹ جلد چہارم، ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸ جلد اول، المحلی ص ۳۰۴ جلد ہفتم
۳۷۳۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۶ جلد دوم ۳۷۴۔ عبدالرزاق ص ۴۲۳ جلد چہارم
۳۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷۔ ب جلد اول، المحلی ص ۴۴۳، ۴۶۵ جلد ہفتم
۳۷۶۔ المحلی ص ۴۶۴ جلد ہفتم، المغنی ص ۵۵۵، ۵۷۷ جلد ہشتم
۳۷۷۔ عبدالرزاق ص ۴۶۲ جلد چہارم، ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷۔ ب جلد اول، سنن بیہقی ص ۲۴۸ جلد نہم
۳۷۸۔ المغنی ص ۵۷۱ جلد ہشتم

حرف الضاد
ض

ضاری : درندہ

حرم میں نیز محرم و غیر محرم کے لئے درندے کے قتل کا جواز (دیکھئے لفظ حیوان فقرہ ۱)

ضالہ : گمشدہ چیز

دیکھئے لفظ لقطہ

مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش ۔ حضرت ابن مسعودؓ یہ بات مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اپنی گمشدہ چیز مسجد میں آکر تلاش کرے۔ آپ نے ایک شخص کو اپنی گمشدہ چیز کے متعلق مسجد میں کچھ کہتے ہوئے سنا تو فوراً اسے روک دیا اور ڈانٹتے ہوئے فرمایا: "ہمیں اس چیز سے روک دیا گیا ہے" [۱]

ضبع : بجو

بجو کے گوشت کی اباحت اور اسکے شکار کی وجہ سے محرم پر عائد ہونے والا جرمانہ (دیکھئے لفظ طعام، فقرہ ۲، جز ـ ب)

ضجعہ : ایک بار لیٹنا، پہلو پر لیٹنا

حضرت ابن مسعودؓ نے فجر کی سنت پڑھ کر لیٹ جانے کی مشروعیت کی تردید کی ہے [۲] جب آپ کو یہ اطلاع ملی کہ کچھ لوگ فجر کی سنت پڑھ کر لیٹ جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا: "انہیں کیا ہوگیا ہے کہ یہ گدھوں کی طرح لوٹنی لگاتے ہیں" [۳]

ضحیٰ : چاشت کا وقت

چاشت کی نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹ جز ـ و) اور (لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۸ جز ـ ج)

ضحک : ہنسی

قہقہہ مار کر ہنسنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ ج، فقرہ ۲)

تبسم یا مسکراہٹ سے نماز فاسد نہیں ہوتی (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۶، جز۔ ف)

نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۴، جز۔ د)

ضرب : ضرب لگانا، مارنا

کوڑے کی مار (دیکھئے لفظ جلد)

ضریبہ : ٹیکس

۱۔ تعریف :

ضریبہ سے ہماری مراد حکومت کی طرف سے عائد کردہ وہ رقم ہے جو لوگوں کے مال یا ان کی ذات پر فی کس کے حساب سے لگا دی جاتی ہے خواہ اس کی فرضیت اللہ کی طرف سے ہو جیسے زکوٰۃ یا حکومت کی طرف سے ہو مثلاً بر سرپیکار کافر تاجروں کے مال پر عشر عاید کیا جاتا ہے

۲۔ ٹیکس کی قسمیں :

حضرت ابن مسعودؓ کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا قاضی بنا کر بھیجا تو آپ کو ٹیکس عائد کرنے کے اختیارات حاصل نہیں تھے اسی لئے ہمیں ٹیکسوں کے متعلق آپ کی کوئی رائے معلوم نہ ہو سکی صرف زکوٰۃ کے متعلق آپ کی آراء ہمیں ملی ہیں اور وہ بھی اسی وجہ سے کہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے دراصل ٹیکسوں کے متعلق آپ کی رائے وہی تھی جو حکومت کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ضرائب یعنی ٹیکسوں کی شکلیں یہ تھیں، زکوٰۃ، جزیہ، خراج اور عشر؟ (دیکھئے لفظ ارض، فقرہ ۱، جز۔ ج، فقرہ ۱) اور (لفظ ارض، فقرہ ۳)

ضمان : تاوان

۱۔ تعریف :

ضائع ہونے والی چیز کا مثل واپس کرنا اگر اس کا مثل پایا جاتا ہو، بصورت دیگر اس کی قیمت ادا کرنے کو ضمان کہتے ہیں۔

۲۔ تاوان میں دی جانے والی چیز:
اگر ایک چیز مثلی ہو، یعنی اس کا مثل دستیاب ہو تو اس کا تاوان مثل کی صورت میں بھرا جائے گا حضرت ابن مسعودؓ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ اونٹنی یا گائے کے بچوں کو ہلاک کرنے پر ان کے تاوان میں اونٹنی یا گائے کے ان ہی جیسے بچے دیے جائیں ۵؎ اگر ضائع ہونے والی چیز مثلی نہ ہو تو اس کی قیمت بطور تاوان ادا کی جائے گی اس پر سب کا اجماع ہے۔

۳۔ جن صورتوں میں حضرت ابن مسعودؓ نے تاوان بھرنے کا فیصلہ دیا وہ درج ذیل ہیں۔
قتل عمد میں مقتول کا تاوان دیت کی صورت میں ادا کیا جائے گا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز۔ ب)
ایسے زخموں کا تاوان جن کا قصاص نہیں ہوتا (دیکھئے لفظ جنایہ فقرہ ۶، جز۔ ب، **فقرہ ۲، جز۔** ج)
قصاص کے اپنی حد سے تجاوز کر جانے کی صورت میں پہنچنے والے نقصان کا تاوان (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز۔ الف، فقرہ ۴)
اس لونڈی کا تاوان جس کے ساتھ منہ کالا کیا گیا ہو (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۳، جز د)
محرم کے شکار یا حرم میں شکار کا تاوان (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۲، جز۔ د، فقرہ ۴)

ضیافہ: مہمان نوازی

مہمان کے لئے میزبان کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے چلے جانا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تھا کہ تین قسم کے انسان حاکم ہوتے ہوں۔ پھر آپ نے ان میں سے ایک کا ذکر اس طرح کیا: "وہ شخص جس کے گھر دوسرے لوگ آئیں، یہ لوگ اس کی اجازت کے بغیر نکل نہیں سکتے، جب تک تم اس کے گھر میں رہو گے وہ تم پر حاکم ہو گا" ۱؎

حوالہ جات

(باب الفساد)

۱۔ عبدالرزاق ص ۴۴۱ جلد اول
۲۔ المحلی ص ۱۹۷ جلد سوم، المغنی ص ۱۲۷ جلد دوم
۳۔ آثار ابی یوسف رقم ۲۴۷
۴۔ موسوعہ فقہ عمر لفظ ضربیہ
۵۔ المحلی ص ۱۴۱ جلد ہشتم
۶۔ آثار ابی یوسف نمبر ۴۱۳

حرف الطاء
ط

طریق : راستہ، شارع

مسجد کو گزرگاہ بنا دینا (دیکھئے لفظ مسجد، فقرہ ۴، جز۔ ب)

طعام : کھانا، طعام

۱۔ کھانے میں تنوع :

حضرت ابن مسعودؓ کھانے میں غیر معمولی تنوع کو مکروہ سمجھتے تھے، ایک دفعہ آپ کہیں دعوت پر گئے۔ آپ کے سامنے ثرید (شوربے میں بھگوئی ہوئی روٹی) رکھا گیا. آپ نے کھالیا. پھر بھنا ہوا گوشت لایا گیا. آپ نے وہ بھی کھالیا پھر پھلوں کی باری آئی آپ نے وہ بھی کھائے. پھر آپ کے سامنے دلیہ لایا گیا، اس پر آپ نے فرمایا: "تم نے ثرید پیش کیا جسے ہم نے کھالیا. پھر بھنا ہوا گوشت لائے وہ بھی ہم نے کھالیا. اب یہ لے آئے ہو تم ریا کار لوگ ہو" آپ نے دلیہ نہیں کھایا ۱۔

۲۔ حلال اور حرام ماکولات :

ا۔ ایسے سمندری جانور جنہیں سمندر باہر پھینک دے. حضرت ابن مسعودؓ ایسے سمندری جانوروں کے گوشت کی اباحت کے قائل تھے جنہیں سمندر باہر پھینک دے۔ ۲

ب۔ بجو : آپ بجو کے گوشت کو مباح سمجھتے تھے ایک دفعہ آپ سے پوچھا گیا کہ آیا بجو شکار میں داخل ہے تو آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ کہا گیا کہ آپ اس کا گوشت کھالیں گے تو آپ نے پھر اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے بجو کے شکار کی جزا ایک مینڈھا مقرر کی تھی ۳۔

ج۔ گھوڑا : جمہور صحابہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت حلال ہے ابن جریج کہتے ہیں : "میں نے

عطاء بن ابی رباح سے گھوڑے کے گوشت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ تمہارے سلف ہمیشہ اس کا گوشت کھاتے رہے ہیں. میں نے مزید پوچھا کہ سلف یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام؟. انہوں نے اثبات میں جواب دیا" ؎

د۔ پنیر: آپ ایسے پنیر کا کھانا حلال سمجھتے تھے جس میں کسی مسلمان یا کتابی (یہودی یا نصرانی) کے ہاتھ کے ذبح شدہ جانور کا انفحہ (شیر خوار بچے کے معدے سے نکلا ہوا پنیر) شامل ہو۔ اگر کسی مجوسی یا مشرک کے ہاتھوں ذبح شدہ جانور کا انفحہ پنیر میں شامل ہوتا تو اس کا کھانا حلال نہیں سمجھتے تھے۔ آپ نے فرمایا: "جو پنیر مسلمان یا اہل کتاب تیار کریں اسے کھالو" ؎

ھ۔ مردہ مرغی کے پیٹ سے نکلا ہوا انڈہ: آپ مردہ مرغی کے پیٹ سے نکلنے والے انڈوں کو اس مردہ مرغی کا جز سمجھتے تھے. اس بنا پر ایسے انڈے نجس ہیں جن کا کھانا حلال نہیں۔ ؎

و۔ چوہا: چوہا کھانا حلال نہیں ہے۔ آپ سے چوہے کے متعلق پوچھا گیا جو گھی میں گر گیا تھا تو آپ نے فرمایا: "مردار کا خون اور گوشت دونوں حرام ہیں" ؎

ز۔ جو حلال جانور مشروع طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا کھانا حلال نہیں ہے (دیکھئے لفظ ذبح)

ح۔ مقررہ شرطوں کے مطابق کئے گئے شکار کا کھانا حلال ہے (دیکھئے لفظ صید)

ط۔ محرم کے شکار کا گوشت کھانا (دیکھئے لفظ. حج فقرہ ۶، جز د. فقرہ ۵)

ی۔ ہدی (قربانی کا جانور جسے قربانی کے لئے حرم میں لایا جائے) لیجانے والے کا ہدی کے گوشت اور قربانی دینے والے کا قربانی کے گوشت میں سے کھانا (دیکھئے لفظ حج. فقرہ ۱۳، جز۔ الف، فقرہ۔ ب) اور (لفظ ہی، فقرہ ۴) اور (لفظ اضحیہ فقرہ ۳)

۳۔ زکوۃ و عشر وصول کرنے والے کاشتکاروں کے لئے ان کی خوراک کی مقدار اجناس، چھوڑ دینا اور اس پر زکوۃ وصول نہ کرنا (دیکھئے لفظ زکاۃ. فقرہ ۱۰ جز۔ ج)

طفل : بچہ

ولادت سے لے کر بلوغت تک کے بچے کو طفل کہا جاتا ہے (دیکھئے لفظ صغیر)

طلاق : طلاق

حضرت ابن مسعودؓ کی آراء کی روشنی میں ہم اس موضوع پر درج ذیل نقاط کے تحت گفتگو کریں گے:۔

۱۔ تعریف ۲۔ طلاق دینے والا ۳۔ جس عورت کو طلاق ہو جائے ۴۔ طلاق کے الفاظ ۵۔ طلاق رجعی اور طلاق بائن ۶۔ طلاقوں کی تعداد ۷۔ طلاق سنت ۸۔ نکاح کی وجہ سے طلاق کا سقوط ۹۔ طلاق سر یعنی خفیہ طریقے سے طلاق دے دینا ۱۰۔ عیوب کی بنا پر میاں بیوی میں علیحدگی ۱۱۔ رجوع کرنا ۱۲۔ حلالہ کرنا ۱۳۔ مطلقہ کی عدت۔

۱۔ تعریف :

ملک نکاح کو زائل کر دینے کا نام طلاق ہے۔

۲۔ طلاق دینے والا :

طلاق دینے والے میں درج ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

ا۔ وہ طلاق پانے والی عورت کا شوہر ہو یا ایسا شخص جسے شوہر نے طلاق کا معاملہ سپرد کر دیا ہو یا بعض صورتوں میں وہ ولی ہو۔

۱) طلاق دینے والے کا شوہر ہونا اس لئے شرط ہے کہ نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہوتی ہے وہی اس کا باندھنے والا اور وہی کھولنے والا ہوتا ہے۔

۲) طلاق دینے والے کا ایسا شخص ہونا جسے شوہر نے طلاق کا معاملہ سپرد کر دیا ہو۔ شوہر کے لئے یہ جائز ہے کہ طلاق کا اختیار جو اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے کسی اور کے سپرد کر دے، یہ دوسرا شخص کبھی تو خود بیوی ہوتی ہے اور کبھی بیوی کے علاوہ کوئی اور ہوتا ہے۔ لیکن احکام کے لحاظ سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

طلاق کو بیوی کے سپرد کرنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ یا تو یہ بصورت تملیک ہوتا ہے۔ یا بصورت تخییر

۱) اگر تملیک کی صورت میں ہو تو اس کے الفاظ کچھ اس طرح ہوتے ہیں: "تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے" یا "میں نے تجھے طلاق کا مالک بنا دیا" یا اس قسم کا کوئی اور جملہ ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں بیوی کے لئے یا اس شخص کے لئے جسے طلاق کا معاملہ سپرد کر دیا گیا ہو ضروری ہوتا ہے۔ کہ وہ اسی مجلس میں لفظ طلاق اپنی زبان سے کہے. اگر اس مجلس سے اٹھ جائے تو تملیک ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اگر طلاق کا لفظ کہے تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر شوہر نے بیوی سے کہا کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے اور بیوی کچھ کہے بغیر اس جگہ سے اٹھ کھڑی ہو تو اس کا اختیار باقی نہیں رہتا" ؎ آپ نے یہ بھی فرمایا: "اگر شوہر نے اپنی بیوی کے طلاق کا معاملہ کسی اور کے سپرد کر دیا اور وہ شخص کوئی فیصلہ کئے بغیر اس جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تو اب یہ معاملہ اس کے ہاتھ میں باقی نہیں رہے گا" ؎

اگر بیوی نے اختیار ملنے کے بعد یا اس شخص نے جسے طلاق کا معاملہ سپرد کر دیا گیا ہو ایک یا دو یا تین طلاقیں دے دیں تو صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور شوہر کو اس سے رجوع کرنے کا حق ہو گا جب تک وہ عدت میں ہو. ایسی صورت میں شوہر کو نہ نیا عقد کرنا پڑے گا اور نہ ہی مہر کی نئی رقم مقرر کرنی پڑے گی جیب بن ابی ثابت کہتے ہیں: "ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اس عدل (جانور کی پیٹھ پر ایک طرف کا بوجھ) کو گھر کے اندر لے آئے تو تیری سوکن کا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے. بیوی نے وہ بوجھ اٹھا کر گھر میں داخل کر دیا اور پھر کہا کہ اسے (یعنی میری سوکن کو) طلاق ہے. یہ معاملہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے اس پر طلاق بائن واقع کر دی پھر حضرت ابن مسعودؓ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ حضرت عمر کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: "امیر المومنین. اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر قوام (حفاظت و نگہبانی اور ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار) بنایا ہے۔ عورتوں کو مردوں پر نہیں" اس پر حضرت عمرؓ نے پوچھا: "پھر تمہاری کیا رائے ہے؟" آپ نے فرمایا: "میرے خیال میں وہ ابھی اس کی بیوی ہے" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "میری بھی یہی رائے ہے" پھر حضرت عمر نے اسے ایک طلاق رجعی قرار دیا" ؎

ایک شخص نے آ کر حضرت ابن مسعودؓ سے عرض کیا: "میری بیوی اور میرے درمیان کچھ اسی طرح کی چپقلش پیدا ہو گئی جیسا کہ لوگوں کے درمیان ہوتی ہے میری بیوی کہنے لگی: "اگر میرا معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا جو اس وقت تمہارے ہاتھ میں ہے تو تمہیں پتہ چل جاتا کہ میں کیا کر گذرتی" یہ سن کر میں نے کہا کہ اچھا چلو میں تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں دیتا ہوں. یہ سن کر بیوی نے فوراً کہا کہ تمہیں تین طلاق! یہ سنکر حضرت ابن مسعودؓ نے کہا کہ میرے خیال میں یہ ایک طلاق ہے اور تمہیں رجوع کرنے کا حق حاصل ہے تاہم میں امیرالمومنین عمرؓ کے پاس جاتا ہوں اور ان سے مسئلہ پوچھتا ہوں، چنانچہ آپ چلے گئے اور حضرت عمرؓ سے سارا قصہ بیان کر دیا جسے سن کر آپ نے فرمایا: "اللہ مردوں کو سزا دے. یہ ایسے احمق ہیں کہ جو معاملہ ان کے ہاتھ میں ہے اسے عورتوں کے سپرد کر رہے ہیں اس عورت کے منہ میں مٹی پڑے۔ اچھا بتاؤ تم نے اسے کیا بتایا؟ حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا: "میں نے اس سے کہا کہ یہ ایک طلاق ہے اور اسے رجوع کا حق حاصل ہے" حضرت عمرؓ نے یہ سنکر فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔ اور اگر تم اس کے سوا کوئی اور رائے دیتے تو میں یہ سمجھتا کہ تمہاری رائے درست نہیں ہے" [۱۱] حضرت ابن مسعودؓ نے اس شخص کے متعلق جس نے اپنی بیوی کا معاملہ اس کے سپرد کر دیا تھا. فرمایا کہ یہ ایک طلاق ہو گی اور وہ اس عورت کا سب سے بڑھ کر حقدار ہو گا [۱۲] اس مسئلے کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ سے بہت سی روایتیں موجود ہیں۔

ب) اگر طلاق کا معاملہ بیوی کو بصورت تخییر (اپنے لئے جو چاہے پسند کر لینے کا اختیار) سپرد کیا ہو مثلاً شوہر نے بیوی سے یہ کہا ہو: "اپنی ذات کے لئے جو چاہو پسند کر لو" تو اسی مجلس کے دوران اور شوہر کے اس تخییر کو واپس لینے سے قبل اس اختیار کا پایۂ تکمیل تک پہنچانا ضروری ہے، اگر اس سے پہلے ہی شوہر تخییر سے رجوع کر لیتا ہے یا وہ اس جگہ سے اٹھ جاتی ہے تو پھر اس کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب شوہر اپنی بیوی کو اختیار دے اور بیوی اس اختیار کو پایہ تکمیل پہنچانے سے قبل اس جگہ سے اٹھ کھڑی ہو. تو اس کا اختیار ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر شوہر رجوع کر لے تو بھی اس کا

اختیار باقی نہیں رہے گا" [۱۳]

اگر شوہر نے اسے اختیار دیا لیکن وہ خاموش رہی تو اس کے سکوت سے کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر شوہر نے اسے اختیار دیا لیکن وہ خاموش رہی تو اس کی خاموشی درحقیقت شوہر کے ساتھ رہنے پر رضامندی کی نشانی ہے" [۱۴] اگر بیوی نے اختیار کے بعد اپنے شوہر کو ہی پسند کر لیا تو بھی کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ لیکن اگر اس نے اپنی ذات کو پسند کر لیا تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: اگر شوہر نے اسے اختیار دیا اور اس نے اپنی ذات کو پسند کر لیا (یعنی شوہر سے علیحدگی کو ترجیح دی) تو ایک طلاق (رجعی) واقع ہو گی اور شوہر اس کا سب سے بڑھ کر حقدار رہے گا، اور اگر وہ شوہر کو پسند کر لے تو پھر کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی [۱۵] ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے ایک شاذ روایت کی ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو اختیار دے دے اور بیوی اپنی ذات کو پسند کر لے تو ایک طلاق بائن ہو گی اور اگر شوہر کو پسند کرے گی تو ایک طلاق رجعی ہو گی جس میں شوہر کو رجوع کرنے کا پورا حق ہو گا [۱۶]

لیکن پہلا قول حضرت ابن مسعودؓ کا قول صحیح ہے۔ اگر شوہر نے بیوی کو تین طلاق دینے یا رشتہ ازدواج کو باقی رکھنے کا اختیار دیا اور بیوی نے ایک طلاق پسند کی تو اس صورت میں تین طلاقیں واقع ہوں گی اور شوہر نے اسے تین طلاقوں کا اختیار دیا اور اس نے ایک ہی دفعہ اس اختیار کو استعمال کیا تو اس پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر اسے تین طلاقوں کا اختیار مل گیا اور اس نے ایک طلاق پسند کی تو یہ تین طلاقیں ہوں گی [۱۷]"

اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہے کہ "پسند کر لو" بیوی خاموش رہے پھر اس سے یہی لفظ کہے اور بیوی پھر خاموش رہے۔ تیسری دفعہ یہی لفظ دہرانے پر بیوی اگر جواب میں کہے کہ "میں نے اپنی ذات کو پسند کر لیا ہے" تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک اس سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی [۱۸]

۳) ولی کا طلاق دینے والا ہونا مثلاً قاضی کا کسی عورت کو طلاق دینا یہ اس وقت ہو

گا جب اس کے لئے تمام ضروری شرطیں موجود ہوں گی۔

ب۔ طلاق دینے والا عاقل ہو۔ اس لئے اگر دیوانے نے طلاق دی تو اس کی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ رہی سکران یعنی نشہ میں مدہوش انسان کی طلاق۔ تو ہمیں اس کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا۔ البتہ ابن المنذر نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ سکران کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور اس مسئلے میں کسی صحابی نے حضرت عثمانؓ سے اختلاف نہیں کیا۔ لیکن ابن المنذر کی یہ بات درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ سے اس بارے میں اختلاف رکھنے والے صحابہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جن میں سب سے سربر آوردہ شخصیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے [19]

ج۔ وہ صاحب اختیار ہو۔ ہمیں اگرچہ مکرہ یعنی مجبور انسان کی طلاق کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ سے کوئی روایت ہاتھ نہیں آئی تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ فقہاء صحابہ اور ان میں ارباب فتویٰ کا قول یہ ہے کہ مجبور یعنی مکرہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ان میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ شامل ہیں اور ان حضرات کے زمانے میں کسی نے ان سے اس مسئلے میں اختلاف نہیں کیا [20] (دیکھئے لفظ اکراہ، فقرہ ۳، جز۔ ب)

د۔ بھول کر طلاق دینے والا۔ حضرت ابن مسعودؓ بھول کر طلاق دینے والے کی طلاق کو واقع کر دیتے تھے اس لئے کہ طلاق ایسا معاملہ ہے جس میں عام طور پر بھول نہیں ہوتی۔ آپ کا قول ہے: "بھول کر طلاق دینے والے کی طلاق واقع ہو جاتی ہے" [21]

ھ۔ ہنسی مذاق میں طلاق دینے والا۔ آپ خوش طبعی اور ہنسی مذاق میں طلاق دینے والے کی طلاق کو نافذ کر دیتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے: "جس نے ہنسی مذاق میں طلاق دے دی یا نکاح کر لیا تو اس کا یہ فعل درست ہو گیا" [22]

۳۔ مطلقہ: (جسے طلاق دی جائے)

الف۔ جس عورت کو طلاق دی جائے اس پر طلاق واقع ہو جاتی ہے خواہ وہ اس وقت طلاق دینے والے کے نکاح میں ہو جب وہ طلاق کا لفظ اپنی زبان سے ادا کر رہا ہو۔ یا بعد میں اس کا

نکاح میں آنے والی ہو بشرطیکہ اس نے عین اسی کو طلاق دی ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر کسی نے کسی عورت کے بارے میں اس سے نکاح کرنے سے پہلے یہ قسم کھائی کہ اگر میں اس عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق پھر اس نے قسم توڑ دی تو جب وہ اس سے نکاح کرے گا تو طلاق اس پر لازم ہو جائے گی ۲۳؎ آپ نے یہ بھی فرمایا: "کہ اگر کسی نے کہا، جس عورت سے بھی میں نکاح کروں اس پر طلاق ہے۔ تو اگر وہ عورت کے قبیلے کا ذکر نہ کرے اور عورت کا تعین نہ کرے تو اس کے اس فقرے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا" ۲۴؎ حضرت ابن عباسؓ کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت ابن مسعودؓ اس کے قائل ہیں کہ جب کوئی شخص ایسی عورت کو طلاق دے دے جس سے اس نے ابھی نکاح بھی نہیں کیا ہے تو یہ طلاق واقع ہو گی تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابن مسعودؓ کو غلطی لگ گئی ہے اللہ عزوجل کا ارشاد تو یہ ہے کہ (اذا نکحتم المومنات ثم طلقتموھن جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں طلاق دے دو)۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ "جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور پھر ان سے نکاح کر لو" ۲۵؎ جو شخص اپنی بیوی سے ایلاء کر لیتا ہے تو بیوی اس کی زوجیت میں رہتی ہے اس لئے ایلاء پر طلاق وارد ہو سکتی ہے۔ (دیکھئے لفظ ایلاء، فقرہ ۲)

ب۔ طلاق کی عدت کی انتہا تک زوجیت کا رشتہ باقی رہتا ہے اس لئے اگر اس نے اپنی مطلقہ بیوی کو عدت میں طلاق دے دی تو یہ طلاق واقع ہو جائے گی خواہ جو عدت وہ گزار رہی ہے وہ طلاق رجعی کی وجہ سے ہو یا بائن کی وجہ سے ۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "شوہر کی طلاق اس پر واقع ہو جائے گی جب تک وہ عدت میں ہو گی" ۲۶؎ خلع کی وجہ سے عدت گزارنے والی عورت کے متعلق آپ نے فرمایا کہ جب اس کا شوہر اسے طلاق دے گا تو یہ طلاق واقع ہو جائے گی (دیکھئے لفظ خلع، فقرہ ۴) اور (لفظ عدۃ، فقرہ ۳، جزء ط)

ج۔ لونڈی کو طلاق: اگر بیوی لونڈی ہو اور وہ فروخت کر دی جائے تو اس کی فروخت ہی اس کے لئے طلاق ہو گی۔ ہم اس پر مزید بحث کریں گے جب ہم صیغہ طلاق پر گفتگو کریں گے (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۴ جزء و)

لونڈی کا شوہر صرف دو طلاقوں کا مالک ہوتا ہے۔ خواہ وہ خود آزاد ہو یا غلام، اس

لئے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک طلاق کا اعتبار عورت کے لحاظ سے ہوتا ہے نہ کہ مرد کے لحاظ سے۔ آپ کا قول ہے۔ "طلاق اور عدت دونوں عورتوں کے لحاظ سے ہوتی ہیں۔"[۲۷] (دیکھئے لفظ رق فقرہ ۸. جز۔ ب)

۴۔ صیغہ طلاق یعنی طلاق کے الفاظ

متعدد الفاظ سے طلاق ہو جاتی ہے۔ ذیل میں اس کی تفصیل ہے۔

ا۔ صریح لفظ میں طلاق دینے سے۔ مثلاً شوہر اپنی بیوی سے کہے: "انت طالق. تجھے طلاق ہے" اس صورت میں ایک طلاق رجعی ہو گی. اگر اس نے ایک طلاق کا ذکر کیا یا عدد طلاق کو مطلق رکھا مثلاً یوں کہا. "انت طالق" تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو گی۔ اگر اس نے تین یا اس سے کم یعنی دو طلاقوں کا ذکر کیا تو اس پر تین یا دو طلاقیں (اس کے ذکر کئے ہوئے عدد کے بموجب) واقع ہو جائیں گی۔ یعنی اگر اس نے تین کا ذکر کیا تو اس پر تین طلاقیں واقع ہونگی اگر اس نے تین سے زائد کا ذکر کیا تو بھی اس پر تین ہی طلاقیں واقع ہوں گی۔ اور عورت اس سے مکمل طور پر بائن ہو جائے گی (یعنی اس کے بعد نہ تو وہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ ہی نئے سرے سے اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔ مترجم) اور جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے اس وقت تک اس کے لئے اس مرد کی طرف لوٹنا حلال نہیں ہو گا۔ ایک شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آ کر کہنے لگا میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ پھر تمہیں کیا مسئلہ بتایا گیا؟ اس نے جواب میں کہا کہ مجھے یہ بتایا گیا کہ وہ مجھ سے بائن ہو گئی. یہ سن کر آپ نے فرمایا: "مسئلہ بتانے والوں نے تم سے ٹھیک کہا ہے. جو شخص اللہ کے فرمان کے مطابق طلاق دے گا اس کے لئے اللہ نے درست طریقے کی وضاحت کر دی ہے اور جو شخص اپنے لئے کسی معاملے کو خلط ملط کر کے مشتبہ بنا دے گا ہم اس کے اشتباہ کو اس کے ساتھ ہی چپکا رہنے دیں گے۔" ایک شخص نے آپ سے کہا: "میں نے اپنی بیوی کو ننانوے بار طلاق دی ہے" آپ نے پوچھا کہ تمہیں اس کا کیا حکم بتایا گیا؟ اس نے جواب میں کہا: "مسئلہ بتانے والوں نے مجھے کہا کہ وہ مجھ پر حرام ہو گئی" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "دراصل مسئلہ بتانے والوں نے تم پر ترس کھانا چاہا ورنہ تین طلاق کی بنا پر وہ بائن ہو گئی اور بقیہ طلاقیں زیادتی شمار ہوں گی"[۲۸]

ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں۔ حضرت ابن مسعود نے اس سے پوچھا: "آیا تم نے ایک ہی فقرے میں یہ طلاقیں دیں؟" اس نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے پھر پوچھا: "کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری بیوی تم سے بائن یعنی علیحدہ ہو جائے؟" اس نے پھر اثبات میں جواب دیا، اس پر آپ نے فرمایا: "جس طرح تم نے کہا اسی طرح ہو گیا"[۲۹] ایک شخص نے اپنی بیوی کو ستاروں کی تعداد کے برابر طلاقیں دیں۔ آپ نے اس سے بھی درج بالا سوالات کئے اور جب اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: "جس طرح تم نے کہا اسی طرح ہو گیا"[۳۰]

ب۔ طلاق بالکنایہ: کنایات (لفظ بول کر اس سے ایسے معنی مراد لینا جس پر وہ صراحتاً دلالت نہ کرتا ہو۔) میں اصول یہ ہے کہ اس کے ذریعے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی البتہ طلاق دینے والا کنایہ کے ذریعے طلاق کی نیت کرے تو پھر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر عرف عام میں کنایہ کا کوئی لفظ طلاق کے لئے اس قدر بولا جاتا ہو کہ طلاق کے معنی پر اسکی دلالت صریح لفظ کی طرح ہو گئی ہو تو ایسی صورت میں نیت کے بغیر بھی اس لفظ کے بولنے پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس کی مزید تفصیل چند سطروں کے بعد آ رہی ہے۔

کنایہ کے کچھ الفاظ درج ذیل ہیں۔

۱) انت علی حرام (تو مجھ پر حرام ہے) اگر یہ فقرہ قسم کے معنی میں ادا کر رہا ہے ٹھیک اسی طرح جیسے کہ اللہ کے نام کی قسم کھائی جائے۔ اس پر کہنے والے پر قسم کا کفارہ واجب ہو گا۔ البتہ اگر اس نے یہ فقرہ کہہ کر اپنی بیوی کو طلاق دینے کی نیت کی ہو تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ اس لئے کہ کنایہ کے جتنے الفاظ ہیں ان سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "انت علی حرام کہہ کر اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو اس سے ایک طلاق واقع ہو گی اور وہ اس سے رجوع کرنے کا سب سے بڑھ کر حقدار ہو گا، اگر اس نے طلاق کی نیت نہیں کی تو یہ قسم ہو گی جس کا اسے کفارہ ادا کرنا ہو گا[۳۱] آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہوں گی[۳۲]

۲) وھبتک لاھلک (میں نے تجھے تیرے خاندان کو ہبہ کر دیا) اگر خاوند یہ فقرہ کہے اور بیوی کے خاندان والے بیوی کو قبول نہ کریں تو اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اور اگر قبول کر لیں تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی ۳۳؎ لیکن آیا یہ طلاق رجعی ہو گی یا بائن تو اس سلسلے میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایات میں اختلاف ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس سے ایک طلاق بائن واقع ہو گی۔ آپ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تجھے تیرے خاندان والوں کو ہبہ کر دیا، تو اگر خاندان والے اسے قبول کر لیں تو ایک طلاق بائن واقع ہو گی اور اگر قبول نہ کریں تو کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی" ۳۴؎ دوسری روایت میں ہے کہ یہ ایک طلاق رجعی ہو گی آپ نے ایسے ہی مسئلے میں فرمایا تھا: "اگر خاندان والے اسے قبول کر لیں تو ایک طلاق واقع ہو گی اور شوہر کو رجوع کرنے کا حق ہو گا. اگر قبول نہ کریں تو کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی ۳۵؎ لیکن اگر ہم اس مسئلے کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ کے مسلک کو ابراہیم نخعیؒ کی روایت کی روشنی میں دیکھیں (جبکہ ابراہیم نخعیؒ حضرت ابن مسعودؓ کے مسلک کو سب سے بڑھ کر جاننے والے تھے) کہ آپ کے نزدیک طلاق بائن صرف خلع یا تین طلاقوں کی صورت میں ہوتی تھی. ۳۶؎ تو ہمیں دوسری روایت زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے

۳) انت بائن (تو علیحدہ ہے) حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر شوہر انت بائن کہے تو یہ ایک طلاق ہو گی اور وہ رجوع کرنے کا حقدار ہو گا" ۳۷؎

۴) اعتدی (عدت گذار) اگر یہ لفظ کہہ کر طلاق کی نیت کرے گا تو ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی ۳۸؎

۵) انت بتہ (تو منقطع ہے) حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر شوہر نے بیوی کو یہ فقرہ کہا تو اس سے ایک طلاق واقع ہو گی اور وہ رجوع کرنے کا حقدار رہے گا ۳۹؎ آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہوں گی ۴۰؎۔ ہم اس پر فقرہ نمبر ۵ میں بحث کریں گے

ج۔ طلاق کو معلق کرنا۔ اگر شوہر نے بیوی کی طلاق کو کسی معین کام کرنے یا کسی خاص زمانے

کے ساتھ معلق کر دیا اور پھر وہ کام ہو گیا یا وہ زمانہ آ گیا تو طلاق واقع ہو جائے گی خواہ اس سے اس کی نیت طلاق کی ہو یا اس کام سے اسے روکنا مقصود ہو. حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر شوہر یوں کہے کہ میری بیوی نے اگر فلاں کام کیا تو اسے طلاق ہے. پھر بیوی نے وہ کام کر لیا تو اس سے ایک طلاق واقع ہو جائے گی اور اسے رجوع کرنے کا حق حاصل ہو گا" [۴۱]

د۔ لفظ خلع سے طلاق دینا (دیکھئے لفظ خلع فقرہ۔ ۳)

ھ۔ ایلاء میں مدت گذر جانے پر طلاق واقع ہونا (دیکھئے لفظ ایلاء، فقرہ۔ ۳)

و۔ شادی شدہ لونڈی کی فروخت کی وجہ سے طلاق واقع ہونا. حضرت ابن مسعودؓ کے رائے تھی کہ جب آقا اپنی شادی شدہ لونڈی کو فروخت کر دیتا ہے خواہ اس کی شادی اس کے اپنے کسی غلام سے ہوئی ہو یا کسی اور سے، اس کی فروخت اسکی طلاق بن جاتی ہے، آپ کا قول ہے: "لونڈی کی فروخت اس کی طلاق ہے" [۴۲] اس لئے کہ ارشاد باری ہے (والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم۔ اور پاک دامن عورتیں ماسوائے ان لونڈیوں کے جن کے تم مالک ہو) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آقا کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی لونڈی سے جنسی تلذذ حاصل کرے. لیکن آقا اپنا یہ حق اس صورت میں حاصل نہیں کر سکتا جب اس کی لونڈی شادی شدہ ہو. اس لئے طلاق کا وقوع ضروری ہو گیا تا کہ آقا جس نے اسے خریدا ہے اپنا حق حاصل کر سکے. اگر آقا خود اپنی لونڈی کا نکاح کرا دیتا ہے تو اس صورت میں وہ خود اس حق سے دستبردار ہو کر اپنا یہ حق اسکے شوہر کو دے دیتا ہے

ز۔ قاضی کی طرف سے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرانا۔ مثلاً قاضی ایک نامرد شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان سال بھر کی دی ہوئی مہلت گذر جانے کے بعد علیحدگی کرا دے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "نامرد کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی اگر وہ ہم بستری کر لے تو فبہا۔ ورنہ دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دی جائے گی" [۴۳] (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ۔ ۱۰) اسی طرح اگر زوجین لعان کریں، (دیکھئے لفظ لعان، فقرہ۔ ۵ جز۔ ب) یا زوجین میں سے ایک مرتد ہو جائے (دیکھئے لفظ ردۃ، فقرہ۔ ۳،

جز۔ ج) یا بیوی مسلمان ہو جائے اور شوہر نہ ہو ان تمام صورتوں میں قاضی یا اسلامی عدالت میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کا حکم جاری کر دے گی۔ ابن عبدالبر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ جب بیوی مسلمان ہو جائے اور شوہر نہ ہو یہاں تک کہ اس کی عدت گذر جائے تو دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی اور کسی نے اس مسئلے میں حضرت ابن مسعودؓ کا کوئی اختلاف نقل نہیں کیا ۴۴

۵۔ طلاق رجعی اور طلاق بائن:

دراصل ہر طلاق خواہ وہ صریح ہو یا کنایہ رجعی کی صورت میں واقع ہوتی ہے، البتہ خلع کی صورت میں ایک طلاق بائن ہوتی ہے۔ اور تین طلاقوں کی صورت میں سب سے بڑی طلاق بائن واقع ہوتی ہے یعنی طلاق مغلظہ واقع ہوتی ہے (جس میں طلاق دینے والے شوہر کے ساتھ اس وقت تک دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم نہیں ہو سکتے جب تک یہ مطلقہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے اور وہ اسے طلاق نہ دیدے۔ مترجم) حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک طلاق بائن صرف اسی وقت ہوتی تھی جب خلع ہو یا تین طلاق ہوں یا ایلاء ۴۵ ۔ اور لعان کی صورت میں علیحدگی ہو جائے (دیکھئے لفظ ایلاء، فقرہ۔ ۳) اور (لفظ لعان) امام ابو یوسفؒ نے اپنی کتاب اختلاف ابی حنیفہؒ مع ابن ابی لیلیٰ، میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر شوہر بیوی کو یہ کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے یا تو آزاد ہے یا تو بری ہے، یا تجھ سے قطع ہے، تو ان الفاظ سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اس بارے میں نہ ہم شوہر کو حلف دیں گے اور نہ ہی اس کے کسی قول کو تسلیم کریں گے"۔ اس روایت کو اس معنی پر محمول کیا جائے گا کہ لوگوں کو اچھی طرح علم تھا کہ ان الفاظ سے تین طلاقیں دی جاتی ہیں۔ اور یہ عرف عام اس بات کا قرینہ تھا کہ اس نے یہ الفاظ کہہ کر تین طلاقوں کا ارادہ کیا ہو گا۔ کیونکہ جو چیز عرفاً مشہور ہو وہ اس چیز کی طرح ہوتی ہے جو کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو۔ واللہ اعلم

۶۔ طلاق کی تعداد:

شوہر اپنی بیوی کو کتنی طلاقیں دینے کا اختیار رکھتا ہے اس کا انحصار بیوی کی حیثیت پر ہوتا ہے۔ اگر بیوی حرہ یعنی آزاد ہے تو شوہر کو اسے تین طلاقیں دینے کا اختیار ہوتا ہے لیکن اگر بیوی لونڈی ہو تو شوہر کو صرف دو طلاقوں کا اختیار ہوتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "طلاق اور عدت

عورتوں کی نسبت سے ہوتی ہے" ایک غلام نے اپنی منکوحہ کو دو طلاقیں دیں پھر وہ عورت آزاد ہو گئی تو آپ نے فرمایا: "اب یہ اس سے اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا جب تک یہ عورت کسی اور مرد سے نکاح نہیں کر لیتی" (اور پھر اس سے بھی طلاق نہیں لے لیتی) ۴۷ے اس لئے کہ عورت کو طلاق ہو جانے کے بعد آزادی ملی تھی۔

۷۔ طلاق سنت:

ا۔ طلاق سنت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو حالت طہر میں ایک طلاق دے جس میں اس نے اس کے ساتھ ہم بستری نہ کی ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جو شخص اللہ کے حکم کے مطابق اپنی بیوی کو طلاق سنت دینا چاہے تو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں ہم بستری نہ ہوئی ہو" ۴۸ے اس لئے کہ ارشاد باری ہے (یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن۔ اے نبیؐ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو ان کی عدت پر طلاق دو) حضرت ابن مسعودؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: "انہیں حالت طہر میں طلاق دو جس میں ہم بستری نہ ہوئی ہو" ۴۹ے اگر تین طلاقیں دینا چاہے تو ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق سنت دینا چاہے تو ہر طہر میں ایک طلاق دے اور عورت آخری طلاق پانے پر مزید ایک حیض کی عدت گزار لے" ۵۰ے اس کے سوا طلاق کی جو بھی صورت ہو گی وہ طلاق بدعت شمار ہو گی، جس کا مرتکب قابل مذمت ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جو شخص اللہ کے حکم کے مطابق طلاق دینا چاہے اس کے لئے اللہ نے طلاق دینے کا طریقہ بیان فرما دیا ہے اور جو اس کے خلاف کرے گا وہ بےشک کر لے، لیکن ہم تو اس کے خلاف کرنے کی طاقت نہیں رکھتے" ۵۱ے

ب۔ حاملہ کی طلاق۔ حضرت ابن مسعودؓ حمل کی حالت میں عورت کو طلاق دینا مکروہ سمجھتے تھے، آپ فرمایا کرتے "کوئی شخص اپنی بیوی کو حالت حمل میں طلاق نہ دے کہ پھر اللہ اسے شرمندہ کر دے" کیونکہ حمل کی وجہ سے نیز پیدا ہونے والے بچے کی دودھ چھڑانے تک رضاعت کی بنا پر وہ اس مطلقہ کے نان و نفقہ کا ذمہ دار ہے" ۵۲ے

ج۔ ایک لفظ میں تین طلاقیں دینا:۔ حضرت ابن مسعودؓ سے منقول روایات میں اس پر اتفاق

ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک لفظ میں تین طلاقیں دے مثلاً یوں کہے کہ "تجھے تین طلاق" تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی خواہ اس نے بیوی سے ہم بستری کرنے سے پہلے یہ کہا ہو یا ہم بستری کرنے کے بعد ۵۳۔

د۔ متعدد الفاظ کے ذریعے تین طلاقیں دینا۔ اگر وہ اپنی بیوی کو متعدد الفاظ کے ذریعے تین طلاقیں دے مثلاً یوں کہے: "تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق" تو ایسی صورت میں اگر اس نے ابھی ہم بستری نہیں کی ہے تو صرف ایک طلاق واقع ہو گی اس لئے کہ وہ پہلی طلاق ملنے کے ساتھ ہی بائن ہو جائے گی اور باقی دو طلاقیں ایسی عورت پر واقع ہوں گی جو اب اس کی بیوی نہیں رہی، کیونکہ ہم بستری نہ ہونے کی وجہ سے اس پر عدت واجب نہیں تھی جو شخص اپنی بیوی کو دخول یعنی ہم بستری سے پہلے ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دے دے اس کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اس پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ لیکن اگر اس نے پہلے ایک طلاق دی پھر دوسری اور پھر تیسری تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ اس لئے کہ وہ پہلی طلاق کے ساتھ ہی بائن ہو جائے گی ۵۴۔ لیکن اگر دخول یعنی ہم بستری ہو چکی ہو تو حضرت ابن مسعودؓ سے ایک روایت کے مطابق اس پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ علامہ شوکانی نے "نیل الاوطار" میں ابن مغیث سے ان کی کتاب "الوثائق" کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ ایسی صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی اس لئے کہ طلاق کے پیچھے دوسری طلاق نہیں آتی ۵۵۔

۸۔ نکاح کی وجہ سے طلاق کا سقوط۔

اگر کسی عورت کو ایک یا دو طلاقیں ہو جائیں اور عدت گزارنے کے بعد وہ کسی اور سے شادی کر لے اور وہاں بھی اسے طلاق ہو جائے اور وہ عدت گزار کر اپنے پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کر لے تو خاوند نئے سرے سے اسے تین طلاقیں دینے کا مالک ہو گا (حالانکہ پہلی مرتبہ دو یا ایک طلاق دینے کے بعد اسکو باقی ماندہ صرف ایک یا دو طلاقیں دینے کا حق رہ گیا تھا لیکن مطلقہ کی دوسری شادی کی وجہ سے پرانے شوہر کا تین طلاقوں کا حق بحال ہو گیا۔ مترجم) حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب کسی عورت کو ایک یا دو طلاقیں ہو جائیں اور وہ عدت گزار کر کسی اور سے نکاح کر لے پھر اسے وہاں سے بھی طلاق ہو جائے یا شوہر مر جائے اور وہ اپنے پہلے شوہر کے

پاس واپس آنا چاہے تو نئے نکاح اور نئی طلاق کے ساتھ واپس آئے گی" طلاق کے سقوط کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ مطلقہ کے دوسرے شوہر کا اس کے ساتھ دخول بھی ہوا ہو۔ اگر دخول یعنی ہم بستری کے بغیر اسے طلاق ہو جائے اور پھر وہ پہلے شوہر کے پاس آجائے تو نکاح کی صورت میں شوہر کا تین طلاقوں کا حق بحال نہیں ہو گا بلکہ وہ صرف باقیماندہ طلاقوں کا مالک ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "اگر دوسرا شوہر اس سے ہم بستری نہ کرے اور وہ طلاق لے کر پہلے شوہر کے پاس آجائے تو وہ باقیماندہ طلاقوں کے ساتھ واپس آئے گی"

۹۔ خفیہ طور پر طلاق دینا:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو خفیہ طور پر طلاق دے دے تو یہ جائز ہے، اگر خفیہ طور پر طلاق دے کر خفیہ طور پر رجوع کر لے تو یہ بھی جائز ہے لیکن اگر اس نے علانیہ طلاق دی ہو تو اسے رجوع بھی علانیہ کرنا ہو گا، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر خفیہ طور پر طلاق دے کر خفیہ طور پر رجوع کر لے تو یہ رجوع ہو گا۔ اور ہم بستری کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہو گا۔ لیکن اگر علانیہ طلاق دی ہو تو اپنے رجوع پر گواہ بنائے"

۱۰۔ عیوب یا نقائص کی بنا پر زوجین میں علیحدگی:

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ شوہر کی گلو خلاصی کے لئے اگرچہ طلاق کا راستہ موجود ہے لیکن اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ بیوی کے کسی نقص یا عیب کی وجہ سے اسے ٹھکرا دے یعنی نکاح توڑ دے۔ آپ کہا کرتے تھے: "کسی عیب کی وجہ سے آزاد اور شریف عورت کو ٹھکرایا نہیں جائے گا"

عورت چونکہ طلاق کی مالک نہیں ہوتی اس بنا پر شوہر میں کسی عیب یا نقص مثلاً قوت مردی کی کمی یا عدم موجودگی کی بنا پر وہ فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "عنین (ایسا شخص جو کسی بیماری کی وجہ سے بیوی سے ہم بستری کی قدرت نہ رکھتا ہو) اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اگر اس کے بعد وہ ہم بستری کرنے کے قابل ہو گیا تو فبہا ورنہ دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دی جائے گی" (دیکھئے لفظ عنہ، فقرہ۔ ۳)

۱۱۔ رجوع کرنا:

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق رجعی دے دے تو اس کے لئے (عدت کے اندر)

نکاح جدید کے بغیر رجوع کرنا حلال ہو گا۔ (دیکھئے لفظ رجعۃ)

۱۲۔ حلالہ کرنا:

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو وہ اس وقت تک اس سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کر لے اور پھر یہ شخص اسے طلاق نہ دے دے یا اس کی وفات نہ ہو جائے، پھر عدت گزرنے کے بعد اگر دونوں دوبارہ رشتہ از دواج قائم کرنا چاہیں تو ایسا کرنا درست ہو گا (دیکھئے لفظ تحلیل)

۱۳۔ مطلقہ کی عدت (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۔ ۳)

طلاق کی وجہ سے عدت گزارنے والی عورت کا نان و نفقہ (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۔ ۳، جز ۔ د)

طہارۃ: پاکی، پاکیزگی

۱۔ تعریف:

نجاست یا حدث دور کرنے کو طہارت کہتے ہیں۔

۲۔ طہارت کی قسمیں:

طہارت کی دو قسمیں ہیں۔ نجاست حسی (نظر آنے والی نجاست) سے طہارت اور نجاست معنوی سے طہارت ۔ حسی نجاست سے طہارت متعدد طریقوں سے حاصل ہوتی ہے (دیکھئے لفظ نجاسہ فقرہ ۔ ۳) اور معنوی نجاست سے وضوء یا غسل کے ذریعے طہارت حاصل ہوتی ہے (دیکھئے لفظ وضوء) اور (لفظ غسل) ۔ نماز اور طواف کعبہ کے لئے حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں سے پاک ہونا شرط ہے۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۔ ۴، جز ۔ الف) اور (لفظ حج، فقرہ ۔ ۷) تلاوت قرآن کے لئے حدث اکبر سے پاک ہونا شرط ہے (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۔ ۳، جز ۔ الف)

طواف: طواف

حج میں طواف (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۔ ۷، ۱۴، ۱۶)

حیض والی عورت سے طواف افاضہ ساقط نہیں ہوتا (دیکھئے لفظ حج فقرہ ۔ ۱۴)

قارن دو طواف کرے گا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ۔ ۷، جز۔ الف)

طیب : خوشبو

محرم کو خوشبو لگانے کی ممانعت (دیکھئے لفظ حج، فقرہ۔ ۶، جز۔ د، فقرہ۔ ۲)

میت کے جسم کے ان حصوں پر خوشبو لگانا جو سجدے کی حالت میں زمین پر لگتے ہیں۔ (دیکھئے لفظ موت، فقرہ۔ ۶)

حوالہ جات

حرف الطاء

۱۔ عبدالرزاق ص ۸۷ جلد گیارہ
۲۔ کشف الغمہ ص ۲۴۰ جلد اول
۳۔ کشف الغمہ ص ۲۴۳، جلد اول
۴۔ المحلی ص ۴۰۹ جلد ہفتم
۵۔ المجموع ص ۶۹ جلد نہم
۶۔ المجموع ۳۰۵ جلد اول
۷۔ المغنی ص ۶۰۹ جلد ہشتم
۸۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۷۹ جزاول جلد سوم
۹۔ سعید بن منصور ص ۳۸۱ جزاول جلد سوم، ابن ابی شیبہ ص ۲۳۹۔ ب جلد اول
۱۰۔ المحلی ص ۱۱۹ جلد دہم
۱۱۔ عبدالرزاق ص ۵۲۰ جلد دوم، سنن سعید بن منصور ص ۳۸۱ جزاول جلد سوم، سنن بیہقی ص ۳۴۷ جلد ہفتم
۱۲۔ سعید بن منصور ص ۳۷۶ جزاول جلد سوم، سنن بیہقی ص ۳۴۷ جلد ہفتم، ابن ابی شیبہ ص ۲۳۹ جلد اول، کشف المحلی ص ۹۷، ۱۰۱ جلد دوم، کنزالعمال نمبر ۲۷۹۰۰، المحلی ص ۱۱۷ جلد دہم، المغنی ص ۱۳۴، ۱۴۲، ۱۴۴ جلد ہفتم
۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۰ جلد اول، المحلی ص ۱۲۱ جلد دہم، المغنی ص ۱۴۷ جلد ہفتم
۱۴۔ ابن ابی شیبہ ۲۴۰ جلد دہم
۱۵۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۸۴، جزاول، جلد سوم ابن ابی شیبہ ص ۲۳۹۔ ب جلد اول، عبدالرزاق ص ۹ جلد ہفتم، سنن بیہقی ص ۳۴۵، ۳۴۶ جلد ہفتم، آثار ابی یوسف رقم ۶۳۳، المغنی ص ۱۴۹ جلد ہفتم، طرح التثریب ص ۱۰۴ جلد ہفتم، الام ص ۱۷۴ جلد ہفتم
۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۹۔ ب جلد اول
۱۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۰ جلد اول
۱۸۔ عبدالرزاق ص ۱۲ جلد ہفتم،
۱۹۔ المغنی ص ۱۱۵ جلد ہفتم، ابن ابی شیبہ ص ۲۳۷ ب جلد اول تفسیر قرطبی ص ۲۰۳ جلد پنجم، المحلی ص ۳۹۷ جلد نہم، ص ۲۰۹ جلد اول
۲۰۔ المغنی ص ۱۱۸ جلد ہفتم

۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۴ جلد اول
۲۲۔ عبدالرزاق ص ۱۳۲ جلد ششم. المغنی ص ۱۳۵ جلد ہفتم
۲۳۔ الموطا ص ۵۴۸ جلد دوم. کنزالعمال ۲۷۹۴۸
۲۴۔ الموطا ص ۵۸۵ جلد دوم. کشف الغمہ ص ۱۰۰ جلد دوم. سنن سعید بن منصور ص ۲۵۳ جزاول جلد سوم. اختلاف ابی حنیفہ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۱۰۳. عبدالرزاق ص ۴۲۰ جلد ششم. المحلی ص ۲۰۶ جلد دہم
۲۵۔ عبدالرزاق ص ۴۲۰ جلد ششم. المحلی ص ۲۰۵ جلد دہم
۲۶۔ سعید بن منصور ص ۳۴۶ جزاول جلد سوم
۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۱۔ ب جلد اول. عبدالرزاق ص ۲۳۷ جلد ہفتم. سعید بن منصور ص ۳۱۴ جزاول جلد سوم المغنی ص ۲۶۳ جلد ہفتم
۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ جلد اول. المحلی ص ۲۷۲ جلد دہم
۲۹۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ جلد ہفتم. ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ب جلد اول
۳۰۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ جلد ہفتم. عبدالرزاق ص ۳۴۳، ۳۴۵ جلد ششم
۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۰۔ ب. ۲۴۱ جلد اول. عبدالرزاق ص ۴۰۱ جلد ششم. سعید بن منصور ص ۳۹۴ جزاول جلد سوم. سنن بیہقی ص ۳۵۱ جلد ہفتم. المحلی ص ۱۲۵ جلد دہم. المغنی ص ۱۵۴، ۱۵۵ جلد ہفتم
۳۲۔ اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ ص ۱۸۶
۳۳۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۷۴ جزاول جلد سوم
۳۴۔ عبدالرزاق ص ۳۷۱ جلد ششم. المحلی ص ۱۲۸ جلد دہم
۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۱ جلد اول. سنن بیہقی ص ۳۴۸ جلد ہفتم. المغنی ص ۱۴۰ جلد ہفتم. الام ص ۱۷۴ جلد ہفتم
۳۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۴۱ جزاول جلد سوم
۳۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۰۔ ب جلد اول
۳۸۔ آثار ابن ابی یوسف رقم ۶۳۵. المحلی ص ۱۹۲ جلد دہم
۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۰ جلد اول
۴۰۔ اختلاف ابی حنیفہ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۱۸۶
۴۱۔ سنن بیہقی ص ۳۵۲ جلد ہفتم. کشف الغمہ ص ۹۹ جلد دوم
۴۲۔ سعید بن منصور ص ۳۸ جزدوم جلد سوم. عبدالرزاق ص ۲۸۰ جلد ہفتم. ابن ابی شیبہ ص ۲۴۲ جلد اول. کنزالعمال ۲۷۹۵۷. تفسیر ابن کثیر ص ۴۷۴ جلد اول
۴۳۔ سنن بیہقی ص ۲۲۶ جلد ہفتم
۴۴۔ نیل الاوطار ص ۳۰۶ جلد ششم
۴۵۔ سنن سعید بن منصور ۳۴۱ جزاول جلد سوم. الام ص ۱۷۴ جلد ہفتم
۴۶۔ اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ ص ۱۸۶

۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۱۔ ب جلد اول، عبدالرزاق ص ۲۳۷ جلد ہفتم، سعید بن منصور ص ۳۱۴، ۳۱۵ جز اول جلد سوم، المغنی ص ۲۶۳ جلد ہفتم

۴۸۔ عبدالرزاق ص ۳۰۶ جلد ششم، المحلی ص ۱۷۲ جلد دہم، المغنی ص ۹۸، ۹۹ جلد ہفتم

۴۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۳۔ ب جلد اول، عبدالرزاق ص ۳۰۳ جلد ششم، سنن بیہقی ص ۳۲۵ جلد ہفتم، تفسیر ابن کثیر ص ۳۷۸ جلد چہارم

۵۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴۔ ب جلد اول، سعید بن منصور ص ۲۵۶ جز اول جلد سوم، آثار ابی یوسف نمبر ۵۹۵، المحلی ص ۱۷۳ جلد دہم

۵۱۔ المحلی ص ۱۶۳ جلد دہم، المغنی ص ۱۰۲ جلد ہفتم

۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۸ جلد اول

۵۳۔ دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۴، جز ا، المغنی ص ۱۰۴ جلد ہفتم، المحلی ص ۱۷۵ جلد دہم، عبدالرزاق ص ۳۳۱، ۳۳۶ جلد ششم، ابن ابی شیبہ ص ۲۳۵۔ ب جلد اول، سعید بن منصور ص ۲۶۳ جز اول۔ جلد سوم

۵۴۔ سعید بن منصور ص ۲۶۳ جز اول جلد سوم، عبدالرزاق ص ۳۳۶ جلد ششم، المحلی ص ۱۷۵ جلد دہم، سنن بیہقی ص ۲۵۵ جلد ہفتم، اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ ص ۱۹۴، المغنی ص ۲۳۰ جلد ہفتم

۵۵۔ نیل الاوطار ص ۱۶ جلد ہفتم

۵۶۔ عبدالرزاق ص ۳۵۴ جلد ششم، المحلی ص ۲۵۰ جلد دہم

۵۷۔ عبدالرزاق ص ۳۵۴ جلد ششم

۵۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۷ جلد اول

۵۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۲ جلد اول

۶۰۔ سنن بیہقی ص ۲۲۶ جلد ہفتم

حرف الظاء
ظ

ظفر: ناخن

محرم کو ناخن کتروانے کی ممانعت (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۔ ٦۔ جز۔ د، فقرہ ۔ ۲)

ناخن کے ذریعہ ذبح کی عدم حلت (دیکھئے لفظ ذبح فقرہ ۔ ۴)

ظلم: ظلم

کسی ظالم سلطان سے خوف کے موقعہ پر دعا کرنا (دیکھئے لفظ دعاء، فقرہ ۔ ۳، جز۔ ھ)

ظالموں کے مددگاروں کے متعلق حکم (دیکھئے لفظ امارۃ، فقرہ ۔ ۴)

ظہر: زوال کے بعد کا وقت

ظہر کی نماز کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۔ ۵، جز۔ ج)

ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ادا کرنا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۔ ۴، جز۔ ھ) اور (لفظ حج، فقرہ ۔ ۱۰)

جمعہ پڑھنے والے سے ظہر کی نماز ساقط ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۔ ۱۵، جز۔ د)

جس شخص سے جمعہ کی نماز رہ جائے اس کا با جماعت ظہر کی نماز پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۔ ۱۵، جز۔ ل)

ظہر کی نماز کے بعد نوافل (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۔ ۱۹ جز۔ ک)

ظہر کی مؤکدہ سنتیں (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۔ ۱۹، جز۔ د)

حرف العین
ع

عاشوراء : محرم کی دسویں تاریخ

عاشورا کے دن کے روزے کی منسوخی (دیکھئے لفظ صیام. فقرہ - ۱۴. جز - ب)

عاقلہ : کسی شخص کے مذکر پدری رشتہ دار

دیت کا بوجھ اٹھانے میں عاقلہ کی شرکت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ - ۲. جز - ب. فقرہ - ۴)

عبد : غلام

غلام کے احکام (دیکھئے لفظ رق)

عتق : آزاد ہو جانا

غلامی کے دور ہونے کو عتق کہتے ہیں۔ (دیکھئے لفظ رق. فقرہ - ۷)

عجز. عاجز ہونا

عجز رخصت کی اباحت کے لئے ایک مشروع سبب ہے مثلاً محرم کا حج کا سفر جاری رکھنے سے عاجز ہو جانا (دیکھئے لفظ احصار. فقرہ - ۲) یا غسل یا وضو کے لئے پانی کے استعمال سے عاجز ہونا (دیکھئے لفظ تیمّم. فقرہ - ۵) یا نمازی کا قیام کرنے سے عاجز ہونا (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ - ۱۳) اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے (جب میں تمہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو تم حسب استطاعت وہ حکم بجالاؤ)

عجوز. بوڑھی عورت

بوڑھی عورت کا نماز پڑھنے کی غرض سے باہر نکلنا مکروہ نہیں (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ - ۱۴ جز - الف فقرہ - ۳)

بوڑھی عورت اپنی لمبی چادر (جلباب) اتار سکتی ہے (دیکھئے لفظ حجاب. فقرہ۔ ۱)
نماز میں بوڑھی عورتوں کی صف عورتوں میں سب سے آگے ہونی چاہئے (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ۔ ۱۴. جز۔ د فقرہ۔ ٦)

عدالہ: کسی شخص کا عادل ہونا

گواہی قابل قبول ہونے کے لئے عدالت کی شرط (دیکھئے لفظ شہادۃ. فقرہ۔ ۲. جز۔ ب)
مسلمان کے اندر اصل کے لحاظ سے صفت عدالت ہوتی ہے (دیکھئے لفظ شہادۃ. فقرہ۔ ۲. جز۔ د)

عدۃ: عدت

۱۔ تعریف:

عورت کا اپنے شوہر کی وفات یا طلاق ہو جانے پر ایک خاص مدت تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھنا عدت ہے

۲۔ عدت گذارنے والی عورت:

ا۔ آزاد عورت اور لونڈی کی عدتوں میں فرق ہے۔ لونڈی کی عدت آزاد عورت کی عدت کا نصف ہے۔ ابراہیم نخعی ؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے: "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ لونڈی کی سزا آدھی ہو اور اس کی رخصت آدھی نہ ہو" [1] اور آپکا یہ بھی قول ہے: "طلاق اور عدت عورتوں کی نسبت سے ہوتی ہے" [2]

اگر آقا مر جائے تو ام ولد کی عدت (دیکھئے لفظ رق. فقرہ۔ ٦. جز۔ ھ)

ب۔ حاملہ اور غیر حاملہ عورتوں کی عدتوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔ حاملہ عورت کی عدت، خواہ اسے طلاق ہوئی ہو یا شوہر مر گیا ہو، کی انتہا وضع حمل پر ہی ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے (واولات الا حمال اجلھن ان یضعن حملھن اور حاملہ عورتوں کی (عدت کی) مدت یہ ہے کہ انکا وضع حمل ہو جائے) حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے: "ہر حاملہ کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے رحم میں پائے جانے والے بچے کو جنم دے دے" [3] جو لوگ اس بات کے قائل نہیں تھے آپ ان سے بحث کرتے ہوئے پوچھتے: "اگر چار مہینے دس دن سے

پہلے اس کا وضع حمل ہو جائے تو تم کیا کہو گے؟ وہ کہتے کہ "چار ماہ دس دن گذرنے تک وہ عدت میں رہے گی" آپ پھر پوچھتے: "اگر وضع حمل سے پہلے چار ماہ دس دن گذر جائیں تو تمہارا کیا فتویٰ ہو گا"؟ وہ کہتے کہ "وضع حمل تک وہ عدت میں رہے گی" اس پر آپ فرماتے: "تم اس کے لئے عدت کی مدت بڑھانے کے قائل ہو لیکن عدت کی مدت میں کمی کی جو اسے چھوٹ مل رہی ہے اس کے تم قائل نہیں ہو. سنو سورۃ طلاق (جس میں عدت کی مدت وضع حمل مقرر کی گئی ہے) سورہ نساء (جس میں عدت کی مدت چار مہینے دس دن ہے) کے بعد نازل ہوئی تھی" کہ جب حضرت ابن مسعودؓ سے کہا گیا کہ حضرت علیؓ حاملہ عورت کی عدت کی انتہا کے بارے میں ابعد الاجلین (دو میں سے زیادہ لمبی مدت) کے قائل تھے، یعنی وضع حمل یا چار ماہ دس دن۔ تو آپ فرماتے: "جو شخص چاہے میں اس کے سامنے یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ سورہ طلاق کی یہ آیت (واولات الا حمال اجلھن ان یضعن حملھن) سورہ نساء کی اس آیت (والذین یتو فون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا۔ تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو یہ بیویاں اپنے آپ کو چار مہینے دس دن تک انتظار میں رکھیں) کے بعد نازل ہوئی ہے" [۵] آپ کی مراد اس سے یہ ہے کہ سورہ طلاق کی آیت بعد کی آیت ہے اس لئے اس سے پہلے کی آیتوں کے عموم پر عمل کے مقابلے میں اس آیت پر عمل مقدم ہو گا اور ان آیتوں کا عموم اس آیت کی بنا پر خصوص سے بدل جائے گا

۳۔ طلاق کی عدت:

۱۔ ایسی عورت جسے ہم بستری سے قبل ہی طلاق مل گئی ہو۔ اس پر کوئی عدت واجب نہیں، اس پر سب کا اجماع ہے ارشاد باری ہے (یا ایھا الذین آمنوا اذا نکحتم المومنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعدونھا۔ اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں ہو گی جو وہ گذاریں)

اگر بیوی شوہر کے ساتھ ایسی جگہ یکجا ہو جائے جہاں ان کی خلوت میں کوئی شخص مخل نہ

ہو سکتا ہو تو ایسی صورت میں عورت کو مدخول بھا (جس کے ساتھ ہم بستری ہو چکی ہو) تصور کیا جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب پردے لٹکا دئے جائیں اور دروازے بند کر دیئے جائیں تو مہر کی پوری رقم بھی واجب ہو جائے گی اور پوری عدت بھی" ۷

ب۔ ایسی عورت جسے ہم بستری کے بعد طلاق ملی ہو وہ یا تو حاملہ ہو گی یا غیر حاملہ۔

۱) اگر حاملہ ہو گی تو اس کی عدت وضع حمل ہو گی جیسا کہ پہلے گذر چکا (دیکھئے لفظ عدة، فقرہ ۲، جز۔ ب)

اگر غیر حاملہ ہو گی تو اسے حیض آتا ہو گا یا سن یاس کو پہنچنے کی وجہ سے حیض نہیں آتا ہو گا۔

۲) اگر حیض آتا ہو گا تو اس کی عدت تین قروء (حیض) ہے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد باری ہے (والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء۔ ایسی عورتیں جنہیں طلاق ہو گئی ہو وہ تین قروء تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں گی) قروء سے یہاں مراد حیض ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "طلاق یافتہ عورت کو اگر حیض آتا ہو تو وہ تین حیض تک عدت گزارے گی۔ ۸

اگر کسی عورت کو طلاق ملنے کے بعد ایک یا دو حیض آئے اور پھر بند ہو گئے تو وہ اس وقت تک عدت میں رہے گی جب تک اسے حیض سے مایوسی نہ ہو جائے (یعنی سن یاس کو نہ پہنچ جائے)

حضرت ابن مسعودؓ سے ایک روایت یہ ہے ۹ آپ نے فرمایا: "طلاق یافتہ عورت کی عدت کا حساب حیض کے ذریعے کیا جائے گا" پوچھا گیا: "اگرچہ یہ طویل ہی ہو جائے" تو آپ نے فرمایا: "اگرچہ یہ طویل ہی ہو جائے" ۹ علقمہ بن قیس نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دے دیں، اسے ایک یا دو حیض آئے پھر بندش ہو گئی اور یہ بندش سترہ یا اٹھارہ مہینوں تک جاری رہی، ایک روایت میں سولہ مہینوں تک جاری رہی، پھر اس کی وفات ہو گئی۔ جب انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے اس کی میراث کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس کی میراث روک رکھی تھی"

پھر آپ نے علقمہ کو اس کی بیوی کی میراث میں سے حصہ دلایا۔ [۱۰]

آپ سے ایک اور روایت ہے جس کے مطابق مطلقہ کو جب ایک یا دو حیض آنے کے بعد بندش ہو جائے تو مطلقہ ایک سال تک انتظار کرے گی اگر اس دوران اسے حیض نہ آئے تو وہ تین مہینے اور عدت گزارے گی اور اس کے ساتھ ہی اس کی عدت ختم ہو جائے گی، آپ نے فرمایا: "عورت کو جب طلاق ہو جائے اور لوگ یہ سمجھ لیں کہ حیض کی بندش ہو گئی ہے تو وہ ایک سال تک انتظار کرے گی اگر اس دوران اسے حیض نہ آئے تو وہ ایک سال کے بعد تین ماہ عدت کے دن گزارے گی۔ اگر تین ماہ کے دوران حیض آ جائے تو وہ حیض کے حساب سے عدت کی مدت پوری کرے گی۔ اگر ایک سال اور تین ماہ گزارنے کے بعد اسے حیض آ جائے لیکن حیض مکمل نہ ہو تو جلد بازی نہ کی جائے یہاں تک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی حیض کی مدت پوری ہوتی ہے یا نہیں؟ [۱۱]

۳) اگر مطلقہ عورت کو حیض کی بندش ہو تو وہ عدت تین ماہ گذارے گی۔

۴) طلاق سنت کی عدت: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو سنت طریقے سے طلاق دے یعنی ہر طہر میں ایک طلاق اگر اسے حیض آتا ہو یا ہر ماہ ایک طلاق اگر اسے حیض نہ آتا ہو تو وہ اپنی عدت کی مدت کی بنیاد پہلی طلاق پر رکھے گی [۱۲] یعنی وہ پہلی طلاق کے بعد سے عدت شروع کرے گی، جب اسے دوسرے طہر میں دوسری طلاق مل جائے گی تو اس کی عدت جاری رہے گی اور اس کے لئے دو حیضوں یا دو مہینوں کا حساب کیا جائے گا، پھر جب اسے تیسرے طہر میں تیسری طلاق مل جائے گی تو وہ صرف ایک حیض اور گزارے گی اور اس کے بعد اس کی عدت ختم ہو جائے گی، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب کوئی شخص اپنی بیوی کو سنت طریقے سے تین طلاقیں دینا چاہے تو ہر طہر میں ایک طلاق دے گا اور آخری طلاق کے بعد وہ مزید ایک حیض کی عدت گزارے گی" [۱۳]

ج۔ عدت کب شروع ہوگی اور کب ختم ہوگی: شوہر کے لفظ طلاق کہنے کے ساتھ ہی عدت شروع ہو جائے گی خواہ مطلقہ کو اس کا علم ہو یا نہ ہو [۱۴] اور تیسرے حیض کا غسل کرنے کے ساتھ اس کی عدت کی انتہا ہو جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "شوہر اس کا سب سے بڑھ کر حقدار ہو گا جب تک وہ تیسرے حیض سے غسل نہ کر لے" [۱۵]

د۔ طلاق کی وجہ سے عدت گزارنے والی عورت کا نان ونفقہ اور رہائش، حضرت ابن مسعودؓ سے منقول روایات کا اس پر اتفاق ہے کہ خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن [۱۶] ہر صورت میں عدت گزارنے والی مطلقہ کو نان ونفقہ اور رہائش کی سہولتیں ملیں گی [۱۷]

حضرت ابن مسعود مطلقہ عورت کے لئے عدت کے دوران گھر سے نکلنا حرام قرار دیتے تھے اور شوہر کو یہ حق دیتے تھے کہ وہ اسے گھر سے نکلنے سے روک دے خواہ عورت طلاق مغلظہ کی عدت کیوں نہ گذار رہی ہو. ایک شخص نے آپ سے کہا "میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ صبح ہوتے ہی اپنے خاندان والوں کے پاس چلی گئی" آپ نے فرمایا: "مجھے اگر اس کا دین ایک یاد و خرما کے بدلے میں مل جائے تو بھی اس سودے سے خوشی نہیں ہوگی" [۱۸] ایک شخص آپ کے پاس آکر کہنے لگا: "میں نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں لیکن اس نے اپنے گھر میں عدت گزارنے سے انکار کر دیا ہے" آپ نے فرمایا: "اسے جانے نہ دو" اس نے کہا "کہ وہ تو جانے پر اڑی بیٹھی ہے" آپ نے فرمایا کہ اسے زنجیروں سے باندھ دو۔ اس نے جواب میں کہا کہ اس کے موٹی گردنوں والے بھائی ہیں (جن سے میں ڈرتا ہوں)۔ اس پر آپ نے اسے مشورہ دیا کہ حاکم کے پاس جا کر اس کے خلاف چارہ جوئی کرو [۱۹]

ھ۔ عنین (مرض وغیرہ کی بنا پر ہم بستری پر قدرت نہ رکھنے والے شخص) کی بیوی کی عدت:

حضرت ابن مسعودؓ نے عنین کی بیوی کے متعلق فیصلہ دیا تھا کہ وہ ایک سال تک انتظار کرے، اگر اس کے بعد بھی اس کا شوہر ہم بستری نہ کر سکے تو وہ مطلقہ عورت کی طرح عدت گذارے [۲۰]

و۔ خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت (دیکھئے لفظ خلع، فقرہ ۴)

ز۔ اس عورت کی عدت جس سے اس کا شوہر ایلاء کر لے (دیکھئے لفظ ایلاء، فقرہ ۵)

ح۔ مرتد کی بیوی کی عدت (دیکھئے لفظ ردۃ، فقرہ ۳، جز۔ د)

اور (لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ الف، فقرہ ۳)

ط۔ عدت کے دوران طلاق: حضرت ابن مسعودؓ عدت گذارنے والی عورت کو عدت کے دوران بیوی کی حیثیت دیتے تھے، اس لئے اگر اس کا شوہر عدت کے دوران، خواہ یہ

طلاق رجعی کی عدت ہو یا بائن کی، طلاق دے دے تو یہ طلاق واقع ہو جائے گی، اسی طرح اگر خلع حاصل کرنے والی عورت کو اس کی عدت کے دوران طلاق دی جائے تو یہ طلاق بھی واقع ہو جائے گی [۲۱] (دیکھئے لفظ خلع فقرہ ۴) اور (لفظ طلاق فقرہ ۳، جز۔ ب)

ی۔ مطلقہ اور اس کے شوہر کے درمیان، جب تک وہ عدت میں ہو، توارث کا اجرا (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۲ جز ب)

۴۔ شوہر کی وفات پر عدت:

جس عورت کا شوہر وفات پا جائے وہ یا تو حاملہ ہو گی یا غیر حاملہ۔

ا۔ اگر حاملہ ہو گی تو وضع حمل کے ساتھ اس کی عدت کی انتہا ہو جائے گی جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۲، جز۔ ب)

ب۔ اگر غیر حاملہ ہو گی تو وہ چار مہینے دس دن کی عدت گذارے گی خواہ مرحوم شوہر کے ساتھ ہم بستری کی نوبت آئی ہو یا نہ آئی ہو اس لئے کہ عورت پر عدت واجب کرنے اور اسے پورے مہر کا مستحق بنانے میں شوہر کی موت ہم بستری کے قائم مقام ہو جائے گی۔

آپ سے ایک شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا لیکن نہ مہر مقرر کیا اور نہ ہی دخول یعنی ہم بستری کی اور وفات پا گیا، یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے لوگ جب کئی دفعہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: "میں اس مسئلے میں اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دے رہا ہوں اگر فتوی درست ہو گیا تو یہ اللہ کی طرف سے ہو گا اور اگر غلط ہو گیا تو یہ میری طرف سے اور شیطان کی جانب سے ہو گا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہونگے، اس عورت کو پورا مہر ملے گا" ایک روایت میں ہے کہ "اسے مہر مثل ملے گا نہ اس میں کمی ہو گی نہ بیشی اور اسے میراث بھی ملے گی" یہ سن کر حضرت معقل بن یسار کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بروع بنت واشق کے متعلق یہی فیصلہ دیتے ہوئے سنا ہے" یہ سن کر حضرت ابن مسعودؓ کو انتہائی مسرت ہوئی [۲۲]

ج۔ عدت وفات کی ابتدا: شوہر کی وفات کی گھڑی کے ساتھ ہی عدت کی گھڑی شروع ہو جائے

گی حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس موجود نہ ہو (کہیں سفر وغیرہ پر گیا ہو) پھر اس کی وفات ہو جائے یا وہ اسے طلاق دے دے تو اس کی عدت اسی دن سے شروع ہو جائے گی جس دن اس کی وفات ہوئی یا اسے طلاق دی گئی"[۲۳]

د ۔ سکونت اور نان و نفقہ:

۱) سکونت: جس عورت کا شوہر مر جائے اسے رہائشی سہولت دینا واجب ہے اور میت کے اولیا کو اسے اس کے شوہر کے گھر سے نکالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور بیوہ کے لئے بھی اس گھر سے منتقل ہونا حلال نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے (لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینہ ان عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو، اور یہ عورتیں خود بھی نہ نکلیں الا یہ کہ یہ کسی صریح بد چلنی کی مرتکب ہوں) حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جس عورت کا شوہر وفات پا گیا ہو وہ (عدت کے دوران) اپنے گھر سے کسی اور جگہ منتقل نہیں ہوگی"[۲۴] عدت کے دوران جس طرح اس کا گھر سے کسی اور جگہ منتقل ہو جانا حلال نہیں ہے اسی طرح گھر سے باہر رات گذارنا بھی حلال نہیں ہے۔

ضرورت کے تحت اس کا گھر سے باہر جانا جائز ہے لیکن اس صورت میں بھی رات گھر میں گزارنا ضروری ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب عورت عدت وفات یا عدت طلاق گذار رہی ہو تو اس کے لئے اسی میں بھلائی ہے کہ جو رات بھی گذرے۔ وہ گھر میں گزرے"[۲۵] حضرت ابن مسعودؓ کے زمانے میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ہمدان کے علاقے کی کچھ عورتوں کے خاوند قتل ہو گئے۔ انہوں نے گھر سے نکلنے کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھا تو آپ نے انہیں فرمایا: "دن کے وقت باہر نکلا کرو تاکہ ایک دوسرے کی دل جوئی ہو جائے۔ لیکن جب رات ہو جائے تو رات اپنے اپنے گھروں میں گزارو"[۲۶] عدت کے دوران حج یا عمرہ پر جانے والی خواتین کو آپ نے واپس کر دیا تھا۔[۲۷]

۲) نان ونفقہ: عدت وفات گزارنے والی بیوہ نفقہ کی اسی وقت مستحق ہوگی جبکہ حاملہ ہوگی ایسی صورت میں میت کے کل ترکہ سے وضع حمل تک اس کے اخراجات ادا کئے جائیں گے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جس عورت کا خاوند مر گیا ہو اور وہ حاملہ ہو تو اس کا نان

ونفقہ میت کے کل مال سے دیا جائے گا" [۲۸]

ھ ۔ الاحداد : بناؤ سنگھار کو ترک کر دینے کا نام احداد ہے۔ عدت گزارنے والی عورت پر ترک زینت واجب ہے۔ نافع کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن مسعودؓ کی وفات ہو گئی تو آپ کی بیوی صفیہ کو عدت کے دوران آنکھوں کا عارضہ لاحق ہو گیا وہ اپنی آنکھوں میں ایلوے کے قطرے ٹپکایا کرتی تھیں [۲۹] کیونکہ ایلوے کے قطروں کو بناؤ سنگھار سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔

عذر : معذوری

معذور کا وضو (دیکھئے لفظ استحاضہ)

عرس : زفاف، ولیمہ کا کھانا

شادی، ولیمہ کے موقعہ پر گانے وغیرہ کی اجازت (دیکھئے لفظ غناء)

عرفہ : عرفات۔ ذوالحج کی نویں تاریخ

حج میں وقوف عرفہ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱)

عرفہ کے دن صبح کی نماز کے بعد سے تکبیر تشریق کہنا (دیکھئے لفظ تکبیر، فقرہ ۲)

عرفات میں جانے کے لئے غسل کرنا (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۲، جز۔ ج) اور لفظ حج، فقرہ ۹)

عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا کرنا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۴، جز۔ ھ)

عزل : عزل کرنا

۱ ۔ تعریف :

مرد کے مادہ تولید کو عورت کے رحم تک پہنچنے سے روک دینا عزل کہلاتا ہے۔

۲ ۔ عزل کا حکم :

عزل کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ سے منقول روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عزل مباح ہے آپ سے عزل کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "اگر اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کی پشت سے نکال کر کسی روح سے عہد ازل لیا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے پیدا کرے گا خواہ مادہ تولید کسی چٹان پر کیوں نہ گراؤ۔ اس لئے اگر تم پسند کرو تو عزل کر لو اور چاہو تو عزل نہ کرو" [۳۰]

عزل کے متعلق آپ سے ایک مرتبہ اور پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "اگر تم ایسا نہ کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں، جس نطفہ سے اللہ نے عہد الست لیا ہے وہ اگر کسی چٹان پر ہوتا تو بھی اللہ اس میں روح پھونک دیتا [۳۱] آپ خود بھی عزل کرتے تھے [۳۲]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ عزل کو مکروہ سمجھتے تھے۔ بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ عزل کر لوں یا مادہ تولید کو رحم میں ٹپکا دوں تاہم اس گھر کے مالک یعنی عبد اللہ بن مسعودؓ عزل کو مکروہ سمجھتے تھے" [۳۳] حضرت ابن مسعودؓ سے ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "عزل ایک طرح کی مخفی مؤدۃ (زندہ دفن کرنا) ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عزل مؤدت صغریٰ [۳۴] ہے (زمانہ جاہلیت میں عرب کے بعض قبائل میں یہ بری رسم تھی کہ لڑکی پیدا ہوتی تو اسے زندہ دفن کر دیتے اسے واد یا مؤدت کہا جاتا ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے اپنے قول میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ مترجم)

اگر ہم عزل کی اباحت کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ کا قول لیں [۳۵] تو اس میں یہ ضروری ہو گا کہ حرہ یعنی آزاد عورت، کی صورت میں اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنا جائز نہیں ہو گا۔ البتہ اگر لونڈی ہو تو اس کی اجازت ضروری نہیں ہو گی حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "حرہ کی صورت میں شوہر اس سے مشورہ لے گا اور لونڈی کی صورت میں اس سے عزل کر سکتا ہے" [۳۶] ظاہر یہی ہے کہ آپ نے حرہ سے عزل کو مکروہ سمجھا ہے اور لونڈی سے عزل کو مباح قرار دیا ہے

عشاء۔ عشا کا وقت

عشاء کی نماز کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ز)

نماز عشاء میں کیا قرائت کی جائے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ و، فقرہ ۴)

عشاء کی مؤکدہ سنتیں (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ د)

مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ ل)

نماز عشاء کے بعد گفتگو کی مجلس (دیکھئے لفظ سمر)

عشر۔ دسواں حصہ

۱۔ تعریف:

عشر کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے:

اول: مملکت اسلامیہ کی حدود سے گذرنے والے مال تجارت سے سرکاری طور پر وصول کی جانے والی رقم پر

دوم: زرعی پیداوار کی زکوٰۃ پر جو مسلمانوں پر واجب ہوتی ہے۔

۲۔ عشر بمعنی اول کے متعلق ہمیں حضرت ابن مسعودؓ سے کوئی روایت ہاتھ نہیں آئی۔ اس لئے کہ اس عشر کا اختیار حکومت کے ہاتھ میں ہوتا اور اس کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ کی رائے وہی ہوتی جو امیرالمومنین کی ہوتی۔ کیونکہ امیرالمومنین کی نظر زیادہ وسیع ہوتی اور مسلمانوں کے مفادات کے متعلق ان کی معرفت زیادہ گہری ہوتی۔ اس لئے ہم یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بایں معنی عشر کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ کی رائے وہی تھی جو امیرالمومنین حضرت عمرؓ کی رائے تھی جنہوں نے اسلامی حکومت میں عشور کا نظام قائم کیا تھا [۳۰]۔

رہا عشر بمعنی ثانی تو اس کا ذکر ہم نے زکوٰۃ میں کیا ہے (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۷) اور (لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۱، جز۔ ج)

عصبہ: باپ کی طرف کے رشتہ دار

۱۔ تعریف:

کسی شخص کے مرد رشتہ داروں کو عصبہ کہتے ہیں جو اس کے باپ کی طرف سے ہوں۔ علمائے میراث عصبہ کا اطلاق ان وارثوں پر کرتے ہیں جو ذوی الفروض سے باقی رہ جانے والے ترکہ میں حصہ دار ہوتے ہیں۔

۲۔ عصبہ کے احکام:

عصبہ ہونے کی بنا پر وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ٦)

عصبہ سببی اور اسکی بنا پر وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ٦، جز۔ ب، فقرہ ۲)

نماز جنازہ پڑھانے میں عصبات پر امیرالمومنین کی تقدیم (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ١٦، جز۔ ب)

عصر: زمانہ، وقت عصر

نماز عصر کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵)

نماز عصر کے بعد نماز کا مکروہ ہونا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ی، فقرہ ۳)

صلاۃ وسطیٰ نماز عصر ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲)

عرفات میں نماز ظہر اور عصر کو یکجا ادا کرنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱)

عطاس : چھینک مارنا

نمازی کے لئے ضروری ہے کہ چھینک اور جمائی کو حتی الامکان اپنے سے دور رکھے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "نماز میں جمائی لینا اور چھینک مارنا شیطان کی وجہ سے ہے اس لئے تم اس سے اللہ کی پناہ مانگو" ۳۸؎ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۶ جز۔ ل)

عطیہ : عطیہ

اپنی زندگی میں کسی معاوضہ کے بغیر کسی کو اپنی کسی چیز کا مالک بنا دینا عطیہ کہلاتا ہے۔ اس میں ہبہ اور صدقہ دونوں شامل ہیں (دیکھئے لفظ ہبہ) اور (لفظ صدقہ)

عظم : ہڈی

ہڈی کو نقصان پہنچانے والا جرم اور اس پر عائد ہونے والی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز۔ الف، فقرہ ۳)

استنجاء میں ہڈی کا عدم استعمال (دیکھئے لفظ استنجاء، فقرہ ۲)

عفو : معاف کرنا، درگذر کرنا

مقتول کے اولیاء کا قصاص معاف کر دینا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۵، جز۔ الف)

قصاص معاف کر دینا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز۔ الف، فقرہ ۵)

دیت معاف کر دینا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶ جز۔ ب، فقرہ ۲)

حدود میں معافی دینا (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۳، جز۔ ب)

عقد : ہار

عورت کے گلے میں پڑے ہوئے ہار کو چھپانا (دیکھئے لفظ حجاب، فقرہ ۲)

عقوبہ : سزا

۱۔ تعریف:

کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی پر دنیاوی طور پر مقرر کی جانے والی سزاؤں کو عقوبت کہتے ہیں۔

۲۔ عقوبات کی چار قسمیں ہیں:

اول. حدود (دیکھئے لفظ حد) دوم تعزیرات (دیکھئے لفظ تعزیر) سوم قصاص (دیکھئے لفظ جنایہ فقرہ ۶. جز۔ الف) . چہارم تادیب

علاج : علاج کرنا

دیکھئے لفظ تداوی

علم : علم

ا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "علم کے اٹھ جانے سے پہلے اسے حاصل کر لو۔ اہل علم کا دنیا سے رخصت ہونا علم کا اٹھ جانا ہے۔ علم حاصل کرو کیونکہ کسی کو بھی نہیں معلوم کہ اسے اس کی کب ضرورت پڑ جائے۔ علم حاصل کرو لیکن غلو کرنے اور بال کی کھال نکالنے سے پرہیز کرو۔ اور تم قرآن مجید کو لازم پکڑو کیونکہ ایسے لوگ آنے والے ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت کریں گے لیکن اسے اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیں گے. ۳۹؎ (اس پر عمل پیرا نہیں ہوں گے. اس لئے تم قرآن مجید پر عمل پیرا رہنے کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ مترجم)

آپ کا یہ بھی قول ہے: "جب تک علم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اکابر سے حاصل ہوتا رہے گا اس وقت تک لوگوں کی دینی حالت درست رہے گی اور لوگ ایک دوسرے سے پیوست رہیں گے۔ لیکن جب علم چھوٹے لوگوں سے آئے گا تو ہلاکت میں پڑ جائیں گے" ۴۰؎

آپ نے یہ بھی فرمایا: "ایک شخص کوئی حدیث بیان کرتا ہے اسے ایسا شخص سن لیتا ہے جس کے پاس اس حدیث کے صحیح فہم کے لئے عقل کی کمی ہوتی ہے. نتیجۃً یہی حدیث اس کے لئے وبال بن جاتی ہے" ۴۱؎

ایک دفعہ آپ کا گذر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا آپ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: "اے واعظ. لوگوں کو مایوسی میں مبتلا نہ کر" ۴۲؎

آپ لوگوں کو ہمیشہ عالم دین کی ایذا رسانی سے ڈرایا کرتے تھے آپ فرماتے "جس شخص نے کسی فقیہ یعنی عالم دین کو ایذا پہنچائی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائی اور جس نے رسول اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائی اس نے گویا اللہ کو ایذا پہنچائی" ۴۳؎

قرآن کریم کی جن آیات کی تفسیر معلوم نہ ہو سکتی ہو ان میں غوطہ زنی نہ کرنا۔
(دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۷ جز۔ ب)

طلب علم میں رات دیر تک باتیں کرنا (دیکھئے لفظ سمر)

اہل حرفت کا اپنی حرفت کے متعلق احکام کی معرفت حاصل کرنا (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۳، جز۔ ج)

تحریم کے حکم سے لاعلم انسان پر حد کا جاری نہ ہونا (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵، جز۔ ج)

عالم کے اذان دینے کی کراہت (دیکھئے لفظ اذان، فقرہ ۵، جز۔ ب)

عمرہ : عمرہ

۱۔ تعریف:

غیر ایام حج میں بیت اللہ کی زیارت کو جانا عمرہ کہلاتا ہے۔

۲۔ عمرہ کا حکم:

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ مسلمانوں پر عمرہ واجب نہیں ہے بلکہ یہ ایک نفلی عبادت ہے [۴۴] آپ نے فرمایا: "حج فرض ہے اور عمرہ نفل ہے" [۴۵] آپ نے یہ بھی فرمایا: "بخدا اگر جرج میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہوتا اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے متعلق کچھ نہ سنا ہوتا تو میں ضرور کہتا کہ عمرہ بھی حج کی طرح فرض ہے" [۴۶] ابن حزم نے حضرت ابن مسعودؓ کے اسی قول سے کہ "تمہیں نماز قائم کرنے اور بیت اللہ کا عمرہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے" [۴۷] یہ سمجھ لیا ہے کہ عمرہ بھی حج کی طرح فرض ہے [۴۸] حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ حضرت ابن مسعودؓ کا درج بالا قول دراصل لوگوں کو عمرے پر ابھارنے کی غرض سے تھا نہ کہ اس کی فرضیت بتانے کے لئے۔ ہماری اس رائے سے حضرت ابن مسعودؓ کے تمام اقوال کی تطبیق ممکن ہو جاتی ہے۔

۳۔ عمرہ کے احکامات:

ا۔ عمرہ کو کسی شرط سے مشروط کرنا۔ جو شخص عمرہ کی نیت کرے اس کے لئے اس میں احرام باندھنے کے وقت شرط لگا دینا جائز ہے مثلاً یوں کہے: "میں اسی جگہ احرام کھول دوں گا جہاں (اے اللہ) تو مجھے روک دے گا"

ب۔ عمرے کے سفر میں احصار یعنی آگے سفر کرنے کے قابل نہ رہنا۔ اگر کوئی شخص عمرے کے لئے سفر کرتے ہوئے احصار کی حالت میں آ گیا یعنی کسی وجہ سے آگے سفر کرنے کے قابل نہ رہا تو وہ ایک ہدی (قربانی کا جانور) حرم میں قربانی کے لئے بھیج دے گا اور اس قربانی کی ذبح کے مقرر کردہ وقت پر وہ اپنا احرام کھول دے گا۔ ایک جماعت عمرے کے لئے نکلی، اس کے ایک شخص کو سانپ نے ڈس لیا جس کی وجہ سے وہ آگے سفر کرنے کے قابل نہ رہا لوگوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: "تم اپنے اور اپنے معذور ساتھی کے درمیان ایک دن مقرر کر لو. تمہارا ساتھی ایک ہدی بھیج دے. جب مقررہ دن ہدی ذبح ہو جائے تو یہ احرام کھول دے اور پھر عمرے کی قضا کرے" ۵۰ھ
یعنی ہدی کی قربانی اس لئے دی جائے گی کہ وہ رکا ہوا انسان اپنا احرام کھول دے پھر آئندہ اپنے اس عمرے کی قضا کرے۔

ج۔ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا. حضرت ابن مسعودؓ اسے مکروہ سمجھتے تھے آپ سے اسی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "حج کے معلوم مہینے ہیں ان میں عمرے کا ذکر نہیں ہے" ۵۱ھ

۴۔ عمرہ کس طرح کیا جائے:

جب کوئی شخص عمرہ کرنے کا ارادہ کرے تو وہ میقات سے احرام باندھ کر تلبیہ کہے گا پھر بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے گا اور اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کرے گا جس طرح کہ حج میں کیا جاتا ہے۔ پھر جب عمرہ کے تمام اعمال مکمل ہو جائیں گے تو تلبیہ کہنا بند کر دے گا ۵۲ھ

عمل: کام

ملازم کا اپنی ملازمت ترک کر دینا یعنی استعفیٰ دے دینا (دیکھئے لفظ فی)

عنہ: نامردی، ہم بستری پر عدم قدرت

۱۔ تعریف:

کسی بیماری کی وجہ سے جماع پر قادر نہ ہونے کو عنہ کہتے ہیں۔

۲۔ ایسے شخص کو مہلت دینا:

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اس کے بعد اگر وہ اپنی بیوی سے ہم بستری کرنے کے قابل ہو جائے گا تو فبہا۔ ورنہ دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی" ۳۳ھ

۳۔ جب دونوں کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی تو اس علیحدگی کو طلاق رجعی شمار کیا جائے گا اور اس کی بیوی عدت طلاق گزارے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک عنین کی بیوی کے متعلق یہ فیصلہ دیا تھا کہ وہ ایک سال تک انتظار کرے گی اور اس کے بعد عدت طلاق گزارے گی نیز عدت کے دوران اس کا شوہر اس سے رجوع کرنے کا حق دار ہو گا ۳۴ھ (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۳، جز۔ ھ)

عورۃ: ایسے انسانی اعضا جن کو حیا کی بنا پر چھپایا جاتا ہے

جماع کے وقت برہنہ نہ ہونا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۹، جز۔ ب، فقرہ ۱)

نماز کے لئے ستر عورۃ واجب ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۴، جز۔ د)

عول: عول کرنا

اگر وارثوں کے حصے اصل مسئلہ یعنی ترکہ کے حصوں سے بڑھ جائیں تو اسے عول کہتے ہیں (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۱۱)

عیب: عیب، نقص

۱۔ تعریف:

عیب سے مراد کسی چیز میں ایسی خامی کا پایا جانا ہے جس کی وجہ سے وہ چیز اپنی مقررہ اور مادی ساخت سے ہٹ جائے۔

۲۔ زوجین میں سے کسی ایک کے اندر عیب یا نقص کی بنا پر ان کے درمیان علیحدگی (دیکھئے لفظ طلاق فقرہ ۱)

عید: عید

۱۔ تعریف:

کی دو قسمیں ہیں. عید الفطر یہ شوال کی پہلی تاریخ ہے اور عید الضحیٰ یہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے۔

۲۔ عید کے دن کئے جانے والے افعال:

عید کی نماز سے پہلے نماز پڑھنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ ھ)

عید الفطر کی نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھالینا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو عید الفطر کے دن نماز کے لئے نکلنے سے پہلے کچھ نہ کھاؤ" ۵۵۔ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ عید الفطر کی نماز کے لئے نکلنے سے پہلے کچھ کھالینا واجب نہیں ہے۔

عید کی نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۷)

عید میں تکبیرات تشریق (دیکھئے لفظ تکبیر، فقرہ ۲)

حاجی عید الاضحیٰ کے دن کیا کرے؟ (دیکھئے لفظ حج، فقرات ۱۳، ۱۴، ۱۵)

عید کے دن فجر کی نماز میں تغلیس کرنا یعنی طلوع فجر کے بعد منہ اندھیرے ادا کر لینا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵ جز۔ ب)

عین: آنکھ

آنکھ کو نقصان پہنچانے والا جرم اور اس پر عائد ہونے والی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶ جز۔ ب، فقرہ ۲، جز۔ ج)

حوالہ جات

باب (حرف العین)

۱۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۰۲ جزاول جلد سوم، عبدالرزاق ص ۲۲۲ جلد ہفتم، المحلی ص ۳۰۷ جلد دہم

۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۱۔ ب جلد اول، عبدالرزاق ص ۲۳۷ جلد ہفتم، سعید بن منصور ص ۲۱۴، ۲۱۵ جزاول جلد سوم، المغنی ص ۲۶۳ جلد ہفتم

۳۔ سعید بن منصور ص ۳۵۴ جزاول جلد سوم، سنن بیہقی ص ۴۲۲ جلد ہفتم

۴۔ سنن بیہقی ص ۴۳۰ جلد ہفتم، سنن نسائی کتاب الطلاق باب عدۃ الحامل

۵۔ بخاری شریف باب عدۃ الحامل، سنن ابی داوٗد باب عدۃ الحامل، عبدالرزاق ص ۴۷۱ جلد ششم، سنن بیہقی ص ۴۳۰ جلد ہفتم، آثار ابی یوسف نمبر ۶۵۱، ۶۵۲، المغنی ص ۴۷۴ جلد ہفتم، المحلی ص ۴۸۳، جلد نہم

۶۔ عبدالرزاق ص ۲۸۹ جلد ششم

۷۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۰۸ جزاول جلد سوم

۸۔ المحلی ص ۲۶۹ جلد دہم

۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۳ جلد اول

۱۰۔ سعید بن منصور ص ۳۰۴ جزاول جلد سوم، المحلی ص ۲۶۹ جلد دہم، عبدالرزاق ص ۳۴۲ جلد ششم، ابن ابی شیبہ ص ۲۵۱۔ ب جلد اول، سنن بیہقی ص ۴۱۹ جلد ہفتم، آثار محمد بن الحسن ص ۸۵

۱۱۔ عبدالرزاق ص ۳۳۹ جلد ششم

۱۲۔ المحلی ص ۲۶۲ جلد دہم

۱۳۔ ابن ابی شیبہ ۲۳۴ جلد اول

۱۴۔ سنن سعید بن منصور ص ۲۸۶ جزاول جلد سوم، سنن بیہقی ص ۴۲۵ جلد ہفتم، ابن ابی شیبہ ص ۲۵۲ جلد اول، المحلی ص ۳۱۱ جلد دہم، المغنی ص ۵۳۴ جلد ہفتم

۱۵۔ سعید بن منصور ص ۲۹۰ جزاول جلد سوم، عبدالرزاق ص ۳۱۶ جلد ششم، سنن بیہقی ص ۴۱۷ جلد ہفتم، المحلی ص ۲۵۸ جلد دہم، آثار ابی یوسف نمبر ۶۱۱، المغنی ص ۲۸۰، ۴۵۶ جلد ہفتم

۱۶۔ سعید بن منصور ص ۳۲۱ جزاول جلد سوم، ابن ابی شیبہ ص ۲۴۷۔ ب جلد اول المحلی ص ۲۸۸ جلد دہم، المغنی ص ۵۲۸ جلد ہفتم

۱۷۔ المغنی ص ۶۰۶ جلد ہفتم

۱۸۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۷۱ جزاول جلد سوم، سنن بیہقی ص ۴۳۱ جلد ہفتم

۱۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۰۔ ب جلد اول. عبدالرزاق ص ۲۶ جلد ہفتم سعید بن منصور ص ۳۲۳ جزاول جلد سوم. سنن بیہقی ص ۴۳۱ جلد ہفتم، المحلی ص ۲۸۶ جلد دہم

۲۰۔ عبدالرزاق ص ۲۵۳ جلد ششم

۲۱۔ عبدالرزاق ص ۴۸۹ جلد ششم. تفسیر ابن کثیر ص ۴۷۶ جلد اول. المحلی ص ۲۳۹ جلد دہم

۲۲۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۴ جلد اول

۲۳۔ سنن سعید بن منصور ص ۲۸۶ جزاول جلد سوم. سنن بیہقی ص ۴۲۵. جلد ہفتم ابن ابی شیبہ ص ۲۵۲ جلد اول. المحلی ص ۳۱۱ جلد دہم. المغنی ص ۵۲۴ جلد ہفتم

۲۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۱ جلد اول

۲۵۔ سنن بیہقی ص ۴۳۶ جلد ہفتم. المغنی ص ۵۲۲، ۵۲۴ جلد ہفتم. الاعتبار ص ۱۸۴

۲۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۱۶ جزاول جلد سوم. سنن بیہقی ص ۴۳۶ جلد ہفتم. ابن ابی شیبہ ص ۲۵۱. عبدالرزاق ص ۳۲ جلد ہفتم. المحلی ص ۲۸۷ جلد دہم

۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۱ جلد اول. آثار ابی یوسف ص ۲۴۴

۲۸۔ عبدالرزاق ص ۳۹ جلد ہفتم. ابن ابی شیبہ ص ۲۵۳ جلد اول. سعید بن منصور ص ۳۲۶ جزاول جلد سوم. المحلی ص ۲۹۰ جلد دہم. الام ص ۱۷۲ جلد ہفتم

۲۹۔ سنن سعید بن منصور ص ۸۵ جز دوم جلد سوم

۳۰۔ شرح السیر الکبیر ص ۲۴۷ جلد اول

۳۱۔ سنن سعید بن منصور ص ۱۰۳ جز دوم جلد سوم

۳۲۔ سنن سعید بن منصور ص ۱۰۵ جز دوم جلد سوم

۳۳۔ سنن بیہقی ص ۲۳۱ جلد ہفتم. المغنی ص ۲۳ جلد ہفتم

۳۴۔ عبدالرزاق ص ۱۴۷ جلد ہفتم. المحلی ص ۷۱ جلد دہم. سعید بن منصور ص ۱۰۴ جز دوم جلد سوم. الام ص ۱۷۳ جلد ہفتم

۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۰۔ ب جلد اول

۳۶۔ ابن ابی شیبہ ۲۱۶ جلد اول

۳۷۔ موسوعہ فقہ عمر۔ لفظ عشر

۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۰۔ ب جلد اول

۳۹۔ عبدالرزاق ص ۲۵۲ جلد گیارہ

۴۰۔ عبدالرزاق ص ۲۴۶ جلد گیارہ

۴۱۔ عبدالرزاق ص ۲۸۶ جلد گیارہ

۴۲۔ عبدالرزاق ص ۲۸۷ جلد گیارہ

۴۳۔ مقدمہ المجموع للنووی ص ۴۲ جلد اول

۴۴۔ المغنی ص ۲۲۳ جلد سوم
۴۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۳ ب جلد اول
۴۶۔ سنن بیہقی ص ۳۵۱ جلد چہارم
۴۷۔ المحلی ص ۴۱ جلد ہفتم. سنن بیہقی ص ۳۵۱ جلد چہارم
۴۸۔ المحلی ص ۳۶۶ جلد ہفتم
۴۹۔ المغنی ص ۲۸۳ جلد سوم
۵۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۵۔ ب جلد اول
۵۱ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۵ جلد اول المحلی ص ۶۷ جلد ہفتم. الام ص ۱۹۰ جلد ہفتم
۵۲۔ المحلی ص ۱۳۸ جلد ہفتم
۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۵ جلد اول. سنن بیہقی ص ۲۲۶ جلد ہفتم. عبدالرزاق ص ۲۵۳ جلد ششم
۵۴۔ عبدالرزاق ص ۲۵۳ جلد ششم
۵۵۔ عبدالرزاق ص ۳۰۷ جلد سوم. المحلی ص ۹۰ جلد پنجم

حرف الغین

غائب : غیر موجود

دیکھئے لفظ غیاب

غارم : جرمانہ بھرنے والا

غارم وہ شخص ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی خاطر دوسرے کا جرمانہ اپنے ذمہ لے کر اس کی ادائیگی کر دے۔ نیز غارم اسے بھی کہتے ہیں جس کے ذمہ قرض ہو لیکن قرض کی ادائیگی کے لئے اس کے پاس رقم نہ ہو۔

غارم کو زکوۃ کی ادائیگی (دیکھئے لفظ زکوۃ، فقرہ ۱۱، جز۔ الف)

غرر : دھوکا

جہالت یعنی ناواقفیت یا نقصان کے خطرے کو غرر کہا جاتا ہے۔

عقود یعنی سودوں اور لین دین میں اگر غرر ہو جائے تو اس سے عقود فاسد ہو جاتے ہیں خواہ یہ دھوکا عدم واقفیت کی بنا پر ہو یا نقصان کے خطرے کی صورت میں ہو (دیکھئے لفظ بیع. فقرہ۔ ج) اور (لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ الف)

غسل : غسل

۱۔ تعریف:

یہاں غسل سے مراد جنابت دور کرنے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہونے کی خاطر پورے جسم پر پانی بہانا ہے۔

۲۔ غسل کے اسباب:

غسل کے بہت سے اسباب ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ جنابت دور کرنا جو کسی کو حیض یا نفاس یا بیداری یا نیند کی حالت میں انزال یا فرج میں آلہ تناسل کے دخول (خواہ انزال ہو یا نہ ہو) کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کا پہلے یہ قول تھا کہ: "پانی کی وجہ سے پانی" [۱] اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ مجامعت میں اگر انزال منی نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہوتا [۲] لیکن جلد ہی آپ نے اس قول سے رجوع کر کے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول اختیار کر لیا کہ: "جب آلہ تناسل فرج میں اندر چلا جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے" [۳]

اس تبدیلی کے پس منظر میں ایک مشہور واقعہ ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پیش آیا۔ ہوا یوں کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آ کر کہنے لگا: "امیر المومنین، یہ جو زید بن خالد جہنی ہے، اپنی رائے سے غسل جنابت کے متعلق لوگوں کو فتوے دے رہا ہے" حضرت عمرؓ نے اسے لانے کا حکم دیا اور ڈانٹ کر فرمایا کہ تمہیں اپنی جان سے دشمنی ہے کہ لوگوں کو اپنی رائے سے فتوے دے رہے ہو؟ زید بن خالد نے جواب میں عرض کیا: "امیر المومنین، بخدا میں نے ایسا نہیں کیا لیکن میں نے اپنے چچاؤں ابو ایوب اور ابو رافع سے ایک حدیث سنی تھی وہی میں بیان کر رہا تھا" اس پر آپ نے پوچھا: "کیا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسی طرح کرتے تھے؟ پھر تعجب ہے کہ نہ اس کے متعلق اللہ کی طرف سے کوئی حرمت نازل ہوئی اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا؟" زید نے جواب میں اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس پر آپ نے انصار و مہاجرین کو اکٹھا کیا اور ان سے اس مسئلے کے متعلق مشورہ لیا۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے سوا سب نے یہی مشورہ دیا کہ ایسی صورت میں غسل واجب نہیں ہوتا مگر ان دونوں حضرات نے کہا: "جب آلہ تناسل فرج کے اندر چلا جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا: "تم لوگ اصحاب بدر (وہ صحابہ کرام جو غزوہ بدر میں شامل ہوئے) ہو کر

اختلاف رائے میں مبتلا ہو گئے ہو تو جو لوگ تمہارے بعد آئیں گے ان کے اختلاف کا کیا عالم ہو گا! " یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا "امیر المومنین. اس امر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت کو ازواج مطہرات سے بڑھ کر کوئی نہیں جانتا. اس لئے ان سے استفسار کیا جائے" چنانچہ حضرت عمرؓ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا۔ انہوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا. پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا تو ام المومنین نے جواب میں کہلا بھیجا کہ "جب ختان، ختان سے تجاوز کر جائے (یعنی آلہ تناسل فرج میں داخل ہو جائے) تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اگر مجھے کسی شخص کے متعلق معلوم ہو گیا کہ وہ اس کے خلاف کرتا ہے تو اس کی شدید پٹائی کروں گا۔ ۴ے

ب۔ غسل جمعہ: حضرت ابن مسعودؓ جمعہ کے غسل کو سنت سمجھتے تھے، آپ کہا کرتے: "جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔ ۵ے

آپ نے ایک کام کی قباحت بیان کرنے کے لئے یہ انداز اختیار کیا: اگر میں یہ کام کر لوں تو میں اس شخص سے بڑھ کر احمق ہوں گا جو جمعہ کے روز غسل نہیں کرتا" ۶ے

ج۔ وقوف عرفات کے لئے غسل کرنا: جو شخص حج میں وقوف عرفات کے لئے جانے والا ہو اس کے لئے غسل کرنا مستحب ہے حضرت ابن مسعودؓ نے پہلے غسل کیا اور اس کے بعد میدان عرفات کی طرف روانہ ہوئے ۷ے

د۔ مردہ نہلانا: غسال یعنی مردہ نہلانے والے پر مردے کو نہلانے کی وجہ سے غسل واجب نہیں ہوتا حضرت ابن مسعودؓ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "اگر تم اپنے ساتھی یعنی میت کو نجس سمجھتے ہو تو پھر اسے غسل دینے کے بعد غسل کر لو" ۸ے

ھ۔ موت: غسل میت کے لئے دیکھئے (لفظ موت، فقرہ ۴)

۳۔ غسل کس طرح کیا جائے؟

جب کوئی غسل کرنے کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے وضو کرے اگر وہ وضو کو غسل کے بعد تک متوخر کرے گا تو وہ سنت سے بھٹک جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے کہا گیا: "فلاں عورت غسل کرنے کے بعد وضو کرتی ہے" آپ نے جواب دیا: "اگر وہ میرے پاس ہوتی تو ایسا ہرگز نہ

کرتی" ۹؎

اس کے بعد سارے جسم پر پانی بہائے گا اور اپنے تمام بال تر کرے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جس شخص نے غسل جنابت میں اپنا سر خطمی (ایک قسم کی نباتات جو دواؤں میں کام آتی ہے) سے دھو لیا اس نے پانی آخر تک یعنی بالوں کی جڑوں تک پہنچا دیا" ۱۰؎

۴۔ غسل سے معذوری کے وقت اس کی جگہ تیمّم کرنا (دیکھئے لفظ تیمّم، فقرہ ۲)

غصب : غصب کرنا

۱۔ تعریف:

ایسا مال جس کی قیمت لگتی ہو اور جو ذی حرمت ہو اسے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر علانیہ لے لینا غصب کہلاتا ہے

۲۔ غصب شدہ چیز کی واپسی:

غصب کرنے والے کے یہ ذمہ ہے کہ وہ غصب شدہ چیز کو اصل حالت میں اس کے مالک کو لوٹا دے۔ اگر کسی نے زمین پر غاصبانہ قبضہ کر کے اس پر عمارت تعمیر کر لی ہو تو وہ اس عمارت کو ڈھا کر زمین اس کے مالک کو واپس کرے۔ اگر مالک زمین اسے تعمیر کے ساتھ واپس لینے پر رضامند ہو جائے تو اس کے ذمہ ہو گا کہ وہ غاصب کو تعمیر کی وہ قیمت ادا کرے جو اس کے ڈھا دینے کے بعد لگتی ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جو شخص کسی قوم میں گھس جائے اور ان کی اجازت کے بغیر ان کی زمین پر تعمیر کر لے تو مالک زمین اس تعمیر کو گرا سکتا ہے" ۱۱؎

غموس : جھوٹی قسم

یمین غموس وہ قسم ہے جس کا مرتکب یہ جانتے ہوئے کہ وہ جھوٹی قسم کھا رہا ہے حلف اٹھا جائے (دیکھئے لفظ یمین، فقرہ ۴، جز۔ ج)

غناء : گانا

۱۔ تعریف:

کلمات کو موزوں سروں میں ادا کرنا غناء کہلاتا ہے۔

۲۔ حکم غناء۔

حضرت ابن مسعودؓ گانے کو فی الجملہ مکروہ سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ اس سے اکثر ایسے پہلو پر توجہ مرکوز ہو جاتی ہے جس میں مسلمانوں کے لئے کوئی فائدے کی بات نہیں ہوتی۔ نیز ایک مسلمان اس میں مشغول ہو کر ان باتوں سے غافل ہو جاتا ہے جو اس کے لئے زیادہ مفید اور نافع ہوتی ہیں۔ اسی بنا پر آپ فرمایا کرتے۔ **"گانا قلوب میں اسی طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی فصل اگاتا ہے۔ اور اللہ کا ذکر قلوب میں اسی طرح ایمان کا پودا اگاتا ہے جس طرح پانی فصل اگا دیتا ہے"** [۱۲] آپ سے اس آیت مبارکہ کی تفسیر پوچھی گئی (**ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ۔ اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو لہو و لعب کی باتیں خریدتا ہے تاکہ اللہ کے راستے سے گمراہ کرے**) آپ نے فرمایا: **"بخدا لہو و لعب کی باتوں سے مراد گانا ہے"** [۱۳] اسی لئے آپ گانے کی عادت اور اسے پیشہ بنانے کو فسق سمجھتے تھے جس کی بنا پر گواہی قابل قبول نہیں ہوتی (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۲، جز۔ ب)

البتہ آپ شادی اور ولیمہ کے موقعوں پر گانے وغیرہ کی اجازت دے دیتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ ایک ولیمہ میں گئے جہاں ساز پر گانا ہو رہا تھا آپ وہاں بیٹھ گئے اور انہیں اس سے منع نہیں کیا [۱۴]۔

غنم: بھیڑ بکریاں

بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۶، جز۔ ج)

بھیڑ بکری کی قربانی مسنون ہے (دیکھئے لفظ اضحیہ، فقرہ ۱)

بھیڑ بکری کی قربانی اور ہدی ایک سے زائد افراد کی طرف سے درست نہیں (دیکھئے لفظ اضحیہ، فقرہ ۲) اور لفظ حج، فقرہ ۱۳، جز۔ ب)

حج تمتع یا حج قران میں ایک بکری کی قربانی واجب ہوتی ہے (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۳، جز۔ ب، فقرہ ۲)

غنیٰ: فراخی، دولتمندی

۱۔ اکتفا یعنی قناعت اور فراخی کو غنیٰ کہتے ہیں:

ایسی فراخی جو زکوٰۃ لینے سے مانع ہو (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۱۱، جز۔ ب)

۲۔ غنی یعنی فراخی اور ثروت پر مرتب ہونے والے احکام

مسلمان پر فراخی اور ثروت کی موجودگی میں متعدد مالی ذمہ داریاں واجب ہوتی ہیں، ہر ذمہ داری کے وجوب کے لئے دولتمندی کی ایک خاص مقدار متعین ہوتی ہے۔ ہم یہاں ان میں سے چند کا ذکر کریں گے۔

زکوٰۃ : دیکھئے لفظ زکاۃ فقرہ ۴

صدقہ فطر (دیکھئے لفظ صدقۃ الفطر، فقرہ ۲)

صدقات و خیرات (دیکھئے لفظ صدقہ)

قربانی :

(دیکھئے لفظ اضحیہ) اور گناہوں کے مالی کفارے (دیکھئے لفظ کفارۃ)

غیاب : غائب ہونا، موجود نہ ہونا

اپنی مطلقہ بیوی سے جو پاس موجود نہ ہو، رجوع کرنے پر گواہی قائم کرنا (دیکھئے لفظ رجعۃ فقرہ ۲، جز۔ ج)

شوہر کا ایسا غائب ہونا کہ اس کی کوئی خبر نہ ملے (دیکھئے لفظ مفقود)

حوالہ جات

باب (حرف الغین)

۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵ جلد اول. المحلی ص ۴ جلد دوم
۲۔ الاعتبار ص ۳۱
۳۔ معرفۃ السنن والاثار ص ۴۱۸ جلد اول. عبدالرزاق ص ۲۴۵ جلد اول. الاستذکار ص ۳۴۳، ۳۴۸
۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۔ ب جلد اول
۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۵۔ ب جلد اول. عبدالرزاق ص ۲۰۰ جلد سوم
۶۔ المحلی ص ۹ جلد دوم
۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ جلد اول. المغنی ص ۴۰۹ جلد سوم
۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۴۔ ب جلد اول. عبدالرزاق ص ۴۰۶ جلد سوم. المحلی ص ۲۴ جلد دوم
۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲ جلد اول
۱۰۔ عبدالرزاق ۲۶۳ جلد اول. ابن ابی شیبہ ص ۱۲ جلد اول. معرفۃ السنن والآثار ص ۴۳۶ جلد اول
۱۱۔ خراج یحیٰی بن آدم ص ۹۹
۱۲۔ سنن بیہقی ص ۲۲۳ جلد دہم. المغنی ص ۱۷۵ جلد نہم
۱۳۔ سنن بیہقی ص ۲۲۳ جلد دہم. ا ص ۵۹ جلد نہم. تفسیر طبری تفسیر ابن کثیر سورہ لقمان کی متعلقہ آیت نمبر ۶
۱۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۴ جلد اول

حرف الفاء
ف

فاتحہ:

سورہ فاتحہ کی قرأت (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۹. جز۔ و. فقرہ ۲) اور (لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۸. جز۔ الف. فقرہ ۴)

فار: چوہا

چوہے کی نجاست. اور اسے کھانے کی حرمت (دیکھئے لفظ طعام. فقرہ ۲. جز۔ و)

فتح: لقمہ دینا

نماز میں امام کو لقمہ دینا (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۴. جز د. فقرہ ۸)

فجر: فجر، صبح

یہاں فجر سے مراد صبح صادق ہے جس سے احکام شرعیہ کا تعلق ہوتا ہے. یہ صبح کی وہ روشنی ہے جس کے بعد تاریکی نہیں ہوتی۔

فجر کی نماز کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۵. جز۔ ب)

نماز فجر کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۵. جز۔ ی. فقرہ ۳) اور (لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۹. جز۔ ی)

نماز فجر میں طویل قرأت کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۹. جز۔ و. فقرہ ۴)

نماز فجر میں قنوت پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۹. جز۔ ر)

فجر کی سنت پڑھ کر باتیں کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۱)

فجر کی سنت پڑھ کر پہلو پر لیٹ جانا (دیکھئے لفظ ضجعہ)

فجر کے ظہور کے بعد سحری کھانا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۵، جز۔ ج)

فرائض: ترکہ میں وارثوں کے حصے

(دیکھئے لفظ ارث)

فرج: اندام نہانی

فرج حرام میں عمل جنسی کرنے پر حد کا وجوب (دیکھئے لفظ زنا)

عقد نکاح یا ملک کی وجہ سے فرج کا حلال ہونا (دیکھئے لفظ نکاح) اور لفظ تسری

فرج کو مس کرنے پر وضوء کرنا (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۴ جز۔ الف)

فرقۃ: جدائی

زوجین کے درمیان فرقت۔ (دیکھئے لفظ طلاق)

فسق: فسق

کبیرہ گناہوں کے ارتکاب یا صغیرہ گناہوں پر اصرار کے ذریعے دین سے انحراف کو فسق کہتے ہیں۔

فاسق کی گواہی (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۲، جز۔ ب)

کن باتوں سے فسق ثابت ہوتا ہے؟ (دیکھئے لفظ غناء)

فاسق کا اپنے فسق سے توبہ کرنا (دیکھئے لفظ توبہ)

فضہ: چاندی

چاندی کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۵)

فطر: روزہ کھلنا

صدقہ فطر (دیکھئے لفظ صدقۃ الفطر)

مقیم کے لئے روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے اختیار کی منسوخی (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۳ جز۔ الف)

جو شخص بغیر کسی عذر شرعی کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑے اس کا گناہ (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۳، جز۔ ب)

رمضان میں روزہ چھوڑنا کن لوگوں کے لئے حلال ہے (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۴، جز۔ د)

کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کن سے نہیں ٹوٹتا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱، ۱۱)

رمضان میں روزہ چھوڑنے کے سبب کے زائل ہونے کے بعد ایسے شخص کا دن کے باقیماندہ حصے میں کچھ نہ کھانا (دیکھئے لفظ صیام. فقرہ ۱۲)

روزہ دار کے روزے کی انتہا کب ہوتی ہے۔ (دیکھئے لفظ صیام. فقرہ ۵)

یوم عاشور کا روزہ نہ رکھنا (دیکھئے لفظ صیام. فقرہ ۱۴. جز۔ ب)

یوم الشک میں روزہ نہ رکھنا (دیکھئے لفظ صیام. فقرہ ۵. جز۔ الف)

عید الفطر کی نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھالینا (دیکھئے لفظ عید. فقرہ ۲)

فقد : گمشدگی

مفقود (گمشدہ انسان) کے احکام (دیکھئے لفظ مفقود)

فقر: تنگ دستی

ایسی تنگ دستی جس کی موجودگی میں زکوٰۃ لینا حلال ہوتا ہے (دیکھئے لفظ زکاۃ. فقرہ ۱۱. جز۔ ب)

فقیر کا مستحق زکوٰۃ و صدقات ہونا (دیکھئے لفظ زکاۃ فقرہ ۱۱) اور (لفظ صدقہ. فقرہ ۳)

فقیر کا مستحق صدقہ فطر ہونا (دیکھئے لفظ صدقۃ الفطر. فقرہ ۱)

فقراء کی کفالت اغنیاء پر واجب ہے (دیکھئے لفظ صدقہ. فقرہ ۲)

فئ : جزیہ، خراج وغیرہ

فئ اس مال کو کہتے ہیں جو لڑے بھڑے بغیر کافروں سے جائز طریقے سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے. مثلاً جزیہ. خراج اور تجارتی سامان میں دسواں حصہ وغیرہ

اللہ تعالیٰ نے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ کا مال حرام کر دیا ہے اور اس کی بجائے انہیں فئ کے تحت حاصل ہونے والے اموال کے پانچویں حصے کا پانچواں حصہ دیا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں سے کچھ افراد حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آکر بیت المال سے اپنے وظائف کا مطالبہ کرنے لگے تو آپ نے جواب دے دیا اور فرمایا کہ بیت المال میں تمہارے لئے کوئی مال نہیں ہے تمہارے عطیئے یا وظائف فئ اور جزیہ سے تمہیں ملیں گے۔ لیکن

جب وہ بار بار آ کر تقاضا کرنے لگے تو حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت عثمانؓ کو بیت المال کی چابیاں حوالہ کرتے ہوئے بیت المال کے خازن کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔

فیئۃ : رجوع کرنا

دیکھئے لفظ رجعۃ

حوالہ جات

باب (حرف الفاء)

۱۔ عبدالرزاق ص ۵۳ جلد چہارم

حرف القاف
ق

قبر : قبر

۱۔ تعریف :

قبر وہ جگہ ہے جہاں انسان کو دفن کیا جاتا ہے۔

۲۔ قبر کو پاؤں تلے روندنا :

حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے : "اگر میں کسی انگارے پر پاؤں رکھ کر کھڑا رہوں یہاں تک کہ وہ بجھ جائے تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسند ہوگی کہ میں کسی مسلمان کی قبر کو پاؤں تلے روندوں" ۱؎

قبر آگے رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۴، جز۔ ج)

قبلہ : قبلہ

نماز میں قبلے کی طرف منہ کرنا شرط ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۴، جز۔ ج)

قضائے حاجت (پیشاب، پاخانہ) کے دوران قبلے کی طرف رخ ہو نہ پشت (دیکھئے لفظ بول، فقرہ ۲)

قبلہ : بوسہ

دیکھئے لفظ تقبیل

قبض : قبضہ کرنا، وصول کر لینا

ثواب کی خاطر کی جانے والی تبرعات مثلاً صدقہ، وقف وغیرہ کے ماسوا بقیہ تمام عقود تبرعات میں قبضہ کی شرط (دیکھئے لفظ تبرع، فقرہ ۴)

قتل : قتل

قتل عمد کی صورت میں قاتل پر گناہ کا بھاری بوجھ (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲)

قتل کی قسمیں، ان کے احکامات اور ان کی سزائیں (دیکھئے لفظ جنایہ)

قتل وراثت سے محروم کرنے کا ایک سبب ہے (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ج)

قاتل اگرچہ وارث نہیں ہوتا لیکن اپنے سے دور کے وارث کو محجوب یعنی محروم کر دیتا ہے (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴ جز۔ ج)

مرتد کو حدار تداد میں قتل کر دینا (دیکھئے لفظ ردۃ، فقرہ ۳، جز۔ ب)

لوطی (اغلام بازی کرنے والے کا قتل (دیکھئے لفظ دبر، فقرہ ۲، جز۔ ج)

قدس : بیت المقدس

بیت المقدس کی زیارت کے لئے سفر کرنا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۲)

قدوۃ : پیشوا، اسوہ

لوگوں کی دو قسمیں ہیں ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو اپنے علم اور دینداری کی بنا پر لوگوں کے مقتدیٰ اور پیشوا ہوتے ہیں۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جنہیں یہ حیثیت حاصل نہیں ہوتی، مقتدیٰ اور پیشوا کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایسی راہ چلے یا ایسا عمل کرے جو اسکے پیرو کاروں کو وہم میں مبتلا کر دے یا وہ خواہ مخواہ کی تنگی میں پڑ جائیں۔ مثلاً کوئی عالم ہر روز تلاوت کے بعد دو رکعتیں پڑھتا ہو تو یہ چیز لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کر سکتی ہے کہ تلاوت قرآن کے بعد دو رکعتیں پڑھنا سنت یا واجب ہے۔ مسروق بن الاجدع کہتے ہیں: "ہم مسجد کوفہ میں حضرت ابن مسعودؓ کے وہاں سے اٹھ جانے کے بعد بھی بیٹھے رہتے اور لوگوں کو قرأت قرآن کی مشق کراتے، جب ہم واپسی کا ارادہ کرتے تو "دو رکعتیں پڑھ لیتے، جب یہ بات حضرت ابن مسعودؓ کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: "تم لوگوں کو ایسی بات پر مجبور کر رہے ہو جس پر اللہ نے انہیں مجبور نہیں کیا۔ وہ تمہیں نماز پڑھتا دیکھتے ہیں وہ سمجھ بیٹھیں گے کہ یہ نماز ان پر بھی واجب ہے اگر تمہیں دو رکعتیں پڑھنا ہی ہے تو گھر پر پڑھ لیا کرو" ۲۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ ج)

قذف . تہمت لگانا

۱۔ تعریف :

کسی پر صراحتاً یا کنایتاً زنا کی تہمت لگانا قذف کہلاتا ہے۔

صراحت کی صورت یہ ہے کہ لفظ زنا کے ساتھ تہمت لگائی جائے مثلاً یوں کہے " تو زنا کار ہے " یا اسی قسم کا کوئی اور فقرہ۔ کنایہ کی صورت یہ ہے کہ باپ سے اس کے بیٹے کے نسب کی نفی کر دے. اس لئے کہ باپ سے بیٹے کے نسب کی نفی کا مطلب یہ ہے کہ ماں زنا کار ہے مثلاً یوں کہے. "تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے۔ " نخعی ؒ نے کہا " حد قذف صرف دو صورتوں میں لگتی ہے۔ اول یہ کہ کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگائی جائے. دوم یہ کہ کسی شخص کے نسب کی اس کے باپ سے نفی کر دی جائے " ۳ے

۲۔ مقدوف یعنی وہ جس پر زنا کی تہمت لگائی جائے۔

ا۔ مقدوف کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ محصن ہو (دیکھئے لفظ احصان) پھر تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری ہو گی۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: " حد قذف صرف دو صورتوں میں جاری ہوتی ہے اول یہ کہ کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگائی جائے دوم یہ کہ کسی شخص کے نسب کی اس کے باپ سے نفی کر دی جائے " ۴ے

ب۔ اگر شوہر نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو لعان واجب ہو گا (تفصیل کے لئے دیکھئے لفظ لعان)۔

ج۔ مقدوف کا تعدد: چونکہ حدود کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور حد قذف بھی اسی ضمن میں آتی ہے۔ اس بنا پر اگر کسی نے کسی خاص شخص یا اشخاص پر کئی دفعہ زنا کی تہمت لگائی اور اسے پہلی دفعہ تہمت لگانے پر سزا نہ ملی ہو تو اب اس پر ایک دفعہ حد قذف کا اجرا سب کے لئے کافی ہو جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب کوئی شخص کسی شخص پر بہتان باندھے. یعنی زنا کی تہمت لگائے. پھر کچھ دن گذارنے کے بعد کسی اور پر یہی تہمت لگا دے تو اس پر ایک حد جاری ہو گی جب تک وہ حد جاری نہ ہو" ۵ے (یعنی حد جاری ہونے تک جتنی بار وہ اس قبیح حرکت کا مرتکب ہو گا سب کے بدلے میں اس پر صرف ایک دفعہ حد جاری ہو گی مترجم)

۴۔ قذف کی سزا:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صراحتاً قذف کی سزا بیان کر دی ہے۔ ارشاد باری ہے (والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوباربعۃ شہداء فاجلدو ھم ثمانین جلدۃ، ولا تقبلو لھم، شہادۃ ابدا (النور۔ آیت ۴) جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار گواہ پیش نہیں کرتے تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ، اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو) حضرت ابن مسعودؓ اس سلسلے میں آزاد اور غلام کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے تھے۔ ہر ایک کو اسی کوڑے لگاتے تھے، یعنی آپ غلام کے حق میں قذف کی تنصیف نہیں کرتے تھے آپ فرماتے: "غلام اگر کسی پر تہمت زنا لگائے تو اسے اسی کوڑے لگیں گے" [۶] کیونکہ قذف کی صورت میں حق العبد حق اللہ پر غالب ہوتا ہے۔

قرء: حیض

۱۔ حیض کو قرء کہتے ہیں (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۳، جز۔ ب)

۲۔ حیض والی عورت کو اگر طلاق ہو جائے تو وہ عدت اقراء یعنی حیض کے حساب سے گزارے گی (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۳ جز۔ ب، فقرہ ۲)

لونڈی اور زانی عورت کا حیض کے ذریعے استبراء رحم (دیکھئے لفظ استبراء، فقرہ ۳)

قرء کے احکام وہی ہیں جو حیض کے ہیں (دیکھئے لفظ حیض)

قرآن: قرآن مجید

۱۔ قرآن میں حضرت ابن مسعودؓ کی مہارت:

کسی محقق کو اس کے متعلق کوئی شک نہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سردار تھے جو حفظ قرآن اور اس کی گہرائیوں تک اترنے میں دوسروں سے آگے تھے۔ ہمارے لئے یہی جان لینا کافی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے۔ (جو شخص یہ چاہتا ہے کہ قرآن کو اسی طرح تروتازہ اور شگفتہ انداز میں پڑھے جس طرح کہ یہ نازل ہوا تو اسے ابن ام عبد، یعنی عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت کی طرح قرأت کرنی چاہئے) [۷]

حضرت ابن مسعود نے خود اپنے متعلق فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں قرآن پاک کی کوئی ایسی سورت نازل نہیں ہوئی جس کے متعلق مجھے علم نہ ہو کہ کہاں نازل ہوئی اور قرآن پاک کی کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ کس بارے میں نازل ہوئی۔ اور اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ کوئی شخص مجھ سے بھی بڑھ کر کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے۔ اور اونٹنی پر سوار ہو کر میں اس کے پاس پہنچ سکتا تو میں ضرور اس کے پاس پہنچ جاتا" [۸]

ابراہیم نخعیؒ جو حضرت ابن مسعودؓ کے علم کے حاملین میں سے ایک تھے، آپ کے متعلق کہتے ہیں: "سارا قرآن حضرت ابن مسعودؓ کو نوک زبان تھا" [۹] ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قرآن کی ایک آیت تلاوت کرتے پھر دن کا اکثر حصہ اس کی تفسیر اور لوگوں سے اس کے متعلق گفتگو میں گزارتے۔ [۱۰]

۲۔ تلاوت قرآن کی فضیلت:

حضرت ابن مسعودؓ قرآن پاک کی تلاوت کو نفلی روزوں سے افضل قرار دیتے تھے، آپ فرمایا کرتے:

"قرآن کی تلاوت مجھے روزوں سے زیادہ پسند ہے" [۱۱] (دیکھئے لفظ صوم، فقرہ ۱۴، جز۔ الف)

اسی طرح آپ قرآن کی تلاوت کو اللہ کے راستے میں جہاد بالمال سے افضل سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ تلاوت سے جہاد میں جانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے: "اگر ایک شخص رات بھر جہاد فی سبیل اللہ پر جانے والوں کو ساز و سامان مہیا کرنے میں لگا رہے اور دوسرا شخص تلاوت میں مصروف رہے تو تلاوت کرنے والا ان دونوں میں افضل ہو گا" [۱۲] اسی لئے آپ لوگوں کو قرآن مجید میں مسلسل غور و فکر اور باہمی مذاکرے کی تلقین کرتے۔ آپ فرماتے: "قرآن مجید میں ہمیشہ غور و فکر کرو" [۱۳] آپ قاری قرآن کو جنت کی بشارت دیتے جس کا طول و عرض ارض و سماوات ہیں اور اللہ کی خوشنودی کی خوشخبری سناتے۔ آپ فرماتے: "قرآن کے قاری کو بشارت ہو" [۱۴] اس لئے کہ قرآن پڑھنے والے کو ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں، آپ نے فرمایا: "آگاہ رہو، قرآن کے ایک حرف کی تلاوت پر تلاوت کرنے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں، میری بات یاد رکھو کہ "الم" کے تین حروف الف، لام اور میم پر تیس نیکیاں ہیں" [۱۵]

اسی لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہمیشہ قرآن میں مشغول رہے، آپ نے فرمایا "انسانی قلوب برتنوں کی مانند ہیں۔ انہیں ہمیشہ قرآن سے بھرا رکھو، قرآن کے سوا کسی اور چیز سے انہیں پر نہ

کرو" [۱۶] آپ کا یہ بھی قول ہے: "شہد ہر جسمانی بیماری کی شفا ہے اور قرآن دلوں کی بیماریوں کی شفا ہے" [۱۷]

۳۔ تلاوت قرآن کے آداب:

ا۔ طہارت: جنبی کے لئے قرآن کریم کی کسی طرح کی تلاوت جائز نہیں ہے (دیکھئے لفظ جنابہ فقرہ ۲، جز۔ الف) بے وضو انسان کے لئے اس کی تلاوت جائز ہے، حضرت ابن مسعودؓ بے وضو قرآن پاک کی تلاوت کر لیا کرتے تھے۔ آپ ایک مرتبہ دریائے فرات کی طرف جا رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ایک شخص کو قرآن پاک پڑھا بھی رہے تھے، آپ کا گذر دار عتبہ سے ہوا، آپ اس طرف مڑ گئے اور پیشاب کرنے کے لئے بیٹھ گئے، پھر وہاں سے لوٹ کر اس شخص کو پڑھنے کے لئے کہا، اس کا خیال تھا کہ بے وضو تلاوت کرنا صحیح نہیں اور شاید حضرت ابن مسعودؓ بھول گئے ہیں کہ ابھی پیشاب کر کے فارغ ہوئے ہیں۔ اس لئے اس نے کہا: "حضرت، پانی قریب ہے،" (وضو کر لیجئے) اس پر آپ نے فرمایا: "اگر تم بے وضو قرآن پڑھ لو تو اس میں کوئی حرج نہیں" [۱۸]

ب۔ تلاوت سے مقصود حصول ثواب ہو، نہ ریاکاری ہو اور نہ ہی اظہار فخر۔ اس لئے کہ نیت کی بنا پر ثواب حاصل ہوتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جو شخص اللہ کی رضاجوئی کی خاطر قرآن پاک کی تلاوت کرے گا اسے ہر حرف کے بدلے نیکیاں ملیں گی اور دس گناہ مٹیں گے" [۱۹]

ج۔ تلاوت میں مصحف کی ترتیب ملحوظ رکھے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے کہا گیا کہ فلاں شخص قرآن پاک کی ترتیب کو الٹ پلٹ کر تلاوت کرتا ہے تو آپ نے فرمایا: "اس شخص کا دل الٹا ہوا ہے" [۲۰]

د۔ خوش آوازی اور ترتیل کے ساتھ تلاوت کرے، علقمہ حضرت ابن مسعودؓ کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔ قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو کیونکہ ترتیل قرآن کی زینت ہے" [۲۱] (قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر عمدہ طریقے سے پڑھنا ترتیل کہلاتی ہے۔ مترجم) آپ ہمیشہ فرماتے: "قرآن پاک شعروں کی طرح تیز تیز نہ پڑھو اور نہ ہی اس کے الفاظ کو اس طرح بکھیرو جس طرح گھٹیا کھجوریں زمین پر بکھیر

دی جاتی ہیں" ۲۳ے

ھ۔ قرآن کی تلاوت کرنے والے کی تلاوت میں ٹھہراؤ ہونا مستحب ہے تاکہ قرآن کے معانی اس کے دل میں جاگزیں ہو جائیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "عجائب قرآن (وہ مقامات قرآن جہاں زبان و بیان اور فصاحت و بلاغت اور ضرب الامثال کی پوری جلوہ گری ہو رہی ہو۔ مترجم) پر وقفے کیا کرو اور اس کے ذریعے اپنی قلوب میں خوف خدا طاری کرو اور کوئی یہ ارادہ نہ کرے کہ تیزی سے سورۃ کے آخر تک پہنچ جائے تاکہ جلد از جلد تلاوت سے فارغ ہو جائے" ۲۳ے حضرت ابن مسعودؓ کی نظر میں تلاوت قرآن میں درج بالا باتیں پیدا نہیں ہو سکتیں اگر پڑھنے والا تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کر لے۔ آپ فرمایا کرتے: "جو شخص تین دن سے کم میں قرآن مجید پڑھ لیتا ہے وہ راجز ہے ۲۴ے یعنی معرکہ کارزار میں فخریہ اشعار پڑھ رہا ہے ایک روایت میں ہے: "جو شخص تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کر لیتا ہے اسے پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اس نے کیا پڑھا ہے" ۲۵ے حضرت ابن مسعودؓ کا دستور تھا کہ آپ رمضان مبارک میں تین دن میں قرآن مجید ختم کر لیتے اور غیر رمضان میں سات دنوں میں۔ ۲۶ے

و۔ تلاوت کرنے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ پوری وضاحت اور پورے اعراب کے ساتھ تلاوت کرے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: قرآن کو پورے اعراب کے ساتھ پڑھو کیونکہ یہ عربی زبان میں ہے" ۲۷ے یعنی قرآن کی تلاوت وضاحت اور فصاحت کے ساتھ اس طرح کرو کہ تمام حروف اپنے اپنے مخارج سے درست طریقے سے ادا ہوں اور حرکات یعنی زبر، زیر، پیش (اعراب) کی پوری ادائیگی ہو۔

ز۔ تلاوت کرنے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تلاوت کے لئے متواتر قرائتوں میں سے جو آج تک محفوظ چلی آ رہی ہیں کسی ایک کا انتخاب کرے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو مختلف طریقوں یعنی قرائتوں میں پڑھا ہے، یہ بات حضرت ابن مسعودؓ کو اچھی طرح معلوم تھی۔ آپ نے فرمایا: "میں نے اکثر قاریوں کو قرائت کرتے سنا ہے۔ میں نے سب کو ایک دوسرے سے قریب پایا ہے۔ اس لئے تمہیں جس طرح قراءت قرآن کی تعلیم دی جائے اسی طرح قراءت کیا کرو۔ البتہ بال کی کھال نکالنے اور

اختلاف کرنے سے بچتے رہو" [۲۸] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول قرائت قرآن کے مختلف لہجوں اور طریقوں میں سے دس لہجے قرائت متواترہ کہلاتے ہیں اور بقیہ قرائت شاذہ کہلاتے ہیں برصغیر پاک و ہند بلکہ اکثر بلاد اسلامیہ میں جو قرائت متواترہ رائج ہے اور موجودہ قرآنی نسخے جس کے مطابق ہیں وہ امام عاصم کی قرائت بروایت حفص کہلاتی ہے۔ مترجم)

لیکن تلاوت کرنے والے کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ قرآنی کلمے یا حرف ایسے کلمے یا حرف سے تبدیل کر دے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ ہو. اگر اسے پتہ نہ چل سکے کہ درست کلمہ یا لفظ کیا ہے تو اس کی قرائت کرتے وقت اللہ کے ذکر کی نیت کرے۔ قرائت قرآن کی نیت نہ کرے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "مصحف یعنی قران میں ہمیشہ غور و فکر کرو۔ اگر قرآنی الفاظ کے سلسلے میں باء اور تاء میں تمہیں مغالطہ ہو جائے تو قرآن کے اس لفظ کو بطور ذکر ادا کرو۔" [۲۹]

ح۔ ختم قرآن کی دعا: جب حضرت ابن مسعودؓ قرآن مجید ختم کر لیتے تو اپنے اہل و عیال کو ختم قرآن کی دعا میں شریک ہونے کے لئے جمع کر لیتے۔ [۳۰]

ط۔ سورہ فاتحہ کے آخر میں آمین کہنا (دیکھئے تامین، فقرہ ۲)

ی۔ آیات قرآنی کے درمیان دعا کے ذریعہ فصل کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ و، فقرہ ٦)

ک۔ سوال کرنے والے کے سوال کا قرآنی آیت کے ذریعے جواب دینا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ٦، جز۔ ع)

۴۔ قرآن پر اجرت لینا:

حضرت ابن مسعودؓ قرائت پر اجرت لینے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ شاید تعلیم قرآن اور اس کی کتابت بھی اس کی قرائت کی طرح ہے۔ اس لئے کہ یہ تمام باتیں عبادت اور واجب ہیں، اور کسی عبادت یا واجب کی ادائیگی پر اجرت نہیں ہوتی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "چار چیزوں پر اجرت نہیں لی جاتی۔ وہ یہ ہیں۔ اذان، قرائت قرآن، بیت المال کے مستحقین کے درمیان وظائف کی تقسیم اور قضا [۳۱]

۵۔ گھروں میں تلاوت :

حضرت ابن مسعودؓ کو یہ بات بہت پسند تھی کہ ایک مسلمان اپنے گھر میں تلاوت قرآن کو رواج دے۔ آپ فرماتے "سب سے گھٹیا گھر وہ ہے جو اللہ کی کتاب سے خالی ہو"[۳۲] آپ یہ بھی فرماتے "جس گھر میں کلام پاک کی تلاوت نہیں ہو وہ اجڑے ہوئے گھر کی طرح ہے"[۳۳]

۶۔ مصحف قرآنی :

ا۔ مصحف قرآنی کی تزئین و آرائش۔ حضرت ابن مسعودؓ مصحف قرآنی کو سونے یا اسی طرح کی کسی اور چیز سے مزین کرنا مکروہ خیال کرتے تھے۔ آپ کی رائے میں تزئین اس کی عمدہ تلاوت اور اس پر عمل پیرا ہونے میں پوشیدہ ہے۔ ابی وائل کہتے ہیں: "حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ایک نسخہ لایا گیا جسے سونے سے مزین کیا گیا تھا. آپ نے دیکھ کر فرمایا "قرآن کو سجانے کا بہترین طریقہ اس کی درست تلاوت ہے۔"[۳۴]

ب۔ مصحف میں صرف قرآن کی کتابت: حضرت ابن مسعودؓ کو یہ بات پسند تھی کہ مصحف میں صرف قرآن کی کتابت ہو اور تفسیر و احادیث وغیرہ نہ لکھی جائیں تاکہ یہ قرآنی آیات کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں اور کوئی ناسمجھ ان کو بھی قرآن نہ سمجھ بیٹھے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ مصحف میں تفسیر کی کتابت کو ناپسند کرتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے یہ بھی روایت کی ہے کہ آپ نے ایک مصحف میں کوئی تحریر دیکھی، اسے فوراً مٹا دیا اور فرمایا کہ مصحف میں قرآن کے ساتھ اور کچھ نہ لکھو[۳۵] عبدالرزاق نے بھی روایت کی ہے کہ آپ نسخہ قرآنی میں تفسیر لکھنے کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ فرماتے: "قرآن کو مجرد رکھو اس کے ساتھ ایسی چیز نہ ملاؤ جو قرآن نہ ہو"[۳۶]

۷۔ تفسیر قرآن :

ا۔ کسی محقق کو اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ علم تفسیر کے پہاڑ تھے۔ (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۱) آپ کی رائے تھی کہ قرآن کریم میں علوم اولین و آخرین جمع ہیں، اور جسے اللہ تعالیٰ قرآن کا صحیح فہم عطا کرے وہ علم کا بحر بیکراں ہوتا ہے آپ فرمایا کرتے: "جو شخص علم کا طالب ہو وہ قرآن پڑھے اس لئے کہ قرآن میں علوم اولین و آخرین جمع ہیں"[۳۷]

ب۔ مشتبہ سے دور رہنا۔ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ قرآن مجید کی کسی چیز کے متعلق رائے زنی بھی کرے جس کا اسے علم نہ ہو۔ اس لئے کہ تفسیر قرآن میں غلطی کا مطلب شریعت کی تحریف ہے اور یہ ایک سنگین بات ہے آپ فرمایا کرتے۔ "قرآن میں نشان راہ کی طرح ہدایت کے نشانات ہیں۔ ان میں سے جنہیں تم پہچان لو انہیں اختیار کر لو اور جو تمہارے لئے مشتبہ ہوں انہیں چھوڑ دو" ۳۸؎

ج۔ قرآن کریم کے بعض حصے ایسے ہیں جن کی تفسیر واقعات کے تحت ظاہر اور واضح ہو چکی ہے اور بعض کی تفسیر مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کریں گے (دیکھئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر)

د۔ مکی اور مدنی آیتیں: آپ بتایا کرتے تھے کہ جس آیت میں " یاایھاالذین آمنو " کے الفاظ ہوں وہ مدنی آیت ہے آپ فرمایا کرتے: "ہم نے مکہ میں رہتے ہوئے مفصل سورتوں (از سورہ حجرات یا سورہ ق تا آخر قرآن) کی تلاوت کی۔ ان میں " یاایھاالذین آمنو " کے الفاظ نہیں ہیں" ۳۹؎

۸۔ تمسک بالقرآن: (قرآن پر عمل پیرا ہونا)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ قرآن مجید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لئے نازل کیا گیا کہ لوگ اس پر عمل پیرا ہوں۔ اس لئے اگر قرآن کے ذریعے مردہ دلوں میں زندگی پیدا نہ ہو۔ انسانی زندگی کی تنظیم نہ ہو سکے اور انسان کو خوش بختی حاصل نہ ہو تو پھر قرآن کا کیا فائدہ؟ اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں قرآنی احکام جاننے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی زبردست چاہت تھی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے صحابہ کرام کا حال خود اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے: "ہم دس آیتوں سے بھی آگے نہیں بڑھتے جب تک ہم ان آیات کے اوامر و نواہی اور احکامات معلوم نہ کر لیتے" ۴۰؎

ایک دفعہ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "قرآن کو لازم پکڑو اور اس پر عمل پیرا ہو جاؤ"۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنی مٹھی اس طرح بھینچ لی گویا کہ کسی رسی کو پکڑے ہوئے ہیں۔ ۴۱؎ ایک شخص نے آپ سے گذارش کی: "مجھے جامع قسم کے کلمات کی تعلیم دیجئے" آپ نے فرمایا: "اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جس طرف قرآن چلے اسی طرف تم بھی

چلو" ۔ ۴۲ آپ فرمایا کرتے: "قرآن خدائی خوان یغما ہے جو اس پر بیٹھ گیا وہ مامون ہو گیا" ۴۳ آپ یہ بھی فرماتے: "قرآن علم کا خوان یغما ہے تم سے جہاں تک ہو سکے اس سے علم سیکھ لو. بلاشبہ یہ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے. یہ نور مبین ہے. یہ شفا ہے. یہ سہارا لینے والے کا سہارا ہے۔ اور اس پر مضبوط گرفت رکھنے والے کے لئے ذریعہ نجات ہے۔ اس میں کجی نہیں ہے کہ اسے سیدھا کیا جائے۔ اس میں خم نہیں ہے کہ اسے دور کیا جائے۔ اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوتے۔ بار بار پڑھنے کے باوجود اس میں کہنگی نہیں آتی. اس کی تلاوت کیا کرو. اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں اجر میں دے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ " الم " ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے" ۴۴

قرآن احکام دینیہ کا اولین مصدر ہے (دیکھئے لفظ قضا. فقرہ ۲. جز۔ د. فقرہ ۱)

قرآن کے کسی جز کا انکار (دیکھئے لفظ ردہ. فقرہ ۲)

۹۔ حامل قرآن کی صفات:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: " حامل قرآن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنی رات سے پہچانا جائے جبکہ لوگ سو رہے ہوں اور اپنے دن سے جبکہ لوگ کھانے پینے میں مصروف ہوں۔ اپنی سنجیدگی سے جبکہ لوگ غیر سنجیدہ ہوں اور اپنی خاموشی سے جبکہ لوگ بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہے ہوں اور اپنے خشوع سے جبکہ لوگ اکڑ رہے ہوں" ۴۵

۱۰۔ قرآن میں مقامات سجود:

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کرتے کہ قرآن کی ان سورتوں میں جو مفصل کہلاتی ہیں تین سجدے ہیں آپ سورۃ الحج کی سجدے والی پہلی آیت (الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السماء وات والارض) جو سورت کی اٹھارویں آیت ہے. پر سجدہ کرتے تھے اور ستترویں آیت (یا ایھا الذین آمنوا ارکعوا وسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون) پر سجدہ نہیں کرتے تھے اس لئے کہ آیت کے مندرجات آپ کے نزدیک تعلیم کے لئے تھے نہ کہ حکم سجدہ کے لئے۔ آپ فرمایا کرتے: "سورہ حج میں دو سجدے ہیں. پہلا سجدہ عزیمت یعنی حکم ہے اور دوسرا تعلیم ہے" آپ آخری آیت میں سجدہ نہ کرتے ۴۶

سورہ الانشقاق میں آیت (واذا قری علیھم القرآن لایسجدون) پر سجدہ کرتے ۴۷

سورہ اسراء میں آیت (واذا نیتلیٰ علیہم یخرون للاَ ذقان سجدا) پر سجدہ کرتے ۴۸؎

سورہ اقراء میں آیت (کلالا تطعہ واسجد واقترب) پر سجدہ کرتے ۴۹؎

سورہ الاعراف میں آیت (ویسبحو نہ ولہ یسجدون) پر سجدہ کرتے ۵۰؎

سورہ والنجم میں آیت (فاسجدوا اللہ واعبدوا) پر سجدہ کرتے۔ ۵۱؎

سورہ السجدہ (الم تنزیل) میں آیت (انما یومن باتنا الذین اذا ذکروا بھا خروسجدا وسبحوا بحمد ربھم و ھم لا یستکبرون) پر سجدہ کرتے ۵۲؎

سورہ فصلت حم السجدہ (حم تنزیل) میں آپ (یسبحون لہ بالیل والنھار و ھم لا یسامون پر سجدہ کرتے ۵۳؎

سورہ ص میں کوئی سجدہ نہیں ہے یہ آیت (وظن داوٗد انما فتناہ فاستغفر ربہ وخر راکعا واناب) ایک نبی کی توبہ ہے. آیت سجدہ نہیں ہے۔ ابن ابی شیبہ اور دوسروں نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپ سورہ ص میں سجدہ نہ کرتے اور فرماتے: "یہ ایک نبی کی توبہ ہے" ۵۴؎

۱۱۔ سجدہ تلاوت (دیکھئے لفظ سجود، فقرہ ۴)

۱۲۔ نماز میں قرائت قرآن (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۹، جز۔ و) قرائت خلف الامام، (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴ جز۔ د، فقرہ ۷)

اور رکوع میں عدم قرائت قرآن (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۹، جز۔ و، فقرہ ۴)

قرابہ: قرابت داری

دیکھئے لفظ رحم

قرابت داری کی بنا پر وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۲، جز۔ الف)

قریبی وارث دور کے وارث کو محجوب یعنی محروم کر دیتا ہے (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۳، جز۔ ب)

قرابت کی وجہ سے محرمات (وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے)، دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، فقرہ ۱، جز۔ الف)

نماز جنازہ پڑھانے میں امیرالمومنین یا حاکم وقت کا میت کے رشتہ دار پر مقدم ہونا۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶، جز۔ ب)

قراض : مضاربت

شرکت مضاربت کو قراض کہتے ہیں (دیکھئے لفظ شرکہ، فقرہ ۱)

قران : حج قران

حج اور عمرہ کو ایک نیت اور ایک تلبیہ کے ساتھ اکٹھا کر دینے کو قران کہتے ہیں (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵ جز۔ ب) اور حج فقرہ ۷ جز۔ ب) اور (حج فقرہ ۸، جز۔ ج) اور (حج فقرہ ۱۴، جز۔ ب، فقرہ ۱)

قرض : قرض

۱۔ تعریف :

قرض کسی شخص کو ایسی چیز دینا جس کی مثل موجود ہو تاکہ وہ لی ہوئی چیز کی مثل مستقبل میں لوٹا دے۔

۲۔ قرض کے احکام

ا۔ جب کوئی شخص کسی کو کوئی چیز قرض دے تو قرض لینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مستقبل میں اس چیز کی مثل واپس کر دے۔ اس کے لئے جائز نہ ہو گا کہ اس چیز کے مثل کے سوا کوئی اور چیز واپس کرے الا یہ کہ اس چیز کی مثل کی واپسی مشکل ہو جائے ابن سیرین کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے بھتیجوں کو سونا قرض دیا۔ پھر ان سے چاندی وصول کی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اسے حکم دیا کہ چاندی واپس کر کے سونا وصول کرے ۵۵۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ دینار کے بدلے درہم اور درہم کے بدلے دینار واپس کرنے کو جائز قرار دیتے تھے۔ حبیب بن رافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی بیوی نے اپنی ایک لونڈی درہموں کے بدلے فروخت کر دی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے انہیں حکم دیا کہ قیمت میں دینار لے لیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ دونوں قول منقول ہیں۔ امام عبد الرزاق بن ہمام نے اپنی کتاب مصنف عبد الرزاق میں لکھا کہ اہل کوفہ اور اہل بصرہ پر تعجب ہوتا ہے۔ اہل کوفہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے اس مسئلے میں اجازت کی روایت کرتے ہیں اور اہل بصرہ ان

دونوں حضرات سے سختی سے ممانعت کی روایت کرتے ہیں ۔ (دیکھئے لفظ ربا، فقرہ ۳، جز۔ الف، فقرہ ۱)

ب۔ قرض لینے والے کی طرف سے لی ہوئی چیز سے بہتر کی واپسی۔ حضرت ابن مسعودؓ اسے مکروہ سمجھتے تھے۔ تاکہ ربوٰ یعنی سود کے شبہ سے بھی بچاؤ ہو جائے۔ آپ نے ایک شخص کو کچھ درہم قرض کے طور دے دیئے۔ وہ شخص ان سے زیادہ کھرے درہم واپس کرنے کے لئے آیا۔ آپ نے لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا: "ہمیں ہمارے درہم جیسے درہم لا دو"

ج۔ حضرت ابن مسعودؓ ہر ایسے قرض کو سود قرار دیتے تھے جس میں قرض دینے یا لینے والے کے لئے کسی منفعت کی شرط لگا دی گئی ہو ۔ ایک شخص نے کسی سے پانچ سو دینار قرض کے طور پر لئے۔ اس میں یہ شرط رکھ دی گئی کہ قرض دینے والا قرض لینے والے کا گھوڑا سواری کے لئے استعمال کرے گا۔ آپ نے اس سے فرمایا: "اس کے گھوڑے پر تم جس قدر سواری کرو گے وہ سود ہو گا"

د۔ اگر کسی نے کسی سے کوئی چیز قرض لی اور قرض دینے والا وہاں سے چلا گیا اور واپس نہیں آیا یا اپنا قرض بھول گیا، تو قرض لینے والا قرض لی ہوئی چیز صدقہ کر دے گا۔ اگر اس کے بعد قرض دینے والا واپس آ کر اپنے قرض کا تقاضا کرے تو اسے اختیار دیا جائے گا کہ یا تو صدقہ کا ثواب حاصل کرے یا اپنی چیز لے لے۔ اگر اس نے دوسری بات قبول کر لی تو قرض لینے والے کے لئے اس شے کی واپسی ضروری ہو جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک شخص سے چھ یا سات سو درہم کے بدلے ایک لونڈی خریدی۔ قیمت کی ادائیگی سے پہلے وہ شخص وہاں سے چلا گیا آپ نے ایک سال تک اس کی تلاش جاری رکھی۔ لیکن اس کا کوئی اتہ پتہ معلوم نہ ہو سکا۔ آپ اس لونڈی کو لے کر بر آمدہ میں آئے اور اس کے آقا کی طرف سے ایک یا دو درہم میں صدقہ کر دیا اور کہہ دیا کہ اگر اس کا مالک آ جائے تو اسے اختیار دیا جائے گا۔ اگر وہ صدقہ کا اجر و ثواب لینا پسند کرے گا تو اسے اجر و ثواب مل جائے گا اور اگر مال لینا چاہے گا تو اسے مال مل جائے گا

قرط : بالی

عورت کے کانوں میں پڑی ہوئی بالیوں کو چھپائے رکھنا (دیکھئے حجاب، فقرہ ۲)

قرعہ : قرعہ اندازی کرنا

قرعہ اندازی کے ذریعے نسب کا ثبوت (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۲، جز۔ ج)

قرینہ : قرینہ

عمداً ارتکاب جرم کا قرینہ (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۵)

قرائن کے ذریعے نسب کا ثبوت (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ۲، جز۔ الف)

قسامہ : قسامت

وہ قسم جو قاتل کا پتہ نہ چلنے کی صورت میں موقع واردات کے قریب رہنے والے لوگوں کو دی جائے)۔

(دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ جز۔ ب)

قسم : قسم

دیکھئے لفظ یمین

قسمۃ : تقسیم

حضرت ابن مسعودؓ تقسیم کا کام سرانجام دینے پر اجرت لینے کو جائز قرار نہیں دیتے تھے آپ فرماتے:

"چار چیزیں ایسی ہیں کہ ان پر اجرت نہیں لی جاتی، وہ یہ ہیں۔ اذان۔ قراءت قرآن، بیت المال سے مستحقین کو عطیات کی تقسیم اور قضا"

قصاص : قصاص

جرم اور سزا میں مماثلت کو قصاص کہتے ہیں (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶ جز۔ الف)

قصر الصلاۃ : نماز میں قصر کرنا

سفر میں نماز قصر کرنا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۴، جز۔ الف

قضاء . فیصلے کرنا

۱۔ تعریف :

قضاء کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے اول جھگڑوں کے فیصلے کرنا دوم مثل واجب ادا کرنا۔

۲۔ قضاء بمعنی اول (جھگڑوں کے فیصلے کرنا)

ا۔ اس کی فضیلت۔ جھگڑوں اور مقدمات کے فیصلے کرنے کی بڑی فضیلت ہے اس لئے کہ اس میں حق کو ثابت اور واضح کر کے حق دار کو پہنچا دیا جاتا اور تنازعہ ختم کرا دیا جاتا ہے۔ اس لئے حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے : "اگر میں دو شخصوں کے درمیان قاضی بن کر ان کا جھگڑا طے کرنے کے لئے بیٹھ جاؤں تو یہ مجھے ستر سال کی عبادت سے زیادہ محبوب ہو گا" [۶۴] آپ یہ بھی فرماتے : "اگر میں ایک دن بیٹھ کر لوگوں کے مقدمات کا حق اور انصاف کے مطابق فیصلہ کرتا رہوں تو یہ میرے لئے سال بھر کے جہاد سے زیادہ پسندیدہ ہو گا" یا آپ نے یوں فرمایا : "سو دنوں کے جہاد سے زیادہ پسندیدہ ہو گا" [۶۵]

ب۔ قضاء یعنی عدلیہ کی آزادی۔ قاضی آزاد ہوتا ہے۔ اس پر کسی کی بالا دستی نہیں ہوتی نہ کسی امیر کی اور نہ ہی کسی سلطان کی۔ وہ اللہ کی شریعت کی روشنی میں فیصلے صادر کرتا ہے۔ اس حقیقت کو علقمہ بن قیس کی ایک روایت واضح کرتی ہے۔ وہ کہتے ہیں : "امیر لشکر ولید بن عقبہ نے شراب پی لی اور نشہ میں مدہوش ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت حذیفۃ بن الیمانؓ کو ان پر حد جاری کرنے کے لئے کہا۔ دونوں حضرات نے جواب میں کہا ہم ایسا نہیں کریں گے ہم دشمنوں کے مقابلے پر ہیں اگر انہیں پتہ چل گیا تو ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور ہمارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی" [۶۶]

ج۔ قضاء پر اجرت :۔ مقدمات کے فیصلے کرنا اسلامی حکومت کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ایک ہے۔ اس لئے کہ اسی میں اسلامی معاشرے کی سلامتی پوشیدہ ہے۔ اس لئے حکومت ہی قاضیوں کی تقرری، ان کی تنخواہوں کی ادائیگی اور ان کے گزارے کی کفالت کی ذمہ دار ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ ان قاضیوں میں سے ایک تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے

کوفہ میں قیام کے لئے بھیجا تھا۔ ان قاضیوں کو بیت المال سے وظائف یا تنخواہیں ملتی تھیں [۴۸]۔ حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ آپ قضاء پر اجرت لینا مکروہ سمجھتے تھے [۴۹]۔ آپ فرمایا کرتے: "چار چیزوں پر اجرت نہیں لی جاتی"۔ ان میں آپ قضاء کا بھی ذکر کرتے [۵۰]۔ اس قول سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ مقدمہ کے فریقین سے کوئی اجرت نہیں لی جائے گی۔

د۔ قاضی پر عائد ہونے والی ذمہ داریاں: کوئی قاضی جب تک درج ذیل باتوں کو ملحوظ نہیں رکھے گا غلطیوں سے نہیں بچ سکے گا۔

ا) مسئلے کا حکم اس کے مصادر سے حاصل کرنا۔ مقدمہ کے فیصلے کے لئے احکام کے مصادر یہ ہیں۔ قرآن، پھر سنت پھر ایسے فیصلے جو گزشتہ نامور قاضیوں نے کئے تھے اور جنہیں علماء نے قبول کر لیا ہے۔ اگر اسے پیش آمدہ مقدمے کے لئے فیصلے کے ان مصادر سے کوئی حکم ہاتھ نہ لگے تو وہ اپنی رائے یا اجتہاد سے کام لیتے ہوئے حتی الامکان درست اور صحیح فیصلہ کی تلاش کرے گا۔ اور اس کے مطابق مقدمہ کا فیصلہ سنا دے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو تو اس کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کرو۔ اگر اس میں ناکام رہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ دو۔ اگر اس میں بھی ناکام رہو تو صالحین کے کئے ہوئے فیصلوں کی روشنی میں فیصلہ کرو۔ اگر اس میں بھی ناکام رہو تو اپنی بات کرو خواہ اشارہ ہی کیوں نہ ہو (یعنی اپنی رائے اور اجتہاد سے کام لو) اور اس میں کوتاہی نہ کرو۔ اگر اس میں بھی ناکام رہو تو فیصلہ کرنے سے گریز کرو اور ایسا کرنے میں ہرگز نہ شرماؤ" [۵۱]۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: "لوگو! ہم پر ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے کہ ہم فیصلے نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ہم اس درجے پر تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہم کو جس مرتبے تک پہنچا دیا ہے وہ تمہارے سامنے ہے۔ اس لئے آج کے بعد ہم میں سے جس شخص کے سامنے مقدمہ فیصلے کے لئے پیش ہو تو وہ کتاب اللہ کی روشنی میں اس کا فیصلہ کرے۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو حضورؐ کے فیصلوں کی روشنی میں اس کا فیصلہ کرے۔ اگر وہاں بھی نہ ہو تو صالحین کے فیصلوں کی روشنی میں اس کا فیصلہ کرے، اگر ایسا بھی نہ ہو سکے تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔ تم میں سے کوئی شخص

(فیصلے کے لئے حکم ہاتھ نہ آنے سے گھبرا کر) ہرگز یہ نہ کہے کہ: "میں ڈرتا ہوں". "میں دیکھتا ہوں" وغیرہ اس لئے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور دونوں کے درمیان ایسے امور ہیں جن میں اشتباہ پڑ سکتا ہے اس لئے شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر لو جو شک میں نہ ڈالتی ہو" ۲ے

حضرت ابن مسعودؓ ان مصادر کے علاوہ کہیں اور سے فیصلے کے لئے حکم تلاش کرنے کو فیصلے میں ظلم تصور کرتے تھے۔ مسروق کہتے ہیں: "حضرت ابن مسعودؓ سے فیصلے میں ظلم کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "یہ کفر ہے" اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی (ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰیک ھم الکافرون اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ قوانین کے تحت فیصلہ نہیں کرے گا تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں). (ایسے ہی لوگ ظالم ہیں) .... (ایسے ہی لوگ فاسق ہیں) ۳ے

۲) ظاہری دلائل کو ملحوظ رکھنا. قاضی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی نیتوں کے پیچھے بھاگتا رہے اور پوشیدہ گوشوں میں دلائل تلاش کرے۔ خاص کر جب مقدمے کا تعلق کسی حد سے ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ سے کہا گیا: "کیا آپ ولید بن عقبہ امیر لشکر کے خلاف کچھ کریں گے جس کی داڑھی سے شراب کے قطرے ٹپک رہے ہیں" آپ نے جواب دیا: "ہمیں تجسس اور ٹوہ لگانے سے روکا گیا ہے اگر ہمارے سامنے کوئی بات آئے گی تو اس پر حد جاری کر دیں گے" ۴ے ان ظاہری دلائل کو وطرق اثبات کہا جاتا ہے (دیکھئے لفظ اثبات، فقرہ ۲)

۳) فیصلہ سنانے سے اس وقت تک باز رہنا جب تک اس کی صورت ظاہر نہ ہو جائے۔ اگر مقدمے کے حکم کی صورت واضح نہ ہو تو اس کے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلو بچاتا رہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب تم میں کسی کو مقدمے کے حکم کا علم ہو تو وہ فیصلہ کرے ورنہ دامن بچالے اور اس میں شرم نہ کرے" ۵ے

۴) مقدمہ کے فریقین کے مابین نشست اور اپنے دفاع کا پورا پورا موقعہ فراہم کرنے میں مساویانہ سلوک روا رکھنا۔ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ایک شخص مہمان بن کر آیا۔ اس نے آپ سے کچھ پوچھا۔ آپ نے اس سے پوچھا تم کسی مقدمہ میں فریق تو نہیں

ہو۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے اسے چلے جانے کے لئے کہا اور فرمایا کہ میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (مقدمہ کے کسی فریق کو فریق ثانی کے بغیر مہمان نہ بناؤ) ۴۶۔

ھ۔ گھر کے اثاثہ کے متعلق زوجین کا اختلاف۔ اگر زوجین ایک گھر میں رہتے ہوں اور پھر ان میں علیحدگی ہو جائے اور گھر کے اثاثہ کے متعلق ان میں اختلاف پیدا ہو جائے کہ دونوں میں سے ہر ایک اس اثاثے کا مدعی ہو تو ایسی صورت میں گھر کا کل اثاثہ دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے گا۔ دونوں میں ہر ایک اپنے نصف حصے کے متعلق حلف اٹھا کر اسے حاصل کر لے گا۔ اس لئے قبضہ کے لحاظ سے دونوں ایک جیسے ہیں اور ثبوت بھی کوئی موجود نہیں ہے۔ اس لئے دونوں میں سے ہر ایک نصف اثاثے کا حق دار ہو گا ۴۷۔

۳۔ تحکیم۔ یعنی کسی کو فیصل بنا کر فیصلہ حاصل کرنا (دیکھئے لفظ تحکیم)

۴۔ قضا بمعنی مثل واجب ادا کرنا:

مسبوق کا امام کے ساتھ رہ جانے والی نماز ادا کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ۔ فقرہ ۱۴ جز۔ ھ فقرہ ۶)

رمضان کے رہ جانے والے روزوں کی قضا (دیکھئے لفظ صیام۔ فقرہ ۱۳)

محصر (یعنی وہ شخص جو کسی مانع کی وجہ سے اپنا سفر حج جاری نہ رکھ سکے) کا اپنے حج کی قضا کرنا (دیکھئے لفظ احصار۔ فقرہ ۳)

قعود۔ بیٹھنا۔ قعدہ کرنا

نماز میں تشہد کے لئے بیٹھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۹۔ جز۔ ک)

قلادۃ: ہار

عورت کے گلے میں پڑے ہوئے ہار کی پردہ پوشی (دیکھئے لفظ حجاب۔ فقرہ ۲)

قمار۔ جوا

(دیکھئے لفظ میسر)

قنوت۔ دعائے قنوت

فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ۔ فقرہ ۹۔ جز۔ ر)

وتر کی نماز میں قنوت پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۰. جز۔ د)

قہقہہ : قہقہہ مار کر ہنسنا

نماز میں قہقہہ نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ وضو کو نہیں (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۷ جز۔ ج فقرہ ۲) اور

(دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۴. جز۔ د)

قیام : کھڑے ہونا

نماز میں قیام (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹. جز ح. فقرہ ق)

قیام اللیل : تہجد

(دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۹. جز۔ م)

جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانا (دیکھئے لفظ جنازہ. فقرہ ۷. جز۔ د)

قئی : قے کرنا

قے کرنے سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا (دیکھئے لفظ صیام. فقرہ ۱۱. جز۔ ب)

حوالہ جات

باب (حرف القاف)

١۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۱ جلد اول. المحلی ص ۱۳۵ جلد پنجم. کشف الغمہ ص ۱۷۱ جلد اول
٢۔ عبدالرزاق ص ۱۷ جلد سوم
٣۔ سنن بیہقی ص ۲۵۸ جلد ہشتم
٤۔ سنن بیہقی ص ۵۵۲ جلد ہشتم
٥۔ عبدالرزاق ص ۴۳۴ جلد ہفتم.
٦۔ اخبار القضاۃ ص ۹ جلد سوم تفسیر قرطبی ص ۱۷۴ جلد بارہ
٧۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳۔ ب جلد دوم
٨۔ بخاری و مسلم فضائل ابن مسعود
٩۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳۔ ب جلد دوم
١٠۔ تفسیر طبری ص ۸۱ جلد اول
١١۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۱۔ ب جلد دوم
١٢۔ حوالہ سابق
١٣۔ عبدالرزاق ص ۳۶۲ جلد سوم
١٤۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۱۔ ب جلد دوم
١٥۔ آثار ابی یوسف نمبر ۲۲۲
١٦۔ حلیتہ الاولیاء لابی نعیم ص ۱۳۱ جلد اول
١٧۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۰ جلد دوم
١٨۔ آثار ابی یوسف ۳۲۷. ابن ابی شیبہ ص ۱۸ جلد اول. عبدالرزاق ص ۳۳۹ جلد اول
١٩۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۹ جلد دوم
٢٠۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۵ جلد دوم. عبدالرزاق ص ۳۲۳ جلد چہارم. المغنی ص ۴۹۵ جلد اول
٢١۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۲۔ ب. ۱۶۳ جلد دوم
٢٢۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۲ب. ۱۶۳ب جلد دوم آثار ابی یوسف رقم ۲۳۳. المغنی ص ۱۷۴ جلد دوم
٢٣۔ آثار ابی یوسف رقم ۲۳۲
٢٤۔ عبدالرزاق ص ۳۵۳. جلد سوم. المحلی ص ۵۴ جلد سوم
٢٥۔ آثار ابی یوسف رقم ۲۲۹. الام ص ۱۸۹ جلد ہفتم

۲۶۔ کشف الغمہ ص ۱۰۲ جلد اول
۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۰ جلد دوم
۲۸۔ آثار ابی یوسف رقم ۲۲۳
۲۹۔ عبدالرزاق ص ۳۶۲ جلد سوم
۳۰۔ المغنی ص ۱۷۲ جلد دوم
۳۱۔ المحلی ص ۱۴۶ جلد سوم
۳۲۔ ابن ابی شیبہ ۱۶۰ جلد دوم
۳۳۔ حوالہ سابق
۳۴۔ عبدالرزاق ص ۳۲۳ جلد چہارم. ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ جلد دوم
۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ جلد دوم
۳۶۔ عبدالرزاق ص ۳۲۲ جلد چہارم
۳۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۰ جلد دوم
۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۰۔ ب جلد دوم
۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳۔ ب جلد دوم
۴۰۔ المغنی ص ۱۸۲ جلد دوم
۴۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۰ جلد دوم
۴۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴۔ ب جلد دوم
۴۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۰ جلد دوم، ص ۶۰
۴۴۔ عبدالرزاق ص ۳۷۵ جلد سوم
۴۵۔ المجموع ص ۱۸۳ جلد دوم
۴۶۔ عبدالرزاق ص ۳۴۲ جلد سوم. آثار ابی یوسف نمبر ۲۰۶
۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۴، ۶۵. جلد اول. عبدالرزاق ص ۲۴۰، ۲۴۸ جلد سوم. شرح معانی الآثار ص ۲۰۹ اول
۴۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۵ جلد اول. عبدالرزاق ص ۳۴۸ جلد سوم
۴۹۔ عبدالرزاق ص ۳۴۸ جلد سوم. ابن ابی شیبہ ص ۶۴، ۶۵ جلد اول. المحلی ص ۱۰۹ جلد پنجم
۵۰۔ حوالہ سابق. ماسوائے المحلی
۵۱۔ حوالہ سابق بشمول المحلی ص ۱۰۸ جلد پنجم
۵۲۔ المحلی ص ۱۰۸ جلد پنجم
۵۳۔ حوالہ سابق

۵۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۴ جلد اول، عبدالرزاق ص ۳۳۹ جلد سوم، آثار ابی یوسف رقم ۲۰۶ احکام القرآن جصاص رازی جلد سوم، الام ص ۱۸۸ جلد ہفتم

۵۵۔ عبدالرزاق ص ۱۲۸ جلد ہفتم، المجموع ص ۱۰۳ جلد دہم

۵۶۔ عبدالرزاق ص ۱۲۸ جلد ہشتم

۵۷۔ حوالہ سابق

۵۸۔ المحلی ص ۷۸ جلد ہشتم

۵۹۔ آثار ابی یوسف رقم ۸۳۵

۶۰۔ المغنی ص ۳۱۹ جلد چہارم

۶۱۔ عبدالرزاق ص ۱۴۵ جلد ہشتم، سنن بیہقی ص ۳۵۱ جلد پنجم

۶۲۔ عبدالرزاق ص ۱۳۹ جلد دہم

۶۳۔ المحلی ص ۱۴ جلد سوم

۶۴۔ المغنی ص ۳۴ جلد نہم

۶۵۔ سنن بیہقی ص ۸۹ جلد دہم

۶۶۔ عبدالرزاق ص ۱۹۸ جلد پنجم

۶۷۔ موسوعہ فقہ عمرلفظ قضاء فقرہ۔ اجزا، اورلفظ نسیٰ فقرہ ۳، جز۔ ب فقرہ ۲)

۶۸۔ سنن بیہقی ص ۱۱۵ جلد دہم، کنزالعمال ص ۱۴۴۶۲، المغنی ص ۵۳ جلد نہم

۶۹۔ سنن بیہقی ص ۱۳۹ جلد دہم

۷۰۔ عبدالرزاق ص ۳۰۱ جلد ہشتم، کنزالعمال ۱۴۴۶۰

۷۱۔ سنن بیہقی ص ۱۱۵ جلد دہم، کنزالعمال ۱۴۴۶۲، المغنی ص ۵۳ جلد نہم

۷۲۔ سنن بیہقی ص ۱۳۹ جلد دہم

۷۳۔ سنن بیہقی ص ۱۳۹ جلد دہم

۷۴۔ کنزالعمال ۸۴۸۲ عبدالرزاق ص ۲۳۲ جلد دہم

۷۵۔ شرح ادب القاضی للخصاف ص ۳۵۹ جلد اول، عبدالرزاق ص ۳۰۱ جلد ہشتم، کنزالعمال ۱۴۴۶۰

۷۶۔ ادب القاضی ص ۳۶۲ جلد اول

۷۷۔ المغنی ص ۳۲۲ جلد نہم

حرف الکاف
ک

کافر: کافر

(دیکھئے لفظ کفر)

کبیرہ: بڑی چیز

کبیرہ گناہ (دیکھئے لفظ ذنب، فقرہ ۲، جز۔ الف)

کتابی: اہل کتاب

یہودی یا نصرانی کو کتابی کہتے ہیں۔

کتابی کا ذبیحہ (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۳، جز۔ الف)

کتابی کا تیار کردہ پنیر کھانا (دیکھئے لفظ طعام، فقرہ ۲، جز۔ د)

کتابی عورت سے نکاح (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، فقرہ ۲ جز۔ د، ھ)

کسی کتابی سے مسائل پوچھنے اور رہنمائی طلب کرنے کی ممانعت (دیکھئے لفظ اسرائیلیات)

کحل: سرمہ

عدت والی عورت کا سرمہ لگانا (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۴، جز۔ ھ)

کعبہ: کعبہ شریف

(دیکھئے لفظ قبلہ)

حج میں کعبۃ اللہ کا طواف کرنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۷، ۱۴، ۱۶)

عمرہ میں کعبۃ اللہ کا طواف کرنا (دیکھئے لفظ عمرہ، فقرہ ۴)

کف : ہتھیلی

سجدہ کرتے وقت سب سے پہلے دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھی جائیں (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ط فقرہ ۱)

کفاءۃ : برابری، ہم پلہ ہونا

نکاح میں کفائت کی شرط نہیں ہے (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۳، جز۔ ب)

کفارۃ : کفارہ

۱۔ تعریف :

گناہ کا دھبہ دھونے کے لئے شریعت کے مقرر کردہ عمل کو بروئے کار لانا کفارہ کہلاتا ہے۔

۲۔ ایسے گناہ جن میں کفارہ واجب ہوتا ہے :

اگر کوئی مسلمان کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو اس کا کفارہ توبہ استغفار ہے۔ اس کے ساتھ بعض گناہوں کے لئے دوسری سزائیں بھی مقرر ہیں وہ گناہ یہ ہیں۔

ا۔ قتل : (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۵، جز۔ ج) اور (لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز۔ ج)

ب۔ ظہار۔ اللہ تعالیٰ نے ظہار کے کفارے کا ذکر سورۃ المجادلہ میں کیا ہے۔ ارشاد باری ہے (والذین یظٰھرون من نساءھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین من قبل ان یتماسا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا ـــ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ قبل اس کے کہ دونوں اختلاط کریں ایک مملوک کو آزاد کرنا ہے، پھر جس کو یہ میسّر نہ ہو تو قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں اس کے ذمہ دو مہینوں کے مسلسل روزے ہیں، پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے۔)

ج۔ قسم توڑنے کا کفارہ (دیکھئے لفظ یمین، فقرہ ۵)

د۔ نذر (دیکھئے لفظ نذر)

ھ۔ حج کے مخالف افعال (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۶، جز۔ د، فقرہ ۳، ۴) اور حج فاسد کر دینا

(دیکھئے لفظ حج فقرہ ٦، جز۔ د، فقرہ ٣) اور (دیکھئے لفظ نذر، فقرہ ٣، جز۔ الف، فقرہ ١٠)

٣۔ کفارہ میں کیا واجب ہوتا ہے؟

کفارہ میں یا تو غلام آزاد کرنا یا کپڑوں کے جوڑے دینا یا کھانا کھلانا یا روزہ رکھنا یا جانور ذبح کرنا یا چند اور مناسب امور واجب ہوتے ہیں۔

ا۔ غلام آزاد کرنا۔ قتل، ظہار اور قسم توڑنے کے کفاروں میں واجب ہوتا ہے۔ کفارہ قتل میں اللہ تعالیٰ نے آزاد کئے جانے والے غلام کے ساتھ ایمان کی شرط بھی لگا دی ہے (سورۃ النساء آیت نمبر ٩٢ میں ارشاد باری ہے۔ (ومن قتل مومنا خطا فتحریر رقبۃ مومنۃ جو کوئی کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو وہ ایک مومن غلام آزاد کرے) اس کے متعلق ہمیں ابن مسعودؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا۔

ب۔ کپڑوں کے جوڑے دینا۔ کپڑے دینا قسم توڑنے کے کفارہ میں واجب ہوتا ہے۔

ج۔ کھانا کھلانا۔ یہ قسم توڑنے اور ظہار کے کفاروں میں واجب ہوتا ہے۔

د۔ روزہ رکھنا۔ یہ قتل کے کفارہ میں واجب ہوتا ہے اس میں اسقاط جنین (حمل گرا دینا) بھی داخل ہے اسی طرح روزہ ظہار اور قسم توڑنے کے کفاروں میں واجب ہوتا ہے اس میں ایلا بھی داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قتل اور ظہار کے کفاروں میں روزوں کے تسلسل کو نصاً بیان فرمایا ہے۔ سورۃ نساء میں قتل کے کفارہ کے متعلق ارشاد باری ہے۔ (فمن لم یجد فصیام شہرین متتابعین توبۃ من اللہ، جسے یہ میسر نہ آسکیں تو ان کے ذمہ دو مہینوں کے لگاتار روزے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے توبہ کی صورت ہے) ظہار کے کفارہ کے متعلق سورۃ مجادلہ میں ارشاد باری ہے (فمن لم یجد فصیام شہرین متتابعین من قبل ان یتماسا۔ جسے یہ میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں دو مسلسل مہینوں کے روزے ہیں) حضرت ابن مسعودؓ قسم توڑنے کے کفارہ میں روزے لگاتار رکھنے کی شرط لگاتے تھے، اس بناء پر نہیں کہ اس کفارے کو قتل اور ظہار کے کفاروں پر قیاس کرتے تھے، بلکہ نص قرآنی کی بناء پر آپ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ٨٩ کے آخری حصہ (فمن

لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام۔ پس جسے یہ میسر نہ ہو اس پر تین دن کے روزے ہیں) کی قرآت اس طرح کرتے تھے (فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات۔ پس جسے یہ میسر نہ ہو اس کے ذمہ تین دن لگاتار روزے رکھنا ہے) اس قراءۃ میں روزہ رکھنے میں تسلسل کی شرط کا اضافہ ہے اس قراءۃ کو مجاہد، شعبی ابو اسحق اور عطاء بن ابی رباح نے نقل کیا ہے۔ عطاء کہتے ہیں: "عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ قراءۃ کی ہے (فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات) عطاء نے مزید کہا ہم بھی یہی قراءۃ کرتے تھے" [۱] حضرت ابن مسعودؓ کے رفقاء نے یہی قراءۃ کی ہے حتیٰ کہ ابراہیم نخعی نے کہا: "عبداللہ بن مسعودؓ کے رفقاء کی قراءۃ میں "ثلاثۃ ایام متتابعات ہے" اعمش نے کہا: "ابن مسعودؓ کے رفقاء اس آیت کی اسی طرح قراءۃ کرتے تھے" [۲] بہر حال جو بھی صورت ہو یہ قراءۃ جسے اصحاب قراءۃ (قرآن کی قراءتوں کے آئمہ) نے قرآن تسلیم نہیں کیا ہے۔ اس کی یہ حیثیت ضرور ہے کہ یہ کم از کم خبر واحد (ایسی حدیث جس کی روایت کے سلسلے میں کسی جگہ صرف ایک راوی ہو) اور ایک جلیل القدر فقیہہ صحابی کی تفسیر ہے۔ اور یہ تفسیر، حدیث مرفوع (ایسی حدیث جس کی روایت کوئی صحابی براہ راست حضورؐ سے کرے) کے حکم میں ہوتی ہے۔

۵۔ جانوروں کی قربانی۔ یہ حج کے احکام کی خلاف ورزیوں کے کفاروں میں دی جاتی ہے (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۶، جز۔ د، فقرہ ۳، ۴)

کفر: کُفر

(دیکھئے لفظ شرک، مجوسی، کتابی)

۱۔ تعریف:

اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانا کفر ہے۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کے سوا بقیہ تمام لوگ کافر ہیں۔

۲۔ ایک مسلمان جن باتوں کی وجہ سے کافر بن جاتا ہے (دیکھئے لفظ ردۃ، فقرہ ۴)

کافروں سے پیار (دیکھئے لفظ حب، فقرہ ۲، جز۔ ب)

کافر کو السلام علیکم کہنا (دیکھئے لفظ سلام، فقرہ ۴)

کافروں کی تقلید کرنا (دیکھئے لفظ موالاۃ، فقرہ ۶، جز۔ ھ)

کافر کسی اسلامی عبادت کا مکلف نہیں ہوتا (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۳، جز الف)
کافر محصن نہیں ہوتا (دیکھئے لفظ احصان، فقرہ ۲ جز۔ ج)
کفارہ میں کافر کا غلام آزاد کرنا (دیکھئے لفظ کفارہ فقرہ ۳، جز۔ الف)
کفر کی وجہ سے وراثت میں محرومی (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز الف)
کافر وارث کا اپنے سے بعد والے وارث کو محجوب یعنی محروم کردینا (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴ جز۔ د)

کافر ذمی کے خلاف کیا ہوا جرم۔ (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴ جز۔ ب)

کافر کے خلاف کئے ہوئے جرم کی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز۔ ب، فقرہ ۲، جز۔ د)

کفن : کفن پہنانا

میت کو کفن پہنانا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۵)

تدفین کے بعد کفن پھاڑنا درست نہیں (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۸)

کلام : کلام، گفتگو

فحش کلام سے وضو نہیں ٹوٹتا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۴، جز۔ ج)

کلام سے نماز فاسد ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ ج، فقرہ ۱)

سنت فجر کے بعد گفتگو کرنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۱۱) اور (لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ ی)

گفتگو کا روزہ رکھنا غیر مشروع ہے (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۲)

کلب : کتا

کتے کی نجاست اور دباغت کے باوجود اس کی کھال پاک نہیں ہوتی (دیکھئے لفظ جلد، فقرہ ۲)

چونکہ کتا نجس ہے اس لئے حضرت ابن مسعودؓ کتے پالنا درست نہیں سمجھتے تھے الا یہ کہ ایسے مقاصد کے لئے پالے جائیں جن کے لئے ان کا استعمال درست ہو مثلاً شکار، رکھوالی وغیرہ۔ آپ کا قول ہے: "جس شخص نے شکار یا مویشیوں کی رکھوالی کے سوا کسی اور مقصد کے لئے کتا رکھا تو ہر روز اس کے اجر میں سے ایک قیراط (نصف دانق۔ دانق درہم کے چھٹے حصے کے برابر ایک سکہ ہوتا ہے۔ بقول بعض قیراط دینار کا تقریباً ۰.۰۶۶۷ حصہ ہوتا ہے۔ اور بقول بعض دینار کا

بیسواں حصہ ہوتا ہے۔ مترجم) کم ہو جائے گا" ۳

کنایہ : رمز، اشارہ

کنایہ اس کلام کو کہتے ہیں جس کے معنی مراد میں پوشیدگی ہو۔

طلاق بالکنایہ (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۴، جز۔ب)

کنز : خزانہ

کنز کا اطلاق دو معنوں میں ہوتا ہے۔

۱۔ پہلے معنی کے مطابق دفینہ کو کنز کہتے ہیں

رکاز یعنی کنز کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۸)

۲۔ کنز کا اطلاق اس مال پر بھی ہوتا ہے جس کی زکوٰۃ نہ نکالی گئی ہو (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۲)

مال کو کنز کی شکل میں جمع کرنا حرام ہے (دیکھئے لفظ اکتناز)

کہانہ : غیب کی باتیں بتانا

مستقبل کی باتیں معلوم کرنے کے لئے کاہنوں (غیب کی خبریں بتانے والوں) کے پاس جانا جائز نہیں ہے۔ اور اگر ان کی بتائی ہوئی کوئی بات کان میں پڑ جائے تو اس کی تصدیق جائز نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جو شخص کسی کاہن کے پاس جا کر کوئی بات پوچھے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب، قرآن مجید کے انکار کا مرتکب ہو گا"

حوالہ جات

باب (حرف الکاف)

۱۔ عبدالرزاق ص ۵۱۴ جلد ہشتم، کشف الغمہ ص ۱۹۲ جلد دوم
۲۔ تفسیر ابن کثیر ص ۹۱ جلد دوم
۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۱ جلد اول
۴۔ عبدالرزاق ص ۲۱۰ جلد گیارہ

حرف اللام
ل

لباس : لباس

۱۔ ریشمی لباس :

اس پر اجماع ہے کہ مرد پر سونا اور ریشم حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں پر حلال ہیں) اگر کوئی شخص اپنے چھوٹے بچے کو سونا یا ریشمی لباس پہنائے تو یہ بھی مکروہ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ان کا ایک بیٹا ریشمی قمیص پہنے ہوئے آیا۔ لڑکا اپنے لباس پر بڑا خوش ہو رہا تھا۔ جب وہ قریب آیا تو حضرت ابن مسعودؓ نے قمیص پھاڑ ڈالی اور فرمایا کہ جا کر اپنی ماں سے کہو تمہیں کوئی اور لباس پہنا دے [۱]

۲۔ اسبال ازار (تہبند ٹخنوں کے نیچے تک چھوڑ دینا)

مرد کے لئے مکروہ ہے کہ وہ اپنا تہبند ٹخنوں کے نیچے تک جانے دے۔ اس لئے کہ حضورؐ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ تکبر کی نشانی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے دو شخصوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ایک اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے تک گرائے ہوئے تھا اور دوسرا اپنے رکوع اور سجدے پوری طرح ادا نہیں کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا، "ازار والے کی طرف اللہ نظر ہی نہیں کرے گا اور دوسرے کی نماز قبول نہیں کرے گا" [۲] (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲، جز و)

۳۔ نماز میں سدل ثوب :

(کپڑے کا ایک کنارہ سر پر رکھ کر دونوں کناروں کو باندھے بغیر دونوں طرف چھوڑ دینا) (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱، جز ھ)

حج میں محرم کا لباس۔ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۷، جز۔ الف) اور اضطباع چادر دائیں بغل کے نیچے

سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا کہ بایاں کندھا ڈھک جائے اور دایاں کھل جائے۔ (دیکھئے لفظ حج فقرہ ۷، جز۔ الف)

کوڑوں کی سزا پانے والے کے جسم سے کپڑے نہ اتارے جائیں (دیکھئے لفظ جلد، فقرہ ۱۳)

عورت کا لباس (دیکھئے لفظ حجاب)

لسان : زبان

زبان کو نقصان پہنچانے والے جرم کی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز - ب، فقرہ ۲، جز۔ ج)

لعان : لعان کرنا

۱۔ تعریف :

زوجین میں سے ہر ایک کا ایسی مؤکد بہ قسم شہادت دینا جن کے ساتھ اللہ کی لعنت اور غضب کے الفاظ بھی شامل ہوں لعان کہلاتا ہے یہ گواہیاں شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام اور بیوی کے حق میں حد زنا کے قائم مقام ہوتی ہیں۔

۲۔ لعان کے اجرا کی شرطیں :

درج ذیل شرطوں کی موجودگی کی صورت میں لعان کا اجرا ہو سکتا ہے۔

ا۔ تہمت لگانے کے وقت تہمت زدہ عورت تہمت لگانے والے کی بیوی ہو۔ اگر عورت اجنبی ہو تو ایسی صورت میں حد قذف واجب ہو گی۔ لعان نہیں ہو گا۔

عورت اس وقت تک بیوی کہلائے گی جب تک وہ اپنے شوہر کے حصار عصمت میں ہو۔ لہٰذا طلاق رجعی پانے والی مطلقہ عورت بیوی سمجھی جائے گی جب تک وہ عدت کے اندر ہے اور جب تک شوہر کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ عدت ختم ہونے پر وہ اس کی بیوی نہیں رہے گی۔ اس بنا پر اگر کوئی شوہر طلاق رجعی پانے والی بیوی پر عدت کے اندر تہمت لگائے گا تو لعان واجب ہو گا۔ لیکن اگر طلاق بائن پانے والی بیوی پر عدت کے اندر تہمت لگائے گا تو لعان واجب نہ ہو گا۔ بلکہ حد قذف واجب ہو گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر تہمت لگا کر اسے طلاق رجعی دے دیتا ہے تو وہ لعان

کرے گا۔ لیکن طلاق بائن دے کر تہمت لگائے گا تو لعان نہیں کرے گا" سے

ب۔ صریح الفاظ میں یا کنایتہً بیوی پر زنا کی تہمت لگائے۔ صریح الفاظ میں زنا کی تہمت تو ظاہر ہے۔ ضمناً یا کنایتہً تہمت کی صورت یہ ہے کہ کہ اس کے بطن سے جنم لینے والے اپنے بچے کے نسب کی نفی کر دے۔

ج۔ بیوی ایسی عورت ہو جو اگر بیوی نہ ہوتی تو اس پر تہمت لگانے کی بنا پر حد قذف واجب ہو جاتی اس لئے لعان کے اجرا کا مقصد ہی یہی ہے کہ شوہر سے حد قذف کو ہٹایا جائے۔

د۔ شوہر اپنی بیوی کے زنا پر ثبوت یعنی گواہی پیش کرنے میں ناکام رہے۔ اگر وہ گواہی پیش کر دے تو بیوی پر حد زنا واجب ہو گی۔

ھ۔ بیوی اپنے شوہر کی لگائی ہوئی تہمت کی تکذیب کرے، یعنی اسے تسلیم نہ کرے۔ اس لئے اگر وہ اس کی تصدیق کرتے ہوئے اسے تسلیم کر لے گی تو یہ اس کی طرف سے زنا کا اقرار ہو گا جس کے نتیجے میں اس پر حد زنا واجب ہو جائے گی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں لعان کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔ ارشاد باری ہے۔ (والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شہدا الا انفسھم فشھادۃ احدھم اربع شھادات باللہ انہ لمن الصادقین ○ والخامسۃ ان لعنۃ اللہ علیہ ان کان من الکاذبین ○ ویدرءاعنھا العذاب ان تشھد اربع شھادات باللہ انہ لمن الکاذبین ○ والخامسۃ ان غضب اللہ علیھا ان کان من الصادقین۔ اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا کوئی دوسرا گواہ نہ ہو تو ان میں سے ایک کی گواہی یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں بار کہے اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور عورت کی سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ یہ شخص (میرا شوہر) جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے مجھ پر اللہ کا غضب پڑے اگر وہ سچا ہو)

۴۔ لعان کے نتائج:

ا۔ زوجین میں سے جو بھی لعان سے باز رہنے کی کوشش کرے گا اس پر حد جاری ہو گی۔ اگر شوہر باز رہے گا تو اس پر حد قذف جاری ہو گی اور اگر بیوی باز رہے گی تو اس پر حد زنا جاری ہو گی۔

ب۔ جب لعان کا عمل مکمل ہو جائے گا تو زوجین میں علیحدگی واقع ہو جائے گی اور پھر وہ دونوں کبھی بھی رشتہ ازدواج میں منسلک نہیں ہو سکیں گے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "لعان کرنے والے میاں بیوی کبھی یکجا نہیں ہو سکیں گے" ۴۔

ج۔ اگر لعان بیٹے کے نسب کی نفی کی وجہ سے ہو تو ایسی صورت میں بیٹے کا نسب اس کی ماں کے ساتھ ملحق ہو گا. ماں اس کی عصبہ بن کر اس کی وارث ہو گی. اس کا شوہر جس نے لعان کیا تھا اس کا وارث نہیں ہو سکے گا۔ (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۲. جزء الف. فقرہ ۱. جزء۔ الف)

لغہ : لغت. زبان

حضرت ابن مسعودؓ عربی زبان. اس کی باریکیاں اور اس کے قوانین کی معرفت کو فہم قرآن کی کنجی قرار دیتے تھے۔ کیونکہ عربی ہی نزول قرآن کا ذریعہ ہے اس لئے آپ ہمیشہ عربی زبان کی جستجو میں رہتے بیہقی کی روایت ہے کہ زر بن حبیش عربی سب سے زیادہ اچھی بولتے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ ان سے عربی زبان کے بارے میں پوچھا کرتے تھے ۵۔

لقطہ: گری ہوئی چیز جو اٹھا لی جائے

۱۔ تعریف:

لقطہ اس مال کو کہتے ہیں جو کہیں پڑا ہوا ہو اور جسے اس کے مالک کے سوا کوئی اور پا کر اٹھا لے۔

۲۔ لقطہ کے احکام:

ا۔ اس کی تشہیر ۔ جسے کوئی لقطہ مل جائے وہ ایک سال تک اس کی تشہیر کرائے. حضرت ابن مسعودؓ نے ایک لونڈی خریدی اور فروخت کنندہ قیمت وصول کئے بغیر چلا گیا آپ نے ایک سال تک اس کا انتظار کیا جب اس کا کوئی پتہ نہیں چلا تو لونڈی کو صدقہ میں دے دیا اور فرمایا کہ لقطہ کے ساتھ بھی ایسا ہی کرو ۶۔

ب۔ لقطہ میں تصرف کرنا۔ اگر لقطہ کا مالک سال کے دوران مل جائے تو اسے اس کے حوالے کر دے گا۔ اگر سال گزرنے پر بھی وہ نہ آئے تو اسے اختیار ہو گا کہ یا تو اس کا صدقہ کر دے یا اس سے اپنے دوسرے اموال کی طرح فائدہ اٹھائے۔ ایک شخص ابن

مسعودؓ کے پاس ایک سربمہر تھیلی لے کر آیا اور کہنے لگا میں نے ایک سال تک اعلان کرایا لیکن مجھے اس کا مالک نہیں ملا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اپنے استعمال میں لے آو تاکہ پہلی صورت میں اگر اس کا مالک واپس آ جائے تو اسے یہ اختیار ملے گا کہ یا تو وہ ثواب قبول کر لے یا تاوان قبول کر لے [۸] حضرت ابن مسعودؓ نے کسی سے ایک لونڈی خریدی اور فروخت کنندہ قیمت وصول کئے بغیر چلا گیا۔ لونڈی کی قیمت چھ یا سات سو درہم تھی۔ آپ نے سال بھر اس کی تلاش جاری رکھی لیکن وہ ہاتھ نہ آیا۔ پھر آپ اس لونڈی کو لے کر برآمدہ یا چوپال میں آئے اور اس کے مالک کی طرف سے اس کو ایک یا دو درہموں میں صدقہ کر دیا اور فرمایا کہ اگر اس کا آقا آ گیا تو اسے اختیار ہو گا، چاہے تو صدقہ کا ثواب قبول کر لے گا اور اسے ثواب مل جائے گا اور اگر مال پسند کرے گا تو اسے مال مل جائے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ لقطہ کے ساتھ بھی ایسا ہی کرو۔ [۹]

ج ۔ لقطہ کی بازیابی پر انعام ۔ اگر لقطہ بھاگا ہوا غلام ہو اور کوئی شخص اسے پکڑ کر اس کے آقا کو پہنچا دے تو اسے انعام دیا جائے گا (دیکھئے لفظ اباق، فقرہ ۳)

لمس : ہاتھ لگانا، چھونا

محرم کا شہوت کے تحت عورت کو ہاتھ لگانا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۶، جز د، فقرہ ۳)

معتکف کا شہوت کے ساتھ عورت کو ہاتھ لگانا (دیکھئے لفظ اعتکاف، فقرہ ۵)

باوضو انسان کا عورت کو ہاتھ لگانا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۳، جز ب)

روزہ دار کا شہوت کے ساتھ عورت کو ہاتھ لگانا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۱، جز الف)

لھو : لھو ولعب

۱۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "تم ہمیشہ نرد (ایک قسم کا کھیل جسے اردشیر بن بابک شاہ ایران نے ایجاد کیا تھا) کے مہرے چلانے سے بچے رہنا کیونکہ یہ بھی جوئے کی ایک قسم ہے" [۱]

۲۔ شادی یا ولیمے کے موقع پر گانے اور موسیقی کی اباحت (دیکھئے لفظ غناء) اور (لفظ موسیقی)

لواطہ : اغلام

کسی مذکر کے مقعد میں عمل جنسی کرنا لواطت ہے۔ (دیکھئے لفظ دبر، فقرہ ۲، جز ج)

لیل : رات

میت کی رات کے وقت تدفین (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۸)

قیام اللیل (تہجد)، (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔م)

لیلۃ القدر : شب قدر

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ شب قدر سال کی ایک متعین رات ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوتی [۱۱]۔ اور یہ رمضان کی سترھویں یا اکیسویں یا تیئسویں رات ہے آپ فرمایا کرتے: "لیلۃ القدر کو سترھویں رات، وہ رات جس کی صبح غزوہ بدر پیش آیا تھا، یا اکیسویں رات یا تیئسویں رات میں تلاش کرو" [۱۲]

لیکن حضرت ابن مسعودؓ کو یہ پسند نہ تھا کہ عوام الناس میں ان راتوں کا چرچا ہو تاکہ کہیں اس کا نتیجہ یہ نہ نکلے کہ لوگ صرف ان راتوں میں شب بیداری کریں اور سال کی بقیہ راتوں میں عبادت کرنے میں ذوق و شوق کا اظہار نہ کریں۔ آپ فرمایا کرتے: "جو شخص سارا سال قیام اللیل کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پالے گا۔" آپ کا یہ قول اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ قدر کی رات پورے سال میں ہوتی ہے کبار صحابہ کرامؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کے اس قول کا اصل مطلب سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا: "بخدا ابن مسعودؓ کو علم تھا کہ قدر کی رات رمضان میں آتی ہے لیکن انہوں نے تمہیں بتانے سے گریز کیا تاکہ تم صرف اس پر ہی تکیہ نہ کر بیٹھو" [۱۳] (اور سارا سال قیام اللیل سے غافل رہو)۔

حوالہ جات

باب (حرف اللام)

۱۔ عبدالرزاق ص ۷۰ جلد گیارہ۔ المحلی ص ۴۰ جلد چہارم
۲۔ المحلی ص ۲۶۶ جلد سوم
۳۔ عبدالرزاق ص ۱۰۳ جلد ہفتم
۴۔ عبدالرزاق ص ۱۷۲ جلد ہفتم۔ کنزالعمال ۴۰۶۰۵۔ المغنی ص ۴۱۴ جلد ہفتم
۵۔ سنن بیہقی ص ۱۱۳ جلد دہم
۶۔ عبدالرزاق ص ۱۳۹ جلد گیارہ
۷۔ سنن بیہقی ص ۱۸۷ جلد ششم۔ المغنی ص ۶۳۷ جلد پنجم
۸۔ المحلی ص ۲۶۲ جلد ششم
۹۔ عبدالرزاق ص ۱۳۹ جلد دہم
۱۰۔ عبدالرزاق ص ۴۶۷ جلد دہم
۱۱۔ المجموع ص ۴۹۸ جلد ششم
۱۲۔ عبدالرزاق ص ۲۵۲ جلد چہارم۔ سنن بیہقی ص ۳۱۰ جلد چہارم۔ المحلی ص ۳۳ جلد ہفتم
۱۳۔ المغنی ص ۱۷۹ جلد سوم۔ المجموع ص ۴۹۸ جلد ششم

حرف المیم
م

ماء : پانی

پانی کا خود پاک ہونا اور پاک کرنا (دیکھئے لفظ نجاستہ، فقرہ ۲، جز۔ب، فقرہ ۷)

پانی کے ذریعے طہارت حاصل کرنا (دیکھئے لفظ نجاستہ، فقرہ ۳، جز۔ ب، فقرہ ۱)

پانی نہ ملنے پر اور اس کے استعمال سے معذوری پر تیمم کرنا (دیکھئے لفظ تیمّم، فقرہ ۵، جز۔ الف، فقرہ ب)

موتم : مقتدی

نماز با جماعت کا مقتدی (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز۔ د، فقرہ۔ ھ) اور (لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ ی) اور (لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۷، جز۔ ج)

مباشرۃ : مباشرت

شہوت کی حالت میں لمس کو مباشرت کہتے ہیں۔

مبیت : رات گزارنا

حاجی کا مزدلفہ میں رات گزارنا (دیکھئے لفظ حج فقرہ ۱۱)

حاجی کا منیٰ میں رات گزارنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۲)

عدت والی عورت کا اپنے گھر کی بجائے کسی اور جگہ رات گزارنا (دیکھئے لفظ عدت، فقرہ ۴، جز۔ د، فقرہ ۱)

متعہ: متعہ کرنا

۱۔ متعۂ نکاح:

ا۔ تعریف: یہاں متعہ سے ہماری مراد ایک مقررہ مدت کے لئے لفظ متعہ کے ساتھ نکاح کر لینا ہے حتیٰ کہ اس مدت کے اختتام کے ساتھ ہی زوجین میں طلاق کے بغیر علیحدگی ہو جائے۔

ب۔ ابتدائے اسلام میں نکاح متعہ مشروع تھا لیکن جلد ہی یہ منسوخ ہو گیا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "طلاق، عدت، اور میراث نے متعہ کو منسوخ کر دیا" ا۔ (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۷)

۲۔ حج تمتع کرنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز ج)

متلاحمہ:

(ایسا زخم جو گوشت تک پہنچ جائے لیکن ہڈی کی جھلی تک نہ پہنچے)

متلاحمہ زخم کی تعریف اور اس میں واجب ہونے والی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ٦، جز الف، فقرہ۱۲)

مجنون: دیوانہ

(دیکھئے لفظ جنون)

مجوس: مجوسی لوگ

مجوسی کا ذبیحہ (دیکھئے لفظ ذبیحہ، فقرہ ۳، جز الف)

مجوسی کا کیا ہوا شکار (دیکھئے لفظ صید، فقرہ ۴)

مجوسی کا تیار کردہ پنیر کھانے کی ممانعت

مجوسی کے خلاف کیا ہوا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز ب)

مجوسی کی دیت کی مقدار (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز ب)

مجوسی عورتوں سے نکاح (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز الف، فقرہ ۲، جز ھ)

دوہری قرابت رکھنے والے مجوسیوں کی وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۲، جز الف)

محاباۃ : سہولت حاصل کرنا

بیع میں سہولت حاصل کرنے کے شک سے بھی اپنا دامن بچانا (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۳، جز۔ الف)

محراب : محراب

محراب کے اندر نماز کی کراہت (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۱۴، جز۔ ج، فقرہ ۴، جز۔ الف)

محرم : محرم

عورت کا محرم وہ مرد ہے جس کے ساتھ اس عورت کا نکاح جائز نہ ہو اور مرد کے لئے محرمہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کے ساتھ اس مرد کا نکاح جائز نہ ہو۔

محرم خواتین جن کے ساتھ نکاح درست نہیں (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف)

محرم خواتین کے پاس اندر جانے کی اجازت لینا (دیکھئے لفظ استیذان)

رضاعت کی بنا پر محرم قرار پانے والوں کی فروخت (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ الف، جز۔ ب، فقرہ ۲)

محلل : حلالہ کرنے والا

محلل وہ شخص ہے جو طلاق مغلظہ (تین طلاقیں) پانے والی مطلقہ کو اس کے طلاق دینے والے شوہر کے لئے حلال کرنے کی غرض سے اس سے نکاح کرتا ہے۔

شریعت کے اقدار کو بازیچہ اطفال بنانے کی ہر کوشش اور اس کے خلاف ہر عیارانہ اقدام در اصل شریعت کو اس فطری راستے سے ہٹانے کے مترادف ہے جس پر چل کر اس کے اہداف و مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور اس قسم کی حرکت کرنے والا شخص لعنت خداوندی کا مستحق اور اس کے در سے دھتکارے جانے کا سزاوار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے طلاق مغلظہ پانے والی عورت کے لئے اپنے شوہر کی طرف واپسی حرام کر دی ہے جب تک وہ کسی اور شخص سے حقیقی طور پر نہ کہ ظاہری طور، نکاح نہ کر لے۔ اور ازدواجی زندگی کے تمام مراحل سے نہ گزر جائے۔ پھر اس کے بعد ایسا ہو جائے کہ اس کا نیا شوہر مرجائے یا وہ بھی اسے طلاق دے دے، اور پھر اسے اپنے پہلے شوہر کے ہاں نکاح کے ساتھ بس جانے میں

مصلحت نظر آئے تو اس کا نکاح پہلے شوہر کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ اس نظام کے ساتھ مذاق یا حیلہ سازی در اصل اس مقصد کے حصول میں خلل اندازی ہے۔ جس کی خاطر شریعت نے یہ حکم دیا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "سود کھانے والا، کھلانے والا، اس کا گواہ بننے والا، اس کی دستاویز لکھنے والا بشرطیکہ ان سب کو اس کا پتہ ہو، نیز اپنے بال میں دوسرے کے بال لگانے اور لگوانے والی عورت، صدقہ میں ٹال مٹول اور اس میں دست درازی کرنے والا، حلالہ کرنے والا اور جس کے ساتھ حلالہ کیا گیا ہو نیز وہ شخص جو ہجرت کے بعد پھر واپس ہو کر بدویانہ زندگی اختیار کر لے ان تمام پر قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے لعنت کی جائے گی۔" ؎

مخافتہ: پوشیدہ رکھنا، آہستہ کہنا، زیر لب کہنا

زیر لب یا آہستہ کہنے کی حد (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ و، فقرہ ۱)

مداراۃ: نرمی برتنا، مہربانی کرنا

(دیکھئے لفظ مصانعہ)

مدبر:

(وہ غلام جسے آقا کی موت کے بعد آزادی مل جائے)

(دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۴)

مرابحہ: منافع لینا

بیع مرابحہ (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ب)

مراۃ: عورت

۱۔ مردوں اور عورتوں کے اختلاط سے فتنے کا اندیشہ:

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ گھروں اور راستوں میں مرد و زن کے اختلاط میں فتنہ ہے۔ اسی لئے آپ عورتوں کیلئے یہ چیز پسند کرتے تھے کہ وہ ضرورت کے بغیر اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں۔ آپ فرمایا کرتے "عورتوں کو گھروں میں رکھو، اسلئے کہ عورتیں پردے کی چیز ہیں۔ اور جب کوئی عورت اپنے گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اپنی نظروں سے اس کا پیچھا کرتا ہے اور اس کے کان میں یہ

بات کہہ دیتا ہے کہ تیرا گزر جس مرد کے پاس سے ہو گا وہ تیری ذات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا [۳] " آپ کہتے "اگر میرے مکان کے احاطے میں شیطان میرا پڑوسی ہو جائے بشرطیکہ اس کے ہاتھوں مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے تو یہ صورت میرے لئے اس سے زیادہ پسندیدہ ہو گی کہ کوئی عورت میرا پڑوس یا قرب اختیار کرے " [۴]

۲ ۔ عورت کے بالغ ہونے کی علامتیں (دیکھئے لفظ بلوغ، فقرہ ۲، جز۔ الف، فقرہ ۔ ب)

عورت کو لمس کرنے پر وضو کرنا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۳، جز۔ ب)

عورت کا گھر سے نکلنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز۔ الف، فقرہ ۳)

عورت کا اپنے گھر پر نماز پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز۔ الف، فقرہ ۲)

عورتوں پر نماز جمعہ واجب نہیں (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ د)

اگر جمعہ کے دن نمازیوں کے لئے جگہ تنگ ہو جائے تو عورتوں کو مسجد سے باہر بھیج دینا (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۱۵، جز۔ د)

عورت کا کسی اجنبی مرد کا قرب اختیار کرنا (دیکھئے لفظ جوار)

اجنبی عورت کے ساتھ تخلیہ (دیکھئے لفظ خلوہ، فقرہ ۲)

مردوں کا کسی عورت کی موت پر اسے غسل دینا جب کہ کوئی عورت موجود نہ ہو (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۴)

عورت کا جنازہ کے پیچھے چلنا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۸، جز۔ ج)

عورت کے خلاف کیا جانے والا جرم اور اس پر عائید ہونے والی سزا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ج)

ذمی اور مجوسی عورتوں کی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ فقرہ ۴، جز۔ ب)

عورت کے تصرفات پر پابندی (دیکھئے لفظ حجر، فقرہ ۲، جز۔ ج)

طلاق اور عدت دونوں کا لحاظ عورت کے اعتبار سے ہوتا ہے (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ٦)

مرض : بیماری

جنسی امراض کی بنا پر زوجین میں علیحدگی کر دینا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ٦)

بیمار کی نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ک) اور (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ج، فقرہ ۱) اور

(دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۳)

مریض پر حد جاری کرنا (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵، جز۔ ھ)

ایلاء میں مریض کا رجوع (دیکھئے لفظ ایلاء، فقرہ ۴)

مریض کے تصرفات پر پابندی (دیکھئے لفظ حجر، فقرہ ۲، جز۔ ب)

مرفق : کہنی

نماز میں کہنیوں کو گھٹنوں پر رکھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ط، فقرہ ۱)

مروۃ : مروہ،

حج اور عمرہ میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۸، جز۔ الف) اور دیکھئے لفظ عمرۃ، فقرہ ۴)

مزارعہ : مزارعت، بٹائی پر زمین دینا

۱ ۔ تعریف :

کسی کو زمین کاشت کرنے یا اس میں کام کرنے کے لئے دے دینا اور پیداوار کا مالک اور مزارع کے درمیان تقسیم ہو جانا مزارعت یا بٹائی کہلاتا ہے۔

۲ ۔ اس کی مشروعیت :

حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک مزارعت کی مشروعیت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، آپ مزارعت کرتے اور اپنی زمین بٹائی پر دے دیتے تھے۔ موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں: "حضرت عثمانؓ نے پانچ صحابہ کرام یعنی ابن مسعودؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، زبیرؓ خبابؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو زرعی اراضی دے رکھی تھیں۔ میرے دونوں پڑوسی حضرت عبداللہؓ اور سعدؓ اپنی اپنی زمین تہائی حصے پر بٹائی پر دیتے تھے" ایک روایت میں تہائی اور چوتھائی کا ذکر ہے ۵

۳ ۔ مزارعت کی شرطیں :

مزارعت کی صحت کے لئے وہی شرطیں ہیں جو دوسرے عقود کی درستگی کے لئے ضروری قرار دی گئی ہیں۔ مثلاً عقد مزارعت کرنے والے طرفین کی اہلیت، لاعلمی کا عدم وجود اور فریب کاری اور دھوکہ دہی سے دوری۔ اسی لئے اس میں یہ شرط ہے کہ کام کرنے والے کا حصہ ایک

متعین نسبت سے مقرر ہو اور پوری پیداوار میں سے ہو مثلاً تہائی یا چوتھائی وغیرہ۔ اگر اس نے پیداوار کی متعین مقدار مقرر کر دی مثلاً ایک ہزار وسق (ایک پیمانہ جس میں ساٹھ صاع ہوتے ہیں اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے)۔ تو ایسی صورت میں عقد مزارعت فاسد ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ زمین کی پوری پیداوار ہی اتنی ہو یا اس سے کم ہو۔ مزارعت کے فاسد ہو جانے کی صورت میں کام کرنے والے یعنی مزارع کو اتنی اجرت ملے گی جتنی اس جیسے دوسرے مزارعین کو ملتی ہے۔ اگر شرط کے مطابق بیج مزارع کے ہوں تو یہ جائز ہے اور اگر زمین کے مالک کے ہوں تو یہ بھی جائز ہے۔[۵]

مزدلفہ : مزدلفہ

مزدلفہ میں پوری رات دعاؤں میں گزارنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۱)

مزدلفہ میں حاجی کون کون سے کام کرے گا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۱)

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھنا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۴، جز۔ ھ)

مسبوق : مسبوق

وہ مقتدی جس کی نماز کا اول حصہ امام کے ساتھ ادا کرنے سے رہ گیا ہو۔

نماز با جماعت میں مسبوق (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز۔ ھ)

جمعہ کی نماز کا مسبوق (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۱۵، جز ی)

مسجد : مسجد

۱۔ تعریف :

نماز کے لئے خاص کی ہوئی جگہ کو مسجد کہتے ہیں۔

۲۔ ایسی مسجد کو منہدم کر دینا جس کی ضرورت نہ ہو۔

ایک شہر میں ایک ہی مسجد کے اندر تمام مسلمانوں کے اجتماع سے قیادت کی وحدت کا روح پرور مظاہرہ ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ اس اجتماع سے نمازیوں میں معنوی طور پر زندگی کی روح بیدار ہو جاتی ہے۔ ان میں اپنی قوت و شوکت کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ اور ان کے دلوں میں اسلام کی راہ میں حائل چٹانوں کو پاش پاش کر دینے اور دشمن کے لگائے ہوئے پھندوں کو تہس نہس کرنے کا جذبہ

موجزن ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ اس ہدف اور نصب العین سے پوری طرح باخبر اور اسے بروئے کار لانے کے لئے مکمل طور پر مستعد رہتے تھے۔ اس لئے بنو عمر بن عتبہ نے جب کوفہ سے باہر ایک مسجد تعمیر کی تو آپ نے اسے منہدم کروا دیا اور لوگوں کو جامع کوفہ میں جاکر نماز ادا کرنے کا حکم دیا ۷؎

۳ - بیت المقدس کا سفر (دیکھئے لفظ سفر. فقرہ ۲)

۱ - مسجد کے آداب :

ا - مسجد میں سونا۔ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ مسجد عبادت، نماز اور علم دین کی تدریس کی جگہ ہے اس لئے آپ اسے سونے کی جگہ بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ آپ مسجد میں رات کو چکر لگاتے اور نمازی کے سوا کسی کو بھی وہاں رہنے نہیں دیتے تھے۔ ۸؎

ب - مسجد کو گزر گاہ بنالینا۔ آپ یہ بات بھی مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص مسجد کو گزر گاہ بنا لے۔ آپ ایک دفعہ مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھی۔ رکوع کے دوران ایک شخص آپ کے پاس سے گزرا اور آپ کو السلام علیکم کہا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: "اللہ اور اللہ کے رسول نے سچ کہا ہے. کہا جاتا تھا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کو صرف شناسائی کے لئے سلام کرے گا۔ مسجدوں کو گزر گاہ بنالیا جائے گا۔ عورتوں کے مہر کی رقمیں بہت زیادہ ہوں گی۔ گھوڑے سستے ہو جائیں گے اور عورتوں اور مردوں میں برہنگی آ جائے گی" ۹؎

ج - کھٹمل یا اس قسم کے موذی حشرات الارض کو مار کر مسجد کی ریت یا مٹی میں دبا دینا مکروہ نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک کھٹمل کو مار کر مسجد کی ریت میں دبا دیا تھا اور یہ آیت تلاوت کی تھی (الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا۔ کیا ہم نے زمین زندوں اور مردوں کے جمع کرنے کی جگہ نہیں بنائی) ۱۰؎

۵ - مسجد میں اقامت صلوٰۃ (دیکھئے لفظ اقامہ. فقرہ ۱)

مسجد میں نوافل کی ادائیگی (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۹. جز ـ ج)

تحیۃ المسجد کی نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۵. جز ط فقرہ ۲) اور لفظ صلاۃ ۱۹. جز ـ ح)

ثواب کی نیت سے مسجد میں قیام (دیکھئے لفظ اعتکاف)

جمعہ کے دن نمازیوں کے لئے مسجد میں جگہ تنگ ہونے کی صورت میں عورتوں کو باہر بھیج دینا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ د)

حائضہ کا مسجد میں ٹھہرے بغیر گزر جانا (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۲، جز۔ الف)

مسح : مسح

مسح کے ذریعے طہارت حاصل کرنے کی صورتیں (دیکھئے لفظ نجاستہ، فقرہ ۳، جز۔ ب، فقرہ ۲)

وضو میں کن اعضاء پر مسح کیا جاتا ہے (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۲ جز۔ الف، فقرہ ب)

موزوں پر مسح کرنا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۲، جز د) نیز جرابوں کا مسح (دیکھئے لفظ جورب)

مشقت : تکلیف

تکلیف اور مشقت کی بناء پر با جماعت نماز ادا نہ کرنے کی رخصت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز۔ الف، فقرہ ۲)

مصانعہ : ساز باز

ظالم حاکم کے سامنے اپنا مثبت رویہ ظاہر کرنے کے لئے اس کے ساتھ نماز دوبارہ پڑھ لینا۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۱۴، جز۔ د، فقرہ ۲) نیز (دیکھئے لفظ رشوۃ، فقرہ ۳، جز۔ ج)

مصحف : نسخہ قرآن

(دیکھئے لفظ قرآن)

قرآنی نسخے کی فروخت (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۱، جز۔ ب، فقرہ ۲)

مضاربۃ : مضاربت

ایسی شراکت جس میں راس المال ایک کا ہو اور کام دوسرا کرے اور نفع میں دونوں شریک ہوں۔

شرکت مضاربت (دیکھئے لفظ مضاربہ، فقرہ ۱، جز۔ الف)

معازف : گانے بجانے کے آلات

(دیکھئے لفظ موسیقی)

معصیۃ : گناہ

گناہ سے توبہ (دیکھئے لفظ توبہ)

مغرب : غروب آفتاب کا وقت

مغرب کی نماز کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۵. جز و)

مزدلفہ میں نماز مغرب (دیکھئے لفظ حج. فقرہ ۱۱)

نماز مغرب کی مؤکدہ سنتیں (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۹ جز ل)

مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۱۹. جز ج)

مغرب کے وقت روزہ دار کا روزہ کھولنا (دیکھئے لفظ صیام. فقرہ ۵. جز ج)

مفقود : گمشدہ انسان

۱۔ تعریف :

مفقود سے مراد وہ شوہر ہے جو کہیں چلا جائے اور اس کے متعلق کوئی اطلاع نہ ہو کہ آیا زندہ ہے یا انتقال کر چکا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ اس میں کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے کہ انسان کسی ایسی جگہ گم ہو جہاں ظاہری طور پر خطرات ہوں مثلاً میدان جنگ یا کسی ایسی جگہ جہاں ظاہری طور پر سلامتی ہو مثلاً تجارت کے لئے سفر [1]

گناہ کی نذر ماننے (اور پھر اسے پورا نہ کرنے) پر کفارے کا لزوم (دیکھئے لفظ نذر، فقرہ ۲، جز۔ الف. فقرہ ۲)

۲۔ مفقود کی بیوی کی طلاق کا فیصلہ :

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ مفقود کی بیوی اپنے شوہر کے انتظار میں رہے گی یہاں تک کہ اس کی زندگی یا موت کے متعلق بات واضح ہو جائے [2] اگر اس کی زندگی کی اطلاع مل جائے تو وہ حسب سابق اس کی بیوی رہے گی اور اگر موت کی اطلاع آ جائے تو عدت وفات گذار کر اگر چاہے تو دوسرا نکاح کر سکے گی اور اگر کوئی صورت واضح نہ ہو تو مرنے تک اس کے انتظار میں رہے گی۔

مفوضہ : بیوی جسے شوہر طلاق کا اختیار تفویض کر دے

بیوی جسے شوہر کی طرف سے طلاق لینے کا اختیار سپرد کر دیا جائے (دیکھئے لفظ طلاق. فقرہ ۲، جز

الف، فقرہ ۲)

مقام ابراھیم :

(مقام ابراہیم، مسجد حرام کے اندر بنی ہوئی ایک مخصوص جگہ)

طواف کعبہ کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھنا (دیکھئے لفظ. حج. فقرہ ۷، جز۔ الف)

مقتدی : مقتدی

دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۴، جز۔ د، فقرہ ھ) اور (لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ ی) اور (لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۷، جز۔ ج)

مکاتبہ : غلام کو مکاتب بنانا

(دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۵)

مکہ : مکہ مکرمہ

جس شخص نے حج یا عمرے کی نیت نہ کی ہو اس کے لئے احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہونے کا جواز (دیکھئے لفظ احرام)

مکہ میں شکار کرنے کی ممانعت اور شکار کرنے پر عائد ہونے والا جرمانہ (دیکھئے لفظ صید، فقرہ۔ ھ، جز ۴، ۵)

اگر کوئی شکار حرم سے نکل کر حلّ (حرم سے باہر کا علاقہ) میں پہنچ جائے اور کوئی اس کا شکار کر لے تو اس کے لئے اس کا گوشت کھانا حلال ہے [۱۳]

حج اور عمرہ کے تمام افعال کی حرم مکہ میں ادائیگی (دیکھئے لفظ حج) اور (لفظ عمرۃ)

منیٰ : منیٰ

منیٰ میں ادا کئے جانے والے حج کے شعائر (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۹، ۱۳، ۱۶)

منقلۃ : ایسا زخم جس سے ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ چھوڑ دے

منقلۃ میں قصاص واجب نہیں ہوتا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز ۱، فقرہ ۳)

منی : مادہ منویہ

منی وہ گاڑھا سیال مادہ ہے جو تلذذ جنسی کی انتہا پر پہنچ جانے کے وقت اچھل کر نکلتا ہے۔ یہ بالغ ہو جانے کی نشانی ہے (دیکھئے لفظ بلوغ، فقرہ ۲، جز۔ الف)

منی نکلنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۲، جز۔ الف)

منی کی نجاست اور اگر منی کسی چیز کو لگ جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۲، جز۔ ب فقرہ ۴)

شہوت کی حالت میں منی نکلنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۰، جز۔ ب

مہر: مہر

عقد نکاح میں عورت کے لئے مقرر شدہ عوض کو مہر کہتے ہیں (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۵)

خلوت صحیحہ کی بنا پر مہر کی پوری رقم کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ خلوۃ، فقرہ ۲)

موالاۃ : کوئی کام لگاتار کرنا

کفارہ کے روزوں کا لگاتار رکھنا (دیکھئے لفظ کفارۃ، فقرہ ۳، جز۔ د)

میت کے تابوت کے کناروں کو یکے بعد دیگرے کندھا دینا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۳، جز۔ ے، فقرہ الف)

موت : موت

حضرت ابن مسعودؓ کی فقہ کی روشنی میں ہم اس موضوع پر درج ذیل نقاط کے تحت بحث کریں گے۔

۱۔ دوسرے کے لئے موت چاہنا
۲۔ جانکنی کے عالم میں مبتلا شخص کو کلمہ کی تلقین
۳۔ موت کی خبر دینا
۴۔ میت کو غسل دینا
۵۔ میت کی تکفین
۶۔ میت کو خوشبو لگانا
۷۔ جنازہ
۸۔ میت کی تدفین
۹۔ وفات کی عدت نیز مردہ جانور کی نجاست

۱۔ غیر کے لئے موت کی تمنا کرنا:

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ اپنے اہل وعیال کی موت کی تمنا کرتے تھے. اس لئے نہیں کہ وہ لوگ آپ کو ناپسند تھے بلکہ اس لئے کہ ان کی موت کی آزمائش میں پڑ کر صبر کرنے کا اجر ملے اور اہل خاندان آپ کے بعد کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: "قبیلہ جعلان (حضرت ابن مسعودؓ کا قبیلہ) کا کوئی خاندان ایسا نہیں ہے جس کی موت مجھے میرے اپنے اہل وعیال کی موت سے بڑھ کر عزیز ہو۔ حالانکہ مجھے ان سے اسی طرح محبت ہے جس طرح ایک شخص کو اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے اور "میں اپنے پیچھے اونٹ اور سیراب کی ہوئی زمین چھوڑ جاؤں تو یہ مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے" [۱۴] (یعنی اپنے پیچھے اہل وعیال نہ چھوڑوں تاکہ وہ میرے بعد آزمائشوں میں مبتلا نہ ہوں۔مترجم)

۲۔ جانکنی میں مبتلا انسان کو کلمے کی تلقین:

حضرت ابن مسعودؓ جانکنی میں مبتلا شخص کو کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنا پسند کرتے تھے تاکہ یہی اس کا آخری کلمہ ہو اور دنیا سے جاتے ہوئے وہ اس کلمے کی فضیلت سمیٹ کر جائے۔ آپ فرماتے "تم اپنے مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو اس لئے کہ جس مسلمان کی زبان پر یہی کلمہ آخری کلمہ ہو گا اس پر اللہ تعالی جہنم کی آگ حرام کر دے گا۔ [۱۵]

۳۔ موت کی خبر سنانا:

حضرت ابن مسعودؓ کسی کی موت کی خبر لوگوں کو سنانے سے منع کرتے تھے [۱۶] آپ فرماتے "خبر موت دینا زمانہ جاہلیت کی بات ہے" [۱۷] آپ کی یہ وصیت تھی کہ کہ آپ کی وفات کی اطلاع کسی کو نہ دیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ آگے یہ خبر سناتے پھریں۔ آپ نے یہ فرمایا تھا: "میرے متعلق کسی کو اطلاع نہ دینا۔ میرے لئے وہ فرشتے کافی ہیں جو میری روح کو اللہ کے حضور میں لے جائیں" [۱۸]

۴۔ میت کو غسل دینا:

جب کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے تو مسلمانوں پر اسے غسل دینا واجب ہے۔ اگر پانی میسر ہو تو غسل دے دیں ورنہ تیمم کرا دیں جس طرح زندہ انسان تیمم کرتا ہے۔ میت سے غسل ساقط نہیں ہوتا الا یہ کہ میت مرد ہو اور وہ ایسی عورتوں کے درمیان ہو جو سب کی سب اس کے لئے اجنبی ہوں

اور نہ کوئی مرد موجود ہو. نہ ہی کوئی محرم عورت یا میت عورت ہو اور وہ ایسے مردوں کے درمیان ہو جو سب کے سب نامحرم ہوں اور نہ کوئی عورت موجود ہو. نہ ہی کوئی محرم مرد۔ تو ایسی صورت میں میت سے غسل ساقط ہو جائے گا اور اسے صرف تیمّم کرا دیا جائے گا۔ [۱۹]

۵۔ میت کی تکفین :

میت کے کفن کے کپڑوں کا معیار زندگی میں اس کے پہنے ہوئے کپڑوں کے معیار کے مطابق ہو گا یعنی اگر میت مالدار ہے تو اسے مالداروں والا کفن دیا جائے گا اور اگر فقیر ہے تو فقیروں والا کفن پہنایا جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ خوش حال تھے۔ اس لئے آپ کی وصیت تھی کہ آپ کو ایسا کفن دیا جائے جو آپ کے مناسب ہو۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ آپ نے وصیت کی تھی آپ کے کفن کے لئے وہ جوڑا استعمال کیا جائے جس کی قیمت دو سو درہم تھی۔ [۲۰]

عبدالرزاق کی ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: "اگر میری وفات ہو جائے تو میرے لئے تیس درہم کا کفن خریدو [۲۱] اس دوسری روایت کی وجہ یہ تھی کہ زندہ انسان میت کے مقابلے میں لباس کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

۶۔ میت کو خوشبو لگانا :

میت کی تکریم کی خاطر اسے خوشبو لگائی جائے۔ میت کے وہ اعضاء جو سجدہ کرتے وقت زمین سے لگتے ہیں وہ خوشبو کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہیں یعنی پیشانی، دونوں ہتھیلیاں، گھٹنے اور دونوں پیروں کی انگلیوں کے سرے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "کافور میت کے سجدے والے اعضا پر لگانا چاہئے"۔ [۲۲]

۷۔ جنازہ :

ا۔ جنازے کو کندھا دینا. اگر کوئی شخص تابوت کو کندھا دے تو اسے چاہئے کہ یکے بعد دیگرے تابوت کے چاروں کناروں کو کندھا دے۔ پچھلے حصے کے بائیں کنارے اور پھر دائیں کنارے کو کندھا۔ پھر اسی ترتیب سے اگلے حصے کے کناروں کو کندھا دے۔ [۲۳]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب تم سے کوئی کسی جنازے کو کندھا دے تو اسے چاہئے کہ تابوت کے تمام کناروں کو کندھا دے. کیونکہ یہ سنت ہے۔ اس کے بعد اگر اپنی خوشی سے کندھا دیتا رہے تو ٹھیک ہے ورنہ چھوڑ دے"۔ [۲۴]

ب۔ نماز جنازہ (دیکھئے صلاۃ، فقرہ ۱۶)

ج۔ جنازہ کے پیچھے چلنا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے عورتوں کے لئے جنازے کے پیچھے چلنا مکروہ سمجھا ہے۔ [۲۵]

د۔ جنازہ دیکھ کر کھڑا ہو جانا۔ حضرت ابن مسعودؓ کے رفقاء جنازہ دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ [۲۶]

ھ۔ جنازے سے واپسی۔ حضرت ابن مسعودؓ سے منقول روایتوں کا اس پر اتفاق ہے کہ میت کی تدفین ہو جانے کے بعد جنازے کے ساتھ جانے والے میت کے اولیاء سے اجازت لئے بغیر واپس ہو سکتے ہیں البتہ تدفین سے پہلے واپسی کے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے ایک روایت کے مطابق جسے امام ابو یوسف نے کتاب الآثار میں ذکر کیا ہے۔ اولیاء میت کی اجازت کے بغیر ساتھ جانے والے واپس نہیں ہو سکتے آپ کا قول ہے: "تین قسم کے انسان حاکم ہوتے ہیں۔ یعنی لوگوں کو ان کا حکم ماننا ضروری ہوتا ہے۔ اول وہ عورت جو لوگوں کے ساتھ حج کرنے گئی ہو اور اسے طواف افاضہ سے پہلے حیض آ جائے۔ تو ساتھ جانے والے لوگوں کو رک کر اس کا انتظار کرنا ہو گا۔ ہاں اگر وہ انہیں چلے جانے کی اجازت دے دے تو وہ جا سکتے ہیں۔ دوم جنازے کے ساتھ جانے والے لوگ واپس نہیں ہو سکتے۔ جب تک انہیں اولیاء میت اجازت نہ دے دیں۔ یا یہ کہ میت کی تدفین عمل میں نہ آ جائے۔ سوم وہ شخص جس کے گھر تم جاؤ۔ اس کی اجازت کے بغیر تم وہاں سے واپس نہیں ہو سکتے۔ جب تک تم اس کے گھر میں ہو وہ تم پر امیر یعنی حاکم ہے" [۲۷]

ایک روایت میں ہے ساتھ جانے والے لوگ نماز جنازہ سے پہلے واپس نہیں ہوں گے۔ نماز کے بعد اگر ان کا تعلق اولیاء میت سے نہیں ہے جن کے سر اس کی تدفین کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ تو وہ واپس جا سکتے ہیں۔ آپ کا قول ہے: "جب تم جنازے کی نماز پڑھ چکو تو تمہاری ذمہ داری پوری ہو جائے گی۔ اب میت کو اس کے اہل کے حوالے کر کے چلے جاؤ" آپ کا اپنا معمول یہ تھا کہ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر واپس ہو جاتے اور اہل میت سے اجازت نہ لیتے [۲۸]

۸۔ میت کی تدفین:

ا۔ ایک قبر میں ایک سے زائد مردوں کو دفن کرنا جائز ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک دن وصیت فرمائی کہ مجھے عثمان بن مظعون کی قبر میں دفن کرنا" [۲۹]

ب۔ دن یا رات کی کسی گھڑی تدفین جائز ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی تدفین رات کے وقت عمل میں آئی تھی۔ [۳۰]

ج۔ جب میت کو قبر میں اتارا جائے تو اس کے کفن میں شگاف نہیں ڈالا جائے گا البتہ کفن کی گرہیں کھول دی جائیں گی۔ [۳۱]

۹۔ جس عورت کا شوہر مر جائے اس کی عدت: (دیکھئے لفظ عدة. فقرہ ۴)

موت کی بنا پر ورثاء اور وہ جن کے لئے وصیت کی گئی ہو سب کے حقوق واجب ہو جاتے ہیں (دیکھئے لفظ ارث) اور (لفظ وصیہ)

مردہ جانور کی نجاست اور اس کی کھال کو پاک کرنے کا طریقہ (دیکھئے لفظ جلد. فقرہ ۱، ۲)

موسیقی: موسیقی

ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ ایک ولیمہ میں گئے وہاں سازوں پر گانا ہو رہا تھا۔ آپ وہاں بیٹھ گئے اور انہیں اس سے منع نہیں کیا۔ [۳۲] اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ ولیمہ اور شادی کے موقعوں پر موسیقی کی اجازت پر دلالت کرتی ہے۔

منکر: ناپسندیدہ اور ناجائز کام

منکر کو ختم کرنا (دیکھئے لفظ صورة)

موضحہ: ایسا زخم جس کی وجہ سے گوشت نظر آئے

موضحہ زخم کی تعریف اور اس میں عائد ہونے والا جرمانہ (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ۲. جز۔ الف. فقرہ ۲) اور (دیکھئے لفظ جنایہ فقرہ ۲. جز۔ ب. فقرہ ۲. جز۔ ج)

مولیٰ: آقا جو اپنا غلام آزاد کر دے

مولی العتاقہ: (غلام آزاد کرنے والا آقا) کا اپنے آزاد کردہ غلام کا وارث ہونا (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ. جز۔ الف. فقرہ ۲۔ پہلی قسم) اور (لفظ ارث. فقرہ ۹)

موالی الموالاۃ (وہ شخص جس نے کسی سے عقد موالات کیا ہو) کا وارث ہونا (دیکھئے لفظ ارث فقرہ ۲، جز ۶، فقرہ۔ الف، جز ۲، دوسری قسم) اور (لفظ ارث، فقرہ ۹)

میت : میت

دیکھئے لفظ موت

میراث : میراث

دیکھئے لفظ ارث

میسر : جوا

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "تم ہمیشہ نرد (ایک قسم کا کھیل جسے اردشیر بن بابک شاہ ایران نے ایجاد کیا تھا) کے مہرے چلانے سے بچتے رہنا کیونکہ یہ بھی جوئے کی ایک قسم ہے"[۳۳]

میقات : میقات

میقات وہ جگہ ہے جہاں سے حج یا عمرہ کرنے والا احرام باندھے بغیر آگے نہیں جا سکتا۔ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۶، جز۔ ب)

حوالہ جات

باب (حرف المیم)

۱۔ عبدالرزاق ص ۵۰۵ جلد ہفتم. سنن بیہقی ص ۲۰۷ جلد ہفتم. آثار ابی یوسف رقم ۶۹۸
۲۔ عبدالرزاق ص ۲۶۹ جلد ششم
۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۳ جلد اول
۴۔ آثار ابی یوسف ۹۴۹
۵۔ عبدالرزاق ص ۹۹ جلد ہشتم. المغنی ص ۳۸۲، ۳۸۹. جلد پنجم. الاعتبار ص ۱۷۱. الاشراف علی مسائل الخلاف والا جماع ص ۳ جلد اول. الاموال ص ۸۳. المحلی ص ۲۱۶ جلد ہشتم. کشف الغمہ ص ۲۴ جلد دوم. فقہ الملوک و مفتاح الرتاج ص ۴۲۶ جلد اول
۶۔ المغنی ص ۳۸۹ جلد پنجم
۷۔ المحلی ص ۴۵ جلد چہارم
۸۔ عبدالرزاق ص ۴۲۲ جلد اول. ابن ابی شیبہ ص ۷۴ جلد اول. المجموع ص ۱۸۸ جلد دوم
۹۔ عبدالرزاق ص ۱۵۵ جلد سوم
۱۰۔ آثار ابی یوسف نمبر ۲۱۰
۱۱۔ المحلی ص ۴۱۰ جلد دہم
۱۲۔ المحلی ص ۱۳۸ جلد دہم
۱۳۔ عبدالرزاق ص ۴۶۴ جلد چہارم
۱۴۔ عبدالرزاق ص ۳۱۸ جلد گیارہ
۱۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۲۔ ب جلد اول
۱۶۔ المغنی ص ۵۷۱ جلد دوم. المجموع ص ۱۷۱ جلد پنجم
۱۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۵۔ ب جلد اول
۱۸۔ عبدالرزاق ص ۲۹۰، ۴۳۳ جلد سوم
۱۹۔ المجموع ص ۱۱۹ جلد پنجم
۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۴۔ ب جلد اول. المحلی ص ۱۱۳ جلد پنجم
۲۱۔ عبدالرزاق ص ۴۳۳ جلد سوم. المغنی ص ۵۲۰ جلد دوم
۲۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۲، ۱۴۳ جلد اول. المجموع ص ۱۵۴ جلد پنجم
۲۳۔ المغنی ص ۴۷۹ جلد دوم

۲۴۔ عبدالرزاق ص ۵۱۲ جلد سوم، المغنی ص ۴۷۸ جلد دوم، آثار ابی یوسف رقم ۴۰۴
۲۵۔ المغنی ص ۴۷۷ جلد دوم، المجموع ص ۲۳۶ جلد پنجم
۲۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۳ جلد اول
۲۷۔ آثار ابی یوسف رقم ۴۱۳
۲۸۔ عبدالرزاق ص ۵۱۴ جلد سوم، المحلی ص ۱۵۵، جلد پنجم
۲۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۲ جلد اول۔
۳۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۲ جلد اول المغنی ۵۵۵ جلد دوم
۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۴ جلد اول
۳۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۴ جلد اول
۳۳۔ عبدالرزاق ص ۴۶۷ جلد دہم

حرف النون
ن

نار : آگ

آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کرنا ضروری نہیں (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۴، جز۔ ب)

ایسی صورت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جبکہ نمازی کے سامنے آگ ہو (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۶، جز۔ ب)

نافلہ : نفلی عبادت

ہر ایسی عبادت و اطاعت جو فرض سے زائد ہو نافلہ کہلاتی ہے (دیکھئے لفظ نفل)

نبی : پیغمبر

دعا کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے اس کی ابتدا کرنا (دیکھئے لفظ دعاء، فقرہ ۲، جز۔ الف)

نبیذ : نبیذ، ایک قسم کا میٹھا مشروب

نبیذ وہ پانی ہے جس میں منقی اور خرما وغیرہ ڈال کر اسے لذیذ مشروب بنایا گیا ہو (دیکھئے لفظ اشربہ فقرہ ۱)

سبز گھڑے میں نبیذ بنانا (دیکھئے لفظ آنیہ)

نجاسہ : نجاست، ناپاکی

۱۔ تعریف :

وہ حالت جو نماز پڑھنے سے مانع ہو خواہ حدث اصغر و اکبر کی بنا پر ہو یا ٹھوس نجاست کی وجہ سے نجاست کہلاتی ہے۔

۲۔ نجاست کی قسمیں: اس کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ نجاست معنویہ:۔ یہ نجاست وضو کو توڑ دینے والے یا غسل کو لازم کر دینے والے سبب سے پیدا ہوتی ہے (دیکھئے لفظ وضوء) اور (لفظ غسل اور (لفظ جنابہ، فقرہ ۲، جز۔ ج)

ب۔ نجاست مادیہ:۔ ایسی نجاست جس میں جسامت ہو۔ اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

۱) انسان کا بول و براز۔ [۱] (دیکھئے لفظ بول)

۲) مردار کھال سمیت (دیکھئے لفظ جلد، فقرہ ۱) مردار کے پیٹ میں موجود انڈے (دیکھئے لفظ طعام، فقرہ ۲، جز۔ ھ)

۳) کتا اور سور خواہ زندہ ہو یا مردہ (دیکھئے لفظ جلد)

۴) مادہ منویہ: ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپ کپڑے پر احتلام کے نشان کو دھو دیتے تھے۔ [۲] یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کے نزدیک منی ناپاک ہے۔

۵) پرندے کی بیٹ پاک ہے۔ اس لئے کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ ایک دفعہ تشریف فرما تھے کہ بیٹ آپ پر آ گری۔ آپ نے اسے ہاتھ سے مل کر جھاڑ دیا۔ [۳]

۶) راستے کی مٹی پاک ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ موزے پہنے ہوئے فصل کے اندر چلے جاتے پھر ان کے ساتھ آپ نماز پڑھ لیتے۔ [۴] آپ فرمایا کرتے: "ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور قدم زمین پر رکھنے کی وجہ سے انہیں دھوتے نہیں تھے" [۵]

۷) پانی جس کے ساتھ نجاست مل گئی ہو اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے بعض اوصاف (رنگ، بو، مزہ) بدل نہ جائیں الاستذکار، میں اس کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ کا مسلک نقل کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اگر کنویں میں کوئی مردار گر جائے اور پانی کا مزہ اور بو نہ بدلا ہو تو اس پانی سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ خواہ اس میں

گرا ہوا مردار نظر کیوں نہ آ رہا ہو، اور اگر تبدیلی آ گئی ہو تو اس سے اتنا پانی نکال دیا جائے جس سے بدبو ختم ہو جائے۔ [ے] عبد الرزاق کی نقل کردہ روایت کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب خون اور پانی مل جائیں تو پانی پاک ہوتا ہے" [ے] کو بھی الاستذکار، میں درج شدہ روایت پر محمول کیا جائے گا۔ ابن حزم نے حضرت ابن مسعودؓ کا جو یہ مسلک نقل کیا ہے کہ: "پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی [ے] اس کا بھی یہی مطلب لیا جائے گا۔

حصول طہارت کے وسائل:۔

الف ۔ معنوی نجاست کو دور کرنے کے دو ذریعے ہیں، پانی اور مٹی، اول الذکر سے وضو اور غسل ہوتا ہے (دیکھئے لفظ وضوء) اور (لفظ غسل) اور موخر الذکر سے تیمّم (دیکھئے لفظ تیمّم)

ب۔ مادی یا ظاہری نجاست کو دور کرنے کے ذرائع یہ ہیں:۔

۱۔ پانی اس پر سب کا اجماع ہے

۲۔ مسح یعنی رگڑنا یا پونچھنا۔ قبل یا دبر سے خارج ہونے والی نجاست کو پتھر وغیرہ سے رگڑ کر دور کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پتھر کے تین ٹکڑے لانے کا حکم دیا۔ مجھے دو ٹکڑے مل گئے۔ تیسرے کی تلاش کی لیکن نہیں ملا۔ میں نے اس کی جگہ خشک گوبر کا ایک ٹکڑا لا کر آپ کو دیا۔ آپ نے پتھر کے دونوں ٹکڑے پکڑ لئے اور گوبر کو پھینک کر فرمایا (یہ رکس یعنی نجس ہے")۔ [۹]

۴۔ نماز کی صحت کے لئے نجاست سے طہارت شرط ہے۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۴، جز۔ ب)

۔ نماز کی صحت کے لئے تھوڑی سی لگی نجاست قابل معافی ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ الف، فقرہ ۴)

۔ نجاست کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۴، جز ھ)

۔ جسم سے خارج ہونے والی ہر نجاست کی وجہ سے وضوء کرنا (

(دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۳، جز۔ الف)

— ناپاک چیزوں کی فروخت (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۱، جز ب)

نذر — (نذر)

۱۔ تعریف

مکلّف کا اپنے اوپر کوئی ایسی چیز لازم کر لینا جو شریعت کی طرف سے لازم نہیں ہوئی نذر کہلاتی ہے۔

۲۔ نذر سے تقدیر نہیں بدلتی:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور فرمان کی روشنی میں حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ تقدیر لکھی جا چکی ہے۔ اور نذر سے تقدیر نہیں بدلتی۔ آپ فرمایا کرتے: "نذر سے کوئی خدائی فیصلہ نہ آگے ہوتا ہے اور نہ پیچھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے بخیل کی جیب سے کچھ نہ کچھ نکلوا دیتا ہے" [۱۰] حضرت ابن مسعودؓ کے اس قول سے نذر کی کراہت اور نذر ماننے والے کی مذمت مترشح ہوتی ہے۔ نیز آپ کے نزدیک ایسا شخص بخل کی مذموم صفت سے متصف ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا اصل کام تو یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور اس کے تقرب کے حصول کی طرف توجہ کرتا۔ نہ کہ شرط لگاتا کہ: "اگر اللہ میرے بیمار کو شفا دے تو میں اس کے لئے فلاں چیز کی نذر مانتا ہوں" کیونکہ اللہ پر شرط لگانا قبیح فعل ہے۔

۳ جس چیز کی نذر مانی جائے:۔

نذر ماننے والا یا تو اپنی نذر میں کسی چیز کا نام لیکر اس کی تحدید کر دے گا یا ایسا نہیں کرے گا۔

ا۔ اگر اس نے کسی چیز کا نام لیا تو وہ چیز یا تو طاعت کے قبیل سے ہوگی یا معصیت کے۔

ا۔ اگر پہلی صورت ہو تو اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہو گا۔ وہ جس صورت میں بھی اسے پورا کر سکتا ہو پورا کرے گا۔ اس شخص کے متعلق جس نے حرم تک پیدل جانے کی نذر مانی ہو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "وہ پیدل جائے گا. اگر پیدل چلنے سے عاجز ہو جائے گا تو سواری کے ذریعے جائے گا اور ایک اونٹ کی قربانی دے گا" [۱۱] گویا حضرت ابن

مسعودؓ نے اس کے سوار ہونے کو حج فاسد کر دینے کے قائم مقام کر دیا۔ اور حج فاسد کرنے کا کفارہ اونٹ کی قربانی ہے۔

۲۔ اگر نذر میں مانی ہوئی چیز معصیت کے قبیل سے ہو تو اسے پورا کرنا حرام ہے۔ اور نہ ماننے والے پر قسم کا کفارہ واجب ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: ''کسی معصیت کی نذر کو ہرگز پورا نہ کیا جائے۔ اس کا کفارہ قسم کے کفارے کی طرح ہے'' [۱۲]

ب۔ اگر اس نے نذر میں کسی چیز کا تعین نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں قسم کا کفارہ واجب ہو گا۔ مثلاً یوں کہے: ''میں نذر مانتا ہوں''۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: ''اگر کسی شخص نے اللہ کے لئے اپنے اوپر کوئی نذر مانی ہو جس کا اس نے تعین نہ کیا ہو تو اس پر ایک گردن (غلام آزاد کرنا) لازم ہو گی'' [۱۳]

نسب۔۔۔ (نسب)

۱۔ تعریف

باپ کے ساتھ قائم شدہ قرابت کو نسب کہتے ہیں

۲۔ نسب ثابت ہونے کی صورتیں:۔

نسب دو اسباب میں سے ایک سبب سے ثابت ہو جاتا ہے:۔

الف۔ اول۔ فراش یعنی زوجیت یا تسری (آقا کا اپنی لونڈی سے ہم بستری کرنا)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بچہ اس کا ہے جس کی زوجیت میں اس کی ماں ہے یا جس کی لونڈی ہے اور زنا کرنے والے کے لئے پتھر ہے) [۱۴] تین اشخاص نے ایک عورت کے ساتھ ایک ہی طہر میں ہم بستری کی، اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ تینوں میں سے ہر ایک اس بچے کا دعویدار بن گیا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ان سے کہا کہ ان میں سے کوئی دو تیسرے کے حق میں دست بردار ہو جائیں۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک حق والا ہے۔ لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''تم آپس میں الجھنے والے شریک ہو'' یہ کہہ کر آپ نے قرعہ اندازی کی جس کے نام قرعہ نکلا اسے بچہ دینے کا فیصلہ سنایا۔ نیز اسے دو تہائی دیت ادا کرنے کا بھی حکم دیا تاکہ ایک ایک تہائی باقی دو دعویداروں کو دے دی جائے۔ پھر آپ نے یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یا جسے سن کر

آنحضرتؐ نے فرمایا (تم نے درست فیصلہ دیا اور بہت اچھا فیصلہ دیا) ۱۵؎

ب۔ دوم ۔ اقرار یا اعتراف ۔ نسب کا اقرار نسب ثابت ہونے کا ایک ذریعہ ہے جبکہ وہ بچہ یا شخص جس کی نسب کا اقرار کیا گیا مجہول النسب ہو اور اقرار کرنے والا اس نسب کا بوجھ کسی اور پر نہ ڈالتا ہو بلکہ اپنے سر لیتا ہو۔

ج ۔ قرعہ اندازی ۔ چند سطور قبل کے مذکورہ واقعہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرعہ اندازی کے ذریعے نسب کے مدعیان میں سے ایک کا تعین کیا اور بچے کا نسب اس سے ثابت کر دیا۔

۳۔ ایک سے زائد افراد سے نسب کا ثبوت:۔

حضرت ابن مسعودؓ ایک سے زائد اشخاص سے باپ کے طور پر انتساب کو درست قرار نہیں دیتے تھے۔ پچھلے واقعہ میں جب ایک سے زائد اشخاص کے درمیان بچے کے نسب میں جھگڑا پیدا ہوا۔ تو آپ نے قرعہ اندازی کے ذریعے ایک شخص سے اس کا نسب ثابت کر کے باقیماندہ دونوں سے اس کی نفی کر دی۔

۴ نسب کس کا ہوتا ہے:۔

اصل نسب تو باپ سے ثابت ہوتا ہے لیکن دو صورتوں میں نسب ماں سے چلتا ہے پہلی صورت زنا کی ہے اور دوسری صورت لعان کی وجہ سے باپ کا اپنے بیٹے کے نسب کی نفی کرنے کی ہے (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۶، جز۔ الف، فقرہ ۱، جز۔ الف)

۵۔ نسب کی نفی اور انتقال نسب:۔

(دیکھئے لفظ لعان، فقرہ ۵، جز۔ ج) اور (لفظ بیع، فقرہ ۱، جز۔ ب، فقرہ ۲)

۶۔ نسب کے ثبوت کے نتائج:۔

جب کسی بچے کا نسب کسی شخص سے ثابت ہو جائے تو اسے وہ تمام حقوق مل جائیں گے اور اس پر تمام فرائض یا ذمہ داریاں عائد ہو جائیں گی جن کا ہم نے لفظ (ولد) میں ذکر کیا ہے۔

نسیان ۔ (بھول)

بھول کر طلاق دینے والا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۳، جز۔ د)

نسیہ — (ادھار)

نسیہ تاخیر کو کہتے ہیں

— ربا النسیہ کی حرمت (دیکھئے لفظ ربا، فقرہ ۳، جز۔ الف)

— ایک چیز کو اس کی ہم جنس چیز کے بدلے فروخت کی صورت میں ادھار کی حرمت (دیکھئے لفظ ربا، فقرہ ۳، جز۔ ب)

نصاب — (نصاب)

— نصاب زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۴، جز۔ الف، فقرہ ۵، جز۔ الف، فقرہ ۶، جز۔ الف، ب، ج)

— چوری کی سزا کیلئے نصاب (دیکھئے لفظ سرقہ، فقرہ ۴، جز۔ الف)

نصاریٰ — (عیسائی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو نصاریٰ کہا جاتا ہے (دیکھئے لفظ کتابی، کفر)

نظر — (دیکھنا، نظر ڈالنا)

— اجنبی عورت پر نظر ڈالنے کی ممانعت (دیکھئے لفظ حجاب)

— قرآن مجید میں ہمیشہ نظر رکھنا یعنی باقاعدہ تلاوت کرتے رہنا (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۲)

— نماز کی حالت میں آسمان کی طرف دیکھنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲، جز۔ ک)

نعاس — (اونگھ)

جس شخص کو اونگھ آ رہی ہو اس کا نماز پڑھنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۶، جز۔ ح)

نعل — (جوتا)

جوتے پہن کر نماز ادا کر لینا۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲، جز۔ ن)

نعم — (نعمتیں)

چوپایوں (اونٹ، بھیڑ، بکریوں، وغیرہ) کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۲)

نعی — (خبر موت دینا)

مرنے والے کی خبر موت دینے کی ممانعت (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۳)

نفاق — (منافقت، ظاہر و باطن میں عدم مطابقت)

حضرت ابن مسعودؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "منافقین کے خلاف اپنے ہاتھوں سے جہاد کرو۔ اگر تمہیں ان کے سامنے تیوری چڑھانے کے سوا اور کسی اقدام کی استطاعت نہ ہو تو ان کے سامنے تیوری چڑھاؤ" [۱۶]

نفقہ — (خرچ، نان و نفقہ)

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ باپ کے ذمے اس کے کم سن بچے کے اخراجات ہیں۔ جس میں رضاعت کے اخراجات بھی شامل ہیں۔ حتیٰ کہ بچہ دودھ پینا چھوڑ دے۔ آپ فرمایا کرتے: "جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور بیوی کی گود میں طلاق دینے والے شوہر کا بچہ ہو تو شوہر پر رضاعت کے اخراجات برداشت کرنے کی ذمہ داری عائد ہوگی یہاں تک کہ بچہ دودھ پینا چھوڑ دے" [۱۷]

— طلاق پانے والی عورت کا دوران عدت نان و نفقہ (دیکھئے لفظ عدۃ فقرہ ۳، جزء د)

— بیوہ کا دوران عدت نان و نفقہ (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۴، جزء د، فقرہ ۲)

— میت کی تجہیز و تکفین کے اخراجات (دیکھئے لفظ ترکہ، فقرہ ۲، جزء الف)

— بیع مرابحہ (ایسا سودا جس میں چیز کی اصل قیمت میں منافع شامل کر کے اس کی قیمت فروخت کی تحدید کی جائے) میں فروخت ہونے والی چیز پر اٹھنے والے خرچ کو اصل قیمت یعنی لاگت یا قیمت خرید میں شامل کیا جائے لیکن منافع کی تحدید کرتے وقت اس خرچ کو حساب سے نکال دیا جائے (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جزء ب)

نفل — (نفل)

ہر ایسی چیز جو فرض سے زائد ہو نفل کہلاتی ہے۔

— نفل نمازیں (دیکھئے صلاۃ، فقرہ ۱۹)۔

نفی : جلا وطن کر دینا

یہاں نفی سے مراد جلا وطن کر دینا ہے (دیکھئے لفظ تغریب)

نکاح : نکاح

ہم اس موضوع پر حضرت ابن مسعودؓ سے منقول روایات کی روشنی میں درج ذیل نقاط کے تحت گفتگو کریں گے۔

۱۔ تعریف	۲۔ وجوب نکاح
۳۔ شوہر	۴۔ بیوی
۵۔ مہر	۶۔ ولی
۷۔ نکاح متعہ	۸۔ سنت نکاح کی نماز اور اس کی دعا
۹۔ عورتوں کے ساتھ گذر بسر اور سلوک.	۱۰۔ نکاح کے اثرات و نتائج۔

۱۔ تعریف :

نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس کی بنا پر میاں بیوی میں سے ہر ایک کا دوسرے سے تلذذ حاصل کرنا حلال ہو جاتا ہے

۲۔ وجوب نکاح:

حضرت ابن مسعودؓ نکاح کرنے پر بہت زیادہ ابھارا کرتے اور تجرد کی زندگی کو انتہائی طور پر ناپسند کرتے تھے۔ اس لئے کہ آپ جنسی چکر کو ایسا عظیم فتنہ خیال کرتے تھے جو کسی وقت بھی انسان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اسے جہنم میں دھکیل سکتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اس فتنے سے بچاؤ کی ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے ازدواجی زندگی جو انسان کے لئے ایک محفوظ قلعہ ثابت ہوتی ہے۔ آپ تقویٰ اور پرہیز گاری کے اعلیٰ مدارج پر ہوتے ہوئے بھی فرمایا کرتے. "اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی رہ جائے تو مجھے یہ بات پسند ہو گی کہ اس قلیل مدت کے دوران بھی میری کوئی بیوی ہو" [۸] آپ یہ بھی فرماتے. "اگر میری زندگی کے صرف دس دن باقی رہ جائیں اور مجھے معلوم ہو جائے کہ دسویں دن میری موت واقع ہو جائے گی اور ان دس دنوں کے دوران مجھے نکاح کرنے کی استطاعت ہو تو فتنے کے ڈر سے میں ضرور نکاح کر ڈالوں" [۹] بلکہ آپ تنگ دستی کو

نکاح نہ کرنے کے لئے عذر تسلیم نہیں کرتے تھے جب تک انسان کو مہر ادا کرنے کی قدرت ہو۔ اس لئے کہ رزق کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور جو شخص اللہ کی فرماں برداری کا ارادہ کرتا ہے اللہ اسے ہرگز نہیں ٹھکراتا۔ اسی لئے آپ فرمایا کرتے: " نکاح کے ذریعے فراخی تلاش کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (ان یکونوا فقراء یغنیھم اللہ من فضلہ اگر یہ تنگ دست ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا) [۲۰]

۳۔ شوہر:

ا۔ شوہر کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ مسلمان ہو اگر اس کا نکاح مسلمان عورت سے ہو رہا ہو۔ اس لئے کہ کسی مسلمان عورت کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ کسی کافر کے ساتھ عقد نکاح کرے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اپنے خاندان کی ایک خاتون سے فرمایا: "میں تمہیں خدا کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ کسی مسلمان سے نکاح کرنا۔ [۲۱]

اگر زوجین کا عقد حالت کفر میں ہوا ہو اور پھر بیوی مسلمان ہو جائے اور شوہر کے مسلمان ہونے میں اتنی تاخیر ہو جائے کہ بیوی کی عدت کی مدت گذر جائے تو دونوں میں علیحدگی ہو جائے گی۔ [۲۲] (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۱۱)

ب۔ کفائت (ہمسری، برابری) حضرت ابن مسعودؓ زوجین کی ہمسری اور برابری کو نکاح کے لئے شرط نہیں سمجھتے تھے، بشرطیکہ شوہر مسلمان ہو۔ اس لئے کہ اسلام کی فضیلت اور وصف سے کوئی فضیلت اور وصف بڑھ کر نہیں ہے۔ آپ نے اپنی ہمشیرہ سے فرمایا تھا: "میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مسلمان سے نکاح کرنا اگرچہ وہ سرخ رنگ کا رومی یا سیاہ رنگ کا حبشی ہی کیوں نہ ہو"۔ [۲۳]

۴۔ بیوی:

ا۔ ایسی عورتیں جن سے نکاح حرام ہے۔ ان میں سے اگر کسی سے عقد نکاح ہو بھی جائے تو یہ عقد باطل ہو گا ایسی عورتوں کی دو قسمیں ہیں۔

۱) پہلی قسم ان عورتوں کی ہے جن سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہوتا ہے ان کی پھر تین قسمیں ہیں:۔

ز) صنف اول میں وہ عورتیں آتی ہیں جو نسب کی بنا پر حرام ہیں۔ تفصیل یہ ہے۔

انسان کی اصل اوپر تک مثلاً مائیں، نانیاں۔ انسان کی فرع نیچے تک مثلاً بیٹیاں،

نواسیاں۔ انسان کے باپ کی فرع نیچے تک بھتیجیاں اور بھائی کی اولاد کی بیٹیاں نیز انسان کے نانا یا دادا کی فرع میں صرف پہلا طبقہ مثلاً پھوپھیاں، خالائیں۔ ان پر سب کا اجماع ہے۔ اہل اسلام میں سے کسی کا اس میں اختلاف نہیں۔

ب) صنف ثانی میں وہ عورتیں ہیں جو مصاہرت یعنی زوجین کے درمیان عقد نکاح کی بنا پر حرام ہو جاتی ہیں۔ ان خواتین کی تفصیل یہ ہے۔

بیوی کی اصل اوپر تک مثلاً اس کی ماں اور نانی۔ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ صرف عقد نکاح سے بیوی کی ماں شوہر کے لئے حرام نہیں ہو جاتی جب تک ہم بستری نہ ہو جائے۔ لیکن آپ نے جلد ہی اس رائے سے رجوع کر لیا اور پھر آپ کا مسلک یہ ہو گیا کہ مجرد عقد سے ہی حرمت پیدا ہو جاتی ہے اور اس میں دخول یا ہم بستری کی کوئی شرط نہیں ہے۔ آپ کی رائے میں تبدیلی کے پس منظر میں ایک مشہور واقعہ ہے۔ ایک شخص نے بنو شمخ بن فزارہ کی ایک عورت سے نکاح کر لیا پھر اس کی نظر اس عورت کی ماں پر پڑ گئی جو اس کا دل لبھا گئی۔ اس نے حضرت ابن مسعودؓ سے مسئلہ پوچھا کہ "میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تھا اور ابھی ہم بستری نہیں ہوئی تھی کہ میری نظر اس کی ماں پر پڑ گئی جو مجھے بہت اچھی لگی، آیا میں اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس کی ماں سے نکاح کر سکتا ہوں؟" آپ نے اسے اثبات میں جواب دیا چنانچہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس کی ماں سے نکاح کر لیا۔ پھر آپ مدینہ منورہ گئے اور وہاں دوسرے صحابہ کرامؓ سے استفسار کیا، سب نے یہی کہا کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

پھر آپ کوفہ واپس گئے اور بنو شمخ میں جا کر اس شخص کو تلاش کر لیا اور اسے اپنی بیوی سے علیحدگی کا حکم دے دیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اب یہ تو بہت مشکل ہے کیونکہ اس کے کئی بچے پیدا ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا چاہے جو کچھ بھی ہو، وہ ہر صورت اس مرد سے علیحدگی اختیار کرے اس لئے کہ یہ اللہ کی طرف سے حرام ہے" [۲۴]

بیوی کی فرع ـــ یعنی ربیبہ (بیوی کی لڑکی جو شوہر کے ہاں پرورش پائے)

اگر کسی نے اپنی ربیبہ کی ماں، جو اس وقت اس کی بیوی ہو، سے ہم بستری کر لی ہو تو وہ ربیبہ سے نکاح نہیں کر سکتا ہے اگر صرف نکاح ہوا ہو تو وہ اسے طلاق دے کر ربیبہ سے نکاح کر سکتا ہے [۲۵] ارشاد باری ہے (وربائبکم اللاتی فی حجورکم من نساءکم اللاتی

دخلتم بھن. فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے..... ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن و شو قائم ہو چکا ہو ورنہ اگر (صرف نکاح ہوا ہو اور تعلق زن قائم نہ ہوا ہو تو (انہیں چھوڑ کر ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی مواخدہ نہیں)

بیٹے کی بیوی۔ ارشاد باری ہے (وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری صلب سے ہوں)

○ حرمت مصاہرت کے لئے بوسہ لینا اور شہوت کے تحت لمس بھی دخول یعنی ہم بستری کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ ابن حزمؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ جس عورت سے ابھی صرف نکاح ہوا ہو اور شوہر نے اس کا بوسہ لے لیا تو اس عورت کی لڑکی شوہر پر حرام ہو جائے گی [۲۳] سنن بیہقی میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر نہیں کرے گا جس نے ایک عورت اور اس کی بیٹی دونوں کے اندام نہانی پر نظر ڈالی ہوگی" [۲۴] اس قول میں آپ نے شرمگاہ پر نظر ڈالنے کو دخول یعنی ہم بستری کے قائم مقام کر دیا۔

○ جس طرح ازدواجی دائرے میں ہم بستری، بوسہ، شہوت سے لمس یا نظر سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اسی طرح ازدواجی دائرے سے باہر بھی اگر یہ عمل ہو جائے تو بھی حرمت مصاہرت کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر وطی حلال کی وجہ سے حرام ہونے والے تمام رشتے زنا کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں (دیکھئے لفظ زنا فقرہ ۳، جزء ج)

ج) صنف ثالث: رضاعت کی بنا پر حرام ہو جانے والی خواتین (دیکھئے لفظ رضاع، فقرہ ۳، جزء الف)

۲) دوسری قسم ان خواتین کی ہے جن کے ساتھ وقتی طور پر نکاح حرام ہوتا ہے۔ چونکہ یہ حرمت کسی عارضی سبب کی وجہ سے ہوتی ہے اس بنا پر اگر یہ سبب ختم ہو جائے تو حرمت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ ان کی بھی چند قسمیں ہیں:۔

ا) صنف اول: ایسی دو عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا جن میں سے ایک دوسری کی محرم ہو مصنف عبدالرزاق میں مروی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے

بارہ خواتین سے نکاح حرام کر دیا، اور میں بارہ دوسری خواتین سے نکاح مکروہ سمجھتا ہوں۔" پھر آپ نے ان میں سے دو بہنوں کا ذکر کیا جن کو بیک وقت نکاح میں رکھا جائے [۴۸]۔ اگر کسی نے بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح کر لیا تو دوسرا نکاح باطل ہو گا۔ اگر اس نے بیک وقت دو بہنوں سے ایک عقد میں نکاح کر لیا تو دونوں نکاح باطل ہوں گے۔

حضرت ابن مسعودؓ تو دو رشتہ دار عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا بھی مکروہ سمجھتے تھے اگرچہ حرمت کا فتویٰ نہیں دیتے تھے۔ مثلاً دو چچا زاد بہنوں یا ماموں زاد بہنوں کو نکاح میں رکھنا اور اسی طرح کی کوئی سی دو عورتیں جو آپس میں ایک دوسرے کی قریبی رشتہ دار ہوں، اس لئے کہ ایسی صورت میں قطع رحمی پیدا ہو جاتی ہے، کیونکہ ایک سوکن عام طور پر دوسری سوکن سے نفرت کرتی ہے۔ جس کے نتیجے میں خاندان میں تفرقہ پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ [۴۹]

ب) صنف ثانی: آزاد عورت نکاح میں ہو اور پھر کسی لونڈی سے نکاح کر لے۔ حضرت ابن مسعودؓ اس سے منع فرماتے تھے۔ اس لئے کہ اس سے آزاد عورت کے حقوق پامال ہوں گے۔ البتہ شوہر اگر غلام ہو تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے ساتھ ایک آزاد عورت کے نکاح کی وجہ سے اس عورت کو جو معاشرتی نقصان پہنچ چکا ہے وہ اس نقصان سے کہیں بڑھ کر ہے جو میاں کے کسی لونڈی سے نکاح کی صورت میں اسے پہنچ سکتا ہے۔ اور جب آزاد عورت اپنے لئے زیادہ شدید نقصان کو برداشت کرنے پر رضا مند ہو چکی ہو تو کمتر نقصان کو برداشت کرنے پر بطریق اولیٰ رضا مند ہو جائے گی۔

ج) صنف ثالث: زنا کار عورت سے نکاح (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۳، جز ب، فقرہ ۱)

د) ایسی لونڈی سے نکاح جو اہل کتاب میں سے ہو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئے، ابن قدامہ نے اس مسئلے میں حضرت ابن مسعودؓ کا مسلک نقل کرتے ہوئے کہا: "کسی شخص کے لئے خواہ غلام ہی کیوں نہ ہو جائز نہیں کہ وہ کسی ایسی لونڈی سے نکاح کرے جو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے ہو، اس لئے کہ ارشاد باری (من فتیاتکم المومنات. اپنی مومن لونڈیوں سے) [۵۰]۔

ھ) مشرک عورت: مسلمان اور اہل کتاب کے علاوہ تمام عورتیں مشرک ہیں، اس پر قرآن

کریم کی نص موجود ہے اور حضرت ابن مسعودؓ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ ۳۲ے

و) عدت گزارنے والی عورت سے نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ اس کی عدت کی مدت ختم نہ ہو جائے۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔

ز) آزاد مرد کے لئے چار سے زائد بیویاں حرام ہیں۔ ارشاد باری ہے (فانکحو ا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث ورباع ۔ جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو)

ح) حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھنے والی عورت سے عقد نکاح حلال ہے لیکن دخول کی اجازت نہیں (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۶، جز د، فقرہ ۳)

ب۔ ایسی عورت یا مرد کا نکاح جو ابھی اس دنیا میں نہ آئے ہوں: نکاح میں یہ شرط نہیں ہے کہ شوہر یا بیوی بالفعل پیدا بھی ہو چکے ہوں۔ بلکہ وجود ہی کافی ہے خواہ بطن مادر میں ہی کیوں نہ ہو۔ شعبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص سفر میں تھا اس نے اپنے ساتھیوں سے فرمائش کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص ہمارے لئے بکری ذبح کرے گا میں اس کے ساتھ اپنی پہلی پیدا ہونے والی بیٹی بیاہ دوں گا۔ ایک شخص نے یہ بات قبول کرتے ہوئے بکری ذبح کر دی۔ اس شخص کے گھر بیٹی پیدا ہوئی تو یہ شخص آ گیا اور کہنے لگا کہ یہ میری بیوی ہے۔ لوگ اسے لیکر حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا: "بکری کے بدلے نکاح واجب ہو گیا، تاہم اس لڑکی کو مہر مثل ملے گا اس میں نہ کوئی کمی ہو گی نہ بیشی" ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس سے کہا: "تم اس بچی کے مالک ہو گئے ہو، تاہم یہ بکری اس کا مہر نہیں ہے" ۳۳ے

ج۔ بیوی میں پائی جانے والی خوبیاں: حضرت ابن مسعودؓ درج ذیل خوبیاں بیوی میں پسند کرتے تھے۔

۱) باکرہ ہو۔ آپ فرمایا کرتے: "دوشیزاؤں سے نکاح کرو، اس لئے کہ ان کا بوجھ کم اور ان کی محبت زیادہ ہوتی ہے۔" ۳۴ے

۲) آپ کو یہ بات پسند تھی کہ کوئی شخص نکاح میں بیک وقت دو ایسی عورتوں کو نہ رکھے جن میں سے ایک دوسری کی غیر محرم رشتہ دار ہو مثلاً چچا کی بیٹی اور ماموں کی بیٹی۔ اگر ایک عورت دوسری کی محرم رشتہ دار ہو تو بیک وقت دونوں کو نکاح میں رکھنا حلال ہی

نہیں ہو گا۔ اگر پہلے ایک سے نکاح کیا ہو اور پھر دوسری سے کر لے تو دوسرا نکاح باطل ہو گا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، فقرہ ۲، جز۔ الف)

۴) علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ ایک شخص کے پاس لونڈی تھی، اس نے اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا، بعض نے تو اس نکاح کو مکروہ سمجھا ہے اور بعض نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے دونوں رائیں منقول ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: ''اس شخص کی مثال جس نے اپنی لونڈی آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اس شخص کی طرح ہے جو ایک اونٹ بطور ہدی لے چلے اور پھر اس پر سوار ہو جائے'' [۳۵] ایک دفعہ آپ نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنی لونڈی آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اور اس کی آزادی کو اس کا مہر بنا دیا تو ایسے شخص کو دو اجر ملیں گے'' [۳۶]۔

۵۔ مہر:

ا۔ بھاری مہر مقرر کرنا: حضرت ابن مسعودؓ ہلکے مہر اور شادی کے معاملے میں آسانی کو اس امت کی فلاح کی علامت سمجھتے تھے اور بھاری مہر کو انحراف بلکہ قیامت کی ایک نشانی خیال کرتے تھے۔ اس لئے کہ بھاری مہروں کے نتیجے میں ایک طرف تو لڑکیوں کی شادیاں نہیں ہو سکیں گی اور دوسری طرف مردوں کا طبقہ شادی سے منہ موڑ کر بدکاری کی طرف مائل ہو گا۔ جس سے اسلامی معاشرہ میں فحاشی پھیلے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ ایک دفعہ مسجد میں گئے اور نماز شروع کر دی، رکوع میں تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس سے گزرا اور السلام علیکم کہہ کر گزر گیا۔ آپ نے سلام پھیر کر فرمایا: ''اللہ کے رسول نے سچ فرمایا، کہا جاتا تھا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے چند یہ ہیں کہ ایک شخص دوسرے کو صرف تعارف کے لئے اسلام کرے گا، مسجدیں گزر گاہیں بن جائیں گی۔ عورتیں مہنگی ہو جائیں گی (یعنی مہر میں بھاری رقمیں مقرر کی جائیں گی) گھوڑے سستے ہو جائیں گے اور قیامت تک مہنگے نہیں ہوں گے اور مردوں اور عورتوں میں برہنگی آ جائے گی'' [۳۷]۔

ب۔ مہر کب واجب ہوتا ہے: جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کر لے اور اس کے لئے مہر مقرر کر دے۔ پھر دخول یعنی تعلق زن و شو قائم ہو جائے یا اس کی موت واقع ہو جائے تو عورت کے لئے مقرر کردہ پورا مہر واجب ہو جائے گا۔ اس پر اجماع ہے۔ لیکن اگر خلوت ہوئی لیکن ہم بستری نہیں ہوئی تو ایسی صورت میں مہر کے وجوب کے متعلق

حضرت ابن مسعودؓ سے روایات میں اختلاف ہے (دیکھئے لفظ خلوۃ. فقرہ ۲)

اگر نکاح ہو جائے اور مہر مقرر نہ ہو. اور اس کے بعد ہم بستری ہو جائے یا شوہر کی وفات ہو جائے تو بیوی کے لئے مہر مثل واجب ہو گا۔ خواہ وہ کتنا زیادہ کیوں نہ ہو۔ ہم بستری کی صورت میں مہر کا واجب ہو جانا تو ظاہر ہے۔ رہا وفات کی صورت میں اس کا واجب ہونا تو اس کے لئے یہ روایت موجود ہے کہ ایک شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آ کر کہنے لگا: "ہمارے ایک آدمی نے مہر مقرر کئے بغیر ایک عورت سے نکاح کر لیا۔ ابھی ہم بستری نہیں ہوئی تھی کہ اس کی وفات ہو گئی" حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر آج تک کسی نے مجھ سے اس سے زیادہ سخت مسئلہ نہیں پوچھا"۔ پھر ایک ماہ تک آپ اس مسئلے پر غور کرتے رہے. ایک ماہ گزر جانے کے بعد آپ نے فرمایا: "میں اس مسئلے میں اپنی رائے سے جواب دوں گا۔ اگر جواب درست ہو گا تو یہ اللہ کی طرف سے ہو گا اور اگر غلط ہو گا تو یہ میری طرف سے اور شیطان کی جانب سے ہو گا۔ میری رائے میں اسے مہر مثل ملے گا. نہ کم نہ زیادہ۔ وہ میراث کی بھی حقدار ہو گی اور اس پر عدت وفات لازم آئے گی" یہ سن کر قبیلہ اشجع کے کچھ لوگ کھڑے ہو گئے اور انھوں نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک عورت کے متعلق یہی فیصلہ دیا تھا جس کا نام بروع بنت واشق تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر حضرت ابن مسعودؓ جس قدر خوش ہوئے اتنا خوش میں نے انھیں کبھی نہیں دیکھا۔ [۳۸]

۶۔ نکاح میں ولی:

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ عورت کو نہ تو اپنی شادی کرانے کا اختیار ہے نہ ہی کسی اور کی اور نہ ہی شادی کے لئے ولی کے سوا کسی کو اپنا وکیل بنانے کا۔ اگر وہ ایسا کرے گی تو نکاح درست نہیں ہو گا۔ [۳۹] اگر کسی عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو قاضی اس کا ولی ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اس عورت کے متعلق جس نے کسی مرد کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا ہو. فرمایا کہ یہ شخص اس نو مسلم خاتون کا نکاح کسی سے اس وقت تک نہیں کرائے گا جب تک سلطان یعنی قاضی وغیرہ کے پاس نہ لے جائے۔ [۴۰]

خطبہ نکاح اور اس کی ابتدا خطبہ حاجت کے ساتھ کرنا (دیکھئے لفظ خطبہ. فقرہ ۳. جز ب)

۷۔ نکاح متعہ:

ابن حزم نے حضرت ابن مسعودؓ کو ان حضرات میں شمار کیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نکاح متعہ کی حلّت کے قائل رہے۔ شاید ابن حزم نے یہ بات حضرت ابن مسعودؓ کی اس روایت سے اخذ کی ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا: "ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں جایا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہ ہوتی تھیں۔ ہم نے اپنے فوطے نکلوانے کے متعلق سوچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے روک دیا۔ پھر آپ نے ہمیں متعہ کرنے کی اجازت دے دی۔ ہم میں سے کوئی ایک کپڑے کے بدلے ایک مقررہ مدت تک کے لئے نکاح کر لیتا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی (یاایہاالذین امنولا تحر موطیبات مااحل اللہ لکم۔ اے ایمان والو ان پاکیزہ چیزوں کو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے۔ اپنے اوپر حرام نہ کرو) [۴۱] سچی بات تو یہ ہے کہ یہ روایت تحریم متعہ سے قبل کی ہے۔ جب متعہ کی حرمت ہو گئی تو حضرت ابن مسعودؓ بھی اس کی حرمت کے قائل ہو گئے۔ ابن قدامہ نے المغنی میں آپ سے تحریم کی روایت نقل کی ہے۔ [۴۲]

۸۔ نماز نکاح اور دعائے نکاح:

ابو اسید کے آزاد کردہ غلام ابو سعید نے شادی کی۔ اس کے نکاح میں حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابو ذرؓ اور حضرت حذیفہ وغیرہم شریک ہوئے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب تم شب زفاف میں اپنی منکوحہ کے پاس جاؤ، تو پہلے دو رکعتیں پڑھو۔ پھر اللہ تعالیٰ سے اس نکاح کے خیر کے حصول اور اس کے شر سے اس کی پناہ کی دعا مانگو۔ اس کے بعد اپنی بیوی کے قریب جاؤ" [۴۳]

(دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ ط) اور لفظ دعاء، فقرہ ۳، جز۔ ز)

۹۔ عورتوں کے ساتھ گزر بسر:

الف۔ گزارہ کرنا۔ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ عورتوں کی فطرت مردوں کی فطرت سے مختلف ہے۔ یہ اللہ کی بنائی ہوئی ہے اور مرد کو اس سے باخبر ہونا چاہئے۔ نیز اسے صنف نازک کے ساتھ، جس کی طبیعت مرد کی طبیعت سے بالکل مختلف ہے، حکمت و دانائی کے ذریعے حسن معاشرت کے طریقے بھی معلوم ہونے چاہئیں۔ اوس بن شریب کہتے ہیں: "میں حج پر گیا۔ مسجد حرام میں میں نے حضرت عمرؓ اور حضرت جریرؓ کو دیکھا۔ حضرت عمرؓ

ان سے پوچھ رہے تھے کہ تم اپنی بیویوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرتے ہو۔ انہوں نے جواب میں کہا: "امیر المومنین ان کی طرف سے مجھے سختی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ میں ان میں سے کسی کے گھر مقررہ یوم کے سوا جا بھی نہیں سکتا۔ اور اگر مقررہ دن کے سوا کسی کے برتن کو بھی ہاتھ لگا دوں تو آگ بگولہ ہو جاتیں ہیں" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "عورتوں میں بڑی تعداد ان کی ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتیں اور نہ ہی اہل ایمان پر ان کا اعتماد ہوتا ہے۔ شاید تمہیں ان میں سے کسی کی ضرورت ہوتی ہوگی اور وہ تم پر تہمت لگا دیتی ہوگی" حضرت ابن مسعودؓ بھی وہاں موجود تھے آپ نے کہا: "امیر المومنین، آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے اپنی بیوی سارہ کی طبیعت کی شدت کی شکایت کی۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جواب دیا گیا کہ عورت ٹیڑھی پسلی کی طرح ہوتی ہے۔ اگر تم اس پسلی کو سیدھی کرنے لگو گے تو اسے توڑ بیٹھو گے اور اگر اسی حالت میں چھوڑ دو گے تو اس کی کجی باقی رہے گی" پھر حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت جریرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اس صورت حال کے تحت اپنی بیویوں کے ساتھ گزارہ کرتے چلو جب تک کہ ان میں سے کوئی شریعت کے حکم کی خلاف ورزی کی مرتکب نہ ہو" حضرت ابن مسعودؓ کی یہ گفتگو سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "تمہارے دل میں علم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے" حضرت عمرؓ نے یہ جملہ تین دفعہ دہرایا۔ [۴۴]

ب۔ ہم بستری:

۱) جب اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا چاہے تو مکمل طور پر برہنہ نہ ہو بلکہ اپنی شرمگاہ پر کوئی ساتر باقی رہنے دے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ عورت اور مرد. دونوں (ہم بستری کے وقت) مکمل طور پر برہنہ ہو جائیں" [۴۵]

۲) مرد کے لئے ضروری ہے کہ عورت سے فطری طریقے پر ہم بستری کرے. غیر فطری طریقہ یعنی عمل قوم لوط اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ [۴۶]

۳) بیوی سے عزل کرنے کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ سے روایات میں اختلاف ہے (دیکھئے لفظ عزل)

۴) ہم بستری کے دوران جب انزال ہو جائے تو یہ دعا پڑھے (اے اللہ. ہمیں اولاد کی صورت میں جو نعمت تو عطا کرے اس میں شیطان کو حصہ دار نہ بنا) [۴۷]

۱۰۔ نکاح کے اثرات و نتائج :

جب عقد نکاح مکمل ہو جاتا ہے تو پھر اس پر بہت سے حقوق مرتب ہوتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

ا۔ زوجین میں سے ہر ایک کا دوسرے سے تلذذ حاصل کرنا حلال ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۹، جز۔ ب)

ب۔ پیدا ہونے والے بچے کا نسب ثابت ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۲، جز۔ الف)

ج۔ بیوی کا نان و نفقہ شوہر پر واجب ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ نفقہ)

نوم : نیند

مسجد میں سونا (دیکھئے لفظ مسجد فقرہ ۴، جز۔ الف)

نیند سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۳، جز۔ ج)

جسے نیند آ رہی ہو اس کے لئے نماز پڑھنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ٦، جز۔ ج)

کسی سوئے ہوئے انسان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ٦، جز ب)

نماز عشاء کے بعد سو جانا (دیکھئے لفظ سمر)

نیہ : نیت

دل میں کسی کام کے کرنے کا پکا ارادہ کر لینا نیت ہے۔

عبادات کی صحت کے لئے نیت شرط ہے (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۹) اور (لفظ حج، فقرہ ۳)

فرض روزے کے لئے رات سے نیت کر لینا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۹)

اعتکاف کی نیت (دیکھئے لفظ اعتکاف، فقرہ ۴)

طلاق کنایہ میں نیت (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۴، جز۔ ب)

حوالہ جات

باب (حرف النون)

۱۔ کشف الغمہ ص ۳۹ جلد اول

۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴ جلد اول

۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰ جلد اول

۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۱ جلد اول

۵۔ المغنی ص ۹۱ جلد دوم

۶۔ الاستذکار ص ۲۰۵ جلد اول

۷۔ عبدالرزاق ص ۷۹ جلد اول

۸۔ المحلی ص ۱۲۸ جلد اول

۹۔ کشف الغمہ ص ۳۹ جلد اول، بخاری، الوضوء، باب استنجاء بالحجارہ، ترمذی، نسائی، فی الطہارۃ، امام نسائی نے فرمایا:
"رکس سے مراد جنات کا طعام ہے"

۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۶ جلد اول، عبدالرزاق ص ۴۳۳ جلد ہشتم

۱۱۔ الام ص ۱۷۱ جلد ہفتم

۱۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۶۔ ب جلد اول، عبدالرزاق ص ۴۳۳ جلد ہشتم، المغنی ص ۳ جلد نہم

۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ جلد اول

۱۴۔ بخاری، کتاب البیوع، باب شراء المملوک من الحربی، مسلم، کتاب الرضاع

۱۵۔ الام ص ۱۷۷ جلد ہفتم

۱۶۔ کنزالعمال رقم ۴۸۶۹

۱۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۶۔ ب جلد اول، ص ۲۴۸ جلد اول

۱۸۔ عبدالرزاق ص ۱۷۰ جلد ششم

۱۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۷۔ ب جلد اول، سعید بن منصور ص ۱۲۳ جزاول جلد سوم، المحلی ص ۲۵ جلد دہم، المغنی ص ۴۴۶ جلد ششم، کنزالعمال ۳۵۶۱۰

۲۰۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۷ جلد سوم

۲۱۔ سنن سعید بن منصور ص ۱۴۶ جزاول جلد سوم، المغنی ص ۴۸۰ جلد ششم

۲۲۔ نیل الاوطار ص ۳۰۶ جلد ششم

۲۳۔ سنن سعید بن منصور ص ۱۴۶ جزاول جلد سوم، المغنی ص ۴۸۰ جل ششم

۲۴ـ سعید بن منصور ص ۲۲۷ جزاول جلد سوم. عبدالرزاق ص ۲۷۳ جلد ششم. موطا امام مالک ص ۵۳۳ جلد دوم. ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ جلد اول. سنن بیہقی ص ۱۵۹ جلد ہفتم. المحلی ص ۵۲۸ جلد نہم. تفسیر ابن کثیر ص ۴۷۰ جلد اول. کشف الغمہ ص ۶۵ جلد دوم. المغنی ص ۵۶۹ جلد ششم

۲۵ـ تفسیر ابن کثیر ص ۴۷۰ جلد اول

۲۶ـ المحلی ص ۵۲۰ جلد نہم

۲۷ـ سنن بیہقی ص ۱۷۰ جلد ہفتم

۲۸ـ عبدالرزاق ص ۲۷۳ جلد ششم

۲۹ـ المغنی ص ۵۷۴ جلد ششم

۳۰ـ المحلی ص ۴۴۲ جلد نہم

۳۱ـ المغنی ص ۵۹۶ جلد ششم

۳۲ـ الام ص ۱۷۵ جلد ہفتم

۳۳ـ سنن سعید بن منصور ص ۱۶۲ جزاول جلد سوم. الام ص ۱۷۵ جلد ہفتم. المحلی ص ۲۰۸ جلد دہم

۳۴ـ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۳ جلد اول

۳۵ـ عبدالرزاق ص ۲۷۲ جلد ہفتم. المحلی ص ۵۰۶ جلد نہم

۳۶ـ المحلی ص ۵۰۶ جلد نہم

۳۷ـ عبدالرزاق ص ۱۵۵ جلد سوم

۳۸ـ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۹، ۲۲۳. جلد دوم سعید بن منصور ص ۲۲۵. جزاول. جلد سوم. سنن بیہقی ص ۱۴۷ جلد ششم. ابوداؤد کتاب النکاح ترمذی کتاب النکاح. نسائی کتاب النکاح

۳۹ـ المغنی ص ۴۴۹ جلد ششم. عبدالرزاق ص ۱۹۷ جلد ششم. کنزالعمال ۴۵۷۵۳

۴۰ـ المغنی ص ۴۶۱ جلد ششم

۴۱ـ بخاری سورہ مائدہ، مسلم، کتاب النکاح. تفسیر ابن کثیر ص ۸۷ جلد دوم

۴۲ـ المغنی ص ۴۶۴ جلد ششم

۴۳ـ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۴ جلد دوم. المغنی ص ۵۳۹ جلد ششم

۴۴ـ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۸ـ ب جلد اول

۴۵ـ عبدالرزاق ص ۱۵۵ جلد سوم

۴۶ـ آثار ابی یوسف رقم ۶۱۶. المغنی ص ۲۲ جلد ہفتم

۴۷ـ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۴ـ ب جلد دوم

حرف الھاء

ھ

ھاشمہ : ایسا زخم جس سے ہڈی ٹوٹ جائے

ہاشمہ اس زخم کو کہتے ہیں جس سے ہڈی ٹوٹ جائے لیکن اپنی جگہ نہ چھوڑے۔

اس کے احکام (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴) اور (جنایہ، فقرہ ۶، جز۔ الف، فقرہ ۲)

ہبہ : ہبہ

۱۔ تعریف :

زندگی میں کسی معاوضہ کے بغیر اپنی کسی چیز کا کسی کو مالک بنا دینا ہبہ کہلاتا ہے۔

۲۔ عقد ہبہ کے ساتھ ہی ہبہ لازم ہو جاتا ہے :

ابن قدامہ نے حضرت ابن مسعودؓ کا مسلک نقل کیا ہے کہ عقد ہبہ کے ساتھ ہی ہبہ لازم ہو جاتا ہے اور اس کے لئے شے موہوبہ کو قبضہ میں لینے کی کوئی شرط نہیں ہے۔ ا۔

۳۔ کسی دوسرے کی چیز یا مال حرام کا ہبہ :

اگر کسی شخص کو مال حرام کا ہدیہ بھیجا جائے تو اسے لے لینا جائز ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے کہا: "میرا پڑوسی سود خور ہے۔ اور وہ مجھے ہمیشہ دعوت طعام دیتا رہتا ہے" حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا: "یہ کھانا تو تم مزے لے کر کھاؤ باقی رہا اس کا گناہ تو وہ اس کے سر ہو گا" ۲ے۔

۴۔ نیکی کے کام کے بدلے کے طور پر ہبہ کرنا :

اگر کوئی شخص تقرب الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے نیکی کا کوئی کام کرے مثلاً کمزور کو اس کا حق دلانے کے لئے اس کی مدد کرنا یا حاجتمند کو صدقہ کرنا یا اسی طرح کا کوئی اور کام تو اس کے لئے

اس نیکی کے بدلے کوئی ہبہ یا ہدیہ وغیرہ قبول کرنا جائز نہیں ہو گا. حضرت ابن مسعودؓ نے ایک شخص کے متعلق جس نے کسی دوسرے کو اپنا حق حاصل کرنے یا کسی ظلم کو دور کرنے میں مدد دی تھی اور اس میں کسی عطیہ یا معاوضہ کی شرط نہیں لگائی تھی فرمایا: "اگر دوسرا شخص اسے کوئی ہدیہ بدلے کے طور پر بھیجتا ہے تو اس شخص کو قبول کرنے سے روک دیا جائے گا" ۳۔ (دیکھئے لفظ رشوة)

ولاء کی بنا پر ہبہ (دیکھئے لفظ ولاء. فقرہ ۲. جزء ب)

مرض موت میں مبتلا انسان کا ہبہ (دیکھئے لفظ حجر. فقرہ ۲. جزء ب)

قربانی میں سے ہبہ کرنا (دیکھئے لفظ ہدی. فقرہ ۴)

شوہر کا اپنی بیوی کو اس کے خاندان والوں کو ہبہ کر دینا (دیکھئے لفظ طلاق. فقرہ ۲. جزء الف. فقرہ ۶)

اپنا حق حاصل کرنے کے صلے میں ہبہ کرنا (دیکھئے لفظ رشوة. فقرہ ۳. جزء ب)

ہدی: قربانی کے لئے حرم میں لایا جانے والا جانور

۱۔ تعریف:

حج یا عمرہ میں قربت الٰہی یا کفارہ کی خاطر حرم میں ذبح کیا جانے والا جانور ہدی کہلاتا ہے۔

۲۔ کن صورتوں میں ہدی واجب ہوتا ہے (دیکھئے لفظ حج. فقرہ ۵. جزء ب. فقرہ ج) اور (لفظ حج. فقرہ ۶. جزء الف) اور (لفظ احصار. فقرہ ۲)

۳۔ ہدی کی ہلاکت:

اگر کوئی شخص نفلی ہدی خرید لے اور اس کا تعین کر دے پھر ہدی کا جانور مر جائے تو اس کا بدل اس پر لازم نہیں ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر نفلی ہدی ہلاک ہو جائے تو (اسے ذبح کر لینے کی صورت میں) کھا لو اور صدقہ کر دو، تم پر اس کا کوئی بدل نہیں ہے" ۴۔

۴۔ ہدی میں سے کھانا:

ہدی کا جانور اگر نفل یا تمتع یا قران کا ہو تو اس کی قربانی کرنے والا اس کا گوشت کھا سکتا ہے۔ لیکن اگر نذر یا کفارہ کا ہدی ہو تو گوشت نہیں کھا سکتا۔ مستحب طریقہ یہ ہے کہ ہدی کا ایک تہائی گوشت خود کھانے کے لئے رکھ لے. اور ایک تہائی اپنے اعزہ و اقارب اور دوستوں کو بھیج دے تاکہ آپس

کے تعلقات اور مضبوط ہوں اور ان سے اپنی محبت و مودت کا اظہار بھی ہو جائے۔ اور آخری تہائی فقراء کو صدقہ میں دے دے۔ پچھلی روایت میں حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول کہ "کھاؤ اور صدقہ کر دو" اس پر دال ہے۔ ایک دفعہ آپ نے علقمہ بن قیس کو ہدی دے کر حرم بھیجا اور حکم دیا کہ اسے ذبح کرنے کے بعد تہائی حصہ خود کھالینا۔ دوسری تہائی صدقہ کر دینا اور تیسری تہائی میرے بھائی عتبہ بن مسعودؓ کے گھر بھیج دینا۔ ۵

۵۔ ہدی کی قربانی کی جگہ (دیکھئے لفظ حج۔ فقرہ ۱۴، جز۔ ب)

ہدیہ: ہدیہ، تحفہ

اپنی زندگی میں کوئی معاوضہ لئے بغیر کسی شخص کو اپنی کسی چیز کا مالک بنا دینا ہدیہ کہلاتا ہے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کا قرب حاصل ہو جائے یا اس سے محبت و الفت پیدا ہو جائے (دیکھئے لفظ ہبہ)

ہزل: مذاق، غیر سنجیدہ بات

ہزل اس کلام کو کہتے ہیں جو مکلف کی زبان سے قصداً نکلے لیکن اس کا اس کلام سے پیدا ہونے والے اثرات و نتائج کو حاصل کرنے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔

ہازل کی طلاق (دیکھئے لفظ طلاق۔ فقرہ ۲، جز۔ ھ)

ہلاک: ہلاکت

دیکھئے لفظ اتلاف۔ لفظ ضمان

حوالہ جات

باب (حرف الھاء)

۱۔ المغنی ص ۵۹۴ جلد پنجم
۲۔ المحلی ص ۱۵۶ جلد نہم
۳۔ المحلی ص ۱۵۸ جلد نہم
۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۹ جلد اول. المحلی ص ۲۶۸ جلد ہفتم
۵۔ آثار ابی یوسف رقم ۵۸۲، المحلی ص ۲۷۰ جلد ہفتم

حرف الواو

و

وِتر : وتر کی نماز

وتر کی نماز کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ح)

وتر کی نماز کا طریقہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۰)

تہجد کی وجہ سے وتر کی نماز کو توڑ دینا یعنی جفت بنا دینا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۰، جز۔ ھ)

وجہ : چہرہ

تیمّم میں چہرے کا مسح (دیکھئے لفظ تیمّم، فقرہ ٦)

وضوء میں چہرہ دھونا (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۲، جز۔ الف)

سجدے میں چہرہ زمین پر رکھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ط، فقرہ ۱)

ودی :

(شہوت کی حالت میں خارج ہونے والا سیال مادہ جو مادہ منویہ کے علاوہ ہوتا ہے)

ودی کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۳، جز۔ الف)

ودیعۃ : ودیعت

ودیعت وہ مال ہے جو کسی معاوضہ کے بغیر تحفظ کی خاطر کسی دوسرے کے حوالے کر دیا جائے۔ اس کے احکامات وہی ہیں جو امانت کے ہیں۔ (دیکھئے لفظ امانہ)

وساطۃ : واسطہ بننا

حقدار کو اس کا حق پہنچانے کے لئے واسطہ بننے پر اجر لینا (دیکھئے لفظ رشوۃ، فقرہ ۳، جز۔ ب)

وصایہ: وصیت کسی کا تقرر

۱۔ تعریف:

اپنی موت کے بعد اموال و اولاد کی نگرانی اور تصرفات کے لئے کسی کو مقرر کرنا وصایت کہلاتا ہے۔

۲۔ وصی (نگرانی کرنے والے شخص) کا تعین یا تقرر:

وصی کی تعیین موصٰی علیہ (جس کے لئے وصی کا تقرر ہوا ہو) کے ولی یا قاضی کی طرف سے ہوتی ہے، کیونکہ قاضی اس شخص کا ولی ہوتا ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ نے مرض الموت میں حضرت زبیر بن العوامؓ اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کو اپنی اولاد کے لئے وصی مقرر کیا تھا۔ اس کے لئے تحریر بھی وصیت نامے کی شکل میں لکھی تھی جس کے الفاظ یہ ہیں:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ وصیت ہے جو عبداللہ بن مسعودؓ نے کی ہے کہ جب اس بیماری میں میری موت واقع ہو جائے تو میری اس وصیت کا مرجع اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہو گا اور پھر زبیر بن العوامؓ اور ان کے بیٹے عبداللہؓ ہوں گے۔ ان دونوں کا ہر فیصلہ اور ہر ذمہ داری جس کا تعلق اس وصیت سے ہے، حلال و مباح ہو گی۔ عبداللہ کی یعنی میری کوئی بیٹی ان کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرے گی۔ البتہ زینب (میری بیوی) کو اس کے متعلق مشوروں سے علیحدہ نہ رکھا جائے اور کوئی فیصلہ اس کی رائے لئے بغیر نہ کیا جائے"[۱]۔

۳۔ موصٰی علیہ کے مال میں وصی کا تصرف:

وصی کو اس کی اجازت ہے کہ وہ موصٰی علیہ کے مال میں ہر ایسا تصرف کر سکتا ہے جس سے موصٰی علیہ کو خالص فائدہ پہنچتا ہو۔ مثلاً ہدیہ یا تحفہ وغیرہ قبول کرنا۔ لیکن خالص نقصان پہنچانے والا تصرف نہیں کر سکتا مثلاً اس کے مال کو تبرع کے طور پر دے دینا۔ اگر تصرفات ایسے ہوں جن میں نفع اور نقصان کے دونوں پہلو موجود ہوں تو ضرورت کے تحت ان کی بھی اجازت ہے۔ اس لئے اسے اجازت ہے کہ جس کے ہاتھ چاہے موصٰی علیہ کا مال فروخت کر دے۔ البتہ موصٰی علیہ کے مال میں سے اپنے لئے کوئی چیز خریدنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں نرمی اور جانبداری کا احتمال ہوتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہوتی ہے کہ ایک شخص کوئی چیز اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ

کو دے دے۔ ہمدان کا ایک شخص ایک ابلق گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: "مجھے فلاں شخص نے اپنے یتیم بچے کا وصی مقرر کیا ہے اور یہ گھوڑا اس شخص کا ہے۔ آیا میں یہ گھوڑا خرید سکتا ہوں یا اس کے مال سے کوئی اور گھوڑا خرید سکتا ہوں" آپ نے جواب دیا: "اس کے مال میں سے کوئی چیز اپنے لئے نہ خریدو" [۲]

وصی : وصیت کے تحت مقرر کئے جانے والا شخص

دیکھئے لفظ وصیہ، فقرہ ۳، اور لفظ وصایہ

وصی کا ترکہ میں سے کوئی چیز خرید لینا (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۳، جز- الف)

وصیۃ : وصیت

۱- تعریف :

ایسی تملیک جو موت کے بعد عمل میں آئے، وصیت کہلاتی ہے۔

۲- الموصی، وصیت کرنے والا :

وصیت کی حقیقت یہ ہے کہ مرنے والے کے مال کا ایک حصہ جو اس کی موت کے بعد وارثوں کے قبضہ میں چلا جاتا، اسے ان کے قبضے میں جانے نہ دیا جائے بلکہ اس میں تصرف کا حق مرنے والے کو دے دیا جائے۔ بشرطیکہ مرنے والا عاقل اور حق اور ناحق میں تمیز کرنے والا ہو۔ اس بنا پر مریض کی اور حق اور ناحق میں تمیز کرنے والے نابالغ کی وصیت مقررہ شرطوں کے تحت درست ہے۔ ابن وھب نے کچھ اہل حضرات کے واسطے سے حضرت ابن مسعودؓ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے بچے کی وصیت کو جائز قرار دیتے ہوئے فرمایا: "حق پا لینے والے کی وصیت کو ہم جائز قرار دیں گے" [۳]

۳- الموصٰی : (وہ شخص جس کے سپرد وصیت کا نفاذ کیا گیا ہو)

مرنے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی وصیت کے نفاذ کا معاملہ اپنے کسی رشتہ دار کے سپرد کر دے۔ اگر کسی اجنبی کے سپرد کر دے گا تو یہ بھی جائز ہو گا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے یہ وصیت کی تھی کہ وفات کے بعد آپ کے مال اور عیال کے لئے حضرت زبیر بن العوامؓ اور ان کے بیٹے عبداللہؓ کو وصی مقرر کیا جائے۔ اس کے لئے آپ نے اپنے مرض الموت میں وصیت نامہ بھی

تحریر کیا تھا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ وصیت ہے جو عبداللہ بن مسعودؓ نے کی ہے کہ جب اس بیماری میں میری موت واقع ہو جائے تو میری اس وصیت کا مرجع اللہ اور اس کا رسولؐ ہو گا۔ اور پھر زبیر بن العوامؓ اور ان کے بیٹے عبداللہ ہوں گے۔ ان دونوں کا ہر فیصلہ اور ہر ذمہ داری جس کا تعلق اس وصیت سے ہے، حلال و مباح ہو گی۔ عبداللہ کی یعنی میری کوئی بیٹی ان کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرے گی۔ البتہ زینب (میری بیوی) کو اس کے متعلق مشوروں سے علیحدہ نہ رکھا جائے اور کوئی فیصلہ اس کی رائے لئے بغیر نہ کیا جائے" ؎۔

آپ نے یہ وصیت بھی کی تھی کہ آپ کی نماز جنازہ زبیر بن العوامؓ پڑھائیں گے ؎ (دیکھئے لفظ وصایہ)

۴۔ الموصیٰ بہ:

(جس چیز کی وصیت کی جائے) مرنے والا یا تو کوئی وارث چھوڑ کر مرے گا یا اس کے پیچھے اس کا کوئی وارث نہیں ہو گا۔

ا۔ اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اسے اس کی اجازت ہے کہ اپنے مال کی تہائی یا اس سے کم یا اس سے زیادہ کی وصیت کر جائے، بلکہ وہ اپنے سارے مال کی بھی وصیت کر سکتا ہے۔ اعمشؒ کہتے ہیں: "میں نے ایک مرتبہ شعبیؒ کو مسجد میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے ایک ایسی حدیث سن رکھی ہے جس کے سننے والوں میں صرف میں زندہ رہ گیا ہوں۔ میں نے عمرو بن شرحبیلؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تھا۔ "اے یمن کے لوگو! تمہارے اندر دوسری قوموں کی نسبت اس بات کا سب سے زیادہ امکان ہوتا ہے کہ تمہارے مرنے والے اپنے پیچھے کوئی رشتہ دار چھوڑ نہیں جاتے۔ اس لئے جس کا یہ حال ہو (یعنی اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو) اسے اجازت ہے کہ اپنا مال جہاں چاہے رکھے" ؎ (یعنی اپنا سارا مال جس کے لئے چاہے وصیت کر جائے)

ب۔ اگر مرنے والے کے ورثاء موجود ہوں تو اس کے لئے اپنے زیادہ مال کی وصیت کرنا مکروہ ہو گا۔ اعمش نے عبداللہ بن سنان اسدی سے روایت کی ہے۔ عبداللہ بن سنان کہتے ہیں: "حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "یہی دو تلخ باتیں ہیں، زندگی بھر کنجوسی کرتے رہنا اور مرتے وقت تبذیر (بلا ضرورت خرچ) کر جانا" ؎۔

وصیت کرتے وقت اپنے مال کی تہائی سے زیادہ وصیت کرنا کسی صورت میں بھی درست نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (تہائی، اور تہائی بھی بہت زیادہ ہے) ہاں اگر اس کے ورثاء اس کی اجازت دے دیں اور اپنی اس اجازت پر ترکہ تقسیم ہونے تک قائم رہیں تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اگر انہوں نے اس کی زندگی میں تہائی سے زائد کی وصیت کی اجازت دے دی پھر وہ اس اجازت سے اس کی موت کے بعد ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے پھر گئے۔ تو ان کا پھر جانا درست ہو گا اور وصیت صرف تہائی مال کے اندر جاری ہوگی۔ قاسم بن عبدالرحمن کہتے ہیں: "ایک شخص نے اپنی بیماری کے دوران اپنے ورثاء سے تہائی سے زائد کی وصیت کی اجازت طلب کی، ورثاء نے اس کو اجازت دے دی۔ لیکن جب اس کی وفات ہو گئی تو انہوں نے اس سے رجوع کر لیا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "ورثاء ایسا کر سکتے ہیں، زبردستی کی بات جائز نہیں ہے" [۸]

ج۔ ایک سہم کی وصیت کرنا: اگر کوئی شخص اپنے مال کے ایک سہم (حصے) کی وصیت کر جائے تو یہ اس کے مال کا چھٹا حصہ ہو گا۔ اس لئے کہ میراث میں سب سے کم سہم چھٹا حصہ ہے۔ [۹]

د۔ کسی خاص جگہ میں دفن کرنے کی وصیت (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۸)

۵۔ میت کے ذمہ قرض: قرض کی صورت میں قرض کی رقموں کی ادائیگی کے بعد وصیتیں نافذ ہوں گی (دیکھئے لفظ ترکہ، فقرہ ۲، جز۔ ج)

۶۔ وصیت کے متعلق کافر کی گواہی (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۲، جز۔ الف)

وضوء، وضو

۱۔ نماز کی صحت کے لئے وضوء شرط ہے، تلاوت کے لئے شرط نہیں ہے۔

الف۔ تمام مسلمانوں، سلف اور خلف، سب کا اس پر اجماع ہے کہ نماز کی صحت کے لئے طہارت کاملہ شرط ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ اس بات کی وضاحت اپنے قول سے اس طرح کرتے: "نماز قبول نہیں ہوتی مگر جب اس کی ادائیگی طہارت کی حالت میں ہوئی ہو" [۱۰] اگر وضو کو توڑنے والی کوئی چیز پیش نہ آئی ہو تو ہر نماز کے لئے یا ہر نماز کے وقت

وضو کرنے کی شرط نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ ایک دفعہ وضو کرنے کے بعد کئی نمازیں کئی اوقات میں ادا کر لیتے۔ عطاء بن السائب کہتے ہیں: "حضرت ابن مسعودؓ نے ظہر اور عصر ادا کی ـــــ راوی کہتے ہیں کہ مجھے اس کے سوا اور کچھ نہیں معلوم کہ سائب نے یہ بھی کہا کہ ـــــ اور مغرب کی نماز بھی ادا کی اور پانی کو ہاتھ تک نہیں لگایا" [۱۱]

ب۔ قرآن کی تلاوت کے لئے وضو شرط نہیں ہے۔ (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۳، جز۔ الف)

۲۔ وضو کے افعال:

ا۔ افعال وضو میں سے بعض تو غَسل یعنی دھونے کی شکل میں ادا کئے جاتے ہیں مثلاً ہاتھوں اور چہرہ کا دھونا اور بعض مسح کی صورت میں مثلاً سر اور کانوں کا مسح. یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کانوں کے ظاہر اور باطن دونوں کے مسح کا حکم دیتے تھے۔ [۱۲]

ب۔ حضرت ابن مسعودؓ پہلے وضو میں پیروں کے مسح کے قائل تھے لیکن جلد ہی آپ نے یہ قول ترک کر دیا اور دونوں پیروں کے دھونے کے وجوب کے قائل ہو گئے۔ قتادہ کہتے ہیں: "حضرت ابن مسعودؓ نے اللہ تعالی کے اس قول میں (وارجلکم الی الکعبین. اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک) مسح کی بجائے پیروں کو دھونے کے قول کی طرف رجوع کر لیا" [۱۳]

ج۔ انگلیوں کا خلال: حضرت ابن مسعودؓ صرف دونوں قدموں کے دھونے پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے ہر حصے تک پانی پہنچانے کی شرط لگاتے تھے اور انگلیوں کے درمیان پانی پہنچانے کا حکم دیتے تھے۔ آپ فرماتے: "وضو کرتے وقت انسان اپنی انگلیوں کے درمیان والے حصوں کو پانی کے ذریعے صاف کر دے ورنہ جہنم کی آگ اس کا صفایا کر دے گی" [۱۴] آپ کی اس سے مراد یہ تھی کہ وضو میں انگلیوں کا خلال ضرور کیا جائے۔

د۔ موزوں پر مسح:

۱) اگر وضو کرنے والے نے موزے پہن رکھے ہیں تو وہ ان پر مسح کر لے بشرطیکہ اس نے یہ موزے طہارت یعنی وضو کی حالت میں پہنے ہوں۔ حضرت ابن مسعودؓ موزوں پر مسح کیا

کرتے تھے [۱۵]۔ جرابیں بھی موزوں کی طرح ہیں ان پر مسح کیا جا سکتا ہے (دیکھئے لفظ جورب)

۲) مقیم کے لئے موزوں پر مسح کی مدت ایک دن ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن تین راتیں ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "مسافر اپنے موزوں پر تین دن تین رات اور مقیم ایک دن ایک رات مسح کرے گا" [۱۶]

ھ۔ افعال وضوء میں ترتیب:

حضرت ابن مسعودؓ افعال وضو میں ترتیب کے قائل نہیں تھے آپ کے نزدیک یہ بات مکروہ نہیں تھی کہ وضوء کرنے والا اپنے جس عضو کو چاہے پہلے دھو لے۔ آپ سے یہ قول نقل کیا جاتا ہے: "جب میں اپنا وضو مکمل کر لوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ میں نے کس عضو کے دھونے کے ساتھ وضو کی ابتدا کی ہے" [۱۷] لیکن بعض اہل علم نے حضرت ابن مسعودؓ سے اس روایت کی نفی کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ابن مسعودؓ سے یہ روایت بے بنیاد ہے [۱۸] اور بعض نے اس روایت میں یہ خرابی بیان کی ہے کہ یہ منقطع ہے کیونکہ اس کے راوی مجاہد ہیں جن کے ذریعے حضرت ابن مسعودؓ سے کوئی روایت منقول نہیں۔ [۱۹]

۳۔ وضو کو توڑنے والی باتیں:

ا۔ وضو کو توڑنے والی باتوں کے متعلق ہمیں حضرت ابن مسعودؓ نے ایک عمومی قاعدہ بتایا ہے۔ آپ کا قول ہے: "جسم سے نکلنے والی چیز سے وضو ٹوٹ جاتا ہے نہ کہ جسم میں داخل ہونے والی چیز سے" [۲۰] اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ جسم سے ہر نجس چیز کے نکلنے پر وضو کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ اس میں ودی [۲۱] اور خون بھی شامل ہے۔ خواہ یہ خون نکسیر پھوٹنے کی وجہ سے نکلے یا کسی اور وجہ سے [۲۲] نیز اس میں پیشاب اور پاخانہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

ب۔ کسی روک یا آڑ مثلاً کپڑا وغیرہ کے بغیر عورت کو لمس کرنے یا اس کا بوسہ لینے پر بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: "انسان اپنی بیوی سے ہم

آغوش ہونے۔ اسے ہاتھ لگانے اور اس کا بوسہ لینے پر وضو کرے گا" آپ اس ارشاد باری (او لامستم النساء یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اس سے مراد غمز (ٹٹولنا) ہے" [۲۳]

ج۔ لیٹ کر سو جانے والے کا وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن بیٹھے بیٹھے سو جانے والے کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ [۲۴]

۴۔ جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا:

ا۔ شرمگاہ کو ہاتھ لگانا: حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ مرد یا عورت اپنی شرمگاہ کو اگر ہاتھ لگا دے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔[۲۵] ارقم بن شرجیل کہتے ہیں: "میں نے نماز کے اندر اپنے جسم کو کھجلایا میرا ہاتھ میرے عضو تناسل کو لگ گیا۔ میں نے حضرت ابن مسعودؓ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ اسے قطع کر دو۔ تم اس سے اپنے آپ کو الگ کیسے رکھ سکتے ہو یہ تو تمہارے جسم کا ایک ٹکڑا ہے" [۲۶] آپ نے یہ بھی فرمایا: "مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میرا ہاتھ عضو تناسل کو لگ جائے یا انگوٹھے یا کان کو" [۲۷]

ب۔ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا: حضرت ابن مسعودؓ ایسی چیز کھانے کے بعد وضو نہیں کرتے تھے [۲۸]۔ علقمہ کہتے ہیں کہ روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا ایک بڑا طباق رکھا گیا۔ حضرت ابن مسعودؓ اور دوسروں نے کھایا۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ اور منہ دھو لئے اور فرمایا کہ اگر اس سالن وغیرہ کی بو نہ ہوتی تو پانی کو ہاتھ لگانے کی بھی پرواہ نہ کرتا، پھر آپ اٹھے اور نماز ادا کی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دونوں ہاتھوں پر پانی بہایا اور دھونے کے بعد اپنے ہاتھ چہرے اور بازوؤں پر پھیر لئے اور فرمایا یہ اس شخص کا وضو ہے جو جنبی نہ ہو [۲۹]

ج۔ فحش کلامی سے وضو نہیں ٹوٹتا: رہا حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول کہ: "زبان سے کلمہ خبیثہ کہنے کے بعد وضو کر لینا مجھے پاکیزہ غذا کھانے کے بعد وضو کر لینے سے زیادہ پسند ہے" [۳۰] تو اس سے آپ کی مراد کلام خبیث سے وضو کا ٹوٹ جانا نہیں ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ کلام خبیث سے وضو کرنا آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کرنے سے بہتر ہے۔ اور چونکہ کلام خبیث کی وجہ سے وضو نہیں کیا جاتا۔ اس لئے آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو

نہ کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔

د۔ نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا. امام نووی نے المجموع میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا [۳۱]

ھ۔ نجاست کو ہاتھ لگ جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ نجاست والی جگہ پاک کرلینا کافی ہوتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے: "ہم یعنی صحابہ کرامؓ. قدموں میں لگی ہوئی چیزوں کی وجہ سے وضو نہیں کرتے تھے" [۳۲] آپ نے نماز پڑھی جبکہ آپ کے بطن پر اس اونٹ کا خون اور لید لگی ہوئی تھی جسے آپ ذبح کر کے آئے تھے. آپ نے وضو نہیں کیا [۳۳]۔ اس روایت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نجاست اتنی قلیل مقدار میں تھی جس کے ہوتے ہوئے بھی نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔

۵۔ وضو ٹوٹ جانے کا شک:

جب کوئی شخص باوضو ہو تو اس کا وضو یقین کی بنا پر ٹوٹتا ہے. ظن یا گمان کی بنا پر نہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جب انسان نماز کی حالت میں ہوتا ہے تو شیطان اس کے گرد چکر لگاتا ہے تاکہ اس کی نماز منقطع کر دے۔ اگر اس میں ناکام رہتا ہے تو اس کے مقعد میں پھونک مار کر چلا جاتا ہے. اس لئے اگر کوئی نمازی محسوس کرے کہ اس کے مقعد سے کوئی چیز خارج ہوئی ہے تو ہرگز نماز نہ توڑے جب تک کہ ہوا خارج ہونے کی آواز نہ سن لے یا اس کی بدبو نہ محسوس ہو [۳۴]۔

وطء: ہم بستری

۱۔ ہم بستری کو وطء کہتے ہیں۔

۲۔ اس کی قسمیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

الف۔ حلال جماع مثلاً کسی عورت سے عقد نکاح کے بعد ہم بستری (دیکھئے لفظ نکاح) یا آقا کی اپنی لونڈی سے ہم بستری (دیکھئے لفظ تسری)

ب۔ حلال جماع لیکن کسی شرعی مانع کی بنا پر وقتی طور پر حرمت پیدا ہو گئی ہو، اور جب یہ رکاوٹ دور ہو جائے تو اس کی حلت دوبارہ بحال ہو جائے مثلاً حیض یا نفاس والی عورت سے ہم بستری (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۲، جز۔ ب)

ج۔ حرام جماع اور یہ زنا ہے (دیکھئے لفظ زنا) اسی طرح خلاف وضع فطرت عمل جنسی کرنا خواہ اپنی بیوی کے ساتھ یا کسی اور کے ساتھ (دیکھئے لفظ دبر) اس تیسری قسم کی وطی پر دنیا میں سزا مقرر ہے اور آخرت میں گناہ کا بوجھ ہے۔

۳۔ وطی یا جماع کے اثرات و نتائج:

ذیل میں ان کی تفصیل ہے:۔

الف۔ وطی حلال کی صورت میں حصول ثواب اور وطی حرام کی صورت میں گناہ کا ہونا خواہ اس کی حرمت کسی شرعی رکاوٹ کی بنا پر وقتی ہو یا کوئی اور صورت ہو۔

ب۔ وطی حلال کی صورت میں مہر کی پوری رقم کا وجوب اور بیوی کے نان و نفقہ کی ذمہ داری (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۵، جز۔ ب)

ج۔ نسب کا ثابت ہو جانا جبکہ وطی حلال ہو یا وطی حرام ہو لیکن اس کی حرمت وقتی ہو (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۲، جز۔ الف)

د۔ وطی حرام کی صورت میں سزا (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۳) اور لفظ دبر، فقرہ ۲، جز۔ ج)

ھ۔ وطی کی وجہ سے بدنی عبادتیں مثلاً روزہ، حج اعتکاف فاسد ہو جاتی ہیں (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱) اور (لفظ حج، فقرہ ۶، جز۔ د، فقرہ ۳) اور لفظ اعتکاف فقرہ ۵)

و۔ وطی سے غسل واجب ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۲، جز۔ الف)

ز۔ حرمت مصاہرت کا ثبوت ہو جاتا ہے خواہ وطی حلال ہو یا وطی حرام (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، فقرہ ۱، جز۔ ب)

۴۔ وطی یا ہم بستری کی حلت کن باتوں سے ختم ہو جاتی ہے؟

درج ذیل باتوں سے وطی کی حلت ختم ہو جاتی ہے۔

الف۔ طلاق بائن (دیکھئے لفظ طلاق)

ب۔ لونڈی کی فروخت یا اس کے ایک جز کی فروخت یا اس کا کسی سے نکاح (دیکھئے لفظ تسری فقرہ ۲)

ج۔ بیوی سے ظہار کرنا جب تک کفارہ نہ ادا کرے (دیکھئے لفظ ظہار)

د۔ لعان (دیکھئے لفظ لعان)

۵۔ ہم بستری کے (آداب)

وطی کے لئے مکمل طور پر برہنہ نہ ہونا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۹، جز۔ ب، فقرہ ۱۰)

ہم بستری کی دعا (دیکھئے لفظ دعاء، فقرہ، ۳ جز۔ ز)

۶۔ ترک وطی کی قسم کھانا (دیکھئے لفظ ایلاء)

وطی میں عزل کرنا (دیکھئے لفظ عزل)

یہ عورت کا حق ہے کہ اس کا شوہر اس سے ہم بستری کرے (دیکھئے لفظ عنہ)

احصان کی صفت کے لئے ہم بستری کی شرط (دیکھئے لفظ احصان، فقرہ ۲)

استحاضہ کی حالت میں وطی کی حلت (دیکھئے لفظ استحاضہ، فقرہ ۲، جز۔ الف)

ایلاء میں بذریعہ وطی رجوع کرنا (دیکھئے لفظ ایلاء، فقرہ ۴)

طلاق سنت یہ ہے کہ ایسے طہر میں ایک طلاق دے جس میں وطی نہ کی ہو (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۷، جز۔ الف)

۷۔ وطءالقبر۔ قبر کو پاؤں سے روندنا (دیکھئے لفظ قبر، فقرہ ۲)

وعظ۔ وعظ و نصیحت

واعظ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں اللہ کے خوف سے زیادہ اللہ کی محبت کا بیج بوئے تاکہ اللہ کے لئے ان کی عبادت محبت اور لگاؤ کے اساس پر مبنی ہو، کیونکہ ایسی عبادت کا مرتبہ خوف کی بنیاد پر عبادت کرنے سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ پہلے یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا آپ نے اس سے فرمایا:

"اے واعظ، لوگوں کو مایوسی میں مبتلا نہ کرنا" [۳۵]

وقف۔ وقف کرنا

۱۔ تعریف:

کسی جائداد یا مال کے اصل کو اپنی ملک میں باقی رکھ کر اس کے فوائد اور ثمرات کو صدقہ کر دینا وقف کہلاتا ہے۔

۲۔ وقف کی مشروعیت:

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ نے وقف کو مطلقاً باطل قرار دیا ہے۔ [۳۶]

لیکن آپ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ [۳۷]

۳۔ وقف کا لزوم :

حضرت ابن مسعودؓ کی رائے تھی کہ وقف صرف وقف کر دینے کے عمل سے لازم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس کا وہی حکم ہے جو عقود تبرع کا ہے۔ اس بنا پر وقف کرنے والا رجوع بھی کر سکتا ہے البتہ اگر اپنی موت کے بعد وقف کی وصیت کر جائے یا حاکم اس کا حکم دے دے تو پھر وقف لازم ہو جاتا ہے۔ [۳۸]

شاید حضرت ابن مسعودؓ وقف کو صدقہ پر قیاس کرتے ہیں۔ جس طرح صدقہ صرف زبان سے کہہ دینے سے لازم نہیں ہوتا۔ اسی طرح وقف بھی صرف کہہ دینے سے لازم نہیں ہوتا۔ شاید آپ نے یہ مسلک اس روایت کی بنا پر اختیار کیا ہے جو عبداللہ بن زیدؓ کے متعلق ہے۔ عبداللہ بن زید نے اپنا باغ صدقہ میں دیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا. ان کے والدین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ ہماری گزر بسر اسی باغ پر تھی۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باغ لوٹا دیا اور جب عبداللہ بن زیدؓ کی وفات ہو گئی تو یہ باغ ان کے والدین کو وراثت میں دے دیا۔ [۳۹]

وکالہ : ایجنسی، وکیل ہونا

عورت کا اپنے نکاح کا معاملہ ولی کے سوا کسی اور کے سپرد کر کے اسے اپنا وکیل بنانا۔ (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ٦)

۱۔ ولاء : ولاء

ولاء کی دو قسمیں ہیں۔ ولاء عتق اور ولاء موالاۃ

ا۔ ولاء عتق : (آقا جب اپنے غلام کو آزاد کر دے تو آزاد شدہ غلام سے اس کے مخصوص تعلق کو ولاء عتق کہتے ہیں) آزاد کرنے والے آقا کے لئے اپنے آزاد کردہ غلام پر ولاء ثابت ہو جاتی ہے، نیز اس پر بھی جس پر آزاد شدہ غلام کی ولاء ثابت ہو۔ خواہ آزاد کرنے والا آقا مرد ہو یا عورت حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "عورتیں ولاء کی بنا پر ان غلاموں کی وارث ہوں گی جن کو انہوں نے آزاد کیا ہو یا جن کو ان کے آزاد کردہ نے آزاد کیا ہو یا جن کو ان عورتوں نے مکاتب بنایا ہو یا جن کو ان کے مکاتب نے مکاتب بنایا ہو" [۴۰]

اور خواہ غلام سے کچھ مال لے کر اسے آزاد کیا ہو یا اپنے تمام حقوق سے دست بردار ہو کر فی سبیل اللہ آزاد کر دیا ہو (ان تمام صورتوں میں ولاء عتق کا ثبوت ہو جاتا ہے)۔

ہزیل بن شرجیل نے کہا: "ایک شخص حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنا ایک غلام فی سبیل اللہ آزاد کر دیا تھا۔ اس کی اب موت واقع ہوئی ہے۔ اس کا کچھ مال رہ گیا ہے لیکن وارث کوئی نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے جواب میں فرمایا: "سائبہ بنانا (تمام حقوق سے دست بردار ہو کر آزاد کر دینا) زمانہ جاہلیت کی رسم ہے، اہل اسلام سائبہ نہیں بناتے۔ تم اس کے ولی نعمت ہو۔ اگر تمہیں اس کا مال ولاء کی بنا پر لے لینے میں کسی گناہ یا حرج کا خوف ہے تو ہم اس مال کو قبول کر کے اسے بیت المال میں رکھ دیتے ہیں" [۴۱]

اسی بنا پر اگر آقا مر جائے اور اس کی ام ولد ہو تو ام ولد کی ولاء اس کے ولد کے لئے ہو گی اس لئے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک ام ولد اپنے ولد کے حصے سے آزاد ہوتی ہے۔ [۴۲] (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۶، جز۔ ب)

اگر کوئی شخص اپنے کسی محرم کا مالک ہو گا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء اس شخص کو حاصل ہو گی [۴۳] (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۷، جز۔ ب، فقرہ ۲)

اگر کوئی ایسا غلام مر جائے جس کا کچھ حصہ آزاد ہو اور کچھ حصہ غلام، تو اس کے چھوڑے ہوئے مال میں سے اس آقا کو جسے اس کی ولاء حاصل ہو، ولاء کی نسبت سے حصہ مل جائے گا اور باقی مال اس آقا کو مل جائے گا جس کا یہ ابھی غلام ہو گا۔ [۴۴]

ب۔ ولاء کی منتقلی: جب وہ شخص مر جائے جسے ولاء حاصل تھی تو یہ ولاء اس کے قریب ترین رشتہ دار کو منتقل ہو جائے گی، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "ولاء اسی طرح منتقل ہوتی ہے جس طرح نسب۔ اسے وہ شخص نہیں سمیٹتا جو ولی نعمت (آزادی دینے والے آقا) کا وارث ہو رہا ہو بلکہ ولاء اسے منتقل ہو جاتی ہے جو ولی نعمت کا سب سے قریبی ہو" [۴۵] آپ نے یہ بھی فرمایا: "ولاء بڑے کے لئے ہے" [۴۶] یعنی اس شخص کے لئے جو ولی نعمت سے باپ یا ماں کے ذریعے سب سے قریب ہو۔ ولاء کی منتقلی فروخت یا ہبہ وغیرہ کے ذریعے جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے ولاء کی فروخت

کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: "ولاء تو نسب کی طرح ہے، کیا کوئی شخص اپنا نسب فروخت کرے گا" [۴۷] (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۱، جز۔ ب، فقرہ ۲)

جب کوئی شخص اپنی لونڈی آزاد کر دے اور وہ کسی غلام سے نکاح کر لے اور پھر اس کی اولاد بھی ہو جائے تو یہ اولاد آزاد ہو گی اور ان کی ولاء ان کی ماں کے ولی نعمت کو حاصل ہو جائے گی، اس لئے کہ وہی ان کی ماں کو آزادی کی نعمت سے بہرہ ور کرنے والا ہے۔ پھر جب اس کے شوہر کو جو غلام تھا اس کا آقا آزاد کر دے تو اس پر اس کے آقا کی ولاء ثابت ہو جائے گی اور یہ اپنی اولاد کی ولاء ان کی ماں کے ولی نعمت سے لے کر اپنے ولی نعمت کو پہنچا دے گا اور اس طرح ولاء ماں کے ولی نعمت سے منتقل ہو کر باپ کے ولی نعمت کے پاس پہنچ جائے گی۔ [۴۸]

ج۔ ولاء کی بنا پر وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۶، جز۔ الف، فقرہ ۲)

۲۔ ولاء بالموالاۃ:

ولاء بالموالاۃ سے ہماری مراد ولاء بالعقد ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی مجہول النسب انسان کسی دوسرے انسان کے ساتھ دوستی اور یگانگت کا رابطہ ان الفاظ کے ذریعے استوار کر لے کہ "تو میرا ولی ہے۔ میرے مرنے پر تو میرا وارث ہو گا، اور جرم کے ارتکاب کی صورت میں تو میرا جرمانہ بھرے گا" دوسرا شخص اس کی اس پیشکش اور اس سے پیدا ہونے والی ذمہ داری کو قبول کر لے۔ قبول کر لینے کی صورت میں مجہول النسب انسان کے لئے کسی اور کے ساتھ رشتہ ولاء استوار کرنا درست نہیں ہو گا۔

مجہول النسب یا مقطوع النسب انسان جس کے ساتھ چاہے رشتہ ولاء قائم کر سکتا ہے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "ساقط (مجہول النسب یا مقطوع النسب) جس کے ساتھ چاہے موالات قائم کر سکتا ہے۔ جب تک وہ پہلوں کے ساتھ موالات قائم نہ کرے" [۴۹] مسروق بن الاجدع نے کہا: "ہمارے پاس ایک آدمی ٹھہرا ہوا تھا جو دیلم سے آیا تھا۔ پھر اس کی وفات ہو گئی اور اس کے تین سو درہم رہ گئے۔ میں نے حضرت ابن مسعودؓ سے مسئلہ پوچھا، آپ نے سوال کیا: "اس کا کوئی رشتہ دار ہے؟ یا اس نے تم میں سے کسی کے ساتھ عقد موالات کیا تھا؟" جب میں نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: "اس کے بہت سے رشتہ دار ہیں ___ یعنی بیت المال" [۵۰]

جب کوئی کافر کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لے اور اس کے ساتھ عقد موالات کر لے۔ پھر کوئی وارث چھوڑے بغیر مر جائے تو اس کی میراث اس مسلمان کو مل جائے گی جس کے ہاتھ پر یہ ایمان لایا تھا۔ [۵۱]

ولاء کی بنا پر وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۲، جز۔ الف، فقرہ ۲)

ولایۃ: سرپرست بننا

۱۔ تعریف:

کسی بڑی عمر کے سمجھ بوجھ والے انسان کا کسی ایسے انسان کی سرپرستی کرنا جو اپنے ذاتی معاملات کو سنبھالنے سے قاصر ہو۔ ولایت کہلاتا ہے۔

۲۔ ولی یعنی سرپرست کا تصرف:

ولی یعنی سرپرست کے تصرف کا دارومدار اس شخص کی بھلائی اور مفادات پر ہے جس کی یہ سرپرستی کر رہا ہے۔ اگر ولی کے تصرفات سے اس شخص کو فائدہ پہنچے مثلاً ہدیہ یا ہبہ وغیرہ قبول کرنا تو ولی اس کی طرف سے ایسے تصرفات کر سکتا ہے۔ اور اگر ولی کے تصرف سے اس شخص کو خالصتاً نقصان پہنچے تو ولی کے لئے ایسے تصرفات کرنا جائز نہیں ہو گا۔ مثلاً اس کی طرف سے تبرع کرنا، اس کے مال سے زکوٰۃ ادا کرنا (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۳، جز۔ ج) یا اس کی بیوی کو طلاق دے دینا، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "کسی لڑکے کی بیوی کو طلاق دینا جائز نہیں ہے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے" [۵۲]

قتل کی صورت میں مقتول کے ولی کا قصاص معاف کر دینا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۶، جز۔ الف، فقرہ ۵)

۳۔ عورت کے نکاح کے لئے ولی کی شرط (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۲)

اسلامی حکومت کی ولایت حدود مملکت سے باہر کی سرزمین پر نہیں ہوتی (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۷ جز۔ ب)

ولد: ولد، بیٹا، بیٹی

دیکھئے لفظ ابن اور لفظ بنت

بیوی اگر حرہ یعنی آزاد عورت ہو تو بچے پیدا کرنے کا اس کا حق (دیکھئے لفظ عزل، فقرہ ۲)

بچے کا نسب (دیکھئے لفظ نسب)

بیٹے پر باپ کے اخراجات کا وجوب (دیکھئے لفظ نفقہ)

بچہ آزادی اور غلامی میں اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۲)

اگر باپ اپنے بیٹے کی ملکیت حاصل کرلے تو بیٹا آزاد ہو جائے گا (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۷، جز- ب فقرہ ۲)

ولی : ولی، سرپرست

دیکھئے لفظ ولایہ

نکاح میں عورت کے لئے ولی کی شرط (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۲)

ولیمہ : ولیمہ

حضرت ابن مسعودؓ کسی مکان میں آنے کی دعوت کو اس مکان میں داخل ہونے کی اجازت تصور کرتے تھے، آپ فرماتے: "جب تمہیں دعوت دی جائے تو گویا تمہیں اجازت دے دی گئی" ۵۳

حوالہ جات

باب (حرف الواء)

۱۔ سنن بیہقی ص ۲۸۲ جلد ششم، المغنی ص ۱۷، ۱۴۴ جلد ششم
۲۔ سنن بیہقی ص ۲۸۵ جلد ششم، المحلی ص ۳۲۴ جلد ہشتم، عبدالرزاق ص ۹۴ جلد نہم
۳۔ المحلی ص ۳۳۰، ۳۳۱ جلد نہم
۴۔ سنن بیہقی ص ۲۸۲ جلد ششم، المغنی ص ۱۷، ۱۴۴، جلد ششم
۵۔ المغنی ص ۴۸۱ جلد ششم، سنن بیہقی ص ۲۹ جلد چہارم
۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷۔ ب جلد اول، عبدالرزاق ۱۳، ۶۹، ۱۷ جلد نہم
سعید بن منصور ص ۶۱، جزاول جلد سوم، المحلی ص ۳۱۷ جلد نہم، آثار ابی یوسف ۷۸۵، المغنی ص ۱۰۷ جلد ششم
۷۔ سعید بن منصور ص ۸۹، ۹۰، جزاول، جلد سوم، عبدالرزاق ص ۵۵ جلد نہم، ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷ب جلد دوم
۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۵ جلد دوم، اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ ص ۸۲، المحلی ص ۳۱۹ جلد نہم، المغنی ص ۱۴ جلد ششم
۹۔ المغنی ص ۲۹ جلد ششم
۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲ جلد اول
۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۶ جلد اول
۱۲۔ شرح معانی الآثار ص ۲۰ جلد اول
۱۳۔ عبدالرزاق ص ۲۰ جلد اول، کنزالعمال رقم ۲۶۸۵۰، المغنی ص ۱۳۴ جلد اول
۱۴۔ عبدالرزاق ص ۲۳ جلد اول، ابن ابی شیبہ ص ۳۔ ب جلد اول
۱۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۹ جلد اول، کنزالعمال ۲۷۶۰۶، آثار ابی یوسف ص ۱۷
۱۶۔ عبدالرزاق ص ۲۰۷ جلد اول، ابن ابی شیبہ ص ۲۹ جلد اول، الاستذکار ص ۲۷۷ جلد اول، آثار ابی یوسف ص ۱۷، المجموع ص ۵۲۱، المحلی ص ۸۸ جلد دوم، المغنی ص ۲۸۶ جلد اول، کنزالعمال ۲۷۶۹۱
۱۷۔ الاستذکار ص ۱۶۴، ۱۸۴، جلد اول، معرفۃ السنن والاثار ص ۳۳۹ جلد اول، المجموع ص ۴۲۷، ۴۸۲ جلد اول۔
۱۸۔ المغنی ص ۱۳۶ جلد اول
۱۹۔ الاستذکار ص ۱۸۴ جلد اول
۲۰۔ المحلی ص ۲۱۶ جلد ششم، عبدالرزاق ص ۱۷۰ جلد اول
۲۱۔ المجموع ص ۷ جلد دوم

۲۲۔ الاستذکار ص ۲۸۸ جلد اول

۲۳۔ عبدالرزاق ص ۱۳۳ جلد اول، ابن ابی شیبہ ص ۸، ۲۷ جلد اول، المحلی ص ۲۴۵ جلد اول، تفسیر ابن کثیر ص ۵۰۳ جلد اول، آثار ابی یوسف رقم ۵۳، کشف الغمہ ص ۵۲ جلد اول، کنزالعمال ۲۷۰۹۲، الاستذکار ص ۳۱۹ جلد اول، الموطا ص ۶۵ جلد اول، معرفۃ السنن والاثار ص ۳۱۰ جلد اول، المغنی ص ۱۹۲ جلد اول، المجموع ص ۳۱ جلد دوم

۲۴۔ عبدالرزاق ص ۱۳۱ جلد اول، الاستذکار ص ۱۹۱ جلد اول

۲۵۔ المحلی ص ۱۹۸ جلد سوم، الاستذکار ص ۳۱۵ جلد اول الاعتبار ص ۴۲، المجموع ص ۴۳ جلد دوم، المغنی ۱۷۸ جلد اول

۲۶۔ عبدالرزاق ص ۱۱۸ جلد اول، آثار محمد بن الحسن

۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷ جلد اول، کشف الغمہ ص ۵۲ جلد اول، کنزالعمال ۳۷۱۸۵

۲۸۔ عبدالرزاق ص ۱۶۸ جلد اول، المجموع ص ۶۱ جلد دوم، الاعتبار ص ۴۹، المغنی ص ۱۹۱ جلد اول

۲۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۔ ب جلد اول آثار ابی یوسف رقم ۴۶

۳۰۔ المجموع ص ۶۶ جلد دوم، المحلی ص ۲۶۱ جلد دوم، ابن ابی شیبہ ص ۲۳ جلد اول، عبدالرزاق ص ۱۲۷ جلد اول

۳۱۔ المجموع ص ۶۵ جلد دوم، معرفۃ السنن والآثار ص ۳۸۱ جلد اول

۳۲۔ سنن ترمذی، کتاب الطہارۃ، عبدالرزاق ص ۳۲ جلد اول، کنزالعمال ۲۷۱۳۸، ۲۷۱۷۶

۳۳۔ عبدالرزاق ص ۱۲۵ جلد اول

۳۴۔ عبدالرزاق ص ۱۴۱ جلد اول، ابن ابی شیبہ ص ۱۱۱ جلد اول آثار ابی یوسف رقم ۱۹۷

۳۵۔ عبدالرزاق ص ۳۸۷ جلد گیارہ

۳۶۔ المحلی ص ۱۷۵ جلد نہم

۳۷۔ المحلی ص ۱۷۶ جلد نہم

۳۸۔ المغنی ص ۵۴۵ جلد پنجم

۳۹۔ المغنی ص ۵۴۵ جلد پنجم (ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ اس کے المحاملی نے اپنے امالی میں روایت کی ہے)

۴۰۔ عبدالرزاق ص ۳۷ جلد نہم، سنن بیہقی ص ۳۰۶ جلد دہم

۴۱۔ عبدالرزاق ص ۲۵ جلد نہم، ابن ابی شیبہ ص ۱۸۷ جلد دوم، سنن بیہقی ص ۳۰۰ جلد دہم، المغنی ص ۳۵۳ جلد ششم، صحیح مسلم

۴۲۔ المغنی ص ۳۵۷ جلد ششم

۴۳۔ المغنی ص ۲۵۵ جلد ششم

۴۴۔ المحلی ص ۳۰۲ جلد نہم

۴۵۔ عبدالرزاق ص ۳۴ جلد نہم، ابن ابی شیبہ ص ۱۸۹ جلد دوم، المغنی ص ۳۷۶ جلد ششم

۴۶۔ سنن دارمی ص ۳۷۵ جلد دوم

۴۷۔ سعید بن منصور ص ۷۵ جزاول جلد سوم، ابن ابی شیبہ ص ۲۷۲، ۲۷۸ جلد اول. عبدالرزاق ص ۴ جلد نہم.
سنن بیہقی ص ۲۹۴ جلد دہم. المغنی ص ۳۵۲ جلد ششم

۴۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۸۔ ب جلد دوم. کنزالعمال ۲۹۷۵۱، عبدالرزاق ص ۴۰ جلد نہم

۴۹۔ عبدالرزاق ص ۱۰ جلد نہم

۵۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۹ جلد دوم

۵۱۔ اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ ص ۸۸

۵۲۔ کنزالعمال ۲۷۹۲۱

۵۳۔ المغنی ص ۳ جلد ہفتم

حرف الیاء
ی

یتیم : یتیم

وہ بچہ جس کا باپ مر جائے اور وہ ابھی بلوغت کو نہ پہنچا ہو۔ یتیم کہلاتا ہے۔

یتیم پر ولایت یا یتیم کی سرپرستی (دیکھئے لفظ ولایہ)

یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۳، جز۔ ج)

ید : ہاتھ

وضو میں دونوں ہاتھوں کا دھونا (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۲، جز۔ الف)

نماز میں رفع یدین کے مواقع (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ب)

قنوت پڑھنے کے لئے رفع یدین کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۰، جز۔ د، فقرہ ۳)

نماز میں رکوع کرتے وقت گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ط، فقرہ ح)

سجدے سے قیام کے لئے اٹھتے ہوئے ہاتھوں کا سہارا نہ لینا (دیکھئے لفظ صلوٰۃ، فقرہ ۹، جز۔ ی)

نماز جنازہ میں تکبیریں کہتے وقت رفع یدین کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ د)

ہاتھ کو نقصان پہنچانے والے جرم کی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز۔ ب، فقرہ ۲، جز۔ ج)

چوری کی سزا کے طور پر قطع ید (دیکھئے لفظ سرقہ، فقرہ ۴، جز۔ الف) اور (لفظ سرقہ، فقرہ ۵)

تیمّم کرتے وقت مٹی کو ہاتھ لگانا (دیکھئے لفظ تیمّم، فقرہ ۲)

یمین : قسم

۱۔ تعریف :

قسم کو یمین کہتے ہیں۔

۲۔ بات بات پر قسم نہ کھانا :

حضرت ابن مسعودؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی انسان بات بات پر قسمیں کھا کھا کر قسم کی وقعت اور حیثیت کم کر دے اور اسے اپنے فروخت ہونے والے مال کی گرم بازاری کا ذریعہ بنا لے۔ آپ کا گزر ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو اپنا سودا فروخت کر رہا تھا آپ نے اسے کوڑے سے ضرب لگائی اور آگے بڑھ گئے۔ اس شخص نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون تھے؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ عبداللہ ابن مسعودؓ تھے۔ وہ شخص دوڑ کر آپ کے پاس گیا اور کوڑا مارنے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ تم اپنے سودے کی فروخت کے لئے قسمیں کھا رہے تھے۔ قسم سے تجارت میں گرم بازاری آ جاتی ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے" [۱]

۳۔ قسم کے الفاظ :

ا۔ قسم دراصل محلوف بہ (جس کی قسم کھائی جائے) کی عظمت کی بنا پر کھائی جاتی ہے۔ اسی لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ کے نام کی قسم کھائی جائے یا اس کے اسمائے حسنیٰ میں سے کسی اسم کی یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی۔ کلام اللہ یعنی قرآن مجید اللہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔

نیز قرآن مجید کی ہر آیت ایک وحدت یعنی اکائی ہے جو قائم بالذات ہے اور اللہ کی مراد کو پوری طرح تعبیر کرنے والی ہے، اس بنا پر اگر کسی شخص نے قرآن مجید کی قسم اٹھائی (اور پھر قسم توڑ دی) تو اس پر ہر آیت کے بدلے کفارہ قسم واجب ہو جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ "جس شخص نے قرآن کی قسم کھائی۔ اس پر ہر آیت کے بدلے ایک قسم ہے" [۲] حنظلہ بن خویلد عنبری کا کہنا ہے: "میں حضرت ابن مسعودؓ کے ہمراہ نکلا، ہم بازار کے سدہ تک پہنچ گئے (سدہ وہ جگہ ہے جو کھلی ہو اور لوگ وہاں جمع ہو سکیں یا بیٹھ سکیں۔ جیسے تکیہ، چوک اور برآمدہ وغیرہ) آپ نے اس کی طرف منہ کر کے یہ دعا

مانگی۔ "اے اللہ میں اس بازار کی بھلائی اور بازار والوں کی بھلائی کا تجھ سے طلبگار ہوں اور اس بازار کی برائی اور بازار والوں کی برائی سے تیری پناہ میں آتا ہوں" پھر آپ بازار سے گزرتے گئے۔ یہاں تک کہ مسجد کی سیڑھیوں تک پہنچ گئے۔ یہاں آپ نے ایک شخص کو سورہ بقرہ کی قسم اٹھاتے ہوئے سنا۔ پھر میری طرف رخ کر کے فرمایا کہ حنظلہ تمہارا کیا خیال ہے یہ شخص اپنی قسم کا کفارہ دے سکے گا۔ کیونکہ سورہ بقرہ کی ہر آیت کے بدلے ایک کفارہ ہو گا" [۳]

کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر دینا بھی قسم ہے۔ اس کے بعد اسے اختیار ہوتا ہے خواہ اپنی قسم پوری کرے یا کفارہ ادا کرے [۴] حضرت ابن مسعودؓ کے پاس بکری یا گائے کی کھیری پکا کر لائی گی آپ نے مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو اسے کھانے کی دعوت دی۔ لوگوں نے کھیری کی بوٹیاں کھانی شروع کر دیں۔ لیکن ایک شخص شریک نہیں ہوا۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں نے اسے نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "یہ شیطان کی لغزشیں ہیں، اللہ کا تو ارشاد ہے (یایھا الذین امنولا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولاتعتدوا ان اللہ لایحب المعتدین۔ اے ایمان والو اللہ تعالی نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کر دی ہیں ان کو اپنے اوپر حرام نہ کرو اور حد سے تجاوز بھی نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالی حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔ ادھر آؤ اسے کھاؤ اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو کیونکہ یہ شیطان کا نقش قدم ہے" [۵]

ب۔ اگر کسی نے اللہ کے نام کے سوا کسی اور نام کی قسم کھائی تو وہ انتہائی گنہگار ہو گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اگر میں اللہ کے نام کی جھوٹی قسم بھی کھالوں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی سچی قسم کھاؤں" [۶]

۴۔ قسم کی قسمیں:

قسم کی تین قسمیں ہیں۔

ا۔ یمین لغو: اس سے مراد قسم کے وہ الفاظ ہیں جو یوں ہی بلا ارادہ زبان سے نکل جائیں۔ اس کا کوئی کفارہ نہیں ہوتا۔ سورہ مائدہ میں ارشاد باری ہے (لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم۔ اللہ تعالی تمہاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرے گا)۔

ب۔ یمین منعقدہ

۱ - مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کو یمین منعقدہ کہتے ہیں۔ اگر قسم کھانے والا اپنی قسم پر قائم رہا تو فبہا ورنہ قسم توڑ دینے کی صورت میں کفارہ واجب ہو جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "قسموں کی چار قسمیں ہیں۔ دو تو ایسی ہیں کہ (توڑ دینے کی صورت میں ان کا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے اور دو کا کفارہ نہیں ہے۔ ایک شخص خدا کی قسم کھا کر کسی کام کے نہ کرنے کا عہد کرتا ہے۔ پھر وہی کام کر لیتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص کہتا ہے کہ بخدا میں فلاں کام کروں گا لیکن نہیں کرتا (یہ دونوں صورتیں یمین منعقدہ کی ہیں جن کی خلاف ورزی پر کفارہ آتا ہے) دو ایسی قسمیں ہیں جن کی خلاف ورزی پر کفارہ نہیں آتا وہ یہ ہیں، ایک شخص قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کام نہیں کیا، حالانکہ وہ اسے کر چکا ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کام کیا ہے، حالانکہ اس نے وہ کام نہیں کیا" [۷] (یہ دونوں صورتیں یمین غموس کی ہیں جس کا ذکر آگے آ رہا ہے)

۲ - جب کوئی شخص قسم کھا بیٹھے اور بعد میں اسے احساس ہو کہ اس قسم کو توڑ دینا اس کے لئے زیادہ آسانی پیدا کر دے گا اور اس کے لئے بہتر ہو گا تو ایسی صورت میں اسے قسم توڑ کر کفارہ ادا کر دینا زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ [۸] ابو البختری کہتے ہیں: "ایک شخص نے دوسرے شخص کی دعوت کی، مہمان نے نہ کھانے کی قسم اٹھالی اور میزبان نے کھانے کی، حضرت ابن مسعودؓ نے مہمان سے فرمایا: "کھالو، میرا خیال ہے کہ تم بھی چاہتے ہو گے کہ اپنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کر دو" ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ اپنی بیوی کی بکری کا دودھ نہیں پئے گا، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "اس کے لئے زیادہ خوش کن بات یہ ہو گی کہ وہ اپنی قسم کا کفارہ دے دے" [۹] ایک شخص اور اس کی بیوی نے اپنی بکریوں کا دودھ نہ پینے کی قسمیں کھالیں، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "یہ بات شیطان کی طرف سے ہوئی ہے۔ تم دونوں اپنی پہلی حالت پر لوٹ آؤ اور اپنی بکریوں کا دودھ پیو" [۱۰] ایک شخص کو چیچک کی بیماری لاحق ہو گئی، وہ دوا کی تلاش میں صحرا کی طرف نکل گیا۔ اسے ایک شخص ملا جس نے اسے پیلو کا پانی اونٹ کے پیشاب کے ساتھ

ملا کر پینے کا مشورہ دیا. وہ شخص اس نسخے کے استعمال سے صحت یاب ہو گیا. نسخہ بتانے والے نے اس سے یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ یہ نسخہ کسی کو نہیں بتائے گا۔ چنانچہ جب وہ اپنے گھر واپس آیا تو لوگوں نے علاج کے متعلق اس سے پوچھا، لیکن اس نے انہیں کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔ اب لوگ چیچک کے مریض کو لاتے اور اس کے دروازے پر ڈال کر چلے جاتے. اس نے تنگ آ کر حضرت ابن مسعودؓ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"تمہاری ملاقات ایسے شخص سے ہوئی جس کے دل میں کسی کے لئے رحم کا جذبہ موجود نہیں، یہ نسخہ لوگوں کو بتاؤ" [۱۱]

۳ - اگر کوئی شخص کسی چیز کے متعلق قسم کھائے لیکن اپنی قسم کو اللہ کی مشیت کے ساتھ معلق کر دے تو ایسی قسم کی خلاف ورزی کرنے والا قسم توڑنے کا مرتکب نہیں ہوتا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "جس شخص نے قسم کھائی اور ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ دیا تو وہ حانث نہیں ہو گا" [۱۲] (یعنی وہ اپنی قسم توڑنے کا مرتکب نہیں ہو گا)

ج - تیسری قسم یمین غموس ہے. اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص یہ جانتے ہوئے کہ وہ جھوٹا ہے، کسی چیز کے متعلق قسم کھالے، تاکہ وہ اس قسم کے ذریعے کوئی فائدہ اٹھالے جس کا اسے حق نہیں پہنچتا. اس کے متعلق پچھلے فقرہ میں یمین منعقدہ پر بحث کے دوران حضرت ابن مسعودؓ کا منصوص قول گذر چکا ہے۔ یمین غموس پر کفارہ نہیں ہوتا کیونکہ اس کی سنگینی اتنی زبردست ہوتی ہے کہ مادی طور پر کفارہ ادا کر کے اس کا تدارک نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ایسے شخص کو معنوی کفارے کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے دل کو دھو ڈالے اور یہ معنوی کفارہ توبہ استغفار ہے، ابو العالیہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "ہم یمین غموس کو ایسا گناہ شمار کرتے تھے جس کا کوئی کفارہ نہیں ہو سکتا" کسی نے پوچھا کہ غموس کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "جھوٹی قسم کھا کر اپنے بھائی کا مال ہتھیالینا" [۱۳]

۵ - قسم توڑنے کا کفارہ

جب کوئی شخص یمین منعقدہ کی صورت میں قسم کھالے اور پھر قسم توڑ بیٹھے تو اس پر کفارہ لازم آئے گا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ میں ان الفاظ میں فرمایا ہے:

اور اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو

یا انہیں کپڑا پہنانا ہے یا ایک گردن آزاد کرنا ہے، جس شخص کو یہ میسر نہ ہو تو اس کے لئے تین دن کے روزے ہیں۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھاؤ)

البتہ حضرت ابن مسعودؓ روزوں میں تسلسل کے قائل تھے اور اس آیت کی قراءت اس طرح کرتے (فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات، تین دن کے مسلسل روزے) [۱۴] عطاء کہتے ہیں:
"حضرت ابن مسعودؓ نے اس آیت کو یوں پڑھا ہے (فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات) اور ہم بھی اس کی قرات اسی طرح کرتے ہیں۔ [۱۵] اس لفظ (متتابعات کا اگرچہ قرانی لفظ ہونا ثابت نہیں ہے تاہم یہ کم از کم اس آیت کی تفسیر ضرور ہے جو حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہوئی [۱۶]

۶ - بیوی سے ترک وطی کی قسم کھانا (دیکھئے لفظ ایلاء)

یہودی (یہودی، حضرت موسیٰ کو ماننے والا)
دیکھئے لفظ کتابی

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

حوالہ جات

باب (حرف الیاء)

۱۔ عبدالرزاق ص ۴۷۶ جلد ہشتم. کنزالعمال ۱۰۰۳۰
۲۔ عبدالرزاق ص ۴۷۲ جلد ہشتم. المحلی ص ۳۳ جلد ہشتم. المغنی ص ۶۹۵. ۷۰۷ جلد ہشتم
۳۔ سنن بیہقی ص ۳۴۳ جلد دہم. ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ جلد اول. المحلی ص ۳۳ جلد ہشتم
۴۔ المغنی ص ۶۹۹
۵۔ سنن بیہقی ص ۲۵۴ جلد ہفتم. عبدالرزاق ص ۴۹۸ جلد ہشتم
۶۔ عبدالرزاق ص ۴۶۹ جلد ہشتم. المحلی ص ۳۳ جلد ہشتم. ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ جلد اول
۷۔ سنن بیہقی ص ۳۸ جلد دہم
۸۔ المحلی ص ۴۱ جلد ہشتم
۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ جلد اول
۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۱۔ ب جلد اول
۱۱۔ عبدالرزاق ص ۴۹۹ جلد ہشتم
۱۲۔ عبدالرزاق ص ۵۱۶ جلد ہشتم. المحلی ص ۴۶ جلد ہشتم
۱۳۔ سنن بیہقی ص ۳۸ جلد دہم. المحلی ص ۳۸ جلد ہشتم. المغنی ص ۶۸۶ جلد ہشتم
۱۴۔ کشف الغمہ ص ۱۹۲ جلد دوم
۱۵۔ عبدالرزاق ص ۵۱۴ جلد ہشتم
۱۶۔ تفسیر ابن کثیر ص ۹۱ جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادارہ معارف اسلامی لاہور

یہ ادارہ اسلامی علوم و معارف کی ترویج و تحقیق کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اس کی بنیاد دور حاضر کے عظیم مفکر، قائد تحریک اسلامی مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمتہ اللہ علیہ نے جولائی ۱۹۶۳ء میں رکھی تھی اور اس کا پہلا مرکز کراچی میں قائم کیا گیا تھا۔ بعدازاں فروری ۱۹۷۹ء میں مولانا مرحوم نے لاہور کو اس کا دوسرا مستقر بنایا۔ اب کراچی اور لاہور، ادارہ معارف اسلامی کے دونوں مرکز داخلی طور پر خود مختارانہ اور مقصدی اور آئینی طور پر ہم آہنگی سے کام کر رہے ہیں۔ جن مقاصد کے لئے یہ دونوں مراکز کوشاں ہیں، وہ یہ ہیں:۔

☆ اسلامی تعلیمات کو پوری تحقیق اور علمی جستجو کے بعد جدید ترین اسلوب اظہار کو اختیار کرتے ہوئے پیش کرنا اور تمدن، تاریخ، قانون، معیشت اور دوسرے دائروں میں جو مسائل درپیش ہیں ان کا حل اسلام کی روشنی میں تلاش کرنا۔

☆ عالم اسلام کے تحقیقی کارناموں کا ترجمہ، ترتیب نو، تشریح و توضیح اور اشاعت، اسی طرح قدیم خزانوں تک آج کے طالب علموں کی رسائی ممکن بنانا۔

☆ عالم اسلام کے موجودہ مسائل اور مستقبل کے امکانات کے بارے میں صحیح اور حقیقت پسندانہ فہم پیدا کرنے کے لئے مسلم ممالک کے بارے میں بالعموم اور پاکستان کے بارے میں بالخصوص تحقیقی کام کرنا۔

☆ اسلامی موضوعات پر دور حاضر کے مسلم علماء کے نمایاں کارناموں کی وسیع اشاعت اور نفوذ کی خاطر دنیا کی اہم زبانوں، بالخصوص عربی، اردو، انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور سواحلی میں تراجم اور اشاعت کا انتظام کرنا۔

☆ عام پڑھے لکھے لوگوں میں اسلامی تہذیب و تمدن تاریخ اور مسلم دنیا کے موجودہ مسائل کا صحیح فہم پیدا کرنے کے لئے مناسب طرز کی عام فہم کتابوں کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔

☆ تعلیم کو مثبت اسلامی آہنگ دینے کے لئے اور اسلامی بنیادوں پر تشکیل شدہ ایک نئے نظام تعلیم کے ارتقاء کی راہ ہموار کرنے کے لئے مختلف مراحل کی نصابی اور امدادی کتب کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆